یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت نثار الحق نقشبندی سیفی مجددی مدظلہ العالی

ناشر

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ عزوجل سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

تجلیاتِ صوفیاء

---- تالیف ----

پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت نثار الحق نقشبندی سیفی مجددی مدظلہ العالی

---- ناشر ----

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

نام کتاب	:	تجلیاتِ صوفیاء
تالیف	:	پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت نثار الحق نقشبندی مجددی سیفی مدظلہ العالی
اشاعت بارِ اوّل	:	1998ء
اشاعت بارِ دوم	:	2003ء
اشاعت بار سوم	:	جنوری 2009ء
تعداد	:	1100
صفحات	:	784
ناشر	:	تبلیغِ صوفیاء دعوت الی الخیر
باہتمام	:	مجدد الف ثانی ویلفیئر ٹرسٹ
قیمت	:	

کتاب ملنے کے پتہ

- مرکزی خانقاہ شریف:

پلاٹ نمبر 83 سیکٹر 4F مجاہد کالونی نزد پلے گراؤنڈ اورنگی ٹاؤن کراچی

رابطہ نمبرز: 021-6740009,0300-2771683

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَــوْلَایَ صَــلِّ وَسَــلِّــمْ دَائِــمًــا اَبَــدًا

عَــلٰــی حَبِیْبِکَ خَیْــرِ الْــخَــلْــقِ کُــلِّهِــمِ

فَــاِنَّ مِــنْ جُــوْدِکَ الــدُّنْیَــا وَضَــرَّتَهَــا

وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَم

ترتیب ابواب

تجلیات صوفیاء

پیش لفظ

اللہ عزوجل کی حمد اور سرکار دو عالم ﷺ پر درود بے حد وحساب اللہ عزوجل کی توفیق اور جناب نبی کریم ﷺ کی خاص نظر کرم اور صالحین کی صحبتوں کی برکت سے الحمد للہ دو ایڈیشن کے بعد اب تیسرا ایڈیشن (تجلیات صوفیاء) قرآن، حدیث، صالحین، وعلماء کرام کی کتب سے تالیف کردہ بہترین اور مدلل دلائل کے ساتھ قارئین کرام کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرات گرامی: پہلا ایڈیشن (انوار اولیاء الیٰ فیضان صوفیاء) مختصراً ایک رسالہ کی صورت میں پیش کیا گیا، اور قارئین نے اسے بے حد پسند کیا۔

پھر دوسرا ایڈیشن (انوار اولیاء الیٰ فیضان صوفیاء) مسلسل محنت کے ساتھ ایک کتاب کی صورت میں 13 ابواب پر مشتمل قارئین کرام کے لئے پیش کیا گیا جیسے ہر فرد خاص وعام اور اس کے ساتھ ساتھ علماء ومشائخ نے بے حد پسند کیا۔

اور اب تیسرا ایڈیشن (تجلیات صوفیاء) کے نام سے قارئین کے بے حد اصرار پر قرآن، حدیث، صالحین، وعلماء کرام کی کتب سے تالیف کردہ بہترین اور مدلل دلائل کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے، جس میں شب وروز محنت کی گئی اور کتاب میں 17 ابواب کو جمع کیا گیا، ہر ایک باب احسن طریقے، اور سب سے اہم بات حوالہ جات کا خاص طور پر خیال کیا گیا، کیونکہ اکثر کم علم اور کم فہم لوگ دوست احباب پر اعتراضات کرتے تھے جس میں خاص طور پر یہ چیزیں سامنے آتی تھیں، وجد سے متعلق، تصوف (یعنی سلوک و احسان) کے متعلق، ذکر خفی سے متعلق، سلسلہ نقشبندیہ کی فضیلت سے متعلق، ہاتھ چومنے، صالحین کے ذکر کرنے سے متعلق، اور سلوک کے راستے پر چلنے والوں کے لئے آداب ذکر اور آداب شیخ سے متعلق، مسائل کا سامنا تھا۔

الحمد للہ ہر بات کو دلائل کے ساتھ دوست احباب کے سامنے پیش کیا گیا، تاکہ اعتراض کرنے والوں کو ان کے اعتراضات کا جواب بھی مل جائے اور اس کتاب سے ہر خاص اور عام کو نفع اٹھانے کی توفیق بھی مل جائے۔

آخر میں میری تمام دوست احباب سے گذارش عرض ہے کہ کتاب میں ہم نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی کمی بیشی نہ رہے جائے پھر بھی اگر قرآنی آیت میں زیر زبر کی غلطی یا حدیث شریف میں کوئی غلطی نظر آئے، یا حوالہ جات کے معاملے میں تو ضرور بالضرور شکریہ اور مہربانی کے ساتھ آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازلہ ہو سکے۔

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کے طفیل میری اس **(تجلیات صوفیاء)** کاوش کو قبول فرما کر ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ (آمین)

والسلام

نثار الحق

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

(پارہ 22، سورۃ فاطر، آیت 20)

ترجمہ: اللہ عزوجل سے اس کے علماء بندے ہی ڈرتے ہیں

پہلا باب

علم، عمل اور خشیت الٰہی کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

اما بعد: حضرت شیخ الشیوخ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے فصل الخطاب میں اور اسی طرح اکابر محققین رضی اللہ عنہم نے دوسری کتابوں میں آیت کریمہ ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا '' (پارہ22،سورۃ فاطر، آیت20) ترجمہ: اللہ عزوجل سے اس کے علماء بندے ہی ڈرتے ہیں۔ کہ ضمن میں ذکر کیا ہے کہ علماء کے تین گروہ ہیں۔ بعض علم ظاہر کے عالم ہیں اور بعض علم باطن کے اور کچھ ایسے ہیں جو علم باطن اور علم ظاہر دونوں کے عالم ہیں اور یہ تیسری قسم بہت کم ہوتی ہے۔ اگر ہر صدی میں ایک بھی ہو تو اس کی برکت مشرق و مغرب کو پہنچتی ہے۔ اور وہ اپنے وقت کا قطب ہوتا ہے اور تمام عالم والے اس کی دولت کے پناہ میں ہوتے ہیں۔

(زبدۃ المقامات ص204)

جب ہم شریعتِ اسلامی اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال و احوال پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو حصوں میں منقسم (تقسیم) تھے۔

ایک قسم کا تعلق افعال و حرکات اور امورِ محسوسہ سے تھا، مثلاً قیام وقعود، رکوع وسجود، تلاوت و تسبیح، اذکار و ادعیہ، احکام و مناسک۔ فن حدیث نے اس کی روایت اور تدوین کی خدمت انجام دی، علم فقہ نے اس سے مسائل و جزئیات استخراج (نکالنے کا) کرنے کا بیڑا اُٹھایا اور محدثین اور فقہائے امت نے (اللہ تعالیٰ ان کو اس کارِ عظیم کا بہترین صلہ عطا فرمائے) دین کو اس طرح محفوظ کردیا کہ اُمت کیلئے اس پر عمل پیرا ہونا آسان ہوگیا۔

دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا تعلق ان باطنی کیفیات سے ہے، جو ان افعال و حرکات کے ساتھ لازم وملزوم ہیں، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں قیام وقعود، رکوع وسجود، ذکر و دعا، وعظ ونصیحت، گھر کے ماحول، میدانِ جہاد، غرض ہر جگہ نمایاں نظر آتی ہیں۔ ان کیفیات کی تعبیر ہم اخلاص، واحتساب، صبر وتوکل، زہد واستغناء، ایثار وسخاوت، ادب وحیاء، خشوع و

خضوع، انابت وتضرع، دعا کے وقت شکستگی، دنیا پر آخرت کو ترجیح، رضائے الٰہی، دیدار کا شوق، اوراس طرح کی دیگر باطنی کیفیات اور ایمانی اخلاق سے کر سکتے ہیں جن کی حیثیت جسم انسانی میں روح کی اور ظاہر میں باطن کی ہے۔ پھران عنوانات کے تحت اور بہت سی جزئیات اور آداب واحکام ہیں، جنہوں نے اس کو ایک مستقل علم اور علیحدہ فقہ کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ اگراس علم کو جواول الذکر کی شرح وتفصیل سے متعلق ہے فقہ ظاہر کہا جا سکتا ہے تو وہ علم جوان کیفیات کی تشریح کرتا ہے اوران کے حصول کیلئے رہنمائی کرتا ہے ''فقہ باطن'' قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہی تزکیہ واحسان کا نظام، اصطلاحاً ''تصوف'' کہلاتا ہے۔

(سلوک وتصوف کا عملی دستور، ص 14)

مفسر جلیل علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ یعنی اللہ تعالیٰ کی خشیت کے لئے علم شرط ہے۔ چنانچہ جس قدر علم زیادہ ہوگا اتنی ہی خشیت بڑھے گی حدیث شریف میں ہے اَنَا اَخْشَاکُمْ بِاللّٰہِ وَ اَتْقَاکُمْ البتہ علم کے لئے خشیت لازم نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے اہل علم ہیں۔ جن میں خشیت نہیں ہوتی مگر خشیت بغیر علم نہیں ہوسکتی۔

(کمالین ترجمہ وشرح اردو جلالین ص 254 ج 5 پارہ 22)

تفسیر احکام القرآن میں لکھا ہے علامہ مفتی ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا'' ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بس وہی بندے ہیں جو علم والے ہیں۔ آیت میں علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نیز یہ کہ علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ تک رسائی ہوتی ہے اس لیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت اوراس کے عدل کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اس کی یہ معرفت اسے خشیت اور تقویٰ تک پہنچا دیتی ہے کیونکہ جو شخص اللہ کی معرفت اس کی عدل اور کائنات کی تخلیق میں اس کے مقصد سے ناآشنا ہو وہ نہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور نہ ہی اس کے دل میں تقویٰ یعنی خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پارہ 28 سورۃ المجادلۃ آیت 11) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں

سے ایمان لے آئے اور ان لوگوں کو جنہیں علم کی دولت دی گئی کئی درجے بلند کرتا ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ (پارہ 30، سورۃ البینہ، آیت 7) ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے عمل صالح کئے وہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ. (پارہ 30، سورۃ البینہ، آیت 8) ترجمہ یہ سب باتیں اس شخص کے لئے ہیں جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ بہترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتے ہیں۔ آیت زیر بحث میں یہ خبر دی کہ علم والے لوگ ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کے مجموعی مفہوم سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے لوگ ہی بہترین مخلوق ہیں اگرچہ معرفت الٰہی کے لحاظ سے ان کے آگے کئی طبقات ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے معرفت الٰہی رکھنے والے اہل علم کی جو خشیت باری تعالیٰ کی صفت سے متصف ہوتے ہیں مزید توصیف کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ" (پارہ 22، سورۃ فاطر، آیت 29) ترجمہ: جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی آس لگائے ہوئے ہیں۔ جو کبھی ماند نہ پڑے گی۔ یہ بات ان لوگوں کی توصیف میں بیان کی گئی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے علم کے مطابق عمل کرنے والے ہیں۔

ایک اور آیت میں اس شخص کا ذکر ہوا ہے۔ جو اپنے علم کے بموجب عمل سے گریزاں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ وَ اتۡلُ عَلَیۡھِمۡ نَبَاَ الَّذِیۡۤ اٰتَیۡنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانۡسَلَخَ مِنۡھَا فَاَتۡبَعَہُ الشَّیۡطٰنُ فَکَانَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰہُ بِھَا وَ لٰکِنَّہٗۤ اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ وَ اتَّبَعَ ھَوٰہُ (پارہ 9، سورۃ الاعراف، آیت 75-76) ترجمہ: اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں پھر وہ ان سے بالکل نکل گیا اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور گمراہوں میں داخل ہوگیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کا مرتبہ ان

نشانیوں کے ذریعے اونچا کردیتے لیکن وہ زمین کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی خواہشِ نفسانی کی پیروی کرنے لگا۔

یہ اس شخص کی کیفیت ہے جو عالم ہے لیکن بے عمل جبکہ پہلی آیت عالم باعمل کی کیفیت میں بیان ہوئی ہے۔ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ پہلے گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے وعدے پر پورا بھروسہ ہے اور اپنے اعمال پر ثواب کا پورا یقین ہے کیونکہ قول باری تعالیٰ ہے یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ"

(احکام القرآن اردو ترجمہ جلد 6 ص 337)

خدا عزوجل سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ کی تفسیر میں علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور خدا کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی خدا عزوجل سے ڈرتا ہو اور خدا عزوجل کی رضامندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں علم نام ہے بکثرت خدا عزوجل سے ڈرنے کا۔

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں۔ علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

حضرت سیدنا علامہ احمد بن صالح مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم کثرتِ روایات کا نام نہیں بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری خدا عزوجل کی طرف سے فرض ہے۔ یعنی کتاب وسنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور آئمہ رحمۃ اللہ علیہم سے پہنچا ہو۔ وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے۔ وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے۔

مروی ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عالم باللہ

(۲) عالم بامر اللہ

(۳) عالم باللہ و بامر اللہ۔

عالم باللہ، عالم بامر اللہ نہیں اور اعالم بامر اللہ، عالم باللہ نہیں، ہاں عالم باللہ و بامر اللہ وہ ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حدود و فرائض کو جانتا ہو۔

عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو۔

عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا خشیت خدا عزوجل سے خالی ہو۔

(تفسیر ابن کثیر جلد 4 ص366 پارہ22 سورہ فاطر)

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ بیشک خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اس کے کل بندوں میں جاننے والے کیونکہ ڈرنے کی شرط یہ ہے کہ جس سے ڈرا جائے اس کو جاننا اور اس کے صفات و افعال کا علم ہونا ضروری ہے۔ جو کوئی اسے زیادہ جانتا ہوگا اس کا خوف بھی زیادہ ہوگا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِسی لحاظ سے فرمایا ہے کہ اِنِّیْ اَعْلَمُکُمْ وَ اَخْشَاکُمْ بِاللّٰهِ ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں ڈرتا ہوں۔

(تفسیر حسینی الموسوم بہ تفسیر سعیدی ص239 جلد 2)

دست لُطفش نسخۂ علم و حکم	بے قلم در صفحۂ دل زد رقم
علم اہل دل نہ از مکتب بود	بلکہ از تلقین خاص رب بود

ترجمہ: اس کے لطف و عنایت کے ہاتھ نے علم و حکمت کے نسخہ کو دل کے صفحہ پر بغیر قلم کے لکھ دیا اہلِ دل کا علم مکتب کے ذریعہ سے نہیں ہوتا بلکہ خاص خدا عزوجل کے بتلائے سے ہوتا ہے۔

(تفسیر حسینی ص 235 جلد2)

حضرت فاضل اجل مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی تفسیر نبوی میں لکھتے ہیں کہ علماء کرام ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے علماء کرام کا ایک ایسا طبقہ پیدا فرمایا ہے جو منفرد ہے علماء کرام ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ علماء کرام اپنے علم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کی خشیت کو جانتے ہیں اور وہ اس کی ذات سے ڈرتے ہیں جاہل لوگ جنہیں شعور ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بھی سلیقہ

نہیں ہے۔ وہ مجہول لوگ کیا جانیں کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر کیا ہوتا ہے۔ سرورکون ومکان ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ لوگو! میں تم میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ لوگو! جو مجھے علم ہے اگر میں تم پر ظاہر کردوں تو تم زندگی بھر ہنسنا اور مسکرانا چھوڑ دو۔

ڈرنے کے مختلف انداز:

بعض لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بعض جہنم کی آگ سے ڈرتے ہیں۔

بعض انعامات نہ ملنے پر ڈرتے ہیں۔

بعض ناکامیوں اور محرومیوں سے ڈرنے والے ہیں۔

ایسے لوگ علماء نہیں ہوتے وہ کتابی اور روایتی مولوی ہوتے ہیں وہ علمی سندیں تو حاصل کرلیتے ہیں۔ مگر عالم نہیں ہوتے وہ علماء کے منصب تو پالیتے ہیں مگر عالم نہیں ہوتے حقیقت میں علماء وہ ہوتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرتے ہیں اس کے جلال سے ڈرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرتے ہیں وہ اس کی صفتوں سے ڈرتے ہیں ان کے دلوں میں انوار ایمان کی شمعیں روشن ہوتی ہیں وہ عرفان الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں جو علماء علم حاصل کرنے کے بعد عمل سے عاری (خالی) ہیں وہ اپنی عمر عزیز ضائع کرتے رہتے ہیں عالم اور جاہل میں یہی امتیاز ہے کہ عالم اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جاہل کو اللہ عزوجل کی معرفت کا شعور نہیں ہوتا وہ حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتا رہتا ہے صوفیاء کرام شب بیدار زاہد، عالم باعمل اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جانتے ہوئے اس سے ڈرتے ہیں آج دنیا میں ایسے بیشمار علماء موجود ہیں مگر عالم ربانی خال خال (بہت ہی کم) ہیں۔ اگر کوئی عالم ربانی مل جائے تو اس کے پاؤں دھو کر پینے کو مل جائے تو پیو دنیا پرست عالم اور زر اندوز مولوی سے دور ہی رہنا چاہیے۔

(تفسیر نبوی، جلد 10,9 ص 345)

تفسیر مظہری میں حضرت علامہ محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ

الْعُلَمٰٓؤُا (پارہ 22، سورۂ فاطر، آیت 28) ترجمہ: اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض کے رنگ مختلف ہیں اور خدا عزوجل سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اللہ عزوجل کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان سے بارش ہونے کا ذکر فرمایا پھر اس سے مختلف اجناس و اصناف اور کثیر انواع والوان کی مخلوق کی نشو ونما پانے کا اظہار کیا یہ تمام اجناس وانواع خلق صانع کی ہستی قدرت، معبودیت اور دوسری صفات پر دلالت کر رہی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف وہی علماء کرتے ہیں جو خلق اللہ کی حالت کا مطالعہ غور وفکر سے کرتے ہیں اور مصنوع سے صانع کی ذات صفات افعال اور انعامات پر استدلال کرتے ہیں ان کے خلاف وہ جاہل (کفار مکہ ومدینہ) اور وہ جاہل بننے والے ہیں جن کو یا تو علم نہیں یا علوم کی ان کے دلوں تک خلوص کے ساتھ رسائی نہیں۔ جیسے علماء یہود ونصاریٰ۔

شیخ اجل شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اس آیت میں در پردہ بیان کیا گیا ہے جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں میں کہتا ہوں (قاضی ثناء اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) اللہ عزوجل کی عظمت وجلالت اور صفاتِ کمالیہ کو جاننا مستلزم خشیت ہے خشیت علم کے لیے لازمی ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ مجھ سے وہی ڈرتا ہے جس کو میرے قہر غلبہ اور سطوت کا علم ہو جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو جانتا ہے وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

شیخین نے حضرت سیدہ عابدہ عالمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض کام کئے اور لوگوں کو اس کی اجازت دے دی لیکن بعض لوگوں نے ان کاموں سے پاک رہنا چاہا (یعنی جائز مناسب نہ سمجھا)۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ایک خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ

کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ اس کام سے پرہیز رکھتے ہیں جو میں کرتا ہوں۔ خدا عزوجل کی قسم میں ان سے زیادہ اللہ عزوجل کو جانتا ہوں اور ان سے بڑھ کر اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں۔

دارمی نے بروایت مکحول رضی اللہ عنہ مرسل حدیث بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی: اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا
صحیح بخاری شریف میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو روتے بہت ہنستے کم اس بیان سے ثابت ہوا کہ کامل خشیت انبیاء کرام علیہم السلام کو ہوتا ہے اس کے بعد اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا درجہ ہے حقیقت شناس یہی ہوتے ہیں اس کے بعد علماء کا نمبر ہے۔

حضرت سیدنا مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: خشیت اللہ عزوجل ہونا ہی بڑا علم ہے اور فریب خوردہ ہونا بڑی جہالت۔ حضرت سیدنا شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: عالم وہی ہے جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے۔

(تفسیر مظہری ج 9 ص 512)

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہم میں سے کون زیادہ عالم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو تم میں خدا تعالیٰ سے زیادہ خشیت والا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ پھر عرض کی گئی ہم میں شریر کون ہے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو تمہارے سامنے اس کا ذکر ہو تو وہ تمہاری اعانت نہ کریں اور جب تم بھول جاؤ تو وہ یاد نہ دلائے۔ پھر عرض کی گئی لوگوں میں شریر ترین کون ہے۔ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اے اللہ عزوجل! علماء کو معاف کر دو کیونکہ عالم دین ٹیڑھا ہو تو تمام لوگ فساد کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

علم چنداں کہ بیشتر توانی	چوں عمل در تو نیست نادانی

ترجمہ: علم چاہے کتنا زیادہ ہی پڑھ لو اگر عمل نہ ہو تو نادان ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں

وہ ہمیں عالم ومحقق اور خوف وخشیت میں صادق ومصدوق بنائے (آمین)

(فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان، پارہ 22، ص509)

حضرت سیدنا پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ شہرآفاق تفسیر میں لکھتے ہیں: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ترجمہ: اللہ عزوجل کے بندوں میں صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اعجاز آفرینیوں کا جتنی دقت نگاہ سے لوگ مطالعہ کریں گے حکمت ربانی کے نئے نئے جلوے رونما ہوتے جائیں گے انہیں اس تدبر اور مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا ایسا علم نصیب ہوگا جو انہیں عین الیقین کی منزل تک پہنچائے گا اور وہاں سے حق الیقین کی منزل زیادہ دور نہیں طلب صادق ہوگی تو توفیق کا ہاتھ بڑھے گا اور انہیں ان بلندیوں پر فائز کردے گا جہاں حق الیقین کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی ہے جہاں شک وشبہ کا غبار نہیں وہاں پہنچ کر انہیں اپنے رب ذوالجلال والاکرام کی معرفت نصیب ہوگی پھر جس خشیت سے ان کے دل معمور ہوں گے ہمارے لئے اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

حکمائے اسلام کے نزدیک علم کی حقیقت کیا ہے

اس کے لئے چند اقوال ملاحظہ فرمائیے

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زیادہ باتیں بنانا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خشیت (ڈرنا) کو علم کہتے ہیں۔

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بکثرت روایت کرنے کا نام علم نہیں بلکہ علم ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی دل میں ڈال دیتا ہے۔

حضرت سیدنا امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

حضرت سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک قول مروی ہے: اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے تو انسان کے لئے اتنا علم ہی کافی ہے اور اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں کہ انسان

خدا عزوجل سے غرور کرنے لگے۔

حضرت سیدنا سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس شہر میں سب سے بڑا فقیہہ کون ہے۔ فرمایا: جو اپنے رب عزوجل سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے:
ترجمہ: یعنی صحیح معنوں میں فقیہہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا عزوجل کی نافرمانی پر انہیں جری نہ کرے۔ خدا عزوجل کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن کے بغیر اسے کوئی چیز اپنی طرف راغب نہ کرسکے۔

(ضیاء القرآن ج4، ص154)

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (پارہ3، سورۂ ال عمران، آیت18) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آپ فرماتے معلوم ہوا کہ علماء بڑی عزت والے ہیں کہ رب عزوجل نے انہیں اپنی توحید کا گواہ اپنے ساتھ بنایا، مگر علماء دین جو علماء ربانی ہیں نہ وہ جو اخوان الشیاطین ہیں، علماء ربانی وہ ہیں جو خود اللہ والے ہیں اور لوگوں کو اللہ والے بناتے ہیں جن کی صحبت سے خدا عزوجل کی کامل محبت نصیب ہوتی ہے، جس عالم کی صحبت سے اللہ عزوجل کے خوف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں کمی آئے وہ عالم نہیں، ظالم ہے۔ خیال رہے کہ اُولُوا الْعِلْمِ میں انبیاء کرام علیہ السلام، اولیاء عظام (رحمۃ اللہ علیہم) علماء اعلام تمام حضرات شامل ہیں۔

(تفسیر نور العرفان پارہ3، ص81)

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (پارہ1، سورۂ بقرہ، آیت98) ترجمہ: جو کوئی دشمن ہو اللہ عزوجل اور اس کے فرشتوں علیہ السلام اور اس کے رسولوں علیہ السلام اور جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام بلکہ سارے فرشتوں علیہ السلام سے افضل

ہیں اسی لئے ان کا ذکر پہلے ہوا کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام غذائے روح یعنی وحی لاتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام غذائے جسم یعنی بارش لاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ سے استاد و پیر کا درجہ زیادہ ہے کہ جسم ماں باپ سے ملا اور علم و ایمان استاد و پیر سے۔

وَ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ وَ مَا یَکۡفُرُ بِہَاۤ اِلَّا الۡفٰسِقُوۡنَ۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ خدا عزوجل کے پیاروں سے عداوت خدا سے عداوت ہے اور خدا عزوجل کے پیاروں کی محبت رب عزوجل کی محبت ہے۔ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوب کے خدام بھی پیارے ہوتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام خادم انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اسی لئے خدا عزوجل کو اتنے پیارے ہیں کہ ان کا دشمن رب عزوجل کا دشمن ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ سے عداوت سارے فرشتوں سے عداوت ہے یہی حال انبیاء (علیہم السلام) اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم) سے عداوت رکھنے کا ہے۔

(کنز الایمان تفسیر نور العرفان، ص 23)

تفسیر معارف القرآن میں علامہ مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا۔ (اس) میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی خشیت حاصل ہے۔ اور جیسا پہلے کفار و منکرین کا اور ان کے احوال کا ذکر آیا ہے۔ اس میں خاص اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔ لفظ اِنَّمَا عربی زبان میں حصر کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس لئے اس جملے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ صرف علماء ہی اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں۔ مگر حضرت سیدنا امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آئمہ تفسیر نے فرمایا کہ حرف اِنَّمَا جیسے حصر کے لئے آتا ہے ایسے ہی کسی کی خصوصیت کے بیان کرنے کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ خشیۃ اللہ عزوجل علماء کا وصفِ خاص اور لازم ہے یہ ضروری نہیں کہ غیر عالم میں خشیت نہ ہو۔

اور آیت میں لفظ عُلَمٰٓؤُا سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات و صفات کا کما حقہ علم رکھتے ہیں اور مخلوقاتِ علم میں اس کے تصرفات پر اور اس کے احسانات و انعامات پر نظر رکھتے ہیں۔ صرف عربی زبان یا اس کے صرف و نحو اور فنونِ بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی

اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا جب تک اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت مذکورہ طریق پر حاصل نہ ہو حضرت شیخ المشائخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت وجلوت میں اللہ عزوجل سے ڈرے اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے اس کو اس سے نفرت ہو۔

اس کے بعد مفتی صاحب چند اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں۔ مذکورہ تصریحات سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ بہت سے علماء کو دیکھا جاتا ہے کہ ان میں خدا عزوجل کا خوف وخشیت نہیں ۔کیونکہ تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف عربی جاننے کا نام علم اور جاننے والے کا نام عالم نہیں جس میں خشیت نہ ہو وہ قرآن کی اصطلاح میں عالم ہی نہیں البتہ خشیت کبھی صرف اعتقادی اور عقلی ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے آدمی بہ تکلف احکامِ شرعیہ کا پابند ہوتا ہے۔اور کبھی یہ خشیت حالی اور ملکہ راسخہ کے درجہ میں ہو جاتی ہے۔جس میں اتباع شریعت ایک تقاضائے طبیعت بن جاتا ہے۔خشیت کا پہلا درجہ مامور بہ اور عالم کے لئے ضروری ہے دوسرا درجہ افضل واعلیٰ یہ ضروری نہیں۔

(معارف القرآن ج7،ص336)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ترجمہ: اللہ عزوجل سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

اس ارشادِ ربانی میں علماء کا ذکر اِنَّمَا کے حکم کے ساتھ کیا گیا ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اللہ عزوجل سے نہیں ڈرتے ۔ان سے علم کا انتفاع نہیں ہوتا۔ میں یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ ایک شخص نے جس وقت یہ کہا کہ انما یدخل الدار بغدادی اس کے معنی یہ ہوئے کہ غیر بغدادی کو گھر میں داخل ہونا منع ہے یا سوائے بغدادی کے کسی دوسرے کا گھر میں آنا منع ہے۔پس علمائے آخرت کے لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ بغیر مقامات قرب اور مواقع عرفان تک راہ نہیں مل سکتی زہد وتقویٰ کے بغیر یہ راستے مسدود (بند) ہیں۔شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے

ایک مثال دی اور بعد میں فرمایا: صفائے تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی سے علم راسخ ہوتا ہے۔

پس یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ صفائے تقویٰ اور دنیا سے کمال درجہ بے رغبتی رکھنے ہی سے بندہ علم میں راسخ ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا شیخ المشائخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ علم میں راسخ وہی لوگ ہیں جو اپنی ارواح کے ساتھ غیب الغیب میں رازوں کے راز سے راسخ ہو گئے۔ پس ہر کس و ناکس ان کو نہیں پہچان سکتا ان کو بس وہی پہچان سکتے ہیں جو اس شناخت کی صلاحیت واہلیت رکھتے ہیں۔ یہ حضرات (**الراسخون فی العلم**) وہ ہیں جو فہم کے ساتھ دریائے علم میں ڈوب گئے تاکہ ترقی حاصل کریں اس وقت ان کے لئے جمع شدہ خزانے (علم و معرفت) کے کھل گئے ان خزانوں کے ہر ایک حرف کے نیچے کلام اور خطاب کے عجائبات فہم موجود تھے پھر اس آگاہی کے بعد حاکم کے ساتھ گفتگو کی گئی (جب ان **راسخون فی العلم** کے فہم نے ان جمع شدہ خزانوں کی معرفت حاصل کر لی جہاں عجائبات فہم کی ایک کائنات موجود تھی اس وقت پھر وہ مامور ہوئے ان کو حکم دیا گیا۔

بعض صوفیائے کبار (رحمۃ اللہ علیہم) فرماتے ہیں کہ راسخ وہ شخص ہے۔ جو خطاب کے محل مراد سے واقف ہو (یعنی خطاب کا محل مراد کیا ہے اور اس کا منشائے خطاب کیا ہے)

حضرت سیدنا سراج السالکین شیخ فراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمام علوم میں کامل ہیں اور تمام علوم کی معرفت سے بہرہ ور ہیں اس طرح وہ تمام خلائق کی ہمتوں سے آگاہ ہوئے۔

حضرت سیدنا مقبول یزدانی ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں جو قول ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ **راسخ فی العلم** کو تمام جزئیات علوم سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے۔ ہر چند کہ انہوں نے تمام علوم میں کمال حاصل کر لیا ہے اور وہ تمام خلائق کی ہمتوں سے آگاہ ہو چکے ہیں اور یہ قول جو حضرت سیدنا ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ **راسخ فی العلم** کا لازم ہے کہ تمام کی جزئیات سے بھی آگاہی رکھتا ہو اور ان علوم پر پورا کمال اور عبور رکھتا ہو۔ اس لئے کہ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ **راسخین فی العلم** سے تھے اس پر بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے معنی میں توقف کیا **فاکھۃ و ابا** (طرح طرح

کے میوے اور گھاس) اور فرمایا اب کیا چیز ہے۔ پھر خود ہی کہا یہ بجز "تکلیف" اور کچھ نہیں ہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ "اب" کے معنی میں یہ توقف حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا نہ کہ حضرت سیدنا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے! پس اس علم سے حضرت سیدنا شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی مراد تمام جزئیات کا علم نہیں ہے بلکہ ان کی مراد وہی ہے جو اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ **اطلعوا علی ھمم الخلائق کلھم اجمعین** (وہ آگاہ ہیں تمام مخلوق کی ہمتوں سے پورے طور پر) اب اگر کوئی امر جزی امر احاطہ سے رہ جائے تو اس سے کل کی نفی نہیں ہو سکتی جیسا کہ (اب) کے معنی کے سلسلہ میں بیان کیا گیا)۔

اس لئے کہ متقی نے تقویٰ کے حق کا اور زاہد نے زہد کے حق کا اثبات کر دیا جس سے اس کا باطن صاف اور قلب کا آئینہ روشن ہو گیا اور لوح محفوظ سے کسی قدر اس کا آمنا سامنا ہو گیا اور اس نے اپنی صفائے باطن سے علوم و اصول علوم کا ادراک کر لی پس علوم میں علماء کا جو منتہائے اقدام ہو سکتا ہے۔ (یعنی علماء علوم میں جس حد تک جا سکتے ہیں اور جہاں تک پہنچ سکتے ہیں) اس سے وہ واقف ہے اور اس طرح کل علم کا فائدہ اس کو حاصل ہے۔

اب علم جزئیہ سے عدم آگاہی کے سلسلے میں کہا جا سکتا ہے علوم جزئیہ تعلیم اور ممارست سے نفوسِ انسانی میں منقسم ہیں ان علوم کلی نے ان کو اس امر سے مستغنی کر دیا ہے۔ کہ وہ جزئیات کی طرف توجہ کریں اور ان میں مشغول رہیں اور صاف ظاہر ہے کہ جزی کلی کو منقطع نہیں کر سکتا یعنی اگر علم جزی حاصل نہیں تو اس کو اس امر کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ چونکہ علم جزی حاصل نہیں اس لئے علم کلی بھی حاصل نہیں یا اس کے اہل تو وہی ہیں جو اس کے ظروف ہیں۔

پس ان لوگوں کے ظروف نفوس ان جزئیات سے بھر گئے اور اسی میں مشغول ہو کر رہ گئے اسی طرح جزی کے سبب وہ کلی سے منقطع ہو اور الگ ہو گئے۔

علمائے زاہدین کے نفوس نے اصل دین کی ضروری چیزیں تھیں اور جس کی بنیاد شرع پر رکھی گئی تھی اخذ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا اور اشیاء سے قطع تعلق کر لیا اس وقت ان کی ارواح قرب الٰہی کے مقام سے واصل ہو گئیں۔ اس وقت ان ارواح نے

جو مقام قرب سے اتصال پا چکی تھی ان کے دلوں پر انوار پہنچائے جس کے باعث وہ قلوب ادراک علوم کے لئے آمادہ اور صاحب استعداد بن گئے پس ان کی ارواح نے عالم ازلی کی توجہ کے باعث ادراک علوم کی حد سے قدم آگے بڑھایا اور اس دم وہ ایسے وجود سے مجرد اور منفرد ہو گئیں جو علم کے لئے ظرفیت کی صلاحیت رکھتا تھا اور اس وقت ان کے قلوب اس کی نسبت کے باعث جو ان کو اپنے نفوس کے ساتھ ہے ظروف وجودی بن گئے۔ اب یہ قلوب علوم سے اور علوم ان قلوب سے باہم مل جل گئے علوم کا یہ تآئف اس اتصال علوم کی مناسبت سے ہے۔ جو لوح محفوظ سے اتصال کے نتیجہ سے پیدا ہوا یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ اتصال کے معنی یہاں صرف یہ ہیں کہ ان کا انتقاش لوح محفوظ میں ہے اور کسی دوسرے میں نہیں اور قلوب کا اتصال تمام ارواح سے یہ معنی رکھتا ہے کہ قلوب انجذاب نفوس کی طرف ہوتا ہے۔ پس ان دونوں متصل ہونے والوں یعنی قلوب اور علوم میں ایک نسبت اشتراک موجود ہے یہی نسبت اشتراک امتزاج اور تآئف کا موجب ہے جب یہ امتزاج و تآئف پیدا ہوا تو علوم خود بخود حاصل ہو گئے اور عالم ربانی اس طرح راسخ فی العلم ہو گیا۔

(عوارف المعارف، ص 182)

چونکہ "علم وراثت" کی بحث درمیان میں آگئی ہے اس لئے چند کلمے وقتی ضرورت کی بنا پر تحریر کئے جاتے ہیں حدیث شریف میں وارد ہے "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ لَا نْبِیَاءِ" (علماء انبیاء کے وارث ہیں) واضح ہو کہ جو علم انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) سے باقی و جاری ہے دو قسم کا ہے (ایک) علم احکام (دوسرا) علم اسرار اور (انبیاء کی) وراثت کا عالم (کہلانے کا مستحق) وہی شخص ہو سکتا ہے جو دونوں قسم کے علم سے بہرہ ور ہو نہ یہ کہ صرف ایک قسم کا علم حاصل ہو اور دوسری قسم سے محروم ہو یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وراثت کو مورث کے ہر قسم کے ترکہ میں سے حصہ ملتا ہے نہ کہ بعض میں حصہ ہو اور بعض میں نہ ہو اور وہ شخص جس کا حصہ کسی خاص معین تک محدود ہو وہ (وارث نہیں بلکہ) غرما (قرض خواہ) میں داخل ہے جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اسی طرح حضور پرنور آقائے دو جہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "عُلَمَاءُ

اُمَّتِی کَاَنۡبِیَاءِ بَنِیۡ اِسۡرَائِیۡلَ "(میری امت کے علماء بنی اسرئیل کے انبیاء کے مانند ہیں)

(مکتوب،ن،268،ج،1)

تفسیر حسینی میں لکھا ہے: فَادۡعُ پس مخلوق کو مذہب اسلام پر متفق ہونے کے لئے بلائیے وَ اسۡتَقِمۡ اور دعوت پر قائم رہیئے کَمَآ اُمِرۡتَ، جیسا کہ اس کا حکم آپ کو دیا گیا ہے۔

تبیان میں روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: دین و دعوت اسلام سے جو آپ کا ہے رجوع کیجئے۔ تب میں اپنا آدھا مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دے دوں گا۔ اور شیبہ بن ربیعہ نے کہا اپنے باپوں کے دین پر عمل کیجئے تو میں اپنی لڑکی بیاہ دونگا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دین پر قائم رہیئے اور دین وملت پر مستقیم رہیئے۔

(تفسیر حسینی ج2،ص 309)

حضرت قدوۃ الاولیاء مفسرِ قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ:

علم چندانکہ بیشتر خوانی	چوں عمل درنیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند	چارپایے بروکتابے چند
آن تہی مغزراچہ علم وخبر	کہ بروہیزم است ویادفتر

ترجمہ:

علم کتنا ہی زیادہ پڑھو، عمل نہ ہو تو تم نادان ہو۔

وہ نہ محقق ہے نہ دانشمند وہ تو جانور ہے، اس پر چند کتابیں لادی ہیں۔

وہ خالی مغز ہے اس کے لئے علم وخبر کی کیا خبر، اس پر لکڑیاں لادی ہیں یا کتابیں۔

فائدہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں جمیع علوم کا نچوڑ معرفتِ الٰہی ہے۔ اس کے سوا اگر اچھے علوم ہوں تو سبحان اللہ ورنہ وبالِ علم کا حصول فی نفسہ بے سود ہے لیکن علم سے اصلی مقصد عمل ہے صرف علم پڑھنا اور اس پر عمل نہ کرنا بالکل بے سود ہے مستحقِ مبارک وہ انسان ہے جسے علم کے ساتھ نیک عمل کی توفیق نصیب ہو۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خوف دل کا چراغ ہے جس کے ذریعے سے دل کے خیر و شر کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(رسالہ قشیریہ، ص 293)

حضرت سیدنا ولیوں کے سرتاج ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، بندہ کے لئے خوف کی راہ کب آسان ہو جاتی ہے؟ فرمایا جب وہ اپنے آپ کو بمنزلہ ایک بیمار کے سمجھے تو وہ اس ڈر سے کہیں بیماری طول نہ پکڑ جائے ہر چیز سے پرہیز کرتا ہے۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خوف ایک فرشتہ ہے جو صرف متقی کے دل میں رہتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خوف اللہ عزوجل اور بندے کے درمیان ایک حجاب ہے

(رسالہ قشیریہ، ص 294)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس دل سے خوف ہٹ گیا تباہ ہو گیا اور فرمایا، سچا خوف یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر چیز کی زینت ہوتی ہے۔ اور خوف عبادت کی زینت ہے خوف کی علامت امید کو کوتاہ (چھوٹا) کرنا ہے۔

(رسالہ قشیریہ، ص 295)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ: غروب کے وقت سورج زرد کیوں پڑ جاتا ہے۔ فرمایا کیوں کہ اسے مقامِ کمال سے معزول کیا جاتا ہے۔ اس لئے اپنے مقام کے ڈر سے زرد پڑ جاتا ہے۔ یہی حال مومن کا ہے جس کا اس دنیا سے نکلنے کا وقت قریب آتا ہے تو اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے کیونکہ اسے مقام کا ڈر رہتا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو چمکدار رہتا ہے۔ اسی طرح جب مومن قبر سے اٹھے گا تو اس کا چہرہ چمکتا ہوا ہو گا۔

(رسالہ قشیریہ، ص 300)

حضرت سیدنا شیخ الاسلام ابو یحییٰ ذکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس فقیہ کو صوفیہ

کرام کے احوال واصطلاحات کا علم نہ ہو وہ خشک روٹی کی طرح ہے جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔

(مشائخ نقشبندیہ، ص484)

حضرت مجاہد صحابی ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے ''کسی علمی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت (نفل) سے بہتر ہے۔'' ایک اور روایت ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی علم کی بات سیکھے یا کسی کو سکھائے اس کیلئے یہ بات ایک ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

(قوت القلوب، جلداوّل، ص279)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''عالم کی نیند عبادت ہے اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔'' ایک اور روایت ہے کہ ''شیطان پر ایک عالم، ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔'' ایک مقطوع خبر میں آتا ہے ''اگر اس پر یعنی آسمان زمین پر گر جائے تو بھی عالم کسی چیز کیلئے اپنا علم نہ چھوڑے گا اور اگر عابد پر دنیا فراخ ہو جائے تو وہ اپنے رب عزوجل کی عبادت چھوڑ بیٹھے گا۔'' اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عالم کو آیات وعبر کے ذریعے خواب میں مکاشفہ حاصل ہوتا ہے اور اسے ملکوتِ اعلیٰ واسفل کا مکاشفہ بھی ہو جاتا ہے۔ علم کا القاء ہوتا ہے اور جس طرح انبیاء علیہ السلام بیداری میں بعض باتوں کا مشاہدہ فرماتے، علمائے کرام خواب میں قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں، اس لئے عارف کی نیند بھی بیداری ہے، اس لئے اس کا دل زندہ ہے اور غافل کی بیداری بھی نیند ہے، اس لئے اس کا دل مردہ ہے۔ چنانچہ عالم کی نیند جاہل کی بیداری کے برابر ہوئی اور غافل جاہل کی بیداری عالم کی نیند سے قریب ہے۔ حضرت سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد (پہاڑ) کی طرف دیکھا اور فرمایا ''یہ احد کا پہاڑ ہے۔ مخلوق اس کا وزن نہیں جانتی اور میری اُمت میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کی تسبیح وتحلیل کا وزن، اللہ عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ ہے۔''

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ ایک بندے کا عمل ایک روز میں ہر (اس چیز) سے بھاری ہے جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے، پھر اس کی تعریف کرتے

ہوئے بتایا کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ سے سمجھنے والا یقین کرنے والا اور اس کا عالم (عارف) ہے۔

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 332)

ایک خبر مشہور میں ہے کہ ''جس قدر اعمال کرنے کی طاقت رکھتے ہو اسی قدر (اپنے پر) لازم کرلو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا حتیٰ کہ تم اکتانہ جاؤ۔'' ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل وہ ہے کہ جس پر دوام کیا جائے، چاہے وہ تھوڑا ہو۔'' ایک حدیث میں مروی ہے ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو جس عبادت کی عادت ڈال دی، پھر اس نے اکتا کر اسے چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوا۔'' حضرت سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی ہے اور بعض روایات نے اسے ایک طریق سے مسند بتایا ''جس دن میرے علم میں زیادتی نہ ہو، اس دن کی صبح میں میرے لئے برکت نہیں ہوئی۔''

حدیث میں ایک کلام آتا ہے، گاہے (کبھی) وہ حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے اور گاہے (کبھی) حضرت سیدنا شیخ المشائخ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی روایت کیا گیا (راوی) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا ''جس کے دو دن برابر ہیں وہ خسارے میں ہے اور جس کا آج، گزشتہ کل سے بُرا ہے وہ محروم ہے اور جو مزید اعلیٰ درجات میں نہیں بڑھا، وہ نقصان میں ہے۔'' (حدیث) دوسرے الفاظ میں اس طرح مروی ہے ''جس نے اپنے نفس سے نقصان تلاش نہ کیا تو وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہے، اس کیلئے موت بہتر ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم، مومن شکر گزار ہے اور شکر گزار مزید (درجات) حاصل کررہا ہے۔''

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 337)

حدیث میں آتا ہے ''ایمان برہنہ ہے، اس کا لباس تقویٰ ہے، اس کی زینت حیاء ہے اور علم اس کا پھل ہے۔''

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 340)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے راسخین فی العلم کی تفسیر دریافت کی گئی تو

آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے اور اپنے سلف کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

(احوال الصادقین، ص289)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ خواجہ شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تک تم زندہ ہو طلب علم سے ایک قدم دور نہ رہو۔ کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اول علم ایمان، دوم علم نماز، سوم علم روزہ، چہارم علم زکوٰۃ، پنجم علم حج اگر استطاعت ہو، ششم والدین کی خدمت کا علم، ہفتم صلہ رحم اور رعایت ہمسایہ کا علم، ہشتم خرید و فروخت کا علم اگر ضرورت ہو، نہم حلال وحرام کا علم، کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر پڑتے ہیں اور گر پڑے۔

(مشائخ نقشبندیہ، ص 98)

حضرت سیدنا ولی نعمت حاتم عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تو کسی نیک جگہ پر دھوکا نہ کھا۔ کیونکہ جنت سے بڑھ کر کوئی جگہ اچھی نہیں ہوسکتی۔ پھر بھی اس میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ جو گزری سو گزری اور نہ ہی کثرت عبادت پر غرور کر کیونکہ ابلیس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی اس قدر طویل عبادت کے بعد ہوا اور اپنے زیادہ علم پر غرور نہ کر۔ کیونکہ بلغام اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا۔ دیکھ لو اس کے ساتھ کیا ہوا صالحین کے دیدار پر بھی دھوکا نہ کھا۔ کیونکہ شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کس کی شان ہوسکتی ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار اور دشمن آپ کے دیدار سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

(رسالہ قشیریہ، ص299)

حضرت شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء زمانوں کے چراغ ہیں اور ہر عالم اپنے زمانہ کا چراغ ہے جس سے اس کے زمانہ کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں اور اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ ڈھوروں (چوپایوں) کی طرح ہوتے (کہ ان کو نہ اچھے کی خبر ہوتی نہ برے کی اور اس لیے دن رات شہوات نفسانیہ میں مصروف رہتے۔)

حضرت شیخ المشائخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم کی زندگی دو باتوں سے

ہے ایک تو اس کے متعلق سوال سے اور دوسرے اس پر عمل سے اور اس کی موت ان کے چھوڑ دینے سے ہے۔ (پس جب تک تحقیق اور عمل قائم رہیں گے علم زندہ رہے گا اور جب یہ دونوں باتیں نہ رہیں گی علم مردہ ہو جاوے گا)۔

(احوال الصادقین، ص 31)

حضرت الصوفی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 139 پر کہ علم سے زیادہ اُس پر عمل کی ضرورت ہے۔ (اور یاد رکھو کہ آخرت میں تنہا علم سے نجات نہ ہوگی بلکہ بہ نسبت علم کے عمل کی ضرورت زیادہ ہوگی) جیسا کہ ایک شخص نے احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت کب آوئے گی۔ الحدیث بطولہ اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللہِ اَتْقٰکُمْ" (سورہ الحجرات 13) ترجمہ: کہ تم میں سے زیادہ معزز خدا عزوجل کی نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ جس کو سب سے زیادہ علم حاصل ہو۔

اور (عزیز من!) قرآن میں جتنی آیتیں جزاء (وثواب) کے متعلق ہیں تم ان سب میں غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہ سب آیات عمل ہی کے متعلق ہیں (علم کے متعلق نہیں ہیں) چنانچہ کہیں ارشاد ہے "هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (پارہ 20، سورہ النمل آیت 90) ترجمہ: وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ کہیں فرماتے ہیں جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پارہ 27، سورہ الواقعہ، آیت 24) ترجمہ: بدلہ ان کاموں کا جو کرتے تھے۔ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پارہ 10، سورہ التوبہ، آیت 82) ترجمہ: بدلہ ان کے کاموں کا۔ بھلا کہیں ایک آیت میں بھی حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جَزَآءً بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ان تمام آیات میں یہی فرمایا گیا ہے کہ تمہارے اعمال کا یہ بدلہ یا یہ ثواب ہوگا اس کو خوب سمجھ جاؤ۔

اور (یاد رکھو! کہ) کتابوں کے نازل کرنے اور رسولوں علیہ السلام کے بھیجنے سے مقصود خود عمل کرنا ہے اور دوسروں کو نیک عمل کی ترغیب دینا مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (پارہ 28، سورۃ الجمعہ، آیت 5) ترجمہ: مثال ان

لوگوں کی جن پر تورات کا بوجھ لادا گیا پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے (یعنی اس کے موافق عمل نہ کیا) اس گدھے کی طرح جو کتابیں لادے ہوئی (جا رہا ہے اسی طرح جب عالم دین اپنے علم پر عمل نہ کرے تو اس کے اوپر کتابیں لدی ہوئی ہیں، مگر گدھے کی طرح اسے خبر نہیں کہ میرے اوپر کیا لدا ہوا ہے) پس اہل اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سمجھ لیا کہ علم اور تلاوت قرآن سے اور اس کے الفاظ اور زجر و تخویف سے مقصود یہ ہے کہ جس مسئلہ کو جاننے کے بعد اس پر عمل نہ کیا جائے گا اس کی بابت سوال ہو گا۔

علم کے بغیر عمل کرنا مشکل ہے

پس علم سے مقصود محض مسائل کا جاننا اور ان کی تقریر کر دینا نہیں بلکہ اصل مقصود عمل ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ علم کوئی ضروری چیز نہیں، فضول شے ہے، حاشا و کلا (ہرگز ایسی بات نہیں)۔ کیونکہ عمل جس کو ہم مقصود اصلی کہہ رہے ہیں اس کا صحیح طور پر ادا ہونا بدون (بغیر) علم کے مشکل اور سخت دشوار ہے اس لئے ضرورت اس کی بھی ہے گو آلہ اور مقصود ہونے کا فرق ضرور ہے عمل مقصود ہے اور علم اس کا آلہ اور ذریعہ ہے۔

حضرت شیخ المشائخ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم اس کو سکھاؤ جو اس کی قیمت ادا کرے اس پر ان سے پوچھا گیا کہ قیمت کیا ہے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ عالم علم کو اس کے سپرد کر دے جو اس پر عمل کرے (پس عمل کرنا اس کی قیمت ہے)۔

(احوال الصادقین، ص 31)

حضرت شیخ المشائخ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علماء کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ علم حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر عمل کرتے ہیں اور جب وہ عمل کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے ملنے کی فرصت نہیں ہوتی اور جب ان کو لوگوں سے ملنے کی فرصت نہیں ہوتی تو وہ لوگوں سے گم ہو جاتے ہیں اور جب وہ کھوئے جاتے ہیں تو لوگ انہیں ڈھونڈتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہو گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہیں پہنچایا نیز حدیث شریف میں ہے کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے

گا کہ اس کے جاہل عبادت گذار ہوں گے (جن کو یہ خبر نہ ہوگی کہ عبادت کس طرح کرتے ہیں اور ان کے عالم بدکار ہوں گے اس لیے اس زمانہ کے جاہل بھی خراب ہوں گے اور عالم بھی)۔

حضرت شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم ان لوگوں میں نہ ہو جو علماء کا علم جمع کرتے اور اس میں احمقوں کی چال چلتے ہیں (یعنی اس پر عمل نہیں کرتے) اور ہمیں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ملفوظ پہنچا ہے کہ علم بہت ہے مگر سارا نافع نہیں (کیونکہ سب پر عمل نہیں کیا جاتا) اور علماء بھی بہت ہیں مگر سب ہدایت یافتہ نہیں (بلکہ بہت سے گمراہ بھی ہیں)

(احوال الصادقین، ص32)

حضرت مجاہد صوفیاء ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا ایک پتھر پر گذر ہوا تو میں نے اس پر یہ لکھا ہوا دیکھا کہ تو جو کچھ جانتا ہے اس پر بھی عمل نہیں کرتا اور زیادہ علم کیسے طلب کرتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ علم سے مقصود عمل ہے اور جب کہ علم ہو اور عمل نہ ہو تو وہ علم بندہ پر خدا عزوجل کی حجت ہوتا ہے پس جبکہ حاصل شدہ علم پر عمل نہیں تو تیری سزا کے لیے یہ ہی کافی ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ مزید علم حاصل کر کے زیادہ سزا کا مستحق ہو)۔

(احوال الصادقین، ص39)

مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وہ علم جس سے عمل مقصود ہے علم فقہ اس کا کفیل ہے۔

(تجلیات امام ربانی، ص157)

میں (حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ) تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں، کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہے، تمام افعال میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئے ہیں اور جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکے ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضع کا کھانے پینے۔ اٹھنے بیٹھنے، سونے بولنے میں بھی اتباع کیا جائے تا کہ تم کو اتباع کامل نصیب ہو جائے۔ ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے (عمر بھر) خربوزہ نہیں کھایا، کیونکہ ان کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے۔ اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں

پہلے پہننا شروع کر دیا تو اس (خلاف سنت حرکت) کے کفارہ میں کس قدر گیہوں خیرات کیا۔

(البیان المشید، ص156)

حضرت شیخ المشائخ شیخ یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ "ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے۔ علم کے ذریعے عمل درست ہے اور عمل کے ذریعے حصول حکمت ہوتا ہے۔ حکمت کے ذریعے زہد و ترک دنیا حاصل ہوتی ہے جس سے آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اور آخرت کے شوق سے خدا عزوجل کے قرب کا رتبہ ملتا ہے"۔

حضرت شیخ الشیوخ شیخ ابوالحسن النوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بندہ حق کیلئے کوئی ایسا مقام، روحانی حالت یا کوئی ایسا علم نہیں ہے۔ جو شریعت کے آداب کو ساقط کر دے بلکہ شرعی آداب ظاہری حالت کا زیور ہیں اس لیے خدا عزوجل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اعضائے انسانی آداب کی خوبیوں سے خالی ہو جائیں۔

(عوارف المعارف، ص296)

حضرت شیخ المشائخ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو آداب شریعت کا پابند رہا۔ اللہ عزوجل نے اس کے دل کو نور معرفت سے منور کر دیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان وافعال اور اخلاق میں ان کی تابعداری کرنے سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں ہوسکتا۔

(رسالۂ قشیریہ، ص172)

غوث یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے شرافت و نجابت کے مرتبے والے تمام وعظوں کا خلاصہ اور تمام نصائح کا لُبّ لباب دیندار لوگوں اور شریعت والے حضرات کے ساتھ میل جول میں خوش رہنا ہے۔ دین اور شریعت کا پابند ہونا اہل سنت وجماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے جو تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان "فرقہ ناجیہ" (کے نام سے منسوب) ہے۔ ان بزرگوں کی اتباع و پیروی کے بغیر نجات ناممکن ہے اور ان لوگوں کی آرا کی پیروی کے بغیر فلاح دشوار ہے اس بات پر تمام عقلی و نقلی اور کشفی دلائل شاہد ہیں اور ان میں اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی

شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم سے رائی کے دانے برابر بھی ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہئے اوراس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہئے۔ بیباک (آزادخیال) طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے پرہیز کرنا ضروریات دین میں سے ہے، یہ فتنہ وفساد جو دین میں پیدا ہو گیا ہے اسی جماعت کی بدبختی کی وجہ سے ہے کیونکہ انھوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر دیا ہے ''اُولٰٓـئِکَ الَّـذِیْـنَ ا شْتَـرَوُ الـضَّـلٰلَته بِالْهُدٰی فَمَارَ بِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ '' (یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا پس ان کی اس تجارت نے ان کو کچھ نفع نہیں دیا اور نہ ہی انھوں نے ہدایت پائی)۔ کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آرام سے فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے اپنے ہاتھوں کو روکے ہوئے ہے۔ اس کا سبب دریافت کیا تو اس لعین نے جواب دیا کہ اس زمانے کے علماء سو میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہی و بہکانے کے ذمہ دار بن گئے ہیں

(مکتوب 213، ج1)

حضرت شیخ المشائخ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آدمی اس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک وہ یہ سمجھتا ہے کہ شہر میں اس سے زیادہ جاننے والے بھی ہیں اور جب وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اس وقت وہ جاہل ہو جاتا ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعلمیتہ مطلقہ کسی کو عطا نہیں فرمائی بلکہ لوگوں کے علم میں عام وخاص من وجہ کی نسبت رکھی ہے یعنی بہت سے تو ایسے علوم ہیں جو دو شخصوں میں مشترک ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو ایک کو حاصل ہوتے ہیں اور دوسرے کو نہیں ہوتے اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو بالعکس ہوتے ہیں پس جو علوم مشترک ہیں ان میں تو دونوں برابر ہیں اور جو علم مخصوص ہیں ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت ہوتی ہے بعض وجوہ سے ایک شخص عالم ہوتا ہے اور بعض وجوہ سے دوسرا شخص۔ اس لیے جب تک آدمی یہ سمجھے گا کہ مجھ سے بھی کوئی زیادہ جاننے والا ہے اس وقت تک اس کا علم صحیح ہے۔ اور جب اس نے یہ سمجھ لیا کہ

میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں تو اب یہ جہل مرکب ہو گیا اور وہ عالم سے جاہل بن گیا۔

(احوال الصادقین، ص 33)

مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صاحب شریعت کی اتباع کے بغیر نجات محال ہے۔

(تجلیات امام ربانی، ص، 155)

حضرت شیخ المشائخ ابراہیم بن جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ شریف آدمی کو چار باتوں سے ہچکچانا نہ چاہیئے۔ خواہ وہ خود حاکم ہی کیوں نہ ہو۔

(۱) باپ کیلئے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہونا۔

(۲) مہمان کی خدمت کرنا۔

(۳) اس عالم کی خدمت کرنا جس سے تعلیم حاصل کرتا ہو۔

(۴) اس چیز کی نسبت سوال کرنا جس کا اسے علم نہیں۔

(رسالۂ قشیریہ، ص 471)

حضرت سیدنا علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میں صبح صبح کچھ لوگوں سے ملوں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے متعلق مجھ سے کچھ پوچھیں اور اسی طرح کے کچھ سوال میں ان سے کروں تو میرے نزدیک یہ اللہ عزوجل کی راہ میں سو مجاہدوں کو سواریاں دینے سے بہتر ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص 462)

یہ فقیر (حضرت سلطان العارفین امام شریعت وطریقت الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ) اپنی سعادت اسی میں سمجھتا ہے کہ کسی بات میں آنحضرت (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام) کا تشبہ حاصل ہو جائے اگرچہ یہ تشبہ صرف صورت کے طور پر ہی ہو لوگ بعض سنتوں کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت اور اس جیسی باتوں کو دخل دیتے ہیں ان لوگوں کی کوتاہ اندیشی سے تعجب ہوتا ہے ہم تو ہزار شب بیداریوں کو بھی پیروی رسول (تاجدار مدینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نصف دانۂ جو کے عوض نہ خریدیں۔

(مبدو معاد، منہا 36)

سعادت ابدی اور نجات سرمدی انبیاء کرام (علیھم الصلوۃ والسلام سبحانہ علیٰ اجمعھم عموماً وعلیٰ افضلھم خصوصاً) کی تابعداری کے ساتھ وابستہ ہے اگر بفرض محال ہزار سال عبادت کی جائے اور سخت قسم کی ریاضتیں اور مجاہدات کئے جائیں لیکن ان بزرگواروں (انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام) کی متابعت کے نور سے منور نہ ہوں تو اس کی قیمت جو کے برابر بھی نہیں۔

(مکتوب، ج 1، ن 191)

سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت کے زمانے میں ترک شدہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مروجہ و معمولہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کردے۔

(مکتوب، ج، 2، ن 23)

شکر بجالانے سے مراد احکام شرعیہ کا قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے نجات کا طریقہ اور چھٹکارے کا راستہ اعتقاد و عمل میں صاحب شریعت (مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی متابعت ہے استاد اور پیر کو بھی اس غرض میں پکڑتے ہیں کہ شریعت کی طرف رہنمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت پر اعتقاد اور عمل میں آسانی اور سہولت پیدا ہو نہ یہ کہ مرید جو چاہیں کرتے رہیں اور جو جی چاہے کھاتے پھریں اور پیران کے لئے سپر بن جائیں اور ان کو عذاب سے بچائیں یہ معنی محض ایک دھوکہ اور آرزو ہے وہاں کوئی بھی (حق تعالیٰ کی) اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرسکتا اور جب تک رضامندی نہیں ہوگی اس کی سفارش نہیں کرسکتا اور راضی اس وقت ہوگا جب شریعت کے مطابق عمل والا ہوگا۔ البتہ بشریت کے تقاضے کی بنا پر اگر کوئی لغزش اس سے ہوئی ہے تو شفاعت کے ذریعے اس کا تدارک ممکن ہے۔

(مکتوب، ج، 3، ن، 41)

یہ فقیر (شمس العارفین مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) اپنے موجودہ حال کی نسبت لکھتا ہے، بہت عرصے تک علوم و معارف اور احوال و مواجید ماہ نیساں کے بادل کی طرح بکثرت ولگاتار وارد ہوتے رہے اور جو کام کہ کرنا چاہیئے تھا حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے ہوگیا اور اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں

میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے اور احوال و مواجید اہل ذوق کے سپرد رہیں۔

(مکتوب، ج،1،ن،37)

شریعت کے تین جز ہیں علم، عمل اور اخلاص پس طریقت اور حقیقت دونوں شریعت کے جزو اخلاص کو کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں اصلی مقصد تو یہی ہے مگر ہر شخص کی سمجھ یہاں تک نہیں پہنچتی اکثر اہل دنیا خواب وخیال کے ساتھ مطمئن ہو گئے ہیں اور انھوں نے اخروٹ اور منقّی (یعنی معمولی چیزوں) کو کافی سمجھ لیا ہے وہ شریعت کے کمالات کو کیا جانیں اور طریقت و حقیقت کی اصیلت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں یہ لوگ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز (گودا) جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ معاملہ کی حقیقت کیا ہے وہ صوفیوں کی (حالت سکر میں کہی ہوئی) باطل باتوں پر دھوکا کھائے ہوئے اور احوال و مقامات پر فریفتہ ہیں۔

(مکتوب، ج،1،ن،40)

اور طالب علموں کے مقدم کرنے میں شریعت کو رواج دینا ہے (کیونکہ) شریعت کے اٹھانے اور قائم کرنے والے یہی لوگ ہیں اور احمد مصطفیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مذہب وملت انہی کے ساتھ قائم ہے کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے تصوف کے متعلق نہیں پوچھیں گے جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے احکام بجالانے پر منحصر ہے انبیاء (صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماته علیهم) نے جو کہ تمام کائنات میں سب سے بہتر ہیں (اپنی اپنی) شریعتوں کی طرف دعوت دی ہے اور نجات کا انحصار اسی پر رہا ہے اور ان بزرگوں کی پیدائش سے مقصود شریعتوں کی طرف تبلیغ ہے پس سب سے بڑی نیکی شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے خصوصاً ایسے زمانے میں جبکہ اسلامی شعائر (نشانات وارکان) بالکل مٹ گئے ہوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے راستہ میں کروڑوں روپیہ خرچ کرنا بھی شرعی مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کو رواج دینے کے برابر نہیں ہے کیونکہ اس فعل (شرعی مسائل کی ترویج) میں انبیائے کرام (علیهم الصلوة والسلام)

کی اقتدا (پیروی کرنا) ہے جو کہ مخلوقات میں سے سب سے زیادہ بزرگ ہیں اور اس فعل میں ان بزرگوں کے ساتھ شریک ہونا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے کامل نیکیاں انہی بزرگوں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑوں روپیہ خرچ کرنا تو ان بزرگوں کے علاوہ دوسروں کو بھی میسر ہے اور (ایک دلیل) یہ بھی ہے کہ احکام شریعت کے بجالانے میں نفس کی پوری پوری مخالفت ہوتی ہے کیونکہ شریعت نفس کے مخالف وارد ہوئی ہے اور اموال کے خرچ کرنے میں تو کبھی نفس بھی موافقت کر لیتا ہے ہاں البتہ اموال کا خرچ کرنا اگر شریعت کی تائید اور مذہب کی ترویج کیلئے ہو تو اس کو بہت بڑا درجہ ہے اور اس نیت کے ساتھ ایک جیتل (دام) کو خرچ کرنا کسی اور نیت سے کئی لاکھ (روپیہ) خرچ کرنے کے برابر ہے۔

(مکتوب، ج، 1، ن 48)

کہتے ہیں کہ تین طرح کی نیند اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

(۱) مجلس ذکر میں سونا

(۲) نماز فجر کے بعد اور نماز عشاء سے پہلے سونا

(۳) فرض نماز میں سونا۔

اور تین طرح کی ہنسی اللہ تعالیٰ کو مبغوض ہے۔

(۱) ہنسی جنازہ کے پیچھے

(۲) مجلس ذکر میں

(۳) قبرستان میں۔

(تنبیہ الغافلین، ص 463)

ایک بڑے صوفی نے حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جب وہ لوگوں کو وعظ کر رہے تھے کہا اے ابو القاسم! اللہ تعالیٰ عالم کے علم پر اس وقت تک خوش نہیں ہوتے جب تک اسے اس کے علم کے اندر نہ پائیں اگر تو اپنے علم کے اندر ہے تو اپنی جگہ پر قائم رہ ورنہ نیچے اُتر آ۔ یہ سن کر حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے اور دو ماہ تک لوگوں کو

وعظ نہیں کیا۔اس کے بعد پھر نکل کر آئے اور کہا اگر مجھے یہ خبر نہ پہنچی ہوتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں فرمایا ہے آخر زمانہ میں قوم کا سرداران کا رذیل ترین انسان ہوگا تو کبھی بھی نکل کر نہ آتا۔

(تعرف،ص234)

حضرت شیخ المشائخ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آجکل مساجد میں تعلیم علم کے لیے صرف دو قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں ایک وہ جو دنیا سمیٹنا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ جن کو یہ خبر نہیں کہ اس بارے میں ان کے فرائض کیا ہوئے۔

(احوال الصادقین،ص30)

مومنِ کامل کی نِشانی

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا''لَا یُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ ''ترجمہ:تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ کردے۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں،ص،45)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص مشکلات میں بے توقف اور بے تامل فتوے دیتا ہے وہ اپنے آپ کو دخول نار کے لیے پیش کش کرتا ہے نیز وہ فرماتے تھے کہ جو شخص ہر ایسی بات کا جواب دیتا ہے جو لوگ اس سے پوچھیں وہ دیوانہ ہے۔

(احوال الصادقین،ص،32)

حضرت سیدنا قطب الارشاد ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر عبادت کا ثواب معین ہے۔لیکن اولیاء کرام کی عبادت کا ثواب نہ مقرر ہے نہ ظاہر بلکہ خدا جتنا اجر دینا چاہے دے دے گا۔اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے جس عبادت کا اجر خدا عزوجل کے دین پر موقوف ہو اس کے برابر کون سی عبادت ہوسکتی ہے لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ خدا عزوجل کے محبوب بن کر

ہر وقت اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 354)

حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ منصور بن خلف مغربی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ دو شخص کچھ مدت تک ایک ہی پیر کے مرید بن کر اکھٹے رہے پھر ایک کہیں سفر پر چلا گیا۔ اور اپنے ساتھی سے جدا ہو گیا اور کچھ مدت تک اس کی طرف سے کوئی خبر نہ سنی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوسرا مرید جہاد کے لئے جنگ کو گیا ہوا تھا اور رومیوں کی فوج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا کہ رومیوں کی طرف سے ایک مسلح شخص نے مسلمانوں کو دعوتِ جنگ دیتے ہوئے للکارا۔ اور ایک مسلمان بہادر اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ رومی نے اسے شہید کر دیا پھر دوسرا نکلا۔ وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر تیسرا نکلا اس کو بھی شہید کر دیا گیا۔ پھر یہ صوفی نکل کر گیا اور دونوں نے تلواروں سے جنگ شروع کی۔ اس رومی نے اپنا چہرہ کھولا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی شخص تھا جو اس صوفی کا کئی سال تک پیر بھائی رہ چکا تھا۔ صوفی نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتلایا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر ان لوگوں کے ساتھ مل گیا ہے اب اس کی اولاد ہے اور اس نے بہت سا مال جمع کر لیا ہے۔ صوفی نے کہا تُو تو کئی قراءتوں کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اب مجھے تو اس کا ایک حرف بھی یاد نہیں۔ پھر صوفی نے کہا ایسا مت کرو اور اسلام کی طرف لوٹ آؤ۔ اس نے انکار کیا اور کہا میری وہاں بڑی عزت ہے اور مجھے دولت ملی ہوئی ہے لہٰذا اب تو واپس چلا جا ورنہ تمہارے ساتھ بھی وہی کروں گا جو دوسروں کے ساتھ کیا ہے۔ صوفی نے جواب دیا یاد رکھ تو نے تین مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے۔ اور اب تجھے واپس چلے جانے میں کوئی عار نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تو واپس چلا جا اور میں تجھے مہلت دیتا ہوں۔ وہ شخص واپس چلا گیا صوفی نے پیچھا کیا تیر مارا اور اسے مار ڈالا۔

یہ شخص بے حساب مجاہدات اور ریاضت کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد عیسائیت پر مرا کہتے ہیں۔ کہ جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے راندہ درگاہ بنا دیا تو حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہ السلام ایک مدت تک روتے رہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

میرے حیلوں سے نڈر نہ ہو جانا۔(اللہ تعالیٰ اسلام میں زندہ رکھئے اور اسلام میں موت دے)

(رسالہ قشیریہ ص 298)

آٹھ آدمیوں کی صحبت سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں

جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں اللہ تعالیٰ آٹھ باتیں زیادہ کر دے گا،

جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں تکبر اور سنگدلی بڑھا دے گا۔

جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص،

جو فقراء کے پاس بیٹھے گا اس میں تقدیر پر رضا،

جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو و لعب (کھیل کود) کا شوق،

اور جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دے گا۔

اور جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں طاعات کی رغبت،

اور جو اہل علم کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دے گا۔

اور جو فاسقوں کی پاس بیٹھے گا اس میں گناہ (کی رغبت) اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دے گا۔

(البیان المشید، ص،159)

غوث صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے ساتھیوں کو فقہ کی معتبر کتابوں کے مطالعہ کی ہدایت کرتے اور فرماتے کہ علمائے دین سے شرع مبین کے احکام کی تحقیق کرنی چاہیئے کہ کونسا حکم مفتیٰ بہ (جس پر فتویٰ دیا گیا) ہے، کون سا عمل مسنون و معمول ہے اور کونسا بدعت اور مردود ہے۔ کیونکہ حضور پر نور آقائے دو جہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ سے زمانہ بہت دور ہو گیا ہے اور فاسد ہو گیا ہے۔ اور بدعت و فجور کی تاریکیاں شامل ہو گئی ہیں۔ ان تاریکیوں میں چراغ سنت کی روشنی کے بغیر نجات کی راہ نہیں پا سکتے۔

(زبدۃ المقامات، ص، 281)

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ

(پارہ 11، سورۂ یونس، آیت 62-63)

ترجمہ: سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیزگاری کرتے رہے

دوسرا باب
تقویٰ اور پرہیزگاری کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم
وعلٰی الہٖ وصحبہٖ اجمعین

اما بعد: حضرت علامہ امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر درمنثور میں اولیاء اللہ کے بارے میں لکھا کہ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ (پارہ 11، سورۂ یونس، آیت 62-63)

ترجمہ: سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیز گاری کرتے رہے"۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سیدنا وہب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ علیہ السلام وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے؟ تو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت دنیا کے باطن کی طرف دیکھتے ہیں جب کہ عام لوگ اس کے ظاہر کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہیں جو دنیا کے انجام کی طرف دیکھتے ہیں جب کہ لوگ اس کی ابتدا کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور وہ دنیا کی ان چیزوں کو مار دیتے ہیں جن کے بارے میں انہیں یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ انہیں مار دیں گی اور ایسی چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں جن کے بارے میں وہ یہ جانتے ہیں کہ عن قریب وہ انھیں چھوڑ دیں گی۔ پس ان کے نزدیک دنیا کی کثرت کی طلب قلت کی طلب ہوتی ہے۔ ان کا دنیا کو یاد کرنا موت ہوتی ہے۔ دنیا کی کسی شے کے سبب انہیں پہنچنے والی فرحت حزن اور غم ہوتا ہے۔ دنیا کی نعمتوں میں سے جو انہیں عارض ہو وہ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بغیر حق کے دنیوی رفعتوں میں سے جو انہیں عارض ہو وہ اسی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ دنیا کو گراتے ہیں اور اس کے عوض اپنی آخرت کو بناتے ہیں۔ وہ دنیا کو بیچتے ہیں اور اس کے عوض وہ چیز خریدتے ہیں جو ان کے لیے باقی رہتی ہے۔ وہ دنیا کو چھوڑتے ہیں اور اسے چھوڑنے کے سبب وہ خوش ہوتے ہیں۔ وہ اسے بیچتے ہیں اور اسے

بیچنے کے سبب وہ نفع کمانے والے ہوتے ہیں انہوں نے اہل دنیا کو نیچے گرا پڑا دیکھا ہے کہ ان پر کئی زمانے گزر گئے ہیں۔ پس انہوں نے موت کے ذکر کو پسند کیا اور زندگی کے ذکر کو چھوڑ دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، اس کے نور سے روشنی طلب کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ روشن کرتے ہیں۔ ان کے لیے عجیب خبر ہے اور ان پاس خبر عجیب ہے۔ ان کے ساتھ کتاب قائم ہے اور کتاب کے ساتھ وہ قائم ہیں ان کے ساتھ کتاب گفتگو کرتی ہے اور اس کتاب کے ساتھ وہ گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے سبب کتاب کا علم ہے اور اس کے سبب وہ عالم ہیں۔ جس چیز کو انہوں نے نہیں پایا اسے پانے کی وہ خواہش نہیں رکھتے اور جس شے کی وہ امید رکھتے ہیں اس سے کم کی وہ آرزو نہیں کرتے اور جن چیزوں سے وہ خود احتیاط اور پرہیز کرتے ہیں ان کے سوا وہ کوئی خوف نہیں رکھتے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے "هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُئُوْا ذُكِرَ اللهُ"

امام طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ ور الضیاء نے رضی اللہ عنہم المختارہ میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو ان کے دیدار کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اولیاء اللہ کو دیکھنے کے سبب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے۔

امام ابن مبارک، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ

لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام ابوالشیخ نے مسعر کی سند سے حضرت سیدنا سہل بن اسد رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام ابن مردویہ نے مسعر بن اخنس رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا گیا اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت سیدنا ابوالضحیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری کر دے۔

امام احمد، ابن ماجہ، حکیم ترمذی اور ابن مردویہ رحمھم اللہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے اخیار اور اولیاء کے بارے میں خبر نہ دوں؟ تمام نے عرض کی: کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے باکمال (اولیاء) وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں، نہ وہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء ہیں۔ لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور مجلس کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہدا بھی ان پر رشک کریں گے۔ پس ایک اعرابی اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں ان کے اوصاف بتائیے۔ ہمارے لیے انہیں وضاحت سے بیان فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ایسی قوم ہے جو قبائل سے دور مختلف اطراف کے لوگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہی ایک دوسرے سے محبت

کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے قیامت کے دن نور کے منبر بچھائے گا اور وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ خوف زدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وہی وہ اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ "قَالَ :مِنْ اِفْنَاءِ النَّاسِ مِنْ نِزَاعِ الْقَبَائِلِ قَوْمٌ فِی اللّٰهِ وَتَحَابُوْا فِی اللّٰهِ یَضَعُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ فَیُجْلِسُهُمْ، یَخَافُ النَّاسُ وَلَا یَخَافُوْنَ، هُمْ اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ"

امام احمد اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بندہ صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی بغض رکھے۔ اور جب کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بغض رکھتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ بے شک میرے بندوں میں سے میرے دوست اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب وہ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا ہوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے شریر وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں، دوستوں کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں اور گناہ سے بری لوگوں کو گناہ کا الزام دیتے ہیں۔

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے خیار اور باکمال لوگ وہ ہیں کہ جن کی رؤیت تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے ان کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کر دے۔ اور ان کا عمل آخرت کی جانب تمہیں راغب کر دے۔

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرض کی گئی یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کن کے ساتھ ہمارا بیٹھنا اچھا اور بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جسے دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلادے جس کا بولنا تمہارے اعمال میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم میں سے کون افضل ہے تا کہ ہم اسے ہم نشین اور معلم بنائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ کہ جب اسے دیکھا جائے تو اس کی رؤیت کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔ "قَالُوْا :"یَارَسُوْلَ اللهِ اَیُّنَا اَفْضَلُ کَیْ نَتَّخِذَهُ جَلِیْسًا مُّعَلِّماً؟قَالَ:اَلَّذِیْ اِذَا رُئِیَ ذُکِرَ اللهُ بِرُءْوِیَتِهٖ"

امام ابوداؤد، ہناد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام اور شہدا بھی رشک کرتے ہیں۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جو بغیر اموال وانساب کے خالصتہً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی جب لوگ گھبرا رہے ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ جب لوگ غمزدہ ہوں گے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (پارہ 11، سورۂ یونس، آیت 62-63)

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریری، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ بندے ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مقام ومرتبہ پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ عرض

کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہے جو اموال وانساب کے تعلق کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ نور کے منبروں پر ان کے چہرے منور اور روشن ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی۔

امام احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہین اور نہ ہی شہداء ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور ان کی مجالست پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصاف بیان فرمایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ دور دراز قبائل کے مسافر اور لوگوں کی اولاد میں سے متفرق لوگ ہیں۔ ان کے درمیان باہم قرابتداری کا کوئی رشتہ موجود نہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وہ ایک دوسرے کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے لیے نور کے منبر بچھائے گا اور وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ گھبرا جائیں گے اور انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ وہی اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری محبت میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے ثابت ہو چکی ہے۔ میری رضا کے لیے باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے اور میری رضا کے لیے باہم مل کر بیٹھنے والوں کے لیے میری محبت ثابت

ہو چکی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میری مساجد کو میرے ذکر سے آباد کرتے ہیں، لوگوں کو خیر اور نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں میری اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بلاتے ہیں وہی میرے اولیاء ہیں جنہیں میں اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرماؤں گا انہیں اپنے جوار میں سکونت عطا کروں گا، انہیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھوں گا اور انہیں عام لوگوں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل کروں گا وہ اس میں طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی۔

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد اللہ بن احمد رحمہما اللہ نے زوائد المسند میں حضرت سیدنا ابو مسلم رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حمص میں ملا تو میں نے کہا: قسم بخدا! بلاشبہ میں تجھ سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا تجھے بشارت ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے اس دن عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان کے مقام و مرتبہ کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ پھر میں نکلا اور میں حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جا ملا اور میں نے ان کے ساتھ گفتگو کی جو حضرت

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہی۔ تو پھر حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ وہ اپنے رب عزوجل سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ میری خوشنودی کے لیے باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ اور میری رضا میں خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے وہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اور صدیقین ان پر رشک کریں گے۔

امام ابن ابی شیبہ اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر الاصول میں حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے سرخ یاقوت کے ستون ہوں گے اور ستون کے سرے میں ستر ہزار کمرے ہیں۔ ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کر دے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے۔ تو ان میں بعض بعض کو کہیں گے: ہمیں لے چلو یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا میں باہم محبت کرنے والوں کو دیکھ لیں۔ پس جب وہ اس پر جھانکیں گے، تو ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کر دے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے وہ اطلس کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے ہیں. "ھٰٓؤُلَاۤءِ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ"

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سیدنا ابن سابط رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے خبر دی گئی کہ رحمٰن کی دائیں جانب اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دست قدرت دائیں ہی ہیں۔ نور کے منبروں پر ایک قوم ہوگی۔ ان کے چہرے منور ہوں گے اور ان پر سبز لباس ہوگا۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں کے لیے ان کی رؤیت سے حجاب بن جائے گا وہ نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ یہ قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت جلال کے سبب اس وقت باہم محبت کی جب کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا علاء بن زیاد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء پوچھیں گے۔ یہ کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہی وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی مالی منفعت کے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کا ساتھ مال کی مہربانی کرتے تھے حالانکہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ تھی۔

امام احمد نے حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر باہم محبت کرنے والوں کے کمرے جنت میں ہم اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ وہ ستارہ جو مشرق یا مغرب کی جانب سے طلوع ہوتا ہے۔ تو کہا جائے گا: یہ کون ہیں؟ جواب دیا جائے گا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ O (پارہ 11، سورۂ یونس، آیت 62-63)

ترجمہ: خوب سن لو کہ قیامت کے دن جب سب لوگوں کو مصیبت میں مبتلا ہونے کا خوف ہوگا اللہ عزوجل کے دوستوں کو (عذاب کا) کوئی اندیشہ نہ ہوگا اور نہ وہ (اپنی کسی امید کی ناکامی کے) غم میں مبتلا ہوں گے (یعنی ان کی ہر امید پوری کی جائے گی)

تنقیح: یوں تو ہر شخص بلکہ ہر چیز کا اللہ عزوجل سے قرب ہے جس کی کیفیت نہیں جانی جاسکتی اللہ عزوجل نے فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ (پارہ 26، سورۂ ق، آیت 16)

رگِ جان سے بھی زیادہ ہم بندہ کے قریب ہیں۔ اسی قرب کی وجہ سے یہ کائنات جامۂ ہستی پہنتی اور دائرہ وجود میں آتی ہے اگر یہ قرب نہ ہوتا تو کوئی وجود کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا اصل ذات کے اعتبار سے ہر چیز نیست ہے سب کی اصل عدم ہے لیکن خاص بندوں کو ایک بے کیف

قرب اور بھی حاصل ہے یہ قرب محبت ہے عالم مثال میں اہل کشف کو یہ بے کیف محبت قرب جسمانی کی شکل میں نظر آتی ہے لفظ قرب کا قرب خلقی اور قرب محبت دونوں پر اطلاق بطور اشتراک لفظی کے ہوتا ہے حقیقت قرب دونوں جگہ جدا جدا ہے مؤخر الذکر قرب کے ان گنت غیر محدود درجات ہیں۔

ایک حدیث قدسی ہے (اللہ عزوجل نے فرمایا) میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے پیار کرنے لگتا ہوں جب میں اس کو پیار کرتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے الی آخر الحدیث (یعنی اسوقت وہ جو کام کرتا ہے وہ گویا میرا عمل ہوتا ہے) روہ البخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اس قرب کا ابتدائی درجہ صرف ایمان سے حاصل ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پارہ 3، سورۂ بقرہ، آیت 257) اور آخری انتہائی درجہ انبیاء کا خصوصی حصہ ہے جن کے سردار حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درجات ترقی پذیر ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں صوفیہ کی اصلاح میں کم سے کم وہ درجہ جس پر لفظ ولی کا اطلاق ہوسکتا ہے اس شخص کا ہے جس کا دل اللہ عزوجل کی یاد میں ہر وقت ڈوبا رہتا ہے وہ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرنے میں مشغول رہتا ہے اللہ عزوجل کی محبت سے سرشار رہتا ہے کسی اور کی محبت کی اس میں گنجائش نہیں ہوتی خواہ باپ ہو یا بیٹا یا بھائی یا بیوی یا دوسرے کنبہ والے کسی سے اس کو محبت نہیں ہوتی اگر کسی سے محبت ہوتی ہے تو محض اللہ عزوجل کے لیے اور نفرت ہوتی ہے تب بھی خوشنودی مولیٰ کے حصول کے لیے وہ کسی کو کچھ دیتا ہے تو صرف اللہ عزوجل کے لیے اور نہیں دیتا ہے تب بھی اللہ عزوجل کی مرضی کے لیے اس گروہ کی آپس میں محبت لوجہ اللہ ہوتی ہے صوفیہ کی اصلاح میں اس صفت کو فنائے قلب کہا جاتا ہے ولی کا ظاہر و باطن تقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے جو اعمال و اخلاق اللہ عزوجل کو ناپسند ہیں اس سے وہ پرہیز رکھتا ہے شرکِ خفی و جلی سے پاک رہتا ہے بلکہ وہ شرک جو چیونٹی کی رفتار کی

آواز سے بھی زیادہ خفی ہوتا ہے اس سے بچتا ہے غرور، کینہ، حسد حرص اور ہوس سے منزہ ہوتا ہے اور انہی کے ساتھ عمدہ اخلاق و اعمال سے متصف ہوتا ہے اس مرتبہ کو صوفیہ فناء نفس کا مرتبہ کہتے ہیں صوفیہ کا قول ہے کہ اس درجہ پر جب ولی پہنچ جاتا ہے تو اس کا شیطان اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے اور فرمانبردار بن جاتا ہے ولایت کے ابتدائی درجہ کی طرف اللہ ﷻ نے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اشارہ فرمایا اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لے آئے یعنی حقیقت ایمان ان کے اندر پیدا ہوگئی ایمان کا محل قلب ہے کمال ایمان یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی یاد سے دل میں اطمینان پیدا ہو جائے اللہ ﷻ کے ذکر سے لمحہ بھر بھی غافل نہ ہو کسی دوسرے کی طرف توجہ ہی نہ ہو، دوسرے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ اور (شرک اور معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں یعنی اللہ ﷻ کے اوامر و نواہی کی ظاہری اور باطنی ہر طرح پابندی کرتے ہیں حضرت مفسر قدس سرہ نے اس جگہ حاشیہ پر فارسی کے دو شعر نقل کیے ہیں

ہر کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند	فرزند و عیال و خان و ماں راچہ کند
دیوانہ کی ہر دو جہانش بخشی	دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

ترجمہ:

جس نے تجھے پہچان لیا اس کو جان، اہل و عیال اور خاندان سے کیا تعلق وہ ان کو لے کر کیا کرے گا اپنی محبت کا دیوانہ کرنے کے بعد اگر دو جہاں تو دیوانہ محبت کو دے دے تو اس کے کس کام کے۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے کو کسی سے بہتر نہ سمجھو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص اپنی جان کو فرنگی کافر سے بھی بہتر خیال کرتا ہو اس کے لیے اللہ کی معرفت حرام ہے

امام ابوداؤد نے حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ ﷻ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو

نہ انبیاء ہیں نہ شہداء لیکن قیامت کے دن ان کے مرتبہ قرب کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہیں فرمایا جو بندگانِ خدا عزوجل سے محض اللہ عزوجل کے لیے محبت رکھتے ہیں نہ ان کی باہم رشتہ داریاں ہیں نہ مالی لین دین (کہ قرابت یا مالی لالچ کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے محبت ہو) خدا عزوجل کی قسم ان کے چہرے (قیامت کے دن مجسم) نور ہوں گے بالائے نور جب اور لوگوں کو (عذاب کا) خوف ہوگا ان کو خوف نہ ہوگا جب اور لوگ غم میں مبتلا ہوں گے وہ غمگین نہیں ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ (پارہ 11، سورۂ یونس، آیت 62-63)

حضرت سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہی لکھا ہے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ کا معنی دریافت کیا گیا فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ عزوجل کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں ابن مردویہ نے حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ایسا ہی لکھا ہے

فصل حصول ولایت کے ذرائع:

مرتبہ ولایت کا حصول حضرت نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرتو اندازی سے ہوتا ہے خواہ عکس رسالت براہ راست پڑے یا کسی ایک واسطہ سے یا چند واسطوں سے حضرت تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے نائبوں سے محبت اور ان کی ہم نشینی واطاعت حصول ولایت کے لیے ضروری ہے حضرت سیدی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب، نفس اور جسم کا رنگ ولی کے قلب قالب اور جسم پر ان ہی دونوں اوصاف کی وجہ سے چڑھ جاتا ہے اور یہی صبغۃ اللہ ہے جس کے متعلق فرمایا صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (پارہ 1، سورۂ البقرہ، آیت 138) طریق مسنون کے

مطابق ذکر اللہ عزوجل کی کثرت عکس پذیری کے لیے مددگار ہوتی ہے اس سے دل کا میل دور ہو جاتا ہے اور آئینہ قلب کی صفائی ہو کر عکس پذیری کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے حضرت تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کی منجھائی ہوتی ہے اور دل کو مانجھنے والا اللہ کا ذکر ہے (رواہ البیہقی)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص، امام مالک، امام احمد اور بیہقی رضی اللہ عنہم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا حضرت معاذ نے فرمایا میں نے خود حضرت مدنی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جو دو آدمی میرے لیے باہم محبت کرتے ہیں میرے لیے مل کر بیٹھتے ہیں میرے لیے خرچ کرتے ہیں ان سے میری محبت واجب ہو جاتی ہے۔امام احمد طبرانی اور حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم کی روایت سے بھی یہ حدیث بیان کی ہے (صحیحین)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہے مگر اس قوم (کے عمل) تک اس کی رسائی نہیں ہوئی فرمایا آدمی کا شمار انہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے اس کو محبت ہو گی رسائی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے عمل اس قوم کے اعمال کی طرح نہ ہو سکے ہوں صحیحین میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ایسی ہی حدیث آئی ہے

بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا مجھے حضرت نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں تجھے بتاؤں کہ اس کام کا مدار کس چیز پر ہے جس سے تجھے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل جائے (مدار خیر یہ ہے کہ) اہل ذکر کی مجلسوں میں حاضری کی پابندی کر اور تنہائی ہو تو جہاں تک ہو سکے اللہ عزوجل کے ذکر سے زبان کو ہلاتا رہ اور اللہ عزوجل کے واسطے محبت اور اللہ عزوجل کے واسطے نفرت کر (یعنی اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے محبت وعداوت رکھ ذاتی غرض کوئی نہ ہو)

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ

حضرت شفیع محشر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پیارا عمل یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لیے محبت اور بغض کیا جائے۔

اللہ عزوجل کا محبوب کون ہے

اولیاء میں ایک جماعت اللہ عزوجل کی محبوبیت کے درجہ پر بھی فائز ہو جاتی ہے مسلم نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو طلب فرما کر حکم دیتا ہے میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر حسب الحکم جبرائیل علیہ السلام اس بندے سے پیار کرنے لگتے ہیں پھر جبرائیل علیہ السلام آسمان پر (اھل سمٰوات کو) ندا دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ حسب الارشاد اہل سماء اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین (والوں) میں اس کو مقبولیت عطا کر دی جاتی ہے اور جب اللہ عزوجل کسی بندہ سے نفرت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو طلب فرما کر حکم دیتا ہے میں فلاں شخص سے نفرت کرتا ہوں تو بھی اس سے نفرت کر حسب الحکم جبرائیل علیہ السلام اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان والوں کو جبرائیل علیہ السلام ندا کرتے اور کہتے ہیں اللہ عزوجل فلاں شخص سے نفرت کرتا ہے تم بھی اس سے نفرت کرو لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں میں اس سے نفرت پیدا کر دی جاتی ہے (اور زمین والے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں)

اولیاء اللہ کی علامات کیا ہیں

حضرت سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں فرمایا جن کو دیکھنے سے اللہ عزوجل کی یاد ہوتی ہے (بغوی) حضرت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا میرے بندوں میں میرے اولیاء وہ ہیں جن کی یاد میرے ذکر سے اور میری یاد ان کا ذکر کرنے سے ہوتی ہے۔ (بغوی)

حضرت سیدہ اسماء بنت یزید (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت سیدی آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کو فرماتے سنا سنو، کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے کون لوگ ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ضرور فرمایئے جب ان کو دیکھنے سے اللہ عزوجل کی یاد ہوتی ہو۔

(رواہ ابن ماجہ)

فائدہ: اس کا فائدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو اللہ عزوجل سے قرب اور بے کیف مصاجت حاصل ہوتی ہے اسی وجہ سے ان کی ہم نشینی اور ان کا دیدار اللہ عزوجل کی یاد دلانے والا اور ان کا ذکر اللہ عزوجل کے ذکر کا موجب (سبب) ہوتا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے سورج کے سامنے رکھا ہوا آئینہ جو سورج کی شعاعوں سے جگمگا جاتا ہے اور اس آئینہ کے سامنے جو چیز رکھی جاتی ہے آئینہ کی عکس ریزی سے وہ چیز بھی روشن ہو جاتی ہے بلکہ اگر روئی کو اس آئینے کے سامنے زیادہ قریب رکھا جائے تو آئینہ کے قرب کی وجہ سے روئی جل جاتی ہے اور سورج چونکہ دور ہوتا ہے اس لیے دھوپ میں روئی نہیں جلتی ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے اولیاء کے اندر اثر پزیری اور اثر اندازی کی قوی طاقت رکھی ہے اللہ عزوجل سے قرب اور بے کیف مناسبت رکھنے کی وجہ سے اولیاء میں اثر اندازی کی صلاحیت زیادہ قوی ہوتی ہے اور جنسیت نوعیت اور شخصیت کے اشتراک کی وجہ سے دوسرے ہم جنس ہم نوع اور مناسب التشخص افراد پر اثر اندازی کی استعداد بھی ان میں قوی ہوتی ہے یہ ہی تاثیر واثر کا تعلق اس امر کا باعث ہوتا ہے کہ ان کا حضور اللہ عزوجل کے سامنے حضور کا ذریعہ اور ان کو دیکھنا اور ان کے ساتھ بیٹھنا اللہ عزوجل کی یاد کا موجب (سبب) ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ دیکھنے والے اور بیٹھنے والے کے دل میں انکار نہ ہو (منکروں کو کوئی فیض حاصل نہیں ہوتا) **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ** اللہ عزوجل ایمان واطاعت کی حدود سے باہر نکل جانے والوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

حضرت شہنشاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں نے اس کو اپنی طرف سے جنگ کا الٹی میٹم دے دیا ہے (رواہ بخاری عن ابی ہریرہ)

حضرت سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں موجود ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوزخ اور جنت کی ہم کو یاد دلاتے ہیں تو

گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور دوزخ کو دیکھ لیتے ہیں لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے نکل کر ہم باہر جاتے ہیں اور بیویوں، بچوں اور زمینوں کے جھگڑوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو بہت کچھ (جنت اور دوزخ) کو بھول جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ہر وقت تم ایسی حالت پر رہو جس حالت پر میرے پاس اور میرے نصیحت کرنے کے وقت ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں مگر حضرت سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ وقت وقت ہوتا ہے ایک حضور کا وقت ایک غیوبیت کا وقت) یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائے۔ (رواہ مسلم)

(تفسیر مظہری جلد 5، ص 517)

آیت ۲۹ سورۃ الانفال اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ عزوجل سے تو وہ پیدا کرے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور ڈھانپ دے گا تمھارے گناہ اور بخش دے گا تمھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پرہیز گار بندوں کو جن انعامات سے سرفراز فرماتا ہے اس آیت میں ان کا بیان ہے۔

۱۔ نعمت فرقان

۲۔ ستر عیب

۳۔ آمرزش گناہ

فرقان مصدر ہے اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت کو فرقان کہتے ہیں۔ عارفین کاملین کا ارشاد ہے۔ کہ ذکر الٰہی سے ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے حقائق اشیاء منکشف ہو جاتی ہیں اور غلط و صحیح میں فرق محسوس ہونے لگتا ہے۔ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے کشف کہتے ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے مومن کی فراست سے ڈرا کرو وہ تو اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔

پرہیزگاروں پر دوسرا انعام یہ کیا جائے گا کہ ان کے گناہوں کو چھپا دیا جائے گا تا کہ کسی کی نگاہ ان پر نہ پڑ سکے۔ پیر کرم شاہ صاحب آگے ایک مولوی کی تشریح لکھنے کے بعد تحریر

فرماتے ہیں۔ بیشک تقویٰ کے تقاضے بڑے گراں ہیں۔لیکن ان پر جن انعامات کی بارش کی جاتی ہے ان کے باعث ان کی تلخی۔ ان کی گرانی کا تصور تک محو ہو جاتا ہے۔یعنی اپنے پرہیز گار بندوں پر اس کی یہ بخشش بے انداز محض اس کا فضل وکرم ہے کسی کا اس پر کوئی حق نہیں جس کا ادا کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہو۔راہ تقویٰ پر گامزن ہونا بھی تو محض اس کی توفیق و دستگیری کا ہی مرہونِ منت ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد2،ص144)

تقویٰ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔وہ اتارے گا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش اور بڑھا دے گا تمھیں قوت میں تمھاری پہلی قوت سے اور نہ منہ موڑو (اللہ تعالیٰ سے) جرم کرتے ہوئے۔(سورۃ ھود آیت نمبر 52)

اگر تم گزشتہ گناہوں کی مغفرت طلب کرو گے اور آئندہ کے لیے اپنی عبادت و اطاعت اور توجہ کا قبلہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنا لو گے تو عقبیٰ کی سرخروئی کے ساتھ ساتھ تمھیں اس دنیا میں خوشحال کر دیا جائے گا۔ بارشیں برسیں گی۔تمھاری بنجر زمین ان سے سیراب ہو کر سونا اگلنے لگے گی۔ ہر طرف سرسبز کھیت لہلہانے لگیں گے۔معاشی خوشحالی کا ایک زرّیں دور شروع ہو جائے گا۔جب تمھاری مالی حالت سدُھر گئی تو اولاد بھی صحت مند۔خوبرو۔اور بکثرت پیدا ہوگی۔ دولت کی فراوانی اور قبیلہ کے افراد کی کثرت سے قوت میں بے پناہ اضافہ ہو جائے گا۔یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی شریعت کی پابندی شروع کر دی تو تم مفلس اور قلاش ہو جاؤ گے۔سوچئے کیا اسی قسم کے غلط تصورات کے باعث ہی ہم دینِ اسلام سے کھچے کھچے نہیں رہتے۔شریعتِ اسلامیہ کی پیروکاری کا تصور کرتے ہی غربت وافلاس کے خوفناک سائے ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلنے لگتے ہیں۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد2،ص368)

سورۃ الاعراف آیت نمبر 96 کی تفسیر میں فرمایا: یعنی ایمان اور تقویٰ کسی قوم کی

ترقی کے راستہ میں حائل نہیں ہوتے جیسے عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے باعث تو رحمت الٰہی کا دریا جوش میں آجاتا ہے۔اور ہر جانب سے خیر و برکت کی فراوانی ہوجاتی ہے۔ زمین اپنے شکم میں پوشیدہ خزانوں کو اس کے قدموں میں ڈھیر کردیتی ہے۔اور آسمان اپنی نعمتیں اور برکتوں کو بے دریغ نچھاور کردیتا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہم ہر طرف سے ان پر خیر و برکت کی فراوانی کردیتے اور جو نعمتیں انہیں بخشی ہیں وہ ہمیشہ برقرار رہتیں ۔ برکات آسمان سے مراد بارش ہے اور برکات زمین سے مراد زراعت و نباتات ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد 2،ص 62)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو (میرے) کسی ولی کی اہانت کرتا ہے دوسری روایت کا لفظ ہے۔ جو (میرے) ولی سے دشمنی کرتا ہے۔وہ جنگ کے لیے میرے مقابلہ پر آتا ہے۔اور جو کام میں کرنے والا ہوتا ہوں اس میں مجھے (کبھی) اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد اپنے مومن بندہ کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ مرنا پسند نہیں کرتا اور میں اس کو ناراض کرنا نہیں چاہتا اور مرنا اس کے لیے لازم ہوتا ہے۔

میرے مومن بندہ کو میرا قرب (کسی عمل سے) اتنا حاصل نہیں ہوتا جتنا دنیا سے بے رغبت رہنے سے ہوتا ہے۔اور بندہ مومن میری کوئی عبادت ایسی نہیں کرتا جیسی میرے عائد کیے ہوئے فرض کو ادا کرکے کرتا ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس بیانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا مگر تو نے میری عیادت نہیں کی بندہ عرض کرے گا۔اے میرے رب عزوجل میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے (ہر بیماری سے پاک ہے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا اے ابن آدم علیہ السلام میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔الی آلاخر الحدیث رواہ مسلم۔

میں کہتا ہوں (حضرت علامہ الصوفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہ جب اولیاء سے دشمنی اللہ عزوجل سے دشمنی اور جنگ ہے اور اپنے اولیاء کی بیماری کو اللہ عزوجل نے اپنا مرض قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ ان تمام حوادث سے پاک اور بالا ہے تو اس کی وجہ اللہ عزوجل کے ساتھ اولیاء کا وہ وصل ہے جو ہر کیفیت سے پاک ہے جب (عام) اولیاء کی حالت ہے۔ تو ایذاءِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاءِ خدا عزوجل کہنا تو بدرجہ اولیٰ مناسب اور صحیح ہے۔

(تفسیر مظہری جلد 9، ص 428)

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (پارہ 29، سورۃ الحاقہ، آیت 48) بلاشبہ قرآن اہل تقویٰ کے لیے ایک یادداشت ہے کیونکہ اہل تقویٰ کو ہی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

فائدہ: حضرت سیدنا قیوم اول امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لِلْمُتَّقِيْنَ میں لام تخصیص کا ہے یعنی صرف متقیوں کے لیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن (مرید کے لیے) فناء نفس کے بعد موجب ترقی درجات ہے۔ کیونکہ تقویٰ کا (کامل) تصور فناءِ نفس سے پہلے ممکن نہیں اور قرآن صرف اہل تقویٰ کے لیے تذکرہ ہے (اس سے نتیجہ نکلا کہ قرآن فناء نفس کے بعد ہی موجبِ ترقی ہے) فناء نفس سے پہلے تلاوت (قرآن اگر مرید کے لیے) اگرچہ نیک کام ہے۔ اور نیکیوں کا عمل ہے مگر رذائل نفس سے اجتناب رکھنے والے اہل قربت کے لیے نیکی نہیں ہے۔

(تفسیر مظہری ج 12، ص 80)

مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 131) تم سے پہلے اور (حکم دیا) تمھیں بھی کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اگر کفر کرو۔ جو کتابیں مختلف زمانوں میں انبیاء و رسل علیہم السلام پر نازل ہوئیں اور کتاب جو تمھاری ہدایت کے لیے اتاری گئی ہے۔ ان سب میں تمام امتوں کو تقویٰ کا ہی حکم دیا گیا ہے اگر غور کیا جائے تو اس میں شک ہی نہیں رہتا کہ دین الٰہی کا دارومدار ہی تقویٰ پر ہے۔ دل میں خوفِ خدا عزوجل پیدا ہو گیا تو انسان کا ظاہر و باطن سنور گیا اور اگر دل خوف خدا عزوجل سے ہی آشنا نہیں تو پھر زبان سے پارسائی کے

ہزاروں دعوے کیے جائیں نفس اصلاح پذیر نہیں ہوسکتا۔

خِرد نے کہہ بھی دیا لا اِلہٰ تو کیا حاصل
دِل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضرت علامہ مفسر قرآن قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یعنی کاملینِ امت نے اس آیت کوسارے قرآن کا محور قرار دیا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد 1، ص 401)

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (پارہ 6، سورۃ المائدۃ، آیت 27) اللہ انہی کی (قربانی) قبول فرماتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔

حضرت علامہ شیخ مفسر موسیٰ بن اعین رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حلال چیزوں سے بھی حرام چیزوں میں مبتلا ہو جانے کے ڈر سے بچتے ہیں۔

ابن ابی الدینا نے حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تقویٰ کے ساتھ کوئی (چھوٹا اور بڑا) عمل بھی قلیل نہیں ہوتا جو عمل قبول ہو جائے وہ قلیل کیسے ہوسکتا ہے۔ ابن ابی الدینا نے بیان کیا کہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو لکھا میں تجھے اس تقویٰ کو اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں جس کے سوا کوئی چیز مقبول نہیں اور صرف انہی لوگوں پر رحم کیا جاتا ہے۔ جو اہل تقویٰ ہوں اور محض تقویٰ کا ہی ثواب ملے گا۔ (اس کے بغیر کسی عمل کا ثواب نہیں) تقویٰ کا وعظ کہنے والے بہت ہیں مگر اس پر عمل کرنے والے تھوڑے ہیں۔

(تفسیر مظہری ج 3، ص 440)

متقی کا شرف قیامت میں

حضرت سیدنا مفسر جلیل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس متقی کا کوئی گناہ نہ ہوگا اس کے اعمال بھی تولے جائیں گے تا کہ اس کا شرف (لوگوں پر) ظاہر کر دیا

جائے اور کافر کے اعمال بھی اُس کی ذلت کے (اظہار کے) لئے تولے جائیں گے۔

میں کہتا ہوں (حضرت علامہ الصوفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کہ قرآن میں صالح مومنوں کے ثواب کے مقابلہ میں کافروں کی سزا کا ذکر اکثر آیا ہے لیکن جس مومن کے ایک نیک کام کے ساتھ ایک برا کام مخلوط ہو (کچھ نیکیاں اور کچھ بدیاں ہوں) انکی طرف سے خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ظاہر ہے کہ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُه' سے مراد کافر ہی ہیں انہی کی سزا کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

(تفسیر مظہری ج12، ص512)

تفسیر ابن کثیر میں علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ ترجمہ: یادرکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری اختیار کی ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد پرہیز گاری بھی اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ جو پرہیز گار ہے۔خدا عزوجل کا ولی ہے۔احوال آخرت سے اگر انہیں سابقہ پڑے تو ان کو کوئی خوفِ دامن گیر نہ ہوگا۔اور نہ دنیا میں انہیں کوئی حزن وغم گھیرے گا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر وفکرِ خداوندی میں دیکھے جاتے ہیں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو فرمایا: (میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) کہ وہ لوگ کہ جب دیکھو یادِ خدا عزوجل میں مصروف۔

(تفسیر ابن کثیر ج2، ص492)

ولی کے معنی

ولی کا معنی دوست مددگار کے ہیں یہ لوگ چونکہ محتاجوں کی مدد کرنے پر مامور ہوتے

ہیں لہٰذا ولی کہلاتے ہیں۔ عین المعانی میں لکھا ہوا ہے۔ کہ ولی اجماع مفسر کے مطابق وہ شخص کہلائے گا جس کو دیکھنے سے خدا ﷻ یاد آئے اور انسان سے اپنی ذات کا احساس کوسوں دور بھاگ جائے دنیا تو دنیا خود اپنا آپ بھی اس محفل میں اسے یاد نہ رہے۔ (جب تک شریک محفل رہے) بحرالحقائق میں ہے کہ ولی وہ شخص کہلاسکتا ہے جو اپنے نفس کا دشمن ہو اور چونکہ اولیاء نے اپنی زندگیاں زہد وورع اور سخت مشقتوں میں گزاری ہوتی ہیں بنابریں (اس بناپر) ان سے پیار کرتے ہیں کشف الاسرار میں اولیاء کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ کہ شریعت ظاہرہ میں ثابت قدم اور وسیع علم رکھتے ہوں اور روشن ضمیر ہوں۔

(تفسیر نبوی ج 5/4 ص 218)

روح المعانی میں حضرت سیدنا ولی نعمت مفسرِ قرآن علامہ الصوفی محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ حضرات اولیاء کا دنیا میں خوف وغم سے محفوظ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جن چیزوں کے خوف وغم میں عام طور سے اہل دنیا مبتلا رہتے ہیں۔ کہ دنیوی مقاصد آرام و راحت عزت و دولت میں ذراسی کمی ہو جانے پر مرنے لگتے ہیں اور ذراسی تکلیف و پریشانی کے خوف سے ان سے بچنے کی تدبیروں میں رات دن کھوئے رہتے ہیں۔ اولیاء اللہ کا مقام ان سب سے بلند و بالا ہوتا ہے۔ ان کی نظر میں نہ دنیا کی فانی عزت و دولت۔ راحت و آرام کوئی چیز ہے۔ جس کے حاصل کرنے میں سرگرداں ہوں اور نہ یہاں کی محنت و کلفت اور رنج کچھ قابل التفات ہے۔ جس کی مدافعت میں پریشان ہوں بلکہ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ:

نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے
بہ پیش ہمت ما ہر چہ آمد بود مہمانے

(معارف القرآن ج 4، ص 547)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ o مبنی بر سوال یہ جملہ مستانفہ ہے اور الذین مرفوع اور خبر ہے۔ اس کا مبتدا محذوف ہے۔ گویا سوال پیدا ہوا کہ اولیاء کون حضرات ہیں اور انہوں نے اتنا بڑا

مقام کیسے پایا؟ جواب ملا: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ٥ یعنی اولیاء اللہ وہ حضرات ہیں جو ایماندار اور پرہیزگار ہیں یعنی انہیں اتنا بڑا مقام ایمان وتقویٰ سے نصیب ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے جمیع احکام کو تہِ دل سے قبول کر کے ان پر عمل کرتے ہیں اور اس کی ہر بتائی ہوئی بھلائی کو حاصل کرتے اور ہر برائی سے بچتے ہیں۔

(روح البیان ج 11، ص 319 پارہ 11)

حضرت شیخ طریقت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کی ظاہری شکل کو ہر کوئی دیکھتا ہے لیکن ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوتی کسی خوش بخت کو ان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ عوام کو ان کی حقیقت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی قوم کو ان حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تو وہ ان لوگوں کے لئے بمنزلۂ حجت ہو جاتے ہیں۔ کہ اگر انہوں نے ان کی قدر و منزلت کے مطابق تعظیم وتکریم کی تو کامیاب و کامران رہیں گے اگر ان کی مخالفت سرزد ہوئی یا معمولی گستاخی و بے ادبی ہوئی تو مارے جائیں گے اور خاتمہ خراب ہوگا۔

(روح البیان ج 11، ص 323 پارہ 11)

حضرت آفتاب صوفیاء ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی معرفت آسان ہے۔ لیکن ولی اللہ کی حقیقت کی معرفت مشکل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال و جمال کی وجہ سے معروف ہے لیکن ولی اللہ ایک مخلوق ہے اس لئے مخلوق کو مخلوق کی معرفت مشکل ہے۔ اس لئے وہ انہی کی طرح احکامِ شرعی کی پابندی کرتا ہے لیکن اس کا باطن انوار فقر میں مشغول ہے۔ اسی لئے اس کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے۔

(روح البیان ج 11، ص 334 پارہ 11)

کبھی تقویٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے:

جیسے ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَ اَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ (المدثر۔56) ترجمہ:۔ وہ اس کا حق دار ہے کہ اس سے تقویٰ کیا جائے اور اس کا اہل ہے کہ (تقویٰ کرنے والوں کو) بخش

دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کی تعظیم کی جائے اس کی عظمت و بڑائی، اس کی طاقت اور پکڑنے کی صلاحیت اور دیگر صفات کو دل میں بسایا جائے، اور اس تعظیم کے نتیجہ میں اس کی عبادت و اطاعت کی جائے۔

ترمذی میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں ہی ڈرنے کے لائق ہوں، جو مجھ سے ڈرے گا اور میرے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں بنائے گا تو میں ہی اس لائق ہوں کہ اس کی بخشش کر دوں۔

(گنجینہ حکمت، ص196)

تقویٰ میں فرائض کی ادا اور حرام و مشتبہ چیزوں سے پرہیز شامل ہے۔ اس کے بعد نفل و مستحب چیزوں کا کرنا اور مکروہ چیزوں سے بچنا تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ اور سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ متقی لوگ وہ ہیں جو جس چیز کو ہدایت جانتے ہیں اسے چھوڑنے میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی تصدیق میں اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ متقی وہ لوگ ہیں جنھوں نے وہ چیزیں چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دی ہیں اور جو کچھ ان پر فرض کیا ہے وہ ادا کرتے ہیں۔

حضرت طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اس کی ہدایت کی روشنی میں اور اسی کے ثواب کی امید میں اور اللہ تعالیٰ کی معصیت چھوڑ دو، اس کی ہدایت کی روشنی میں اور اس کی سزا کے ڈر سے۔

حضرت سیدنا ابو الدردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کمال تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے یہاں تک کہ ایک ذرہ برابر کی چیز میں بھی اور یہاں تک کہ ایسی چیزوں کو بھی چھوڑ دے جنھیں وہ حلال سمجھتا ہے لیکن یہ اندیشہ محسوس کرے کہ کہیں حرام نہ ہوں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے واضح کر دیا ہے۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَه، وَ

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (پارہ 30، سورۃ الزلزال، آیت 8-7) ترجمہ:- پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

نیکی کی کوئی چیز بھی معمولی سمجھ کر نہ چھوڑو اور برائی کی کوئی بھی چیز معمولی سمجھ کر نہ کرڈالو۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل تقویٰ نے بہت سی حلال چیزیں اس ڈر سے چھوڑ دی کہ کہیں حرام نہ ہوں۔

حضرت سیدنا میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، جتنا ایک بخیل (تجارت میں شریک) حصّہ دار اپنے دوسرے حصّہ دار سے حساب کتاب کرتا ہے، متقی آدمی اس سے زیادہ اپنے نفس سے حساب کتاب کرتا ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت، اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ۔ (پ 4، سورہ ال عمران، آیت 102) ترجمہ:- اللہ عزوجل سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس طرح کی جائے کہ کبھی نافرمانی نہ کی جائے اور اسے اس طرح یاد کیا جائے کہ کبھی بھولا نہ جائے اور اس کا اس طرح شکر ادا کیا جائے کہ کبھی ناشکری نہ ہو۔

کبھی تقویٰ کے مفہوم میں حرام چیزوں سے پرہیز غالب ہوتا ہے جیسے کسی نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم کبھی کانٹوں والے راستے پر چلتے ہو؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب کیا، کیا تھا؟ اس نے کہا جب کانٹے دیکھے تو ان سے کنارے ہوگیا یا قدم ان سے آگے بڑھا لیے یا پیچھے ہٹا لیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔

اسی مفہوم کو عربی شاعر ابن المعتمر نے یوں بیان کیا ہے۔ (ترجمہ) چھوٹے بڑے گناہ چھوڑ دو یہی تقویٰ ہے۔ جیسے کانٹوں والی زمین پر چلنے والا بچتا ہے ویسے ہی بچو، کسی چھوٹی چیز کو حقیر نہ سمجھو (بڑے بڑے) پہاڑ کنکریوں سے ہی بنے ہوئے ہیں۔

سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی کو کسی جنگی مہم کا سردار بنا کر بھیجتے تھے تو اسے

خاص طور پر تقویٰ (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے) اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت فرماتے تھے۔ یہی نصیحت تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب لوگوں کو نصیحت فرمائی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ تو گویا رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے تو ہمیں وصیت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں تمھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے (تقویٰ) اور اطاعت و فرماں برداری کی وصیت کرتا ہوں

ابن حبان میں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے وصیت فرمایئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یہی سارے معاملے کی جان ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ تقویٰ ہی ہر بھلائی کا مجموعہ ہے۔

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو لکھا میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیوں کہ جو اس سے ڈرا اس کو اللہ تعالیٰ نے بچایا اور جس نے اسے قرض دیا اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ کیا اور جس نے اس کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زیادہ دیا۔ تقویٰ کو اپنا نصب العین اور اپنے دل کی روشنی بنالو۔

سیدنا امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو لکھا! میں تمھیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں کرتا نہ اہل تقویٰ کے علاوہ کسی پر رحم کرتا ہے۔ نہ تقویٰ کے علاوہ کسی چیز پر ثواب دیتا ہے تقویٰ کی نصیحت کرنے والے تو بہت ہیں اس پر عمل کرنے والے کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں متقیوں میں بنائے۔ (آمین)

حضرت سیدنا امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب سفر کا ارادہ کرتا تھا تو حکم سے کہتا تھا۔ کچھ کہنا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے! میں تمھیں وہی نصیحت کرتا ہوں جو سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو کی تھی! جہاں رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور

برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لو اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ پاک دامنی اور غنا مانگتا ہوں اور حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً .... الخ (پارہ 28، سورۃ الطلاق، آیت 2) ترجمہ: اور جو اللہ عزوجل سے ڈرے اللہ عزوجل اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔ پھر فرمایا! حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ! اگر تمام کے تمام لوگ تقویٰ اختیار کر لیتے تو وہ سب کے لیے کافی ہو جاتا۔

حضرت سیدنا ابوالجلد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی! اپنی قوم سے کہو کہ تمھیں کیا ہوا ہے۔ کہ میری ہی مخلوق سے تو گناہوں کو چھپاتے ہو اور خود مجھ پر ظاہر کرتے ہو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں دیکھ نہیں رہا ہوں تو تم شرک میں مبتلا ہو اور اگر یہ سمجھتے ہو کہ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں تو تم وہ طرزِ عمل نہیں اختیار کر رہے ہو جس کی وجہ سے میں تمھیں انتہائی نرمی سے دیکھوں۔

حضرت سیدنا وہب بن ورد رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا وہ تم پر قدرت رکھتا ہے اور اس سے اتنی شرم کرو جتنا وہ تم سے قریب ہے۔

حضرت سیدنا ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ترجمہ: اے مسلسل گناہ کرنے والے! کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ خلوت میں اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہوتا ہے۔ خدا عزوجل کی ڈھیل اور تمھارے گناہوں کی پردہ پوشی نے تمھیں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

حضرت سیدنا سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آدمی چھپ کر گناہ کرتا ہے۔ لیکن جب باہر آتا ہے تو اس کی ذلت کا اثر اس پر رہتا ہے۔

(گنجینہ حکمت جامع الحدیث ص 196 سے 207)

حضرت شمس العارفین شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ ورع (پرہیزگاری) ایک بلند مقامِ سلوک ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: تمہارے دین کا سرمایہ

ورع ہے۔ اہل ورع کے تین طبقے ہیں ایک وہ شبہات سے اجتناب کرتا ہے۔ اور یہ شبہات حلال وحرام کے واضح احکامات یا مبہم احکامات سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت سید شمس العلماء علامہ ابن سرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ورع سے بڑھ کر کوئی چیز آسان نہیں جب بھی مجھے کسی چیز میں شک ہو جائے اسے بلاتردد ترک کر دیتا ہوں۔ اہل ورع کا دوسرا طبقہ ہر اس شے سے اجتناب کرتا ہے جس سے ان کا قلب دوری چاہے اور جسے اختیار کرنا انہیں ناگوار ہو یہ مقام صرف اہل تصدق اور ارباب قلوب (اہلِ دل) کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔

حضرت شیخ المشائخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے ورع کے بارے میں فرمایا: ورع یہ ہے کہ لوگوں پر تم سے ادنیٰ سا ظلم بھی نہ ہونے پائے اور یہاں تک کہ بھی کوئی بھی تیرے خلاف ظلم یا کسی زیادتی کی دھائی نہ دے۔

حضرت شیخ کامل حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا ہاتھ ساری زندگی کبھی مشکوک طعام کی طرف نہیں اٹھا۔ حضرت سیدنا جعفر خلدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سیدنا حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ مشتبہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو ان کی انگشتِ شہادت کی رگ زور زور سے پھڑکنے لگتی اور اس طرح وہ مشکوک طعام سے خبردار ہو جاتے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت سیدنا ولی نعمت الصوفی بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں کسی دعوت پر بلایا گیا اور جب ان کے سامنے کھانا چنا گیا تو باوجود کوشش کے ان کا ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ سکا۔ انہوں نے تین بار کوشش کی مگر بے سود ایک صوفی شخص نے جو اس راز سے آشنا تھا میزبان سے کہا اس طرح کے باکمال صوفی کو حرام یا مشکوک طعام پر بلانا مناسب نہیں تھا۔

حضرت سیدنا شمس العارفین سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حلال کی تعریف پوچھی گئی: فرمایا حلال کی تعریف یہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا اندیشہ نہ ہو۔ جس چیز میں معصیت خداوند عزوجل کا اندازہ نہ ہو اس کے بارے میں فقط اشارۂ قلب ہی سے

جانا جاسکتا ہے۔اور اس کے لئے بطور دلیل میں سرکار مدینہ ﷺ کا یہ قول پیش کرتا ہوں آپ ﷺ نے حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے دل ہی سے پوچھ لیا کرو دوسرے لوگ تو جو چاہیں گے کہیں گے اور مزید فرمایا (میرے آقا ﷺ نے) گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔ شفیع اعظم ﷺ کے مذکورہ دونوں اقوال سے آپ بخوبی جان سکتے ہیں کہ جائز اور ناجائز معلوم کرنے کے لئے قلبی اشارے کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کی گئی۔

اہل ورع کا تیسرا طبقہ عارفین و واجدین کا ہے۔ان کے ورع کی کیفیت کے بارے میں حضرت شیخ المشائخ ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ورع یہ ہے کہ تو ہر اس چیز کو برا سمجھے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کردے۔

حضرت قبلہ عالم سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ورع کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں: حلال یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا اندیشہ نہ ہو اور حلالِ خالص یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے کا شائبہ نہ ہو۔

حضرت سیدنا امام ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ورع کے بارے میں فرمایا: تیرا قلب ایک لمحے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے یہی ورع ہے۔

حضرت سیدنا شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کے تینوں طبقات اہل ورع کی ورع کو اقسام میں ظاہر کیا جائے تو پہلی ورع عام دوسری ورع خاص اور تیسری خاص الخاص ورع ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص 81 تک)

حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مدنی تاجدار ﷺ نے فرمایا کہ ایک انسان کے اچھے ہونے کی یہ پہچان ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے ان کو کوئی مطلب نہیں ۔ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد فرماتے ہیں کہ ہر مشتبہ چیز کو چھوڑ دینا ورع ہے۔حضرت باکمال صوفی ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہر مشتبہ بات کو چھوڑ دینا ورع ہے۔اور ترک مَـا لَا یَعْنِیْکَ سے مراد فضول باتوں کو چھوڑ دینا ہے۔

حضرت سیدنا عارف باللہ اسحاق بن خلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے گفتار میں پرہیز گاری ،سونے چاندی میں پرہیز گاری سے سخت ہے، اور ریاست سے زہد کرنا سونے اور چاندی کے زہد سے زیادہ مشکل ہے، کیونکہ تو تو سونے اور چاندی کو ریاست کی خاطر خرچ کر دیتا ہے۔

حضرت سیدنا سراج ولایت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ورع زہد کی ابتداء ہے۔ یعنی اسی طرح جس طرح قناعت رضا کا ایک کنارہ یا حد ہے۔

حضرت سراج السالکین سیدنا یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ورع کی دو قسمیں ہیں

ایک ظاہری ورع: وہ یہ ہے کہ انسان حرکت کرے تو صرف اللہ عزوجل کے لئے۔

دوسرا باطنی ورع: جو یہ ہے کہ تمہارے دل میں اللہ عزوجل کے سوا کوئی اور داخل ہی نہ ہو۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص ورع کی باریکیوں میں غور نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے عطیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص دین میں باریک بین ہوگا قیامت میں اس کا مرتبہ بڑا ہوگا۔

حضرت سراج السالکین سیدنا ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس شخص میں محتاجی کی حالت میں تقویٰ نہ ہو۔ وہ قطعی حرام کا مال کھائے گا۔

حضر سیدنا مقبول یزدانی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے ورع سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی جو چیز تمہارے دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دو۔

حضرت سیدنا محبوب ربانی معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس طرح تو اپنی زبان کو مذمت سے بچاتا ہے اسی طرح مدح سے بچا۔

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مکہ میں آئے اور وہاں حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک بچے کو کعبہ سے پیٹھ لگا کر لوگوں کو وعظ کرتے دیکھا۔

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور بچے سے پوچھا دین کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ بچے نے جواب دیا طمع میں یہ سن کر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو تعجب ہوا۔

حضرت شیخ الشیوخ ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ سے ورع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا

کہ حضرت شیخ الشیوخ ابو صالح حمدون رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک دوست کے پاس اس کی حالت نزع میں موجود تھے جب وہ شخص مر گیا تو حضرت شیخ الشیوخ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے چراغ کو پھونک مار کر بجھا دیا۔ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ اب تک چراغ کے تیل کا مالک وہ خود تھا مگر اب یہ تیل اس کے وارثوں کا ہے۔ لہٰذا کوئی اور تیل لاؤ تب چراغ جلاؤں گا۔

حضرت سیدہ رابعہ بصری (رحمۃ اللہ علیہا) نے کپڑے کا ایک ٹکڑا شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی قمیص پر سیا جس کی وجہ سے مدت تک اس نے اپنے دل کا سکون نہ پایا۔ یہاں تک کہ جب اسے یاد آیا (کہ اس کی وجہ تو کپڑے کا ٹکڑا ہے جو میں نے شاہی مشعل کی روشنی میں سیا تھا) اس پر اس نے قمیص پھاڑ ڈالی تو پھر اسے دل کا سکون مل گیا۔

حضرت محبوب ربانی سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ ان کے دو پر لگے ہوئے ہیں۔ اور جنت میں ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر جاتے ہیں۔ اس شخص نے پوچھا: آپ کو یہ مرتبہ کیونکر ملا؟ فرمایا پرہیز گاری کے سبب۔

(رسالہ قشیریہ ص 268 سے 274)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عوارف المعارف میں ورع یعنی پرہیز گاری کی تعریف فرماتے ہیں سرورکون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملاک دینکم ورع۔ تمہاری دینداری کی اصل دارومدار پرہیز گاری ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک نہر پر بیٹھ کر وضو فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وضو سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وضو سے بچا ہوا پانی نہر میں ڈال دیا اور فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر یہ پانی ان لوگوں تک پہنچائے گا جن کے لئے یہ نافع ہوگا

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو یہ بات شایان نہیں جس نے تقویٰ حاصل کیا اور پرہیز گاری کی ترازو میں اس کا وزن ہوا ہو (پرہیز گار ہو) کہ وہ کسی صاحب دنیا کے لئے ذلت گوارا کرے۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے ورع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ورع یہ ہے کہ بندہ حق خواہ غصہ کی حالت میں ہو یا رضامندی کی حالت۔ حق بات کے سوا اور کچھ منہ سے نہ نکالے اور اس کی ساری جدوجہد محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہو۔ اور انہوں نے فرمایا: کہ ورع خوف کی نشانی ہے۔ اور خوف خدا شناسی کی علامت ہے۔ اور معرفت حق کی دلیل ہے۔

(عوارف المعارف، ص 695)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ بعض مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم) نے فرمایا کہ نسبت کی دو قسم ہے۔

(۱) طینیہ (۲) دینیہ

(۱) طینیہ یعنی وہ جو ظاہری نسب ہوتا ہے۔

(۲) دینیہ وہ جو مقام معرفت و مشابہت اخلاق سے مقام طریقت میں ارواح کی مناسبت سے اور مقامِ شریعت میں اعمال کی ایک دوسرے سے مناسبت ہوتی ہے۔ جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: آلُ محمد کل تقی و نقی۔ آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) وہ تمام ہیں جو پرہیزگار اور نیک ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج22 ص 18)

حضرت سیدنا غوث صمدانی ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اولیاء بمنزلہ دلہن ہیں اور دلہن کو وہی دیکھ سکتا ہے جو اس کا محرم ہوتا ہے لیکن غیروں سے محجوب ہوتی ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام حجاب انس میں محجوب ہیں انہیں نہ دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں حقیقی اہل تقویٰ عارف باللہ ہیں جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل بیت وذوی القربی للرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ہیں۔ جو حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ اقدس پر ہیں۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ سادات صالحین کو بہت بڑی کرامت حاصل ہے ان کی رعایت

وادب وتعظیم درحقیقت مصطفیٰ کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم اورادب ہے۔

(تفسیر روح البیان پارہ 22 ص 18 ص 22)

الناس من جهة التماثل اكفاء	ابوهم آدم و الام حواء

ترجمہ:

لوگ جسمانی طور پر سب کے سب برابر ہیں

اس لئے کہ ان کا باپ آدم اور ماں حوّا (علیہما السلام) ہیں۔

(تفسیر روح البیان، ص 12 ج 5)

کتاب حیات باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت مولانا محمد صادق کابلی مجددی لکھتے ہیں صفحہ 3 پر اگر چہ خداوندﷻ کی درگاہ میں مقرب لوگوں کونسبت کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ان کی تعریف میں ان کی ذاتی شرافت اور بزرگی کا بیان کرنا کافی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ شرافت نسبی فرع اگر اعمال اچھے نہ ہوں نسب محالی ہو تو کیا نتیجہ اسی واسطے سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت سیدہ بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا تھا۔ اے میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تم سے قیامت کے دن یہ پوچھا جائیگا کہ تم نے کیسے عمل کئے۔ یہ سوال نہیں ہوگا ۔کہ تمہارا نسب کیا ہے۔اس لئے عمل کرو عمل ہی کی پرسش ہوگی۔

یہ ظاہر بات ہے کہ شریعت مصطفیٰ ﷺ پر قائم رہنا اور سنت کی پیروی کرنا نجات کی کنجی ہے صرف سید ہونا کام نہیں آتا، بندہ کی بزرگی اور عظمت کا دارومدار حق تعالیٰ کی عبادت پر ہے۔ جس قدر عبادت کریگا مرتبہ میں ترقی حاصل ہوگی۔ البتہ شرافت حسب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اگر شرافت نسب بھی مرحمت فرمادے تو یہ اوراچھی بات ہے۔

حدیث شریف میں ہے: بے شک تمہارا رب ﷻ ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ اسی لئے کسی عربی کو عجمی پر اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر اور نہ ہی سرخ کو کالے پر اور نہ ہی کالے کو سرخ پر فضیلت ہے سوائے تقویٰ کے اور اسی پر علماء کا اجماع ہے۔

فارسی کا مقولہ مشہور ہے:

ہر کرا تقویٰ بیشتر قدم اور مرتبہ فضل بیشتر۔

جس کا تقویٰ زیادہ فضیلت میں اس کا مرتبہ بیشتر ہے۔

ایک عربی کا مقولہ بھی ہے:

الشرف بالفضل وا لادب لا بالاصل و النسب .

بزرگی علم اور ادب سے ہے۔ نہ کہ اصل ونسب سے۔

باادب باش تا بزرگ شوی کہ بزرگی نتیجۂ اوبست

ترجمہ: باادب ہو، تا کہ بزرگ ہو جاؤ ۔اس لئے کہ بزرگی ادب کا پھل ہے۔

(روح البیان پارہ 26، ج 26، ص453)

حدیث شریف: سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں ہر نسب وحسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے حسب ونسب کے اس سے مراد دینی حسب ونسب ہے نہ کہ آب وگل کا رشتہ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب کی وجہ سے قیامت میں ابولہب کو بھی فائدہ پہنچتا۔

(کشف الاسرار)

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نسب تین قسم کا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رشتہ نبی تین قسم ہے

۱۔ قرابت صوری ۲۔ معنوی ۳۔ صوری ومعنوی

۱۔ **قرابت صوری:** بوجہ آب وگل کے ہے۔ جیسے جملہ سادات کرام ایسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین اور علم سے تعلق رکھنے والے جیسے علماء صلحاء عظام اور جملہ عابدین اور تمام مومنین ان سب کو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرابت صوری نصیب ہے۔

۲۔ **قرابت معنوی:** اولیاء کرام کو نصیب ہے کیونکہ ولی اللہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روحانی بیٹا ہے۔ کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جملہ اطوار کو قبول کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معنوی طور قائم ہوا اس لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا۔

سلمان منا اھل البیت. سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے اہل بیت سے ہے (یعنی ان کا ایک فرد ہے)

اس میں قرابت معنوی کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ قرابت صوری و معنوی: اس میں خلفاء وائمہ داخل ہیں کیونکہ یہ حضرات دنیا میں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام ہیں خواہ ظاہری زمانہ کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے گزرے جیسے سابقہ انبیاء ورسل (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام) یا بعد کو آئے جیسے کاملین اولیاء کرام یہی تمام قرابتوں میں اعلیٰ مرتبہ کی قرابت ہے اس کے بعد قرابت روحانیہ کا مرتبہ ہے پھر قرابت دینیہ کا آخر میں قرابت جسمانیہ (آب وگل) اگر یہ اوپر سب کو جمع کرے تو سبحان اللہ (نور علیٰ نور)

(تفسیر روح البیان ج25، پارہ26، ص413)

حضور سیدنا محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ورع سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ تمام اشیاء سے رکا رہے۔ شریعت جس شے کی اسے اجازت دے اسے اختیار کرے اور باقی سب کو چھوڑ دے ورع کے تین درجے ہیں:

ا۔ ورع عوام: ورع عوام یہ ہے کہ حرام اور شبہ کی چیزوں سے رکا رہے۔

۲۔ ورع الخواص: اور وہ یہ ہے کہ نفس وخواہش کی کل چیزوں سے رکا رہے۔

۳۔ ورع خواص الخواص: اور وہ یہ ہے کہ بندہ ہر ایک چیز سے کہ جس کا وہ ارادہ کرسکتا ہے رکا رہے۔

ورع کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ ورع ظاہری وہ یہ ہے کہ بجز امر الٰہی کے حرکت نہ کرے۔

۲۔ ورع باطنی وہ یہ کہ دل پر ماسوائے اللہ عزوجل کے کسی کا گزر نہ ہو۔

(قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر گیلانی ص214)

تقویٰ و ورع کو اپنانا:

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو پرہیزگاری کو لازم کر ورنہ ہلاکت کا پھندا تجھ سے چمٹا ہوا ہے اس سے تو کبھی نہ بچ سکے گا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی رحمت و بخشش کے ساتھ ڈھانپ لے۔ حدیث مبارکہ میں ثابت ہے یقیناً دین کی اصل تقویٰ ہے

اور لالچ دین کو ہلاک کرتا ہے اور جو چراگاہ کے گرد چکر لگائے قریب ہے کہ اس میں جا پڑے جس طرح چراگاہ کے گرد چرنے والے جانور کھیتی کے کنارے واقع ہوتے ہیں قریب ہے کہ وہ اپنے منہ کو کھیت کی طرف بڑھائیں یہ ممکن نہیں ہے کہ کھیت اس سے سلامت رہے۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوالقاسم نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ سے پوچھا گیا کہ تقویٰ کی کیا تعریف ہے۔ فرمایا ماسوائے اللہ عزوجل سے گریز کرنے کا نام تقویٰ ہے۔

(تذکرہ الاولیاء، ص436)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ احمد مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی تارک الدنیا ہوتا ہے فرمایا کہ مائل بہ دنیا نہ ہونا حقیقی تقویٰ ہے۔ (تذکرہ الاولیاء، ص292)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو یعقوب بن اسحاق نہر جوان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا کی مثال دریا جیسی ہے اور آخرت اس کا کنارہ ہے اور تقویٰ اس میں ایک کشتی کی طرح ہے جس میں مسافر سفر کرتے ہیں۔ (تذکرہ الاولیاء، ص273)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور تقویٰ

ایک مرتبہ بازار جا رہے تھے کہ گرد و غبار کے کچھ ذرات آپ کے کپڑوں پر آگئے تو آپ نے دریا پر جا کر کپڑے کو خوب اچھی طرح دھو کر پاک کیا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تو اتنی نجاست جائز ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑا کیوں پاک کیا فرمایا کہ وہ فتویٰ اور یہ تقویٰ۔

(تذکرہ الاولیاء، ص155)

حضرت سیدنا علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ولی اللہ وہ ہے۔ متقی باللہ عما سی اللہ ہو لیکن بہت سے اولیاء ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعض اولیاء اللہ اپنے آپکو جانتے ہیں کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ کے ولی (دوست) ہیں لیکن اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے ولی ہونے کا علم نہیں ہوتا۔

(روح البیان ص 371، پارہ 9)

حکایت : حضرت سیدنا زبیر بن مری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حجاج بن یوسف کے ظلم وتشدد کی شکایت لے کر حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمیں صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا کل پورا تبر کا دور دورہ ہوگا اور ہر آنے والا زمانہ گزشتہ زمانے سے سخت ہوگا ہاں تقویٰ اور پرہیز گاری سے کام لوگے تو بچ جاؤ گے میں نے ایسے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے۔

حضرت سیدنا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

روسے اگر غمی رسیدت تنگ دل مباش
روشکر کن مبادا کہ از بد تر شود

ترجمہ

اگر کبھی تجھے کوئی غم پہنچے تو اس میں ملال نہ کر
بلکہ شکر کر کیونکہ خدا عزوجل نہ کرے تیرے لیے آنے والا وقت برے سے زیادہ برا ہو۔

صوفیاء فرماتے ہیں نفس وشیطان کے جہاد کے آلات اور ہتھیار ذکر الٰہی ہے اس کے ذریعہ انسان خواہشات سے نفس کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔

(روح البیان، ج5،ص144)

حکایت : ایک لوہار گرم لوئے کو ہاتھ میں رکھ لیتا تھا۔لیکن ہاتھ نہ جلتا تھا۔ اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک عورت پر عاشق تھا اسے میں نے اپنی طرف خوب راغب کیا۔لیکن وہ نہ مانی۔ اگر چہ میں نے مال کی بھی لالچ دی لیکن اس نے یوں انکار کر کے ٹال دیا کہ میرا شوہر موجود ہے اور مجھے ہر طرح کی سہولت پہنچاتا ہے مجھے کسی قسم کی ضرورت نہیں۔ اُس کے بعد میں نے سنا کہ اس کا شوہر فوت ہوگیا ہے تو پھر میں نے اسے نکاح کا کہا پھر بھی انکار کر دیا اور کہا کہ دوسرا شوہر کر کے اپنی اولاد کو ذلیل کرنا نہیں چاہتی اس کے بعد ایک عرصہ اسے تنگدستی نے تنگ کیا تو اس نے مجھے کہلوا بھیجا کہ بطور قرض دیجئے میں نے کہا جب تک تو میرا کام نہیں کرے گی میں تجھے کچھ نہیں دے سکتا جب اس کے ساتھ اس معاہدہ کے طور پر پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی کانپنے لگی میں نے پوچھا کیوں۔ کہنے لگی مجھے اللہ تعالیٰ سمیع و

بصیر سے ڈر لگتا ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا تو اس سے یہ دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے۔ اس وقت سے مجھے دنیا کی آگ نہیں جلاتی اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ مجھے جہنم کی آگ بھی نہیں جلائے گی۔

(تفسیر روح البیان، ج3، ص212)

فائدہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور یاد کرے کہ ایک دِن میں نے اس کے ہاں حاضر ہونا ہے۔ تو اس سے گناہ صادر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی وہ گناہوں پر جُرات کر سکتا ہے۔ پھر وہ جہنم سے نجات پا کر بہشت کی اعلیٰ نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

بلند مرتبہ متقی وہ ہے کہ

1) نعمت کو شکایت کے ساتھ نہ ملائے

2) اپنی گناہگاری پر دلیل و برہان قائم نہ کرے

3) خود پر جو احساناتِ خداوندی ہیں، ہمیشہ انہیں ملحوظ رکھے۔

(صد میدان ص، 47)

بصیرتِ اتباع جنابِ رسالت مآب ﷺ کی سنت پر سختی سے کاربند ہونا ہے۔

عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ

ترجمہ: میں اور میری پیروی کرنے والے بصیرت پر ہیں۔

بصیرتِ حقیقت اپنے مالکِ حقیقی کو دل کی نگاہوں سے دیکھنا ہے۔

تَبۡصِرَۃً وَّ ذِکۡرٰی لِکُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ

ترجمہ: ہر رجوع کرنے والے بندے کیلئے (اس میں) ہدایت و نصیحت ہے۔

بصیرتِ قبول تجربات، نشانات اور دلائل کے مشاہدہ میں ہے

بصیرتِ اتباع کتاب و سنت اور اسلاف کے آثار میں ہے

بصیرتِ حقیقت دل میں ایک چراغ ہے کہ یہ میں ہوں

وہ کان میں ایک ندا ہے کہ میں یہاں ہوں اور ایک روشن نشان کہ میں تیرے ساتھ ہوں

(صد میدان، ص 53)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی کو عزیز جانو جس کے دین کا تمہیں اعتبار ہو اور فرمایا: متقی اور صاف باطن شخص کو کھانا کھلایا کرو اور ایسے شخص ہی سے کھایا کرو اور فرمایا: ابن آدم پر وہی کچھ مسلط کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ ڈرتا ہو اگر وہ صرف اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے تو وہ اس پر کوئی چیز مسلط نہیں فرماتا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 231)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ عتبہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب آدمی کا باطن اس کے ظاہر کے موافق ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ کہ یہ واقعی میرا بندہ ہے۔

(احوال الصادقین، ص، 53)

حضرت سلطان حقیقت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا عزوجل کی اطاعت کرتا ہے وہ موت کی تمنا نہیں کرتا (کیونکہ زندگی میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ جس قدر زیادہ زندہ رہے گا اتنی ہی زیادہ اطاعت کرے گا اور اطاعت میں اس کو اس قدر لذت آتی ہے کہ وہ اس کے ثمرات پر نظر نہیں کرتا بلکہ وہ اطاعت ہی کو عین ثمرہ جانتا ہے۔ "وَلِلنَّاسِ فِیْ مَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ".

(احوال الصادقین، ص، 72)

مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ پرہیز گار بنو گے تو سب سے زیادہ عبادت گذار ہو جاؤ گے۔

(رسالہ قشیریہ، ص، 268)

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا عزوجل کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ خدا عزوجل کو یاد رکھتا ہے اگر چہ اس کی نماز اس کا روزہ اس کی تلاوت قرآن مجید کم ہو اور جو شخص اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ اس کو بھول جاتا ہے (تو حاصل یہ ہوا۔ کہ خدا عزوجل کی

یاداس کی اطاعت کا نام ہے اور اگر چہ وہ کم ہی ہو اور اس کا بھلانا اس کی نافرمانی ہے) اور علماء باعمل کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نیک کام کرتے رہتے ہیں۔

(احوال الصادقین، ص، 82)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ جریری رحمۃ اللہ علیہ کوفرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ کو مضبوط نہیں کیا وہ شخص کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(رسالہ قشیریہ، ص، 388)

سالک کو سنت کے چھوٹنے پر بھی توبہ کرنی چاہیے

صوفی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 61 پر کہ سالک کو سنت کے چھوٹنے پر بھی توبہ کرنی چاہیے جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جو شخص عارفین کے طریقہ پر چلنا چاہے اس کو مناسب یہ ہے کہ ایک سنت کو چھوٹنے پر (بھی) ویسی ہی توبہ کرے جیسی کہ واجب کے چھوٹنے سے کرتا ہے اور (عارفین کے) اس (مذاق (ذوق) کے صحیح ہونے) پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے (ان اللہ فرض فرائض و فرضت فرائض حدیث مبارکہ) ترجمہ: کہ بیشک حق تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں اور کچھ فرائض میں نے مقرر کئے ہیں (تو اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مقرر کی ہوئی سنتوں کو فرائض کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے) اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے " وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى " ترجمہ: کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے بلکہ جو کچھ (احکام بیان) فرماتے ہیں وہ سراسر وحی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ یہ بھی (عارفین کے اس مذاق (ذوق) کی) دلیل ہے (کیونکہ) اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس قدر سنتیں وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمائی ہیں وہ درحقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں۔

حضرت سیدنا مجدد اعظم الشیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب

میں تحریر فرمایا کہ اے میرے مخدوم ومکرم! اور اے شفقت ومکرمت کے نشان والے! اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہو جائے اور تمام محرمات ومشتبہات سے ورع وتقو کی حاصل ہو جائے تو بڑی اعلیٰ دولت اور نعمت ہے ورنہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض محرمات سے بچنا بھی غنیمت ہے شاید ان بعض کے برکات وانوار بعض دوسروں میں بھی اثر کر جائیں اور تمام گناہوں سے توبہ وورع کی توفیق نصیب ہو جائے۔

''مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہ، لَایُتْرَکُ کُلُّہ''

ترجمہ: (جو چیز پوری کی پوری نہ حاصل ہو سکے اس کو بالکل ہی ترک نہ کرنا چاہیئے)۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِکَ وَثَبِّتْنَا عَلٰی دِیْنِکَ وَعَلٰی طَاعَتِکَ بِصَدَقَۃِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی اٰلِ کُلٍّ مِّنَ الصَّلٰوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا''

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! ہم کو سید المرسلین وقائد الغر المحجلین وعلیہ وعلیہم وعلی آل کل من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کے صدقہ میں اپنی رضامندی کی توفیق دے اور اپنے دین اور اپنی طاعت پر ثابت قدم رکھ (آمین)۔

(مکتوب ج2، ن66)

حضرت سیدنا ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''البر لا یبلی والاثم لا ینسی والدیان لا ینام فکن کما شئت کما تدین تدان''، نیکی کبھی بوسیدہ نہیں ہوتی گناہ کبھی نہیں بھلایا جاتا، بدلہ دینے والا (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں سوتا تو جو چاہے کر لے (دنیا میں تجھے اچھا بُرا سب کرنے کا اختیار ہے) جیسا (عمل) کرے گا ویسا بدلہ دیا جائے گا (اگر نیک عمل کیئے تو نیک اَجر ملے گا اگر بُرے عمل کیئے تو خطرناک سزا ملے گی۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 125)

اس وقت تک ورع (تقویٰ) حاصل نہیں ہوتا

(۱) زبان کو غیبت سے بچائے

(۲) بدظنی سے بچے

(۳) مسخرہ پن (یعنی ہنسی قہقے) سے پرہیز کرے

(۴) حرام سے آنکھ بند رکھے

(۵) سچ بولے

(۶) ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کا احسان جانے تا کہ اس کا نفس مغرور نہ ہو

(۷) اپنا مال راہ حق (اللہ تعالیٰ کی راہ) میں خرچ کرے اور راہ باطل میں خرچ کرنے سے بچے

(۸) اپنے نفس کیلئے بلندی اور بڑائی کا طلب نہ کرے

(۹) نماز کی محافظت کرے

(۱۰) اہل سنت و جماعت (کے عقائد) پر استقامت اختیار کرے

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر"

اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے لئے نور کو کامل کر دے اور ہم کو بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(مکتوب ج2، ن،66)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ
وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ
(پارہ 4، سورۂ ال عمران، آیت 104)

تم میں سے ایک گروہ نیکی کی طرف دعوت دینے والا،
معروف کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا ہونا چاہئے۔ اور یہی لوگ کامیاب ہیں

تیسرا باب
نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مذاق اُڑانے کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اَمرُ بِالْمَعرُوْفِ اور نَہِیُ عَنِ الْمُنْکَرِ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:
اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنا دین کا بڑا استون ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اگر اسے بالکل ترک کر دیا جائے اور اس کے علم اور عمل کو بیکار چھوڑا جائے تو غرض نبوت بیکار اور دیانت مضمحل اور سستی عام اور گمراہی تام اور جہالت شائع اور فساد زائد اور فتنہ بپا ہو جائے گا اور بلاد خراب اور بندگان خدا تباہ ہو جائیں گے اگر چہ وہ ہلاکت سوائے قیامت کے نہ جائیں اور کہیں کہ جس بات کے ہونے کا ہمیں ڈر تھا وہ ہوگئی (انا للہ وانا الیہ راجعون) یعنی وہ سمجھیں کہ ستون اعظم کا علم وعمل جاتا رہا اس کی حقیقت اور نشان باقی نہ رہا اس کا سب کچھ مٹ گیا۔

قلوب پر خلق خدا کی رو ورعایت چھا گئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہوائے نفسانی اور شہوات میں جانوروں کی طرح ہیں روئے زمین پر ایسا سچا ایمان دار نایاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ملامت گروں کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے بند کرنے میں کوشش کرے گا اور پیروی دین سے اس سنت کا اجراء کرے گا وہ تمام لوگوں میں احیاء سنت کی وجہ سے نامور ہوگا اور ایسا اجر پائے گا کہ کوئی ثواب اس کے ہم پلہ نہ ہو۔

لَیْسُوْا سَوَآءً مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ آیَاتِ اللّٰہِ آنَآءَ اللَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصَّالِحِیْنَ (پارہ 4 سورۃ آل عمران آیت 113)

ترجمہ: سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

فائدہ: اس آیت میں صرف ایمان باللہ اور روز آخرت پر صلاح و نیک بختی کو متعلق نہیں فرمایا بلکہ ایمان پر امر معروف و نہی از منکر کو بھی زیادہ کیا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ (پارہ 10، سورۂ التوبہ، آیت 71)

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں۔

فائدہ: اس آیت میں ایمانداروں کا وصف یہ فرمایا کہ اچھی بات کا امر کرتے ہیں تو جو کوئی امر معروف کو ترک کرے گا وہ ان ایمانداروں کے زمرہ سے خارج ہو جن کا وصف اس آیت میں مذکور ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پارہ 6، سورۂ المائدۃ آیت 1)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

فائدہ: اس میں تو امر قطعی ہے اور تعاون کا معنی ہے خیر بھلائی پر ترغیب دینا اور بہتری کے طریقوں کو آسان کرنا اور برائی اور تعدی کی راہیں بند کر دینا جہاں تک ہو سکے ممکن ہو۔

لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ط وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (پارہ 4 سورۂ النساء، آیت 113)

ترجمہ: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (پارہ 26 سورۂ الحجرات، آیت 9)

ترجمہ: تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کو وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو پھر اس کی تفسیر اور اس کی مراد کے خلاف کرتے ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط (پارہ 7 سورۂ المائدہ، آیت 105) ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے

گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔ میں (حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے حضور سرکار دو عالم امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا یہ کس کا قول ہے۔ما بین قوم عـملو ابا لمعا صی وفیھم من بقران منکر علیھم فلم یفعل الا یو شک ان بعھم بعذاب من عند ہ

ترجمہ:۔ جو قوم گناہ کرتی ہے اور ان میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کو منع کر سکتا ہے لیکن اس نے منع نہ کیا تو عجب دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنے پاس سے عذاب بھیجے۔

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ کی تفسیر پوچھی تو آپ (احمد مصطفیٰ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

ترجمہ:۔ حکم کر اچھے کام کا اور منع کر بری بات سے پھر جب تو دیکھے کہ بخل اطاعت کیا گیا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی گئی ہے اور دنیا کو ترجیح دی ہوئی ہے اور ہر تجویز والے کا اپنی تجویز کا اچھا جانتا ہے تب تو اپنی جان کی فکر کر اور عوام کو ترک کر بیشک تمہارے پیچھے فتنے ہیں جیسے اندھیری رات کے ٹکرے جو کوئی ان مین دین کا تمسک کرے گا جیسے تم ہو اس کو تم میں سے پچاس شخصوں کا ثواب ملے گا اس لئے کہ تم خیر پر مددگار پاتے ہو اور ان کو خیر پر مددگار میسر نہ ہوں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اس کا ابھی وقت نہیں آیا۔ کیونکہ اس زمانہ میں تو نصیحت کو مانتے ہیں بلکہ عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ تم امر معروف کرو گے تو تم سے ایسا ایسا کیا جائے گا (یعنی لوگ ایذا دیں گے) اور تم کچھ کہو گے تو کوئی تمہاری بات نہ مانے گا۔ اس وقت تمہیں اس آیت کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

عَلَیْکُمْ أَنفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (پارہ 7 سورۃ المآئدہ، آیت 105)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اچھی بات کا امر کرو اور بری بات سے منع کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے اوپر شریروں کو مسلط کر دے گا پھر تمہارے اچھے لوگ دعا مانگیں گے تو ان کی دعا مقبول نہ ہو گی۔

فائدہ: معنی یہ ہے کہ اچھے لوگوں کی ہیبت بروں کی نظروں سے ساقط ہو جائے گی کہ اس سے خوف نہ کریں گے۔

حدیث مبارکہ: حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ امر بالمعروف کرو اور منکر سے منع کرو اس سے پہلے کہ تم دعا مانگو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔

حضرت سیدنا عکرمہ و حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو ظلم سے قتل کیا جائے اس کے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو شخص وہاں موجود ہو اور اس کی آفت کو نہ ٹالے لعنت برستی ہے اور جو شخص ظلم سے پیٹا جائے اس کے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اس کے پاس رہے اور اس پر سے ظلم دفع نہ کرے تو اس پر لعنت برستی ہے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی جگہ موجود ہو تو اسے لائق نہیں کہ بغیر حق بات کہے باز رہے اس لئے کہ اجل (موت) سے پہلے تو مرے گا نہیں اور جو رزق اس کی تقدیر میں ہے اس سے ہرگز محروم نہ ہو گا (یعنی پھر کس خوف سے امر حق زبان پر نہ لائے)

فائدہ: یہ حدیث مبارکہ دلالت کرتی ہے کہ ظالموں اور فاسقوں کے گھر میں جانا درست نہیں اور نہ ان جھگوں میں جہاں بری بات دیکھنی پڑے اور اس کے بدلنے اور دور کرنے پر قادر نہ ہو کیونکہ مبارکہ حدیث مذکورہ میں فرمایا ہے کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہے تو جو حاضر ہو گا وہ مستحق لعنت ہو گا اور آدمی کو بلا ضرورت برے کام کا مشاہدہ جائز نہیں اور عذر سے کہ ہم تو عاجز ہیں ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہے۔

طریقۂ صالحین: بعض حضرات نے گوشہ نشینی اختیار کی کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بازاروں اور عیدوں اور مجمعوں میں سب میں بری باتیں سرزد ہوتی ہیں اور وہ ان کے دفع کرنے پر عاجز ہیں اور یہ امر چاہتا ہے کہ خلق سے ہجرت کرنا لازم ہے۔

حضرت سیدنا عمر ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سیاحوں نے جو اپنے مکانات اور اولاد سے جدائی کی۔ اس کی وجہ یہی ہوئی کہ ان پر وہی بلا (آفت) اتری جو ہم بھگتے ہیں یعنی شر کو ظاہر پایا اور خیر مٹ گئی اور دیکھا کہ ناصح کی کوئی بات نہیں مانتا اور فتنے برپا ہیں اور یہ خوف کیسا ہے کہ ہمیں پیش نہ آئیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب ان لوگوں پر نازل ہو اور ان

کے ساتھ ہم بھی محفوظ نہ رہیں۔اور خیال کیا کہ درندوں کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا ان لوگوں کے پاس رہنے اور آسائش کے ساتھ بسر کرنے سے بہتر ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ط اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (پارہ 27 سورۃ الذریٰت آیت 50) ترجمہ: تو اللہ کی طرف بھاگو بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریح ڈرسنانے والا ہوں۔

فرمایا کہ بعض لوگوں نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالیٰ نے نبوت میں کوئی راز نہ رکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی علیہ السلام ان لوگوں سے افضل نہیں ہیں اس لئے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ (فرشتے علیہ السلام) ان لوگوں سے ملاقات اور مصافحہ کرتے ہیں بادل درندے ان کے پاس ہوکر نکلتے ہیں اگر کوئی ان میں سے ان کو پکارتا ہے تو جواب دیتے ہیں اور اگر درندے بادل سے پوچھے کہ تمہیں کس جگہ کا حکم ہوا ہے تو ان کو بتادیتے ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں۔

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی معصیت کی جگہ میں حاضر ہوا اور اس کو برا جانا تو وہ ایسا ہے گویا اس میں نہ تھا اور جو شخص معصیت میں شریک نہ ہو مگر اس کو اچھا جانے تو وہ ایسا ہے گویا اس میں حاضر ہے حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہ میں حاضر ہو یا اتفاقاً معصیت اس کے سامنے ہونے لگے ورنہ قصداً معصیت کی جگہ میں حاضر ہونا ممنوع ہے. پہلی حدیث مبارکہ اس کی دلیل ہے. اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا ہے اس کے حواری بھی ہوئے ہیں پھر جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا اس مدت تک نبی اپنی قوم میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے مطابق عمل کرتا رہے گا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اُٹھالے گا تو حواری اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکم کے مطابق اور اپنے نبی کے طریق (طریقے) کے موافق عمل کرتے رہیں گے اور جب وہ چل بسیں گے تو ان کے بعد ایک قوم ایسی ہوگی کہ ممبروں پر بیٹھ کر باتیں کہیں گے جن کو جانتے ہیں اور کام وہ کریں گے جن کو نہیں جانتے تو جب تم ایسا دیکھو تو ہر ایماندار کو اپنے ہاتھ سے ان پر جہاد کرنا واجب ہے. اور اگر ہاتھ سے نہ ہو سکے تو زبان سے جہاد کرے اور اگر زبان سے بھی نہ ہو سکے تو دل سے جہاد کرے اور اس کے بعد اسلام نہیں۔ (احیاء العلوم ج دوم ص 553)

اب ہم اَمرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہِیٌ عَنِ الْمُنْکَر کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہیں:

حضرت سیدنا مفسرِ قرآن مُلّا احمد جیون صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ صفحہ نمبر 306 میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پارہ 4، سورۂ ال عمران، آیت 104) ''تم میں سے ایک گروہ نیکی کی طرف دعوت دینے والا، معروف کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا ہونا چاہئے۔ اور یہی لوگ کامیاب ہیں''۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرات علمائے کرام (رحمۃ اللہ علیہم) کے مابین یہ بات متفق علیہ ہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ''فرض کفایہ'' ہے۔ جن آیات سے اس کی فرضیت ثابت ہوئی وہ بکثرت ہیں۔ اسی طرح ایسی احادیث بھی بے شمار ہیں۔ بکثرت آیات میں سے میں نے اس موضوع پر گفتگو کرنے کیلئے آیت زیر بحث کو اس لئے منتخب کیا ہے، کہ یہ اس بارے میں قرآن کریم کی پہلی آیت ہے اور زیر بحث مسئلہ میں بہت ظاہر و واضح بھی ہے۔ کیونکہ اس میں ''صیغہ امر'' بعینہ موجود ہے۔ لہٰذا اس کی فرضیت اللہ تعالیٰ کے قول وَلْتَکُنْ سے ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ ''امر'' ہے۔ اور امر ''وجوب'' کیلئے آتا ہے۔ جب تک اس میں ''وجوب'' سے پھرنے کا کوئی قرینہ نہ ہو۔ اور ''وجوب'' مراد لینے سے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اور ''کفایہ'' کا ثبوت لفظ مِنْکُمْ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ لفظ ''مِنْ'' اس مقام پر تبعیض کیلئے ہے اور یہی مختار ہے۔ اگرچہ یہ ''بیانیہ'' بھی بنانا جائز ہے۔

صاحب مدارک وغیرہ مفسرین نے کہا کہ ''مِنْ'' تبعیض کے لئے ہے۔ کیونکہ اَمرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہِیٌ عَنِ الْمُنْکَر ''فرض کفایہ'' ہے۔ پھر لکھا کہ ہوسکتا ہے کہ ''مِنْ'' ''بیانیہ ہو۔ جس سے معنی یہ ہوگا: ''کُوْنُوْا اُمَّۃً تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ'' تم ایسی (امۃ) ہو جاؤ جو نیکی کا حکم دیتی ہو۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم بہترین امت ہو لوگوں کیلئے بنائی گئی تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔

آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ تم میں سے بعض گروہ ایسے ہونے چاہیے جو لوگوں

کو خیر کی دعوت دیں۔ "خیر" سے مراد ایسے افعال ہیں جو اچھے اور شریعت کے موافق ہوں معروف کا حکم دیں۔ "معروف" وہ چیز ہے جسے شارع نے مستحسن قرار دیا ہو اور عقل اسے اچھا سمجھے اور برائی سے روکے۔ اور "منکر" ان باتوں کو کہتے ہیں۔ جنہیں شریعت و عقل قبیح کہیں۔ اور "معروف" وہ جو کتاب و سنت کے موافق ہو۔ اور "منکر" وہ جو ان دونوں کے خلاف ہو۔ یا "معروف" سے مراد اطاعات اور "منکر" سے مراد معاصی ہے۔ بھلائی کی طرف دعوت "عام" ہے خواہ اس کا تعلق کسی بات کے کرنے یا کسی سے روکنے سے ہو۔ عام کے بعد خاص کا ذکر کیا گیا۔ یعنی اَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَهِیُ عَنِ الْمُنْكَر اپنے اپنے میدان میں دعوت الی "الخیر" سے خاص ہیں۔

"کفایہ کا مطلب اس مقام پر قریب الفہم یہ ہے کہ مجلس میں سے اگر ایک بھی اس فرض کی ادائیگی میں مشغول ہو جائے تو بقیہ حاضرین مجلس سے یہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی نہ کرے تو سب ہی گنہگار ہوں گے۔ جیسا کہ سلام کے جواب دینے یا چھینک کے جواب دینے میں ہے۔ یہاں "کفایہ" سے مراد نماز جنازہ والا "فرض کفایہ" نہیں۔ کیونکہ اس میں ایک محلّہ اور ایک شہر کا اعتبار ہوتا ہے۔ (یعنی پورے شہر یا محلّہ میں سے کچھ لوگ نماز جنازہ ادا کر لیں تو بقیہ بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں محلّہ اور شہر میں سے دو چار ہونے مراد نہیں۔ بلکہ مجلس میں ایک آدھ مراد ہیں) ہمارے ذکر کئے گئے مفہوم و معنی پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو حضرت سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: حضرت سیدنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی بھی قوم جب معصیت کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انہیں روک سکیں پھر وہ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عمومی طور پر اپنی طرف سے عذاب دے"۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔

آپ (حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) بیان فرماتے ہیں: حضرت سیدنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو برائی ہوتے دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ و طاقت سے روکے، اگر اس کی ہمت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی ہمت نہیں پاتا تو

دل سے ہی برا سمجھے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

اور یہ روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے حضرت سیدنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راستوں میں مت بیٹھا کرو، عرض کرنے لگے: ہمارا اس کے بغیر گزارہ نہیں۔ وہ تو ہماری مجلس گاہیں ہیں۔ ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا: اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر راستہ کا حق دیا کرو۔ پوچھنے لگے، راستہ کا کیا حق ہے؟ فرمایا حضرت سیدنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں جھکی رکھنا، تکلیف دہ اشیاء کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا"۔

ان احادیث مقدسہ سے یہ مفہوم حاصل ہوتا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں خلاف شرع کوئی بات ہو۔ اس مجلس میں ان لوگوں میں سے کسی ایک پر لازم ہے جو اس بات کی قدرت رکھتا ہو کہ وہ منع کر سکتا ہے، تو وہ منع کرے۔ کسی ایک متعین شخص کیلئے یہ حکم نہیں، لہٰذا اَمرُ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہِیُ عَنِ الْمُنْکَرِ "فرض کفایہ" ہوا۔ اور وہ بھی اس طرح جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ کوئی روایت اس پر بطور نص نہیں آتی۔ بلکہ کچھ روایات تو اس کے خلاف پر ملتی ہیں۔ لیکن وہ شخص جس نے اپنے آپ کو "اَمرُ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہِیُ عَنِ الْمُنْکَر" کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ اور اسی کام میں وہ مصروف مشغول رہتا ہے۔ یا امام (سربراہ مملکت اسلامیہ یا اس کا نائب) نے اسے اس کام پر مقرر کر دیا ہے تو ایسے شخص پر یہ کام "فرض عین" ہو جائیگا۔ اس قسم کے مقرر کردہ آدمی کو "محتسب" کا نام دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی ابحاث کی طرف کوئی بھی نامی گرامی مفسر متوجہ نہیں ہوا۔ جس قدر ایسی باتوں کی طرف حضرت سیدنا علامہ سید ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ دی۔ انہوں نے اس موضوع پر فارسی میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام "ذخیرۃ الملوک" ہے۔ جسے ان باتوں کی واقفیت چاہیئے۔ وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

اَمرُ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہِیُ عَنِ الْمُنْکَر کیلئے حضرات علمائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے کچھ شرائط ذکر کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایسا کرنا اپنے بس میں ہو۔ یہ بات موجب فتنہ اور فساد نہ بنے، اور نہ ہی گناہوں کی زیادتی کا سبب بنے، ان شرائط کی تصریح "مواقف" میں ذکر کی گئی ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مبارک بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد'' فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ '' جو حدیث سابق میں گزرا۔ شائد اسی لئے علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا کہ'' ہاتھ سے روکنا'' امراء اور حاکمان وقت کا کام ہے۔'' زبان سے روکنا'' علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی ذمہ داری اور'' دل سے برا جاننا'' عوام کیلئے ہے۔ اور یہ بھی علماء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم). نے فرمایا کہ یہ فریضہ ادا کرنے والا کسی سے یوں نہ پوچھے۔ کیا تم نے یہ بات کہی یا یہ کام کیا ہے؟ یا کیا تم یہ کام نہیں کرتے؟ کیونکہ ایسا کرنا'' تجسس'' میں آتا ہے (یعنی کسی کی خفیہ جاسوسی کرنا) اور تجسس سے اللہ تعالیٰ نے وَّلَا تَجَسَّسُوْا ارشاد فرما کر منع کر دیا ہے۔ اس کی بھی'' مواقف'' میں تصریح ہے۔ اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ جو خود نہیں کرتا اس کے کرنے کا دوسرے کو حکم نہ دے۔ اگرچہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ایسا کرنے والے کیلئے یہ شرط لگائی جائے کہ وہ تمام احکام شرع پر کاربند ہوں۔ بلکہ جس قدر'' مامور بہٖ'' ہے اس پر کاربند ہونا ضروری اور شرط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ الِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (پارہ 28، سورۃ الصف، آیت 2)
'' اے مومنو جو خود نہیں کرتے اس کا دوسروں کو حکم کیوں دیتے ہو''۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (پارہ 1، سورۃ بقرہ، آیت 44)'' کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور تم نے خود اپنے آپ کو بھلایا ہوا ہے حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تمہیں عقل نہیں''۔ اس قسم کی اور بھی آیات مبارکہ ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اس بات کا ارادہ کرے کہ وہ دوسرے کو'' اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف '' کرے۔ تو اسے چاہیئے کہ پہلے اپنے آپ کو اس کے بعد اپنے اہل وعیال کو بچوں کو رشتہ داروں کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف کرے۔ جیسا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے: قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (پارہ 28، سورۃ التحریم، آیت 6) اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (پارہ 19 سورۃ الشعراء، آیت 214) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ ان کے بعد دوسروں کو اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَھِیُ عَنِ الْمُنْکَر کیا جائے ان باتوں کی بعض رسائل میں تصریح آئی ہے

لیکن حضرت سیدنا علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (پارہ 1، سورۂ بقرہ، آیت 44) آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے کہ اس سے مراد وعظ ونصیحت کرنے والے کو اس بات پر ابھارنا ہے کہ وہ تزکیہ نفس کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو تاکہ وہ جب اس پر قائم ہوگا تو اس کا اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ کرنا نہایت مفید ہوگا۔ یہ مراد نہیں کہ ''فاسق'' کو وعظ ونصیحت کرنے سے منع کیا جارہا ہے۔ کیونکہ ''باتوں میں سے کسی ایک بات میں خلل ہونا اس کو لازم نہیں کرتا کہ دوسری کو بھی نہ کیا جائے۔ (مطلب یہ کہ مومن پر دو باتیں یعنی اپنے آپ کی اصلاح اور دوسروں کی حق المقدور اصلاح ضروری ہے۔ اب اگر ایک شخص اپنی اصلاح نہیں کرتا اور احکام شرع میں سستی دکھاتا ہے۔ تو اس سے واجب ولازم نہیں ہوجاتا کہ وہ دوسرا کام یعنی دوسروں کی اصلاح بھی چھوڑ دے۔ جس امر شرعی پر عمل کر سکتا ہے کرے اور دوسرے کو بھی اپنانے کی کوشش کرے) اسی طرح حضرت سیدنا علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول باری تعالیٰ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ کے تحت تفسیر کرتے ہوئے لکھا: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ باعتبار ''مامور بہ'' کے واجب بھی ہوتا ہے اور مندوب بھی۔ لیکن نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر تمام کی تمام واجب ہے۔ اس لئے کہ جن باتوں سے شریعت مطہرہ نے انکار کیا، وہ حرام ہیں۔ اور زیادہ واضح اور ظاہر یہ ہے کہ قاضی ان باتوں سے بھی لوگوں کو منع کرے جن کا وہ خود مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ قاضی پر اس کام کا چھوڑنا اور دوسروں کو منع کرنا دونوں واجب ہے۔ لہٰذا اس نے اگر ان میں سے ایک کو چھوڑ رکھا ہے تو اس سے دوسرے کا ترک کر دینا واجب نہیں ہوجاتا۔ ھذ الفظہ۔

ان تمام باتوں کی صاحب کشاف نے بھی صراحت کی ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ نَهْیٌ عَنِ الْمُنْكَر میں یہ شرط ہے کہ ''مانع'' جانتا ہو کہ وہ جس کام سے منع کرنا چاہتا ہے۔ وہ ''قبیح'' ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ ممنوعہ کام واقع نہ ہوا ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ ظن غالب رکھتا ہو کہ میں جو منع کرنا چاہتا ہوں اس سے شخص مذکورہ ممنوعات پر زیادہ دلیر نہیں ہوجائے گا۔ اور یہ بھی اسے ظن غالب ہو کہ میرا منع کرنا اسے مفید ہوگا۔ اور اس کام کے وجوب کی شرائط میں سے یہ

ہے کہ اس کو ظن غالب میں ہو کہ میں جس کام سے منع کرنے والا ہوں۔ وہ اس ممنوعہ کام میں پڑا ہی چاہتا ہے اور یہ بھی ظن غالب کے طور پر جانتا ہو کہ اگر میں نے اسے روکا اور منع کیا تو اس کے بدلہ میں مجھے کوئی عظیم صدمہ اور نقصان لاحق نہیں ہوگا۔ رہا اَمرٌ بِالْمَعْرُوْفِ کرنا تو ہر مکلّف کو کیا جانا چاہیئے اور غیر مکلّف کو بھی کر سکتے ہیں۔

جب وہ کسی نقصان وغیرہ کا ارادہ کرے اسے بھی منع کیا جائیگا جس طرح بچوں اور مجنوں لوگوں کو ''محرمات'' سے روکا جاتا ہے تاکہ آگے چل کر کہیں'' ان کی عادت نہ بن جائے۔ جس طرح بچوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ مستقبل میں بالغ ہونے پر وہ اس کے پابند ہو جائیں۔ صاحب کشاف کے کلام کا ماحاصل یہ ہے۔

صاحب مدارک نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ کام سرانجام دینے والا ایسا ہونا چاہیے جو اس کے طریق کا عالم اور اس کی اقامت کی ترتیب سے اچھی طرح واقف ہو۔ لہٰذا واعظ (اَمرُ بِالْمَعْرُوْفِ و نَہِیُ عَنِ الْمُنْکَر کرنے والا) کو پہلے پہل بڑے آسان اور میٹھے انداز میں سمجھانا چاہیئے۔ اس کام پر متنبہ کرنا چاہیئے اور دل لبھا دینے والے انداز سے کہنا چاہیئے ہوسکتا ہے کہ اس طریقۂ تبلیغ سے اس میں قبولیت کا اثر پیدا ہو جائے۔ اور اگر یہ سب کچھ نفع نہ دے تو اس انداز سے اوپر والا انداز اختیار کرنا چاہیئے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ''بغاوت'' کے مسئلہ میں پہلے فَاَصْلِحُوْا ارشاد فرمایا۔ یعنی دونوں فریق مومن ہیں، بھائی بھائی ہیں، ان میں صلح وصفائی کرادو۔ اور اگر اس سے کام نہ بنے۔ تو فرمایا: فَقَاتِلُوا اب ان سے لڑو، یہ بحث طویل ہے جو اس کے متعلق موضوع والی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہے۔

مختصر یہ کہ اَمرُ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہِیُ عَنِ الْمُنْکَر کی فرضیت میں نہ کوئی شبہ ہے۔ یہ بات آیات و احادیث سے ثابت ہے اور اس پر اجماع منعقد ہے۔ رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (پارہ 7، سورۃ المائدۃ، آیت 105) اے مومنو! تمہیں اپنی خیر خواہی اور بھلائی کی طرف توجہ دینا چاہیئے۔ جب تم ہدایت پر ہو گے تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تو یہ اَمرُ

بِالْمَعْرُوْفِ و نَہِیْ عَنِ الْمُنکَر کے عدم وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ حضرات مفسرین کرام وعلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کی تصریح کی ہے یہ آیت کریمہ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جو تمام کفار کا مومن ہو جانا محبوب رکھتے تھے۔ یعنی تمام کافر اگر ایمان نہیں لاتے تو تمہیں ان کا کفر کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ جو اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ سے محبت کرتے ہیں۔

صاحب الاتقان حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں عمدہ اور عجیب گفتگو کی ہے، لکھتے ہیں: آیت کریمہ کے عجائبات میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ منسوخ ہے یعنی یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ میں عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَایَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ منسوخ ہے۔ اور اس کا آخری حصہ ناسخ ہے۔ اور وہ قول باری تعالیٰ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ ہے وہ اس طرح کہ اس آیت کا اوّل حصہ اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور آخری حصہ اس کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ''اِذَا اھْتَدَیْتُمْ بِالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ''، جب تمہیں اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ اور نَہِیْ عَنِ الْمُنکَر کی ہدایت مل چکی ہے۔ لیکن علامہ موصوف کا اس آیت میں نسخ کا دعویٰ نہایت رکیک ہے اور اس کی رکاکت ہر اس شخص پر واضح ہے جسے علم اصول میں مہارت ہو۔ کیونکہ '' ناسخ '' کیلئے شرط ہے کہ وہ ایک مستقل کلام ہونا چاہیئے اور اپنے ماقبل (منسوخ) سے متراخی ہونا چاہیئے۔ (یہاں مستقل کلام نہیں)

حضرت امام مفسر زاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا: ''اے میرے ساتھیو، یہ آیت کریمہ تمہیں اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ کے ترک پر نہ ابھارے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اِذَا اھْتَدَیْتُمْ فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہا: '' اِذَا صَلَّیْتُمْ اَوْ صُمْتُمْ '' (جب تم نماز پڑھتے ہو یا روزہ رکھتے ہو) اور اَمْر بِالْمَعْرُوْفِ بھی ''اھْتِدَاء'' کی ہی ایک قسم ہے'' یہ کلام بہت خوبصورت ہے کیونکہ اس میں نسخ کا دعویٰ نہیں۔

صاحب کشاف نے کہا کہ اس آیت سے مراد اَمْر بِالْمَعْرُوْف کا ترک نہیں بلکہ

اس سے خطاب ان لوگوں سے کیا جارہا ہے جو کافروں اور فاسقوں کے کفر پر افسوس کرتے ہیں اوران کے معاصی پر تاسف کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے عیوب ہمیشہ بیان کیئے جاتے رہیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ بلکہ عنقریب ایسازمانہ آئے گا کہ تم لوگوں اَمر بِالمَعرُوف کرو گے۔ لیکن کوئی بھی تمہاری بات قبول کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوگا۔ اس وقت عَلَیکُم اَنفُسَکُم پر عمل ہوگا۔ اسی کی مثل حضرت سیدنا ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ صاحب کشاف کے کلام کا خلاصہ یہی ہے۔

اسی کی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ قول فَذَکِّر اِن نَّفَعَتِ الذِّکرٰی (نصیحت کرو اگر نصیحت کرنا نفع دے) کیونکہ یہ آیت اَمر بِالمَعرُوفِ کی نفی اس حالت میں کرتی ہے جب اس کا نفع نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ آیت بھی کفار کو ایمان کی تبلیغ کے حق میں نازل ہوئی۔ پس یہ یا تو منسوخ ہے یا اس میں موجود شرط بحسب عادت ہے یا اس آیت کے ذریعہ اس بات کی خبر دی جارہی ہے کہ کفار میں نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یا اس میں حرفُ۔ ان'' بمعنیٰ ''قد'' ہے۔ جس کی بعض تفاسیر وغیرہ میں تصریح آئی ہے۔ واللہ اعلم

(حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی نے کہا: عَلَیکُم اَنفُسَکُم لَایَضُرُّکُم مَّن ضَلَّ اِذَا اهتَدَیتُم تمہیں اپنی فکر ہونی چاہیئے جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی گمراہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ جو تم نے پڑھی وہ میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''لیبلغ الشاھد الغائب'' تم میں سے جو موجود ہیں انہیں ان لوگوں تک احکام شرع پہنچانے چاہئیں جو موجود نہیں۔ ہم لوگ تو موجود ہیں جو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور مقدس میں موجود تھے۔ اور تم اس وقت غائب (غیر موجود) تھے۔ لہٰذا ہمیں ان احکامات کی تبلیغ کرنا ہے۔ اور اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہماری ذمہ داری ہے۔ ہاں آیت مذکورہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو ہمارے بعد آئیں گے۔ اگر وہ کسی کو تبلیغ کریں گے تو ان کی بات قبول نہیں کی جائے گی اسے لوگ نہیں مانیں گے۔ اسی طرح

حضرات ابو امیہ الشعابی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ میں حضرت سیدنا ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا اور ان سے پوچھا: آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ پوچھا کس آیت کے بابت پوچھتے ہو۔ عرض کیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (پارہ 7، سورۃ المائدہ، آیت 105) کے بارے میں۔ فرمانے لگے: خداعزوجل کی قسم تم نے اس کے بارے میں ایسے شخص سے سوال کیا جو اس کے مفہوم سے بہت باخبر ہے۔ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ”اَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ کرتے رہو اور منکر سے منع کرتے رہو۔ حتیٰ کہ تم جب دیکھو کہ لوگ خواہشات کے خوگر ہو گئے اور ہویٰ و ہوس کے متبع ہو گئے اور دنیا کی رغبت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کو ہی اچھا سمجھتا ہے تو اس وقت تمہیں اپنی فکر کرنا مقدم ہے اور عوام کو چھوڑ دو۔ تمھارے بعد ایسے ایّام آئیں گے جن میں تمہیں صبر کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا۔ سو جس نے ان دنوں میں صبر کا دامن نہ چھوڑا گویا اس نے مٹھی میں سلگتا انگارا پکڑا۔ اس دور میں کسی ایک شخص کا اچھا عمل پچاس لوگوں کے اچھے عمل کی مثل ہوگا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! پچاس آدمی اس دور کے یا ہمارے دور کے پچاس کی مثل؟ فرمایا: تمہارے دور کے پچاس مردوں کے عمل کی مثل۔ اس روایت کی تخریج امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور حدیث حسن غریب کہا۔ چلتے چلتے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اور روایت بھی ملاحظہ ہو جائے۔ حضرت سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لوگوں! تم یہ آیت کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (پارہ 7، سورۃ المائدہ، آیت 105) پڑھتے ہو۔ لیکن تم اسے اپنے موقع و محل پر نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی تم اس کے بارے میں یہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے۔ میں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں گے پھر وہ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ نہ روکیں گے، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے عام عذاب میں گرفتار کر لے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَهِيٌ عَنِ الْمُنْكَر کرتے رہو۔ جب ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ تمہاری کوئی نہ مانے۔ اور تمہاری باتیں تم پر لوٹا دی جائیں تو پھر اپنی فکر کرنا۔ پھر فرمایا: قرآن کریم کی کچھ آیات ایسی نازل فرمائی گئیں جن کی تاویل ان کیے نزول سے پہلے گزر گئی۔ کچھ ایسی ہیں جن کی تاویل حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوئی اور بعض ایسی ہیں جن کی تاویل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بہت جلد رونما ہوگی اور کچھ ایسی ہیں جن کی تاویل آخری زمانہ میں ہوگی۔ لہٰذا جب تمہارے دل اور خواہشات مختلف ہو جائیں اور تم فرقوں میں بٹ جاؤ کہ تم میں سے بعض بعض کے دشمن بن کر ان کیلئے عذاب بن جائیں۔ تو اس وقت اس آیت عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ کی تاویل آئے گی۔

مختصر یہ کہ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ و نَهِيٌ عَنِ الْمُنْكَر قرآن کریم کی قطعی آیات سے اس کی فرضیت دینی ثابت ہے۔ اور وجوب کی حالت میں اس کا تارک گنہگار اور نافرمان ہوگا۔ اور دیگر نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحق عذاب دنیوی واخروی ہوگا۔ عذاب دنیوی کیلئے ''اہل سبت'' کا واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ ان پر حضرت سیدنا داوٗد علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ عزوجل! ان پر لعنت کر اور لوگوں کیلئے انہیں عبرت بنا۔ چنانچہ یہ ''بندر'' ہوگئے۔ اہل مائدہ پر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، وہ سور ہوگئے مگر اتنا یاد رہے کہ امر و نہی نہ تو ہر شخص پر واجب ہے اور جن پر واجب ہے ان پر بھی ہر حال میں واجب نہیں۔ اس لئے جن لوگوں پر یا جن حالات میں یہ واجب نہیں۔ اس کے ترک پر مواخذہ نہیں۔ بلکہ بعض صورتوں میں تو شریعت مطہرہ نے ہی اسے ترک کی رغبت دلائی ہے۔ مثلاً ایسا کرنے سے شدید فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ اسی طرح ظن غالب ہو کہ اس کا کوئی نفع نہ ہوگا اور کوئی نتیجہ درست برآمد نہ ہوگا تو خواہ مخواہ چھیڑ خوانی کوئی ضروری نہیں۔ پھر خاص کر ایسے حالات و واقعات میں کوئی اہم دینی کام ہو رہا ہے۔ اور اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ و نَهِيٌ عَنِ الْمُنْكَر کرنے سے لوگ اس اہم دینی کام کو ہی چھوڑ دیں۔ مثلاً ٹائی باندھے پینٹ ہیٹ ملبوس کئے کوئی نماز ادا کرتا ہے اور وہ اس لباس کو پہننے کا اس قدر خوگر ہے کہ اصرار سے بھی نہیں اتارے گا۔ اب اگر اسے کوئی سمجھائے

گا تو وہ مسجد میں آنا اور نماز ادا کرنا ہی چھوڑ دے گا۔ جس سے وہ ایک اہم دینی کام سے محروم ہوگیا۔ اور دل میں جو اسلام و اعمال صالحہ کی رغبت تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔ ایسی صورت میں بڑے آسان اور میٹھے طریقے سے ہدایت کی بات کی جائے اس لئے مناسب وقت کا انتظار اور مناسب حالت کا ہونا اگرچہ بظاہر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَهِیٌ عَنِ الْمُنْکَر کا ترک ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ترک نہیں۔ بلکہ اسی کیلئے ایک قسم کی تدبیر اور سعی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شریعت کا مذاق اڑانا" کفر" ہے

اور اگر تم ان سے پوچھو گے تو وہ لازماً کہیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور کھیل بنا رہے تھے۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو۔ مت بہانے تراشو، تم نے یقیناً اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کردیں تو دوسرے کو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ یقیناً مجرم ہیں"۔ (القرآن)

مروی ہے کہ منافقین کی ایک سوار جماعت نبی کریم ﷺ کے قریب سے گزری۔ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے تو آپس میں کہنے لگے۔ اس مرد کو تو ذرا دیکھو کہتا ہے کہ میرا ارادہ شام کے محلات اور قلعے فتح کرنے کا ہے۔ ہائے کیسے ارادے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کی اپنے حبیب ﷺ کو اطلاع دے دی۔ آپ ﷺ نے انہیں بلوایا۔ جب آئے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا۔ کیا تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں؟ کہنے لگے: خدا کی قسم! ہرگز ہرگز نہیں کیں، ہم نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا۔ ہاں ہم آپس میں سواروں کی سی گفتگو کررہے تھے تاکہ ہمارا سفر آسان ہوجائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں یعنی اگر آپ ﷺ ان منافقین سے اس قصہ کی بابت کچھ سوال کریں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو سفر میں ان باتوں سے دل بہلا رہے تھے۔ آپ ازروئے توبیخ و ڈانٹ انہیں کہیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء کررہے تھے۔ یہ انہیں اس بات پر ڈانٹ پلائی جارہی ہے کہ استہزا کا بھی کوئی مقام ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل، اس کی آیات اور اس کے

رسول ﷺ ایسے نہیں کہ ان کا مذاق اڑایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان منافقین کو الزام بھی دیا جارہا ہے تاکہ ان کے خلاف حجت بن سکے ان کے جھوٹے بہانوں کو کسی زمرے میں نہ لایا جائے جیسا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول لَتَعْتَذِرُوْا دلالت کرتا ہے یعنی اے منافقو! تم یہ بہانے بنانے میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ یہ ایسے بہانے جن کا جھوٹا ہونا معلوم ہے۔ تم نے ایمان کے بعد کفر کا اظہار کیا ہے۔ اگر تم میں سے ایک گروہ کو ہم اس کے توبہ کرنے اور اخلاص نیت کی وجہ سے معاف کردیں یا انہیں اس لئے معاف کردیں کہ اب وہ استہزاء اور اذیت پہنچانے میں آگے نہیں بڑھیں گے تو دوسرے گروہ کو جو نفاق پر ڈٹا رہے گا یا ایذا اور استہزاء کا طریقہ اپنائے رکھے گا اسے ہم عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے۔

آیت کریمہ میں فعل اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَۃٍ مِّنْکُمْ نُعَذِّبْ (پارہ 10، سورۃ التوبۃ، آیت 66) جناب سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ کی قراءۃ میں "نون" کے ساتھ (جمع متکلم کا صیغہ) ہے لیکن انہی صیغہ جات کو "یاء" کے ساتھ (غائب مذکر کا صیغہ) مبنی للفاعل (یعنی مضارع معروف) بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت اخیرہ میں ان کا فاعل "اللہ تعالیٰ" ہوگا اور ایک قراءۃ میں "تاء" کے ساتھ مضارع مجہول کا صیغہ بھی مذکور ہے۔ یہ آیت کے معنی کو دیکھتے ہوئے پڑھا گیا ہے۔ گویا کہا جارہا ہے کہ کسی گروہ پر رحم نہ کیا جائے۔ اگر یہ تاویل نہ جائے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ عَنْ کی وجہ سے اسے تذکیر پر محمول کیا جائے۔ (ھکذا قالوا)

تفسیر حسینی میں ان لوگوں کے نام بھی لکھے گئے جو مذاق اڑانے والے تھے جو، ودیعہ بن ثابت اور اس کے ساتھی ہیں اور اُن لوگوں کے نام جو تائب ہوگئے اور انہیں معاف کردیا گیا۔ ان میں ایک کا نام "جہر بن حمیر" تھا۔ تفسیر زاہدی میں ایک اور روایت بھی ہے کہ جو اس آیت کے شان نزول کے بارے میں لکھی گئی۔ وہ یہ کہ حضور سرور کائنات ﷺ عقبہ کی رات اونٹ پر سوار تھے۔ رات بہت اندھیری تھی۔ عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے چیلے چانٹے اکٹھے ہوئے۔ پروگرام یہ بنایا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے راستہ میں کھجوروں کے درخت سے نکالی گئی چکناہٹ سے بھرا ایک برتن رکھ دیا جائے تاکہ جب آپ ﷺ کا اونٹ وہاں سے گزرے تو اس برتن کی چکناہٹ کی وجہ سے اس کا پاؤں پھسل جائے اور وہ

ڈولنے لگے۔ برتن کا منہ بند کر دیا۔اسی طرح آپ ﷺ (معاذ اللہ) زمین پر گر پڑیں گے۔ان لوگوں میں جہر بن حمیر بھی تھا۔لیکن وہ ان سے اس مکر و فریب سے نا آشنا تھا۔سو اللہ تعالیٰ نے اس تمام حالت کی اپنے حبیب ﷺ کو خبر دے دی۔جب آپ ﷺ نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے: ہم تو کھیل تماشا اور مذاق کر رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی معذرت قبول نہ کی۔صرف جہر بن حمیر کو معافی ملی کیونکہ یہ شخص "مخلص" تھا۔تفسیر زاہدی میں مذکورہ شان نزول کا یہ خلاصہ ہے۔

مقصود یہ ہے کہ آیت کریمہ اپنے ظاہری الفاظ سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ "شرائع" کے ساتھ استہزاء کفر واجب کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کفر کو ان لوگوں کے استہزاء پر مرتب فرمایا ہے۔جس کے یہ الفاظ ہیں: قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (پارہ 10، سورۃ التوبۃ، آیت 66) اسی طرح محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے "ترجمۃ الاحکام" میں اسے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ میں نے اس کے سوا کسی اور کتاب میں یہ استدلال نہیں دیکھا اور "نفس مسئلہ" کتب کلامیہ (عقائد) میں معروف ہے علامہ سعد الملۃ والدین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے اور لکھا کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کا استہزاء و تمسخر اڑاتا ہے یا اس کے اوامر (احکام) میں سے کسی امر (حکم) کا مذاق اڑاتا ہے یا یہ خواہش رکھتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام (علیہم السلام) میں سے کوئی بھی نبی نہ آتا اور اس کا کہنا استخفاف یا عداوت کی بناء پر ہو۔یا ایسے آدمی کے سامنے رضامندی اور خوشی سے ہنستا ہے جس نے کلمہ کفر بکا یا کسی بلند جگہ بیٹھتا ہے اور اس کے چاروں طرف کچھ لوگ بیٹھے ہوتے ہیں جو اس سے مختلف مسائل دریافت کرتے ہیں اور وہ ہنستے ہیں اور اسے تکیہ جات سے مارتے ہیں یا کوئی شخص صرف بطور استخفاف کلمہ کفر کہتا ہے۔اس کا اعتقاد اس قول کے مطابق نہی ان تمام باتوں سے وہ "کافر" ہو جائے گا۔"

(تفسیرات احمدیہ ص 637)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ

(پارہ 4، سورۃ ال عمران، آیت 112)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ عزوجل (کے عذاب) سے ڈرو جیسا کہ حق ڈرنے کا ہے

چوتھا باب

تزکیۂ نفس جہاد اکبر کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

امابعد: مفسرِ قرآن شیخ الشیوخ محمد یعقوب الچرخی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اور اپنے نفس کو بری خواہش سے روکتا ہے، نفس سے جو خلاف شرع مطالبہ ہو اس کی جانب نفس کو نہیں جانے دیتا ہے، اَلْهَوٰى بری اور ناشائستہ وناجائز چیز کی طرف دل کا میل کرنا اور نفس کی خواہش بھی مراد ہے۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ پس بے شک بہشت ہی هِيَ الْمَاْوٰى اس کا ٹھکانہ ہوگی، یعنی جو نفس کی خواہش کو پورا نہیں کرتا اور خدائے تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی نہیں کرتا تو جنت اس کا دائمی وابدی ٹھکانہ ہوگا اور وہ اس میں سے باہر نہیں نکلے گا۔

حضرت شیخ المشائخ خواجہ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حق تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں ہوائے نفس سے بڑھ کر کوئی خبیث چیز جو مخالفت حق تعالیٰ ہے پیدا ہی نہیں فرمائی، اہل طریقت کے نزدیک مرد اس وقت بالغ ہوتا ہے جس وقت وہ ہوائے نفس سے نجات ورہائی پالیتا ہے۔

بیت

''مستان خدا کے سوا مخلوق بچوں کی طرح ہے، ہوائے نفس سے چھٹکارا پانے والے کے سوا کوئی بالغ نہیں ہے''۔

مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ دو آیات مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور انکے بھائی عامر بن عمیر جو عرب کے شہزادگان تھے ان کے بارے میں نازل ہوئیں، ایک مومن تھے اور دوسرا کافر تھا۔ عامر بن عمیر کافر تھا۔ یہ آیت اسی کے حق میں نازل ہوئی اور غزوۂ بدر میں اس کے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا۔ تو اس آیت میں فَاَمَّا مَنْ طَغٰى () وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا () فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى اور دوسری آیت وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى () فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، جو غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے یہ یوں ہوا کہ ابوسفیان پدر (بیٹا)

معاویہ بہت بڑا لشکر میدان احد میں لے آیا تھا، احد ایک پہاڑ ہے جو مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک واقع ہے، اور اس لڑائی میں عَلَمَ اسلام (اسلام کا جھنڈا) مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا گیا تھا، ابن قمیہ نامی ایک کافر تھا جو کافروں کے لشکر کا پہلوان تھا، لعنۃ اللہ علیہ۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نیزہ پھینکا تو مصعب نے خود کو نیزے کے سامنے کر دیا اور نیزہ آپ کو لگا اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ و سلامت رہے، اور علم اسلام کو ایک فرشتہ نے تھام لیا کہ وہ زمین پر نہ گرے، ابن قمیہ لعنۃ اللہ علیہ نے نعرہ بلند کیا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا ہے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے مار ڈالا۔ لشکر کفار نے اس جنگ میں عم رسول حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا تھا، جس طرح کہ کتب تواریخ بالوضاحت موجود ہے، پس یہ آیت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاک و خون میں غلطیدہ و افتادہ اور بسیار زخم خوردہ (بہت زیادہ زخم لگے ہوئے) دیکھا تو اپنے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے فرمایا دیکھو! کہ دنیا میں یہ کس قسم کا لباس پہنا کرتے تھے (یعنی بہت ہی خوش لباس تھے اور آج!) لوگوں نے کہا کہ ان کے جوتے سونے کے ہوتے تھے، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم شکل بھی تھے۔

رباعی

مطبخ عشق میں بجز، نیک کے کسی کو ذبح نہیں کرتے اور لاغر صفات اور بدخو سے کوئی سروکار نہیں رکھتے، اگر تو عاشق صادق ہے پھر جاں بازی سے دامن نہ بچا اور جو مردار ہوا کرتا ہے اسے تو کوئی ذبح نہیں کرتا۔

ظاہراً گذشتہ دو گروہوں کے بارے آیات عام ہیں ایک درحق مومناں اور دوسری درحقِ کافراں ہے، قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہش نفس کا غلام کتنا برا ہے کہ یہی ہوائے نفس اسے گمراہ کر دیتی ہے اور خواجہ محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیاوی امور اور عبادات میں ہوائے نفس کو ترک کرنا حق ہے، کیونکہ ہوائے نفس مضل ہے اور یہ فقیر بخارا میں تھا کہ میں اپنے اندر کاہلی و تیرگی محسوس کی، خیال کیا کہ چند روز روزہ رکھ لیتا ہوں کہ ممکن یہ

کاہلی و تیرگی دور ہو جائے، روزہ کی نیت کی اپنے حضرت سیدنا امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، جب مجھے آپ (حضرت سیدنا امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) نے دیکھا تو فرمایا کھانا لایا جائے اور مجھ ضعیف کو فرمایا کہ کھانا کھاؤ اور پھر مذکورہ بالا حدیث شریف کہ سنائی، بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدُ الْهَوىٰ يُضِلُّه، اور پھر اس حدیث شریف کے معانی میں تقریر فرمائی پھر فرمایا میں (حضرت سیدنا امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) نے تجربہ سے آزمایا ہے کہ کھانا ہوائے نفس کو قابو کرنے میں روزہ سے زیادہ اولیٰ ہے اور بہتر و مفید ہے،

مثنوی

اپنے نفس کو ایک بدکار عورت سے بھی برا خیال کر اس لئے وہ عورت تو جزوی طور پر غلط کار ہے اور تیرا نفس تو سراپا شر اور برائی ہے، اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرتا ہے تو پھر جو وہ کہے اس کے خلاف کر۔ اگر وہ تجھے صرف نماز اور روزہ پر کہے تو پھر بھی وہ مکار ہے اس سے زائد تجھے چاہیے کہ کچھ کرے۔ اپنے نفس سے مشورہ کرنے میں بھی کہ نفس کا کام ہی الٹا ہوتا ہے۔ پس تو نفس کی مخالفت کر اس لئے پیغمبر علیہم السلام کی دنیا میں یہی وصیت ہے"۔

کہتے ہیں انسانی زندگی دوبارہ ہونی چاہیے تاکہ بندہ ایک بار تجربہ کرے اور دوسری زندگی میں عمل کرے۔ نیز اس ارشاد عالی سے یہ مفہوم ہوا کہ عبادات نافلہ میں بھی ہوائے نفس کی دست درازیوں اور شب خونوں کا عمل دخل رہتا ہے، عارفان حق واصل باللہ علماء (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے فرمایا ہے کہ نفلی عبادت شیخ کامل جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو اس کی اجازت سے ہونی چاہیے، کیونکہ وہ ہوائے نفس سے رہائی و چھٹکارا پا چکے ہوتے ہیں اور خواہشات نفسانی کو رد کر چکے ہوتے ہیں، کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ پختہ اور شیریں انگور کبھی کچا اور کھٹا یا ترش نہیں بن سکتا اور کوئی میوہ بھی پک کر دوبارہ ابتدائی باکورہ حالت میں نہیں بدل سکتا ہے۔ الفانی لا یرد اور اس فقیر (محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایسے ہی کامل باخدا مردان طریقت سے پوچھا یعنی اپنے شیخ کامل سے کہ اگر کسی کو ایسا شیخ کامل

نصیب نہ ہو تو وہ کیا کرے، تو آپ نے فرمایا کہ وہ کثرت سے استغفار پڑھا کرے اور ہمارے خلیفہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد بیس بار یہ استغفار پڑھے تو سو بار کا اجر ملے گا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ گھنے بادل کی طرح میرے دل میں ایک پردہ سا پڑ جاتا ہے پس میں ہر روز سو بار استغفار کرتا ہوں۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص173)

یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَا تِہٖ (پارہ 4، سورۃ ال عمران، آیت 112) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ عزوجل (کے عذاب) سے ڈرو جیسا کہ حق ڈرنے کا ہے۔ عبد الرزاق، فریابی، ابن جریر، ابی حاتم اور ابن مردویہ (رحمۃ اللہ علیہم) نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور طبرانی نے معجم میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں رضی اللہ عنہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت نقل کی ہے بلکہ ابو نعیم نے اس روایت کو مرفوع کہا ہے۔ کہ حَقّ تقویٰ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اس کو یاد رکھا جائے فراموش نہ کیا جائے بغوی نے بحوالہ حضرت سیدنا ابن مسعود و حضرت سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہما) صرف اول ٹکڑا نقل کیا ہے۔ کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے۔

میں کہتا ہوں (ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ) یاد کرنے اور بھول نہ جانے سے مراد فناء قلب پر ہے رہی اطاعت و عدم عصیان اور شکر و عدم کفران تو ان امور کا مدار نفس کے فناء پر ہے۔ حقیقی ایمان اور قلبی اطمینان پر ہی اطاعت کلی اور شکر دوامی کی بناء ہے۔ پس اس آیت کا تقاضا ہے کہ کمالات ولایت کو حاصل کرنا واجب ہے آیت کے سببِ نزول کا بھی یہی تقاضا ہے اوس و خزرج کا باہمی تفاخر باقی ماندہ امراض نفس کا نتیجہ تھا اس لئے تمام امراض باطنہ سے نفس کو پاک صاف کرنے اور مکارمِ اخلاق خشیۃ اللہ اور ذکر دوامی سے قلب و نفس کو آراستہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(تفسیر مظہری، ص317 ج 2)

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (پارہ 1 سورۃ البقرۃ، آیت 43). اور نماز پڑھتے رہو

اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اور جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کی تعمیل میں مشغول رہو۔ اس آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ اپنے قلب اور نفس کی حالت کو درست کرنے کے لئے نفس سے جہاد کرے کافروں سے جہاد کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ اول جہاد کا مقصد ہے اپنے نفس کی اصلاح اور دوسرے جہاد کی غرض ہے کافروں کی اصلاح اور دنیا کو بگاڑ سے خالی کر دینا (اور ظاہر ہے کہ اپنی ذات کو بگاڑ سے بچانا دوسروں کو خرابی سے بچانے پر مقدم ہے) اسی لئے اللہ عزوجل نے جہاد نفس کو فرض عین اور جہاد کفار کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

(تفسیر مظہری ج 3 ص 171)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا، (پارہ 30، سورۃ الشمس، رکوع 16، آیات 9) کامیاب ہوا وہ شخص جس کے نفس کو اللہ عزوجل نے پاک کر دیا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں بے بسی سے سستی سے بزدلی سے زیادہ بڑھاپے سے اور عذاب قبر سے الٰہی میرے نفس کو تقویٰ وطہارت عطا فرما تو سب سے بڑھ کر نفس کو پاک کرنے والا ہے۔ تو نفس کا کارساز اور مولیٰ ہے الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو فائدہ بخش نہ ہو اس دل سے جو خشوع والا نہ ہو اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔

آیت کا مطلب اس تفسیر پر یہ ہوگا کہ جس نفس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتی جلوہ پاشیوں کے ذریعہ سے رذائل سے پاک کر دیا یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل سے اور اللہ عزوجل کے احکام سے رضا مند ہو گیا اس کی یاد اور اطاعت سے اطمینان اندوز ہو گیا اُس کے ممنوعات سے اور ان تمام امور سے جو اللہ عزوجل سے روکنے والے ہیں مجتنب بن گیا وہی کامیاب ہو گیا۔ حضرت سیدنا شیخ المشائخ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اس کو صالح بنا لیا اور اللہ عزوجل کی اطاعت پر آمادہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا گویا حضرت سیدنا شیخ المشائخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکّٰی کی ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے۔

(تفسیر مظہری ج 12 ص 422)

حضرت امام مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ اجل حضرت سیدنا بہاء

الدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ مخالفت نفس ہے۔ مراد یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی نہگداشت کے ساتھ ساتھ نفس کی مخالفت کی جائے۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر مظہری ج 12 ص 297)

حضرت سیدنا امام مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بندہ جب تک خواہش نفس میں لگا رہتا ہے بندۂ نفس اور مطیع شیطان ہوتا ہے۔ یہ نعمت عظمیٰ یعنی خواہش نفس سے آزاد ہو جانا خالص ولایت سے وابستہ ہے اور کامل ترین فنا و بقا پر موقوف ہے (ہر شخص کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا)

میں کہتا ہوں (حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ) کہ اس مرتبہ پر پہنچ کر صوفی تقدیر الٰہی کو پسند کرتا ہے خواہ اس کی طبیعت کے خلاف ہی ہو کسی آئے ہوئے دکھ دور کرنے کی دعا وہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ اس کو دعا کرنے کا حکم ہے اور طلب عافیت پر وہ مامور ہے۔ اس لئے دعا نہیں کرتا کہ وہ تکلیف سے دل تنگ اور مراد نہ ملنے سے کبیدہ خاطر ہو جاتا ہو اس مرتبہ میں وہ ویسا ہی اللہ عزوجل کا بندہ اپنے اختیار سے ہو جاتا ہے جس طرح وہ تکوینی اور اضطراری طور پر خدا عزوجل کا بندہ ہوتا اس وقت شیطان کو اس کے پاس پہونچنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا شاذ و نادر صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ انسان تک شیطان کا راستہ عموماً خواہش نفس کے ہی ذریعہ سے پہونچتا ہے دیکھو جو شخص گرم مزاج رکھتا ہو اور غصہ سے مغلوب ہو جاتا ہو شیطان اس کی نظر میں قتل اور ظلم کو اچھا فعل بنا کر دکھاتا ہے اور جو شخص ٹھنڈے مزاج اور کمزور دل والا ہو اس کو شیطان بتاتا ہے کہ جہاد سے بھاگ جانا حق کے معاملہ میں غیرت کو چھوڑ دینا اور منافقت کرنا اچھا وغیرہ لہٰذا اگر کوئی شخص خواہش ہی کو ختم کر دے تو اس کے پاس آنے کے شیطان کے سب راستے بند ہو جاتے ہیں یہی مفہوم ہے اس آیت مبارکہ کا: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ و کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلاً۔

(تفسیر مظہری ج 12 ص 299)

حضرت امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث یزدانی استاد ابو

علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ جس شخص نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ساتھ مزین کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ساتھ مزین کردیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' (پارہ 21، سورۃ العنکبوت، آیت 69) جنھوں نے ہمارا راستہ میں کوشش کی۔ ہم ضرور ان کو اپنا راستہ دکھادیں گے۔ یادرکھیں کہ جو شخص ابتداء میں مجاہدہ نہیں کرتا۔ وہ اس طریقہ (تصوف) میں سے شمہ بھر بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

(رسالہ قشیریہ، ص 251)

حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات غریب القرآن میں فرمایا جہاد و مجاہدہ دشمن کے مقابلے میں پوری قوت کا صرف کرنا ہے۔

اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ظاہری دشمن سے جہاد۔

(۲) شیطان سے جہاد۔

(۳) نفس سے جہاد۔

ان تینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ'' (پارہ 17، سورۃ مومنون، آیت 78) اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے یعنی پوری قوت وطاقت سے اور فرمایا ''وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ'' (پارہ 26، سورۃ الحجرات، آیت 15) اور جنہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا۔

آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جاهدوا اهواء كم كما تجاهدون اعداء كم'' (الحدیث) یعنی اپنی خواہشات کے خلاف اس طرح جہاد کیا کرو جیسے تم اپنے دشمنوں سے جہاد کرتے ہو نفس سے جہاد یہ ہے کہ آپ نفس کو شرعی مامورات ومنہیات کی مطابقت کا پابند بنانے کیلئے اسے خواہشات کی پیروی سے روکیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' (سورۃ العنکبوت)

جنہوں نے ہماری راہ میں جدوجہد کی تو ہم انہیں ضرور اپنے راستوں کی ہدایت دینگے۔

حضرت سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''**المجاهد من جاهد نفسه في الله**'' مجاہد وہ ہے جو اللہ عزوجل (کی راہ) میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرے (ترمذی شریف)

شرح الطریقہ محمدیہ میں مذکور ہے کہ تزکیہ نفس فرض عین ہے اور نفس کا تزکیہ مجاہدہ کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا مجاہدہ بھی فرض عین ہوا کیونکہ واجب جس چیز پر موقوف ہو اس کا علم بھی واجب ہوتا ہے۔

حضرت علامہ شیخ المشائخ شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاہدہ فی النفس عبادت ہے اور یہ علم کے بغیر ممکن نہیں اگر مجاہدہ فرض عین ہے تو اس مجاہدہ کا علم بھی فرض عین ٹھہرا۔

(تصوف کے حقائق، ص، 78)

حضرت عالی محبوب سبحانی سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹنے کی تشریح میں۔ جب بھی تو نفس کے ساتھ جہاد کرے اور اس پر غالب آجائے۔ اور مجاہدے کی تلوار سے اسے قتل کردے تو اللہ تعالیٰ اسے زندہ فرمادیتا ہے۔ وہ تجھ سے جھگڑتا ہے۔ اور تجھ سے حرام اور حلال خواہشات اور لذتیں طلب کرتا ہے تاکہ تو اس کے ساتھ مجاہدہ اور مقاتلہ کی طرف پھر لوٹے تاکہ تیرے لئے نور اور ثواب دائمی لکھا جائے۔ اور یہی معنی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کا کہ، ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 280)

حضرت عبد الرحمٰن امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماہ ناز کتاب ذم الھویٰ میں جہاد اکبر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بڑا بہادر کون

حضرت سیدنا سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا! جو شخص اپنی خواہشات پر قابو پالیتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ طاقتور ہے جو کسی شہر کو اکیلے فتح کرے۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 47)

اصل پہلوان

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ آدمی پہلوان نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آجائے۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 51)

بڑا جہاد کونسا ہے

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس ہوئے تو مجاہدین سے فرمایا تمہارا آنا مبارک ہو تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑا جہاد کونسا ہے فرمایا انسان کا اپنے نفسانی خواہشات سے جہاد کرنا۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 51)

مجاہدہ نفس بڑا جہاد کیوں ہے؟

مجاہدہ نفس، بڑا جہاد اس لئے ہے کہ نفس محبوب چیز ہے اور یہ جس چیز کی رغبت کرے وہ بھی محبوب ہوتی ہے۔ اور یہ اس کی دعوت دیتا ہے جس کی خواہش کرتا ہے۔ اور اس طرح سے نفس کی مخالفت مکروہ کام میں بھی محبوب ہوتی ہے۔ اور جب یہ کسی محبوب چیز کی طرف بلائے تو پھر محبوب کیوں نہ ہوگی۔ اور جب حالات اس کے مخالف ہو اور محبوب جس چیز کو پسند کر رہا ہے اس کی مخالفت مشکل اور بڑا جہاد کیوں نہ ہوگی۔ بخلاف کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے۔ کیونکہ طبیعتیں دشمنوں سے برسرپیکار ہونے پر تیار ہو جاتی ہیں۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے۔ ''وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ''

تم اللہ عزوجل کی راہ میں ایسے جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 78)

اس مذکورہ ارشاد کی تفسیر میں حضرت شیخ المشائخ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جہاد سے مراد نفس اور خواہش سے مقابلہ کا جہاد ہے۔ (عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 51، 52)

مفسر قرآن یادگار صوفیاء علامہ حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ **وَ جَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ** اور خدا عزوجل کی راہ میں اس کے واسطے جنگ کرو جیسا کہ جنگ کرنے کا حق ہے۔ یعنی صاف دلی اور خالص نیت سے اور جہاد دو ہیں۔ ایک ظاہری دشمن سے جیسے مشرک اور باغی دوسرے باطنی دشمنوں سے جو کہ نفس اور خواہشات ہیں۔ جیسے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے فرمایا کہ **رَجَعْنَا مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ** چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف ہم لوٹے

نظم

اے شہان کشتیم ما خصم برون	ماند خصمے زو تبرور اندرون
کشتن این کار عقل و ہوش نیست	شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

ترجمہ: اے بادشاہو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا مگر اس سے بڑا دشمن اندر رہ گیا۔ اس کا مار ڈالنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے شیر باطن خرگوش کا بیگاری نہیں ہوسکتا۔

اسی سے ہے کہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حق جہاد یہ ہے کہ پلک جھپکنے کے برابر بھی نفس کے مجاہدہ سے نہ رکے کیونکہ اس سے بے خوف نہیں ہوسکتے **اَعْدَی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِی بَیْنَ جَنْبَیْکَ**۔ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے) اشارہ شرم گاہ کی طرف ہے۔

(تفسیر حسینی ج 2 ص 84)

فتوحات میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ قریب کے کافروں سے جنگ کرنے کے لئے فرمایا ہے اور اس کا فر نعمت نفس امارہ سے بڑا کوئی دشمن نہیں ہے اور دشمنوں میں سب سے زیادہ قریب وہی ہے کیونکہ **اَعْدَی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِی بَیْنَ جَنْبَیْکَ** (سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے) پس اس سے جنگ میں مشغول ہونا جس کو جہاد اکبر کہتے ہیں زیادہ مناسب ہے۔ اور اسی کی طرف مثنوی معنوی میں اشارہ کیا ہے۔

مثنوی

اے شہا کشتیم ما خصم برون	ماند از و خصمے تبر در اندرون
قد رَجَعْنَا مِنْ جَهَادِ الْاَصْغَرِ یم	این زمان اندر جہاد اکبر یم
سہل شیرے دان کہ صفا بشکند	شیر آن را دان کہ خود را بشکند

ترجمہ: اے بادشاہ ہم تو باہر رہنے والوں کے دشمن ہو گئے ہیں۔اس سے بہت بڑا دشمن ہمارے اندر ہے۔ جہاد اصغر سے ہم لوٹے ہیں اس وقت ہم جہاد اکبر میں ہیں۔شیر کے لئے صفوں کوتوڑ دینا آسان ہے۔شیر اس کو سمجھو جو اپنے کوتوڑ دے۔

(تفسیر حسینی ج1 ص 311)

صوفیاءکرام (رحمۃ اللہ علیہم) فرماتے ہیں، تمام گناہوں سے زیادہ بوجھل وجود کا گناہ ہے۔اس لئے کہ تمام گناہوں کا اصل سبب یہی ہے۔اور سالک کوسلوک سے بھی روکتا ہے۔(سبق اموز بات) سالک کو ہر گناہ سے توبہ لازمی ہے بلکہ راہ حق میں فانی ہوجائے۔

حضرت سیدنا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فکر خود ورائے در عالم رندی نیست	کفر ست دریں مذہب خود بینی وخودداری

ترجمہ: جہاں میں رند کو کوئی فکر نہیں بلکہ اسے خود اپنا بھی خیال نہیں

کیونکہ اس مذہب میں خود بینی وخودداری کفر ہے۔

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے، کہ نفس کی خرابیوں سے بچنا نفس کی طاقت سے مشکل ہے۔جب تک کہ تائید ایزدی نصیب نہ ہو۔

حضرت قطب الارشاد الشیخ ابوعبداللہ محمد بن علی الترمذی الحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی دل کوتر وتازہ اوراسے نرمی بخشتا ہے۔جب دل ذکر الٰہی سے فارغ ہوتو قلب پر نفس کی حرارت اورشہوات کی آگ کی گرمی پہنچتی ہے۔اس سے قلب سخت اور خشک ہوجاتا ہے

اسی وجہ سے پھر دیگر اعضاء طاعتِ الٰہی سے رک جاتے ہیں۔ جب یہ بیماری طول پکڑے تو دل سوائے کاٹنے کے کوئی اور چارہ نہیں رہتا۔ یہی قلب کا حال ہے پھر جس طرح وہ درخت کٹا ہوا سوائے جلانے کے اور کسی کام کا نہیں رہتا۔ ایسے ہی خشک اور سخت قلب وغیرہ سوائے جہنم کے ایندھن کے اور کسی کام کا نہیں ہوتا۔ (اعاذنا اللہ عنہا)

(فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان ص 152 ج 7)

حضرت قطب الاقطاب سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے حقیقتِ نفس اور معنی ہوا نفس کے لغوی معنی کسی چیز کی حقیقت اور اصلیت ہے۔ عام زبان میں یہ لفظ کئی مختلف اور متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً روح، انسانیت، حسن، خون وغیرہ۔ لیکن اہل تصوف کے نزدیک نفس ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ اتفاق اس بات پر ہے کہ نفس منبع شر اور رہبر بدی ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے نفس بدن میں روح کی طرح ایک امانت ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے نفس انسانی قالب کی ایک صفت ہے۔ جیسے حیات۔ یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ سب برے اخلاق اور مذموم افعال کا سبب نفس ہے مذموم افعال کی دو صورتیں ہیں:

(۱) گناہ

(۲) اخلاقِ بد مثلا غرور، حسد، بخل، غصہ و کینہ وغیرہ۔

جو شرعاً اور عقلاً مذموم ہیں یہ چیزیں ریاضت سے دور ہو سکتی ہیں جیسے توبہ سے گناہ۔ گناہ ظاہری صفات میں شامل ہے اور مندرجہ بالا بدیاں باطنی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی طرح ریاضت ظاہری افعال میں شامل ہے اور توبہ ایک باطنی صفت ہے۔ باطنی برائیاں ظاہری وصفوں سے پاک ہو جاتی ہیں اور ظاہری گناہ باطنی صفت یعنی توبہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ نفس اور روح دونوں قالب انسانی میں نہایت نازک چیزیں ہیں اور ایسے ہی موجود ہیں جیسے کائنات میں شیاطین، ملائکہ، بہشت اور دوزخ۔ مگر ایک محل شر ہے اور دوسری محل خیر۔ جیسے کہ آنکھ محل نظر ہے۔ کان محل سمع ہے اور زبان محل ذائقہ یا دیگر عین اور صفات یعنی جوہر اور عرض جو انسانی طبیعت کو ودیعت ہیں۔ نفس کے خلاف چلنا عادتوں سے بالاتر ہے اور اس

مجاہدوں کا نقطہ کمال ہے۔مخالفت نفس کے بغیر راہ حق دستیاب نہیں ہوتی۔نفس کی موافقت باعث ہلاکت اور اس کی مخالفت وجہ نجات ہے۔باری تعالیٰ نے مخالفت نفس کا حکم دیا ہے نفس کے خلاف چلنے والوں کی تعریف اور موافقت کرنے والوں کو مذمت فرمائی ہے۔چنانچہ فرمایا: وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی . (پارہ3،سورۂ الزارعت،آیت40) جس نے نفسانی خواہش کو رد کیا اس کے لئے بہشت جائے آرام ہے۔پھر فرمایا: اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓی اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۔(پارہ1،سورۂ البقرۃ،آیت37) جب تمہارے پاس کوئی رسول علیہ السلام آیا اور اس نے تمہاری خواہش پر صاد نہ کیا تو تم اس کے خلاف متکبرانہ روش پر اتر آئے۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا: وَ مَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ۔(پارہ13،سورۂ یوسف،آیت53) میں اپنے نفس کو بری الذمہ نہیں سمجھتا برائی پر امادہ کرتا ہے۔جب تک میرے رب عزوجل کا رحم شامل حال نہ ہو۔تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب باری تعالیٰ کو کسی بندے کی بہبودی منظور ہوتی ہے وہ اس کو نفس کے عیب سے آگاہ کر دیتا ہے۔آثار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت سیدنا داوٗد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا اے داوٗد علیہ السلام اپنے نفس سے عداوت کر۔میری دوستی اس کی عداوت میں ہے۔

یہ سب اوصاف ہیں اور ہر وصف کے لئے موصوف کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وصف از خود قائم نہیں ہوتا۔وصف کو سمجھنے کے لئے جملہ موصوف یعنی پورے قالب کو سمجھنے کی ضرورت ہے اس کا طریق کار یہی ہے کہ انسانی جبلت اور اس کے عجائبات کو سمجھا جائے۔یہ طالبان حق پر فرض ہے کیونکہ جو اپنی ذات کو سمجھنے سے قاصر ہو وہ دوسرے کو کیا سمجھ سکے گا۔جب انسان کو معرفت خداوندی کی طرف گامزن ہونا ہی ہے تو پہلے اس کو اپنی معرفت حاصل ہونی چاہئے تاکہ اپنے کو حادث دیکھ کر حق تعالیٰ کو قدیم دیکھ سکے اور اپنی فنا سے اس کی بقا کو سمجھ سکے۔نص قرآن اس پر شاہد ہے حق تعالیٰ نے کفار کو اپنی ذات کی جہالت میں مبتلا کیا اور فرمایا: وَ مَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۔(پارہ1،سورۂ البقرۃ،آیت130)

ابراہیم کی ملت سے وہ دست بردار ہوتا ہے جو اپنے نفس سے بے خبر ہے۔ ایک پیر طریقت نے کہا ہے جو اپنے نفس سے بے خبر ہو وہ ہر چیز سے بے خبر ہے۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ جس نے اپنے نفس کو فانی جانا اس نے اپنے رب عزوجل کو باقی جانا۔ بعض کہتے ہیں جس نے اپنے آپ کو حقیر سمجھا۔ اس نے اپنے رب کو عزیز دیکھا۔ بعض کہتے ہیں جس نے اپنے نفس کو عبودیت کے لئے سمجھا اس نے خدا کی ربوبیت کو سمجھا۔ الغرض جو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا وہ کسی چیز کو پہچاننے کے قابل نہیں ہوتا واضح ہونا چاہئے کہ اس کلام میں معرفت نفس سے مراد جبلت انسانی (انسانیت) کی معرفت ہے۔

(کشف المحجوب ص 283)

شرع اور رسم کا تمام تر انحصار کوشش پر ہے۔ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرب تام حاصل تھا پاک دامانی، سلامتی اور عاقبت کی کامرانی مسلم تھی۔ تاہم ریاضت یعنی طویل فاقہ کشی مسلسل روزہ داری اور شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی قرآن ہم نے اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ خود کو مشقت میں ڈالیں

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تعمیر مسجد کے دوران اینٹیں اٹھا رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے فرمایئے میں اینٹیں اٹھاتا ہوں آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تم دوسری اینٹیں اٹھاؤ راحت دوسری دنیا میں ہے یہاں مشقت ہی مشقت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا غزوہ سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا اپنے نفس سے ابتداء کرو اور اسے ریاضت کی عادت ڈالو پھر اپنے نفس سے شروع کرو اسے لڑائی کے قابل بناؤ اگر منہ پھیر کر بھاگتے ہوئے مارے گئے تو بھاگنے والوں میں حشر ہو گا اگر ثابت قدم ہو کر مارے گئے تو صبر کرنے والوں میں شمار ہو گا اگر تو دکھاوا کرنے کے لئے

مارا جاتا ہے تیرا حشر دکھاوا کرنے والوں میں ہوگا (کشف المحجوب ص288)

نفس باغی کتا ہے جس کا چمڑہ بغیر دباغت پاک نہیں ہوتا۔ (کشف المحجوب ص 293)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے نفس! تو بیمار ہے اور عمر تیرے پرہیز کا زمانہ ہے اور روحانی حاذق طبیب یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی راستی وسچائی سے بھی تو آگاہ ہے۔ یوں فرمایا ہے کہ ذائقہ اور لذتیں تجھ کو مضر ہیں اور کڑوی دوائیں تیرے لئے نافع اور مفید ہیں۔ کیا تجھ سے سفر کی مصیبتیں اس امید پر برداشت نہیں ہوسکتیں کہ منزل پر پہنچ کر آرام نصیب ہوگا۔ پس اگر راستہ کی تکلیف سے اکتاتا ہے تو یاد رکھ کے قافلہ نکل جائیگا اور تو جنگل میں پڑا رہے گا کہ یا تو کوئی درندہ تجھ کو پھاڑ کھائے گا اور یا یوں ہی بھٹکتا ہوا ہلاک ہوجائے گا۔

(تبلیغ دین، ص325)

حضرت شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سرکش گھوڑوں کو لگام کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی تمہارے نفس کو۔

(احوال الصادقین، ص، 257)

حضرت شیخ المشائخ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جس نے ادب کے ذریعہ اپنے نفس کو دبالیا وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا۔ ادب کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مشائخ (طریق) کا ادب کرو کیونکہ جو شخص ان کے دلوں کی (تکدر و کلفت) سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کرتے ہیں جو اس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں۔ (اب ہر شخص کے ادب کا طریقہ معلوم کرو) اپنے سے بڑے کی صحبت کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو۔ اور برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کرو۔ اور اپنے سے چھوٹے کا ادب یہ ہے کہ اس پر شفقت کرو، اس کی تربیت اور خیرخواہی کرو۔ عارف باللہ کی صحبت میں موافقت سے رہو (کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ کرو) اور مخلوق کے ساتھ خیرخواہی سے رہو۔ اور نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ دشمنی وعداوت سے رہو۔

(البیان المشید، ص،70)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجاہدۂ نفس کی شہادت جہاد کفار کی شہادت سے افضل ہے اور جو شہادت نفس کے مجاہدہ اور اس کی لذتوں اور خواہشوں کے مارنے سے حاصل ہو وہ رتبہ میں اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کے نزدیک اس شہادت سے بڑھی ہوئی ہے جو کفار سے لڑنے اور تلواروں کے توڑنے سے حاصل ہوتی ہے (چنانچہ ارشاد ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَكْبَر ''اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے۔ (چھوٹا جہاد تو کفار کو مارنا تھا اور بڑا جہاد نفس کو مارنا یعنی دنیوی لذتوں خواہشوں کو مٹانا ہے) وہ جہاد تو خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ اس میں بہت کم لوگوں کی نیت (اللہ عزوجل کے واسطے) سالم ہوتی ہے۔ اس میں تو شہادت کے حاصل ہونے کا گمان ہی ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا اور یہ شخص (جس کو موت ارادی حاصل ہے) جب اس درجہ پر پہنچ گیا اس کی شہادت یقینی ہے) موت ارادی ثواب ہی ثواب ہے اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے جس کو موت ارادی حاصل ہے وہ موت سے پہلے جاگ جاتا ہے۔ جو جاگ گیا وہ بلاشبہ (دوسرے عالم) کو دیکھ لیتا ہے۔

(البیان المشید، ص، 268)

حضرت شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھیڑ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں کیونکہ چرواہے کی ایک آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہیں اور انسان اپنی خواہشات کی خاطر احکام الٰہی کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور صحبت بد انسان کو نیک لوگوں سے دور کر دیتی ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 26)

حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا (ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے نفس کے ساتھ ریاضت اور مجاہدہ اس قدر کریں کہ ہمارا ظاہر اور باطن یکساں ہو جائیں اور اس میں ہر گز سستی نہ کرے اور ہم صفت نفاق سے پاک ہو جائیں۔ نیز اس کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ ہم نے لوگوں سے تو شرم اور حیا کی کہ ان سے اپنی برائیوں کو چھپایا اور خدا عزوجل سے شرم نہ کی (کہ دل میں برائیوں کو جگہ دی کیونکہ وہ تو دل کی حالت کو ایسے جانتے ہیں جیسے ظاہری حالت کو

پس اگر ہم کو حق تعالیٰ سے شرم اور حیا ہوتی تو ہم ظاہر اور باطن دونوں کو گناہ سے پاک کرتے)۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی۔ کہ اس بات سے بچو کہ تم ظاہر میں تو خدا عزوجل کے دوست بنو اور باطن میں دشمن اسکو خوب سمجھ لو اس پر اچھی طرح عمل کرو۔

(الدر المنضود، ص، 101)

حضرت سیدنا سید الطائفہ شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ جو شخص فنا کی دو طرفوں میں ہو اُسے فانی سمجھو۔ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہے تو وہ روح کے نکل جانے سے مردہ ہے۔ اور جس کی حیات اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ موت کے بعد حیات طبع سے منتقل ہو کر حیات اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور حقیقی حیات یہی ہے۔

(روح البیان پارہ 17 ج 17 ص 70)

حضرت بزرگ سیدنا امام الطریقہ بہاء الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نفس پر تہمت لگاؤ۔ کیونکہ جو شخص خدا عزوجل کی مہربانی سے اپنے نفس کو بدی کے ساتھ پہچانتا ہو اور اس کے مکر و دھوکہ کو جان چکا ہو اس کے نزدیک یہ عمل سہل ہے۔

(نفحات الانس ص 416)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے شکایت کی کہ وساوس شیطانی مجھے بہت ستاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ تم اپنے قلب سے علائق دنیا کے شجر کو اکھاڑ کر پھینک دو تا کہ اس کے اوپر کوئی پرندہ بیٹھ ہی نہ سکے۔ یعنی دنیا کو چھوڑ دو تا کہ وساوس شیطانی کا غلبہ ہی نہ ہو سکے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 413)

حضرت سیدنا عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفس کی برائیوں سے وہی واقف ہو سکتا ہے جو خود کو ہیچ تصور کرے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 261)

حضرت سیدنا سلطان المشائخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک حمام میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نوعمر حسین لڑکا وہاں موجود ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو فوراً یہاں سے نکال دو کیونکہ عورت کے ہمراہ تو صرف شیطان رہتا ہے لیکن نوخیز وحسین لڑکے کے ہمراہ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں تاکہ دیکھنے والے کے سامنے لڑکے کو آراستہ کرکے پیش کریں۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 143)

حضرت سیدنا سلطان المشائخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے تائب ہونے کا واقعہ: ایک مرتبہ میں نے مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے الٹا پاؤں مسجد میں رکھ دیا جس کے بعد ہی یہ ندا آئی کہ اے ثوری! مسجد کے حق میں یہ گستاخی اچھی نہیں بس اسی دن سے آپ کا نام ثوری پڑ گیا بہرحال یہ ندا سن کر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ غش کھا کر گر پڑے اور ہوش آنے کے بعد اپنے منہ پر طمانچے لگاتے ہوئے کہنے لگے کہ بے ادبی کی ایسی سزا ملی کہ میرا نام ہی دفتر انسانیت سے خارج کر دیا لہٰذا اے نفس اب ایسی بے ادبی کی جرات کبھی نہ کرنا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص141)

حضرت سیدنا سلطان المشائخ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمیں کثیر علم کے بجائے قلیل ادب کی زیادہ احتیاج ہے اور لوگ اس وقت ادب کی تلاش کرتے ہیں جب اہل ادب دنیا سے رخصت ہو چکے گو مشائخ نے ادب کی بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک ادب نام ہے نفس شناسی کا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص139)

کسی نے آپ حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا:

چھ عادتیں اختیار کرلو۔

اول: جب تم ارتکاب معصیت کرتے ہو تو خدا عزوجل کا رزق مت استعمال کرو۔

دوم: گر معصیت کا قصد ہو تو خدا عزوجل کی مملکت سے نکل جاؤ۔

سوم: ایسی جگہ جا کر گناہ کرو جہاں وہ دیکھ نہ سکے اور اس پر جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ کونسی جگہ ہے جہاں وہ نہیں دیکھ سکتا جبکہ وہ اسرار قلوب تک سے واقف ہے تو فرمایا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ اس کا رزق استعمال کرو اسی کے ملک میں رہو اور اسی کے سامنے گناہ بھی کرو۔

چہارم: فرشتہ اجل سے توبہ کا وقت طلب کرو۔

پنجم: منکر نکیر کو قبر میں مت آنے دو۔

ششم: جب جہنم میں جانے کا حکم ملے تو انکار کر دو۔

آپ نے فرمایا کہ جب یہ تمام چیزیں ناممکن العمل ہیں تو پھر گناہ نہ کرو یہ سن کر وہ شخص تمام گناہوں سے تائب ہو کر اسی وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے فوت ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 80)

حضرت میاں قاضی خان ظفر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال جان کھپائی اور ریاضات کیئے تب کہیں نفس کی مکاریوں کا تھوڑا سا علم حاصل ہوا اور معلوم ہو سکا کہ نفس کس طرح ڈاکے ڈالتا ہے اور اس کے مورچے کون کون سے ہیں۔

(اخبار الاخیار ص 561)

اے فقیر ایک روز صبح سے شام تک اپنے نفس سے جنگ کر۔ تا کہ یہ چار چیزیں حاصل ہوں۔

(۱) آسائش تن (۲) فارغ البالی

(۳) سلامتیٔ دل (۴) قیامت کے حساب سے خلاصی۔

ظاہر ہو جائیں اور مرد حقیقتاً وہی لوگ ہیں جو اپنے نفس سے جنگ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ جنگ ایسی ہے جس کے لئے مصالحت اور صلح کی کوئی سبیل نہیں۔ عزیز من! جو کوئی اپنے نفس سے ہمیشہ احتساب کرتا ہے تو وہ تمام دعوے اور معنی ترک کر دیتا ہے۔ اور تمام سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

(اخبار الاخیار ص 284)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو طالب خزرج بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں: شیخ ابو

عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مرید کو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی کہ نفس کو سست کر دے۔ رخصت کو ڈھونڈے۔ تاویلوں کو قبول کرے۔

(نفحات الانس ص 277)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ غیلان موسوس رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ان سے پوچھا کہ بندہ غفلت کے خطرہ سے کب چھوٹ جاتا ہے کہا اس وقت کہ جو کچھ اس کو حکم دیا گیا اس میں مشغول رہے۔ اور جس سے منع کر دیا گیا ہے غافل رہے اور اپنے نفس سے حساب لینے میں عاقل ہو۔

(نفحات الانس ص 160)

حضرت شیخ المشائخ ابراھیم بن یوسف بن محمد الزجاجی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مذکور ہے یعنی خلاف نفس میں ہمیشہ برکت ہے اور بیشک میں نے ایک مرتبہ ایک قدم نفس کی موافقت کی تھی اس پر اس کا تدارک مجھ سے سالہا سال تک نہیں ہو سکا۔

(نفحات الانس ص 249)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ جعفر بن محمد نصیر الخلدی الخواص رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یعنی عالی ہمت ہو کیونکہ ہمت مردوں کو کمال تک پہنچاتی ہے صرف مجاہدات نہیں پہنچاتے۔ مزید فرمایا یعنی وہ نہ رہیں (یعنی ان کا نفس ان سے علیحدہ ہو جائے اور اگر وہ وہی رہیں تو وہ ہرگز وہ نہیں ہیں۔ (یعنی اگر ان کا نفس علیحدہ نہ ہو تو عارف نہیں ہیں)

(نفحات الانس ص 250)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوالحسن احمد بن محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آدمی اس چیز کا دشمن ہوتا ہے جو اس کے نفس کے خلاف ہے اور اسے ہر اس چیز سے محبت ہوتی ہے جو اس کی ہوائے نفس کے موافق ہو۔

(کشف المحجوب ص 206)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے ایک مرتبہ

اپنی تمام تر تصانیف دریا میں پھینک دیں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے ان کتابوں کو نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ اپنے آپ کو ان میں زیادہ مشغول رکھ۔ آپ نے فرمایا کہ سو بھوکے شیر بکریوں کے رہیوڑ میں جتنا نقصان کرتے ہیں اتنا نقصان ایک ساعت میں شیطان کر دیتا ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ نقصان انسان کا نفس ایک ساعت میں کرتا ہے۔

(سفینۃ الاولیاء ص168)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجاہدہ نفس بڑا جہاد ہے۔ افضل ترین کام یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات کو قطع کر دے اور خواہش (نفس) سب سے شیریں چیز محسوس ہوتی ہے اس لئے کہ خواہشات کا کوئی انجام نہیں جیسے کہ ان کے آغاز کی کوئی متعین بات نہیں۔ اب اگر خواہشات کو قطع نہ کیا تو ان کی انتہاء نہ رہے گی۔ اگر مزید طاعت اور حلاوتِ بندگی پانے میں لگ جائے تو ٹھیک ورنہ صبر و مجاہدہ سے کام لے اور یہی طالبِ صادق کا طریق ہے۔ (القرآن مجید صبر اور نماز کے ساتھ دعا مانگو) یعنی طاعت کے ذریعہ مدد حاصل کرو اور نافرمانی کے سلسلہ میں مجاہدہ پر صبر کرو۔ حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اَمرُ بِالمَعرُوفِ اور نَہِیُ عَنِ المُنکَرِ کے مقابلہ میں تمام اہل خیر اس طرح ہیں جیسے کہ سمندر کے مقابلہ میں ذرا سا تھوک ہو۔ اور راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے مقابلہ میں اَمرُ بِالمَعرُوفِ اور نَہِیُ عَنِ المُنکَرِ اس طرح ہے جیسے کہ سمندر کے مقابلہ میں ذرا سا تھوک ہو اور برائی سے پرہیز کرنے کے سلسلے میں نفس کو خواہش سے روکنے کے مجاہدہ کے مقابلہ میں جہاد فی سبیل اللہ اس طرح ہے جیسے کہ بے پایاں سمندر کے مقابلہ میں ذرا سے تھوک ہو۔

(قوت القلوب، ج1، ص686)

حضرت شیخ الشیوخ شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

تہذیب کے تین طریقے ہیں

(1) سنتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

(2) صحبتِ بزرگان،

(3) خلوت نشینی۔

تین چیزوں کی تہذیب کی جاتی ہے:

(1) تہذیبِ نفس،

(2) تہذیبِ عادات،

(3) تہذیب دل۔

تہذیبِ نفس تین چیزوں سے عبارت ہے:

(1) نفس کو معصیت سے روکنا،

(2) اسے خرافات سے عقل وشعور کی طرف لانا،

(3) پھر غفلت سے بیداری کی طرف لانا۔

تہذیبِ عادت سے مراد یہ ہے کہ تو

(1) بیقراری سے صبر کی طرف رجوع کرے،

(2) بخل سے خرچ کی طرف مائل ہو،

(3) انتقام کی بجائے عفوودرگزر اختیار کرے۔

تہذیبِ دل تین چیزوں سے عبارت ہے

(1) بے خوفی کی موت کے بجائے خوفِ خدا عزوجل والی زندگی گزارنا،

(2) مایوسی کی نحوست سے امید کی برکت کے ساتھ آنا،

(3) باطنی انتشار کی زحمت سے جمیعتِ خاطر کی طرف آنا۔

(صدمیدان، ص35)

تجریدِ نفس تین چیزوں سے عبارت ہے

(1) دنیا کا طلب نہ کرنا،

(2) اس کے چھن جانے پر افسوس نہ کرنا،

(3) جو موجود ہو اس کا نہ چھپانا۔

(صد میدان، ص43)

ورع کا مفہوم پرہیز گاری اختیار کرنا

(1) ناپسندیدہ امور سے،

(2) کثرتِ دنیا سے،

(3) دلہائے پراگندہ سے۔

ناپسندیدہ امور سے پرہیز تین چیزوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے

(1) خود کو عیب گوئی سے پاک رکھنا،

(2) اپنے دین کو نقصان سے بچانا،

(3) حرص و ہوا کو اپنے سے دور رکھنا اور پسندیدہ طریق پر چلنا۔

کثرتِ دنیا سے پرہیز تین چیزوں کو (پیش نظر رکھ کر) کیا جا سکتا ہے

(1) روز حساب کی رسوائی،

(2) دشمنوں کی خوشی،

(3) وارثوں کا غبن۔

دلہائے پراگندہ سے پرہیز تین چیزوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے

(1) قرآن کریم میں تدبر کے ساتھ،

(2) قبرستان کی زیارت سے،

(3) حکمتِ الٰہی میں تفکر سے۔

(صد میدان، ص45)

حضرت غوث یزدانی بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدائی یاد کا مفہوم اپنے نفس کو فراموش کر دینا ہے اور جو شخص خداوجل کو خداوجل کے ذریعہ شناخت کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے نفس کے ذریعہ خداوجل کو پہچاننے کی سعی کرتا ہے وہ فانی ہے فرمایا کہ

قلب عارف اس شمع کی طرح ہے فانوس کے اندر سے ہر سمت اپنا نور پھیلاتی رہتی ہے اور جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا اس کو تاریکی کا خطرہ نہیں رہتا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 126)

حضرت امام ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلابازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جب نفس فرائض کا پابند ہو جائے اور اس کی طبیعت کی اصلاح ہو جائے اور وہ آداب خداوندی کو اپنا لے مثلاً یہ کہ اپنے اعضاء کو لگام ڈالے اور اپنے اطراف کو محفوظ کر لے اور اپنے حواس کو یکجا کر لے تو اس کے لیے اخلاق نفس کی اصلاح، ظاہر کو پاک کرنا، نفس کی خواہشات سے فراغت، دنیا سے یکسوئی اور اس سے اعراض کرنا آسان ہو جائے گا۔ تب جا کر کہیں بندے کے لیے ممکن ہو گا کہ وہ دل پر گزرنے والے خیالات کی نگہداشت کر سکے اور اپنے باطن کو پاک کر سکے یہی علم علم معرفت کہلاتا ہے۔

(تعرف، ص، 130)

حضرت شیخ المشائخ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس قدر کسی کا دل تقویٰ سے قریب ہو گا۔ اسی قدر اس کو یقین بھی حاصل ہو گا۔ اور تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ رہے اور مناہی سے الگ رہنا دراصل خواہشات نفس سے الگ رہنا ہے جس قدر کسی نے خواہشات نفس کو چھوڑا اسی قدر اس کو یقین حاصل ہوا۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 374)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ خدا عزوجل کو وہ جوان پسند ہے جو بڈھے کو نصیحت کرے اور وہ بڈھا پسند ہے جو جوان کو نصیحت کرے اور اسی وجہ سے وہ جوان جو گناہوں سے توبہ کرے خدا کا محبوب ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے نفس کو نصیحت کی۔

(احوال الصادقین، ص، 136)

حضرت مقبول یزدانی یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تفکر اور عبرت حاصل کرنا یہ دو چیزیں مومن کے خزانہ قلب سے عجیب حکمتیں نکالتی ہیں اور آدمی اس سے ایسی ایسی

باتیں سنتا ہے جن کو حکماء پسند کرتے ہیں۔ اور جن کے سامنے علماء کی گردنیں پست ہو جاتی ہیں اور جس سے فقہاء تعجب کرتے ہیں اور جن کو یاد کرنے کے لیے اہل ادب دوڑتے ہیں۔

(احوال الصادقین، ص، 147)

حضرت سراج السالکین شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیطان آدمی کی دو باتوں سے بہت خفا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ وہ اس کے وسوسہ کی پرواہ نہ کرے اور دوسرے یہ کہ آدمی خدا عزوجل کی ذات میں خوض چھوڑ دے (آہ)۔ (احوال الصادقین، ص، 323)

حضرت شیخ المشائخ سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ہر وہ فعل جسے انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کے بغیر کرے خواہ وہ عبادت ہو یا معصیت وہ نفس کی زندگی ہے اور ہر وہ فعل جسے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں کرے وہ نفس کیلئے عذاب ہے۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 144)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عزیز من! اگر تو اپنے دل کو مار کر خوف کا لباس پہنتا اور ظاہر کو لباس ادب سے آراستہ کرتا اور نفس کو ذلت کا لباس پہناتا اور انانیت (تکبر) کو مٹنے کا لباس پہناتا اور زبان کو ذکر کے لباس سے آراستہ کرتا اور ان سب حجابوں سے (جن میں پھنسا ہوا ہے) چھوٹ جاتا اس کے بعد یہ لباس پہنتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا، بہت بہتر ہوتا، مگر تجھ سے یہ بات کیوں کر کہی جائے (یہ تیری سمجھ میں نہ آئے گی) تو نے تو یہ سمجھ لیا ہے کے میرا کلاہ اس جماعت جیسا کلاہ ہے میرا لباس ان کے لباس جیسا ہے سب کی صورتیں ملی ہوئی ہے (مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہے) حالانکہ دل مختلف ہیں (اور سب سے زیادہ ضرورت دل ہی کے ملنے کی ہے)۔

(البیان المشید، ص، 89)

حضرت شیخ المشائخ ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ صبح سے اپنے پاس کاغذ قلم رکھ لیتے اور جو بات بھی کرتے لکھتے جاتے۔ اور شام ہونے پر اپنے نفس کا محاسبہ کرتے۔ حضرت شیخ المشائخ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کا یہی دستور رہا ہے کہ وہ

زبان کی حفاظت کیلئے خوب کوشش کرتے تھے اور دنیا میں آپ اپنا محاسبہ کرتے رہتے اور ایک مسلمان کیلئے یہی لائق ہے کہ وہ آخرت کے محاسبہ سے پہلے دنیا میں ہی اپنا محاسبہ کرتا رہے کہ دنیا کا حساب آخرت کے حساب سے بہت آسان ہے۔ اور دنیا میں اپنی زبان کی حفاظت رکھنا آخرت کی ندامت سے کہیں زیادہ آسان ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص،225)

خواہش مطلق (انسان کو) وقتی لذت پر ابھارتی ہے انجام کی پرواہ نہیں ہوتی اور شہوات کو بروقت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتی ہے چاہے اس کو بروقت تکلیف اور اذیت بھی سہنی پڑے اور بعد میں وہ لذت باقی نہ رہے۔ عقلمند خود کو ایسی لذت سے باز رکھتا ہے جس کے انجام میں عذاب ہو اور ایسی خواہش سے بھی دور رکھتا ہے جو شرمندگی کو جنم دے بس اتنی سی بات بھی عقل کی تعریف اور خواہش و عشق کی مذمت میں کافی ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ بچہ اپنی ضد پر ڈٹا رہتا ہے چاہے اس کا انجام تباہی ہو اور عقلمند خود کو ایسی خواہش سے باز رکھتا ہے۔ جانوروں پر انسان کی فضیلت کیلئے اتنی سی بات کافی ہے کہ جانور اپنی طبیعت کے تقاضا کو پورا کرتے ہیں ان کو انجام کی فکر نہیں ہوتی جب ان کو غذا مل جائے کھا لیتے ہیں جب گوبر اور پیشاب آئے کر دیتے ہیں لیکن آدمی کی طبیعت پر عقل کے غلبہ کی وجہ سے ایسی حرکات نہیں کرتا۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص،43)

ہر حالت میں پرہیزگاری کو اختیار کرے اور اس بات کو خوب سمجھ لے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پوری طرح اس کا محاسبہ کرنے والا ہے چنانچہ فرماتا ہے "اگر ایک چھوٹے دانہ کے برابر بھی اس کا عمل ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بڑھ کر کون حساب کرنے والا ہے۔"

(آداب المریدین، ص،48)

اس کے بعد مرید کے لیے لازم ہے کہ نفس کو مجاہدات کا خوگر بنائے اور دیکھے کہ کہاں کچھ زیادتی ہے اور کون سی باتیں اس کے لیے مفید اور کون سی مضر (نقصان) ہے اور اپنی حالت کو اپنے شیخ پر ظاہر کرتا رہے اور ہر وقت یہ دیکھتا رہے کہ کہاں زیادتی ہوئی ہے اور

کہاں نقصان ہے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے (جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا تو اس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کرے گا تو اس کو دیکھے گا) کہا گیا ہے کہ وہ شخص عقل مند نہیں ہے جو اپنی حالت کا اظہار طبیب پر نہ کرے۔ حضرت شیخ المشائخ محمد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہر وہ مرید جو دن اور رات میں اپنے حالات اور واردات کے متعلق سوال نہ کرے تو وہ طریق تصوف کا سالک نہیں۔ بعض صوفیہ نے فرمایا ہے کہ حرکات قلب کا عمل زیادہ اشرف واعلیٰ ہے حرکت اعضاء کے عمل سے۔

(آداب المریدین، ص،49، 50)

مرید کو چاہئے کہ اپنے اوقات کا خیال رکھے اور ان کو کسی نہ کسی نیک کام میں صرف کرے کیوں کہ اگر وقت چلا جائے تو پھر اس کو لوٹایا نہیں جاسکتا۔ (گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! عقل مند کو چاہئے کہ وہ ان تین امور میں سے کسی نہ کسی میں مشغول رہے یا تو اپنی معاش کی درستی میں یا معاد (یعنی آخرت) کی تیاری میں یا حلال کی لذت میں۔

(آداب المریدین، ص، 51، 52)

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! مومن کے لیے چاہئے کہ اس کے اوقات چار حصوں میں تقسیم ہوں۔ ایک حصہ رب عزوجل کی مناجات میں اور ایک حصہ نفس کے محاسبہ میں اور ایک حصہ ان علماء کے ساتھ جو خدائے تعالیٰ کے احکام میں اس کو مدد دیتے اور نصیحت کرتے ہیں اور ایک حصہ اپنے نفس اور اس کی جائز لذتوں میں۔

(آداب المریدین، ص، 52)

حضرت شیخ المشائخ جریر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو وہ غمگین معلوم ہوئے میں نے پوچھا تو جواب دیا کہ مجھ سے ایک ورد نہ ہو سکا تو میں نے کہا کہ اس کو دوسرے وقت میں پورا کر لیجئے۔ جواب دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کیوں کہ اوقات گنے چنے ہوتے ہیں بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ جو شخص ایک قدم بھی آگے بڑھ گیا ہو بشرطیہ کہ وہ سچا ہو تو اس کو دوسرا شخص جو پیچھے آرہا ہو نہیں پکڑ سکتا

(آداب المریدین، ص، 52،)

حضرت شیخ المشائخ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! میں پچاس برس صوفیوں کی صحبت میں رہا مگران کے اور میرے مابین کبھی مخالفت نہیں ہوئی۔ پوچھا گیا کہ وہ کس طرح؟ فرمایا! اس طرح کہ میں ہمیشہ اپنے نفس کی مخالفت کر کے ان کی حمایت کرتا رہا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص،285،)

حضور والامجدد اعظم الشیخ احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص معارف (مشائخ رحمتہ اللہ علیہم) کہتے ہیں اگرچہ نفس مقام اطمینان میں پہنچ جاتا ہے لیکن اپنی سرکشی سے باز نہیں آتا۔

ہر چند کہ مطمئنہ گردد	ہرگز صفات خود نہ گردد

ترجمہ: نفس گر مطمنہ بھی ہو جائے، سرکشی سے وہ باز کب آئے

اور "جہاد اکبر" کہ جس کا ذکر آقائے دو جہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَ صْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَ كْبَرِ اب ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے۔ اس سے مراد جہاد بالنفس ہے:

اور جو کچھ کہ فقیر (حضرت ابو معصوم جان نثارِ سنّتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے کشف میں آیا ہے اور وجدان سے پایا ہے وہ (مشائخ رحمتہ اللہ علیہم) کے اس مشہور بیان کے خلاف ہے (یعنی) یہ فقیر (حضرت ابو معصوم جان نثارِ سنّتِ مصطفیٰ مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) اطمینان حاصل ہونے کے بعد نفس میں کسی قسم کی سرکشی نہیں پاتا اور نفس فرمانبرداری کے مقام میں معلوم ہوتا ہے بلکہ نفس مطمئنہ کو قلب متمکن کی طرح ماسوا کو فراموش کیا ہوا پاتا ہے کیونکہ نفس اب غیر و غیریت کی دید و دانش سے گذر چکا ہوتا ہے اور حب جاہ و ریاست اور لذت والم سے خلاصی پا چکا ہوتا ہے لہٰذا اس میں مخالفت کہاں رہی اور سرکشی کس سے اطمینان حاصل ہونے سے پہلے اگرچہ سرمو اختلاف کے متعلق جو کچھ کہا جائے اور وہ سرکشی اور طغیان کی گنجائش رکھتا ہے لیکن اطمینان حاصل ہونے کے بعد مخالفت اور سرکشی کی گنجائش نہیں فقیر (حضرت ابو معصوم جان نثارِ سنّتِ مصطفیٰ مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس بارے میں بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اور اس معاملہ کے حل میں دور تک گیا ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے ان حضرات کی مقررہ بات کے خلاف ہی پایا اور نفس مطمئنہ میں بال برابر بھی مخالفت

وسرکشی نہیں پائی اوراس میں اپنے استہلاک واضمحلال (ہلاکت ونیستی) کے سواکوئی دوسری چیز نہیں پائی اور جب نفس خود کواپنے مولائے جل سلطانہ پر قربان کردے تو پھر مخالفت کی کیا گنجائش رہتی ہے اور جب نفس حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے راضی ہوگیا اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس سے راضی ہوگیا تو طغیان کی کیا صورت باقی رہ گئی کیونکہ یہ بات ''رضا'' کے منافی ہے کہ جو حق سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی ہو وہ ہرگز نامرضی نہیں ہوسکتی اور فقیر (حضرت ابو معصوم جان نثارِ سنّتِ مصطفےٰ مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک جہاد اکبر سے مراد یہی ہے ''وَاللّٰـہُ سُبْحَانَـہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ''
(اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقت حال سے خوب واقف ہے)

(مکتوب، ج2، ن، 50)

حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا گرامی نامہ پہنچایا حَمْدً اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ (اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے) کہ ہم دور پڑے ہوئے لوگوں کو آپ نے فراموش نہیں کیا۔ جو خطاب آپ نے ظاہر طور پر نفس کی طرف کئے ہیں واضح ہوئے ہاں نفس کی امارگی (سرکشی) کے زمانے میں اس پر جو بھی اعتراض کریں وہ مسلم ہے لیکن (نفس کے) مطمئنہ ہوجانے کے بعد اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے: کیونکہ نفس اس مقام میں پہنچ کر حق سبحانہ وتعالیٰ سے راضی اور حق سبحانہ وتعالیٰ اس سے راضی ہوجاتا ہے پس جب وہ (حق سبحانہ وتعالیٰ کا) پسندیدہ ومقبول (بندہ) ہوگیا تو اس پر اعتراض جائز نہیں، کیونکہ اس کی مراد حق سبحانہ وتعالیٰ کی مراد ہوجاتی ہے کیونکہ اس دولت کا حاصل ہونا حق سبحانہ وتعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق (متصف) ہونے کے وقت ہے اس کا مقدّس میدان (صحن) ہم پست فطرت لوگوں کے اعتراض سے بہت بلند وبالا ہے، ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہماری طرف لوٹ آتا ہے۔

آگہ از خویشتن چو نیست جنین	چہ خبر دارد از چنان وچنین

(جو بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہے اسے اس کی خبر ہے نہ اس کی)

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جاہل لوگ اپنی حد درجہ جہالت کی وجہ سے نفس مطمئنہ کو نفس امّارہ خیال کرلیتے ہیں اور نفس کی امارگی کے احکام نفس مطمئنہ پر جاری کردیتے ہیں جیسا کہ کفار نے انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) کو دوسرے انسانوں کی طرح خیال کرکے نبوت کے

کمالات سے انکار کیا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ ان اکابر بزرگوں انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیمات) اوران کے تابعداروں کے انکار سے بچائے۔ (آمین، آمین، آمین)

(مکتوب، ج، 1، ن، 101)

حضرت علامہ الصوفی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے انوار قدسیہ صفحہ نمبر 266 پر کہ (خلیفہ وغیرہ) مشائخ ایک دوسرے کو نصیحت کریں اور عزیز من! آج کل مشائخ میں ایک دوسروں کو نصیحت کرنے کا طریقہ گویا نہیں رہا کوئی کسی کو بھی نصیحت نہیں کرتا باوجودیکہ اس کو دوسرے کے وسائس نفس پر اطلاع بھی ہے (اور جانتا ہے کہ اس میں تکبر یا عجب یا ریاء وحسد کا مادہ ہے) اور ناقصین کو تو اکثر یہ خوف مانع ہوتا ہے کہ اگر ہم نے دوسروں کو نصیحت کی تو وہ بھی نصیحت کا دروازہ کھولے گا (اور آئے دن ہم کو نصیحت کرے گا) جس سے بزعم خود دونوں کی مشیخت وبزرگی کرکری ہوجائے گی کیونکہ ہر ایک کے مرید یہ گمان کریں گے کہ اگر ان بزرگ میں کوئی نقص نہ ہوتا تو دوسرا ان کو نصیحت کیوں کرتا اور سلف صالحین کی تو یہ حالت تھی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے اور بعض خط وکتابت کے ذریعہ سے ایک دوسرے پر اعتراض اور گرفت بھی کرے اور کبھی کبھی دھمکی اور عتاب سے بھی کام لیتے تھے اور اس برتاؤ سے ایک دوسرے کو فرحت وسرور ہوتا تھا (رنج وملال پاس بھی نہ آتا تھا)

جب یہ بات سمجھ گئے تو اب تم کسی نصیحت کو نہ چھوڑنا اگرچہ تمھارے معتقدین کی نظروں میں تمھاری عزت پاش پاش ہی کیوں نہ ہوجائے اور تمام لوگ تم کو ملامت ہی کیوں نہ کریں (مگر یہ ضروری ہے کہ اول آداب نصیحت سیکھ لو اور امر بالمعروف کا طریقہ معلوم کرلو ورنہ بجائے نفع کے نصیحت سے دوسرے کو نقصان پہنچے گا اور بجائے اصلاح کے فساد ہوگا اور سب سے پہلی شرط نصیحت کے لئے خلوص ہے کہ دوسرے کو محض خیر خواہی اور دل سوزی سے نیک راہ بتادی اپنے کو افضل اور اس کو حقیر سمجھ کر نصیحت نہ کرے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

(پارہ 7، سورۃ المائدۃ، آیت 108)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا

پانچواں باب
تصوف (یعنی سلوک واحسان)
کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم
وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

اما بعد: اے عزیز! (اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو دونوں جہاں کی نیک بختی نصیب فرمائے امین) جاننا چاہیئے کہ انسان میں کچھ ظاہری خوبیاں ہیں اور وہ قرآن مجید حدیث شریف اور اجماع اہل سنت و جماعت کے موافق صحیح عقیدے اور نیک عمل ہیں۔ یعنی فرض، واجب سنتوں اور مستحبات کا بجالانا، اور حرام، مکروہ، شبہ والی باتوں اور بدعتوں سے بچنا ہے۔ اسی طرح انسان میں اندورنی خوبیاں بھی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اجنبی آدمی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ کا ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت ہوتے ہوئے حج کرنا اسی کا نام اسلام ہے اس اجنبی آدمی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالکل درست فرمایا۔ اس پر ہم (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے تعجب کیا کہ یہ شخص سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی۔ پھر ایمان کے متعلق پوچھا مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خدا عزوجل اور اس کے فرشتوں: کتابوں رسولوں، یوم قیامت پر یقین رکھنے اور اس امر پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے کہ تمام خیر و شر خدائے تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں اس سائل نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر سوال کیا کہ یہ فرمائیے احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا احسان اس چیز کا نام ہے کہ خدا عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو یہ خیال کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (الحدیث) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا عقیدوں اور عملوں سے الگ ایک خوبی ہے جس کا نام احسان ہے اور اسی کو ولایت کے نام سے پکارتے ہیں۔

صوفیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) پر جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہوجاتا ہے جس

کوصوفیاء فنائے قلب کہتے ہیں اس وقت اس کا دل اصلی محبوب کے دیدار اور مشاہدے میں ڈوبا ہوتا ہے اور وہ اس کے غیر کی طرف خیال نہیں کرتا اگرچہ وہ اس حالت میں خدائے تعالیٰ کو نہیں دیکھتا، کیونکہ اس کا دیدار دنیا میں عادۃً محال ہے لیکن صوفی پر اس وقت ایسی کیفیت ہوتی ہے گویا وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ (پارہ 7، سورۃ المائدۃ، آیت 108) اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ اَلْفَاسِقِيْنَ اللہ تعالیٰ کی طاعت سے باہر ہونے والے۔ لَا يَهْدِيْ راستہ نہیں دکھاتا۔ حضرت سیدنا علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے آیت میں محبت سے مراد اختیاری محبت ہے یعنی ان چیزوں کے حصول کو پسند کرنا اور ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو ترک کرنا طبعی فطری محبت مراد نہیں ہے۔ اس سے بچنے کا تو آدمی مکلّف ہی نہیں ہے میں کہتا ہوں (حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ) کمال ایمان یہ ہے کہ آدمی کی طبیعت شریعت کی تابع ہو جائے تقاضائے طبیعت بھی وہی ہو جائے (جو) شریعت کا حکم ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے محبت کی، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دشمنی کی، اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لئے دیا، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے روکا (نہیں دیا) اس نے ایمان کامل کر لیا۔ دوسری روایت میں آیا ہے۔ اس کا ایمان کامل ہو گیا۔ رواہ ابوداؤد عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ و الترمذی عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مع تقدیم وتاخیر صحیحین میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب (نہ) ہو جاؤں مومن نہ ہونے سے مراد مومنِ کامل نہ ہونا ہے صحیحین میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین باتیں ہیں جس کے اندر یہ تین باتیں ہوں گی اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی۔

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ہر دوسری چیز سے زیادہ محبوب ہوں

(۲) اگر کسی سے اس کو محبت ہو تو محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور نفرت ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے کفر سے اس کو رہا کرا دیا تو پھر کفر میں لوٹنے کو ایسا بُرا سمجھتا ہو جیسے آگ میں ڈالے جانے کو۔

میں کہتا ہوں (حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ) ایمان کی مٹھاس پانے سے مراد ہے ایمان کی لذت پانا جیسے طبعی مرغوبات میں لذت آتی ہے۔ اور یہ مزا اسی وقت میسر آتا ہے جب پاکیزہ دل اور روشن روح والوں کی صحبت نصیب ہو۔ یہ آیت اور مذکورہ بالا احادیث دلالت کر رہی ہیں کہ باطنی صفائی کی تحصیل مشائخ کی خدمت کے ذریعہ سے فرض ہے۔

(تفسیر مظہری، ج 5، ص 205)

اصطلاح تصوف میں طریقت کے اس راستے کو ''سلوک'' اس پر چلنے والے کو ''سالک'' اور منازل راہ کو ''مقامات'' کہتے ہیں۔ یہ منازل راہ درحقیقت صراط مستقیم کے سنگ میل ہیں جن سے گزر کر مسلمان منزل مقصود تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

(آئینۂ تصوف، ص، 129)

حضرت عارف باللہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اصل میں جہاد کو تمام حسنات پر اس وجہ سے فضیلت دی گئی اور کوہان اسلام اس کو اس لئے کہا گیا کہ یہ اسلام کی اشاعت اور خلق کی ہدایت کا سبب ہے۔ پس جس شخص کو کسی مجاہد کی کوشش کے سبب سے ہدایت ہوئی تو اس کی نیکیاں بھی اس مجاہد کی نیکیوں میں لکھی جائیں گی۔ اور علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ کی تعلیم دینا اس سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ اس میں اسلام کی حقیقت کی اشاعت ہے۔

(تفسیر مظہری، ج 1، ص 431)

وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ اور جو لوگ علم میں پکّے اور جمے ہوئے ہیں کہ ان کو کوئی شک وشبہ لا

حق ہی نہیں ہوتا ۔ یہ لوگ اہلسنت والجماعت ہیں جنہوں نے مضبوطی کے ساتھ قرآن و حدیث کے محکمات کو پکڑ لیا ہے۔ اور قرآن مجید کی تفسیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین (رحمتہ اللہ علیہم) کے اجماع کی پیروی کی ہے اور متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا دیا ہے۔ اور اپنی خواہشات اور نفسانی ملمع کاریوں کو ترک کر دیا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ **الراسخون فی العلم** سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو مسلمان ہوئے تھے۔

میں کہتا ہوں (قول قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اہل تصوف کہتے ہیں کہ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو نفس اور عناصر کو فناء کر کے خواہشات سے بالکل الگ ہو چکے ہیں۔ تجلیات ذاتیہ میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ کوئی شبہ ان کو لاحق ہی نہیں ہو سکتا وہ کہتے ہیں کہ اگر نقاب ہٹا بھی دیا جائے تو جتنا یقین ہم کو ہو چکا ہے اس سے زیادہ نہ ہوگا۔ (یعنی یقین میں اضافہ کی گنجائش ہی نہیں ہے ہمارا ایمان عین مشاہدہ ہے ہم کو حق الیقین حاصل ہو چکا ہے) طبرانی وغیرہ نے حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راسخین فی العلم کے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا جو لوگ قسم کے پورے، زبان کے سچے، استقامت قلبی رکھنے والے اور شکم و شرمگاہ کو (حرام سے) بچانے والے ہیں وہ راسخین فی العلم میں سے ہیں میں کہتا ہوں (حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے) یہ اوصاف صوفیہ کے ہیں۔

(تفسیر مظہری، ج 2، ص 182)

حضرت مفسر قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی عثمانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے تفسیر میں فرماتے ہیں جب تک دلوں اور نفسوں میں پاکیزگی اور ہمہ وقت حضور نہ پیدا ہو جائے مگر ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک مشائخ طریقت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشش نہ ہو لہٰذا تم کو مشائخ کا دامن پکڑ لینا چاہیئے ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدنصیب نہیں ہو سکتا نہ ان کا ندیم نامراد رہ سکتا ہے (واللہ اعلم)

(تفسیر مظہری، ج 3، ص 61)

تصوف کیا ہے

بعض لوگ اس مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ تصوف ایک جداگانہ شئے ہے جسے اسلام

سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر یہ مغالطہ لاعلمی یا قلت معلومات یا کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ تصوف کلیتاً (مکمل طور پر) اسلام ہے اسلام کی روح، اسلام کا حسن و جمال ہے۔ اسلام کا کمال ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ''اَلا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ '' (پارہ 23، سورۃ الزمر، آیت 3) (یاد رکھ کہ واسطے اللہ عزوجل کے ہے عبادت خالص کی تصدیق ہے ''اِلٰی رَبِّکَ کَدْحاً فَمُلٰقِیْہِ ''طرف رب عزوجل اپنے کے (یعنی اس کی ملاقات کیلئے) خوب محنت کر (کیونکہ) پس ملنے والا ہے تو ساتھ اس کے (الانشقاق) تفسیر ہے۔ ''وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً '' (پارہ 29، سورۃ المزمل، آیت 8) اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی (یعنی اللہ عزوجل کی) طرف ہو جا۔ کی تعمیل ہے ''اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا '' (تیرے رب عزوجل کی طرف ہے انتہا اس کی) (النزعات) کو صوفی ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے۔ ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا '' (تحقیق فلاح پائی اس نے جس نے تزکیہ نفس کیا) (الشمس) سے حوصلہ افزائی پاتا ہے۔ ''وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا '' (پارہ 30، سورۃ الشمس، آیت 10-9) (اور تحقیق گمراہ ہوا جس نے بگاڑ دیا اپنے نفس کو) سے عبرت پکڑتا ہے۔ ''وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی، فَاِنَّ الْجَنَّةَ ھِیَ الْمَاْوٰی'' اور جو ڈرا اس بات سے کہ اسے (ایک دن) اپنے رب عزوجل کے آگے کھڑا ہونا پڑے گا اور (بوجہ اس خوف کے) جس نے ہوائے نفس سے اجتناب کیا پس تحقیق اس کے رہنے کی جگہ جنت ہوگی۔ (پارہ 30، سورۃ النزعات، آیت 41-40) سے متاثر ہو کر ہوائے نفس کی گردن پر مجاہدہ کی چھری پھیرتا ہے۔ (یعنی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کرتا ہے اور قانون کے دائرہ میں رہتا ہے) ''یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ، وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ'' (پارہ 30، سورۃ الفجر، آیت 27 تا 30) (اے نفس چلا آ طرف اپنے رب عزوجل کے (کیونکہ) تو اس سے خوش ہے اور وہ تجھ سے خوش ہے۔ پس شامل ہو ساتھ میرے خاص بندوں کے اور داخل ہو جا درمیان بہشت کے) کی بشارت سے از خود رفتہ ہو کر آگے بڑھتا ہے اور ''اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' (پارہ 8، سورۃ الانعام، آیت 162) (یقیناً میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا مرنا اور میرا جینا اللہ رب العٰلمین ہی کیلئے ہے۔ کے آب حیات میں غوطہ لگاتا ہے ''صِبْغَةَ

اللّٰہِ "(پارہ 1، سورۃ البقرۃ، آیت 138) رنگ دیا تم کو اللہ عزّوجلّ نے کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے اور "لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ "(پارہ 11، سورۃ یونس، آیت 2) (ان کیلئے نہ خوف ہے اور نہ غم) کے حصار میں محفوظ اور متمکن ہو کر تاج مقبولیت سے سر بلندی پاتا ہے۔ "بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ "بلکہ کوئی بھی ہو جو اپنا رخ اللہ عزّوجلّ کی جانب کر دے (اور اپنے کو اس کے آگے جھکا دے) اور ہو وہ شخص مخلص پس اسی کو اس کے رب عزّوجلّ کی طرف سے اجر ملے گا اور ایسے لوگوں کیلئے نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم (سورۃ البقرہ) حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اسی برگزیدہ جماعت کا ذکر اس آیت میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ ایسی تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہو جن سے کہ وہ نکلنے نہ پاتا ہو۔

(سورۃ الانعام آیت 15)

یہی وہ لوگ ہیں جن کی بابت فرمایا گیا ہے کہ وہ اولیاء ہیں

ترجمہ: ایمان والے تو صرف وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے (یا اللہ عزّوجلّ کی یاد آتی ہے) تو دل ان کے ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو ترقی دیتی ہیں یہ لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو ایمان لائے ساتھ حق کے ان کیلئے (بڑے بڑے) درجے ہیں۔ ان کے رب عزّوجلّ کے پاس اور (ان کیلئے بخشش ہے اور رزق با کرامت۔

(سر دلبراں، ص، 12 تا 14)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: علم دو ہیں علم برزبان یہ ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہوگا۔ اور علم بر قلب یہی علم نافع ہے۔

(احیاء العلوم، ص، 133، جلد، 1)

تصوف کیا ہے۔اوراس کی حقیقت؟

معلمِ انسانیت سرورِکائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے لئے ایک ایسادین قیم لے کر مبعوث ہوئے جس میں ایک مکمل اور جامع نِظامِ زندگی موجود ہے۔اس نِظام کی بنیاد وحی اِلٰہی پر رکھی گئی ہے نہ کہ انسانی عقل وفکر پر۔کیوں کہ خالق عزوجل ہی اپنی مخلوق کی حاجات'ضروریات اوراحوال کو بہتر طریقے سے جان سکتا ہے۔وہ نفسِ انسانی کا خالق ہونے کے ناطے انسان کی نفسیات سے آگاہ ہے۔وہی علیم وخبیر اور سمیع وبصیر عزوجل ہے۔اس خالقِ حقیقی نے اس دین قیم کے اندر نہ صرف انسان کی مادی' جسمانی اور تمدنی ضروریات کی تکمیل کا سامان مُہیا کیا ہے بلکہ اس کی روحانی' اخلاقی اورتہذیبی حاجات کی تکمیل کوبھی مدنظر رکھا ہے۔اور مرشدِ حقیقی' ہادئ برحق سرورِکائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوایک ایسی معتدل شریعت عطافرمائی جس نے اس نظامِ زندگی کو نہ صرف آسان اور سہل بنادیا بلکہ اس میں قیامت تک کے لئے ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی رکھ دی گئی' جس میں وہ تمام راہنما اصول موجود ہیں جوانسانی زندگی کے ہر گوشے کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔تمام شعبہ ہائے زندگی میں راہنمائی ملتی ہے اور ہمارے مسائل کا حل موجود ہے خواہ وہ معاشرتی ہوں یا معاشی' سیاسی ہوں یا قانونی تہذیب و تمدن سے متعلق ہوں یا اخلاقیات سے خواہ انفرادی' اجتماعی' قومی یا بین الاقوامی ہوں۔اور عجیب بات یہ ہے کہ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر دور میں موجود ہے۔اس کے تقاضوں کوبھی پورا کرتی ہے۔اس لئے سورۃ بقرۃ میں واضح کردیا گیا ہے کہ'' اے ایمان والوں !اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔''(آیت ۲۰۸)

یہ دینِ اسلام جس میں ہمارے لئے زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے چار حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) عقائد

(۲) عبادات

(۳) معاملات

(۴) اخلاقیات

عقائد میں ایمانیات، عبادات میں ارکان اسلام، معاملات میں حقوق العباد اور اخلاقیات میں تزکیہ نفس اور سیرت و کردار کو سنوارنا شامل ہے۔

قرآن مجید میں سرورِ کائنات ﷺ کی بعثت کے بھی چار مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وہی (اللہ تعالیٰ) جس نے امیوں میں ایک رسول ﷺ انہی میں سے مبعوث فرمایا۔ جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کا تزکیہ (نفس) کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" (القرآن) اس آیت کی رو سے معلمِ انسانیت ﷺ کی بعثت کے جن چار مقاصد کی وضاحت ملتی ہے وہ سرورِ کائنات ﷺ کے فرائض رسالت بھی ہیں۔ ان میں پہلا فرض آیات کی تلاوت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکامات آیات کی صورت میں نازل ہوئے حضور ﷺ ان کو پڑھ کر سناتے۔ رسالت کا دوسرا فرض یہ تھا کہ ان آیات کو سن کر جو خوش نصیب مسلمان ہو جاتا، حضور اقدس ﷺ اسے اپنی تربیت میں لے کر اس کا تزکیہ نفس کرتے۔ اس کے باطن میں جو آلائشیں، نفسانی خواہشات وسوسوں اور توہمات وغیرہ ہوتے ان کو اپنی صحبت اور نظر کرم سے دور کرتے اس کے قلب سے یہ سب کچھ نکال کر اللہ تعالیٰ کی یاد بھر دیتے ذکرِ الٰہی سکھاتے اور ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی طبیعت اور رجحان کو دیکھ کر اس کا روحانی تزکیہ فرماتے جب قلب کی صفائی ہو جاتی تو حضور اقدس ﷺ کتاب اللہ کی تعلیم دیتے یہ حضور اقدس ﷺ کا تیسرا فریضہ رسالت تھا۔ اس کے بعد حکمت بھری باتوں سے قرآنی آیات کی تشریح و توضیح فرماتے۔ اس طرح بعثت کے چاروں مقاصد پورے ہوئے اور رسالت کے فرائض بھی ادا ہوئے۔ جب انسان، مسلمان بنتا ہے تو وہ سب سے پہلے پانچ باتوں پر ایمان لاتا ہے جنہیں عقائد یا ایمانیات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں، اسکے رسولوں اور یومِ آخرت پر ایمان، اس کے بعد وہ عبادات میں مشغول ہو جاتا ہے جن کی بہترین صورت نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ ہے، یعنی

وہ ارکان اسلام ادا کرتا ہے اسکے ساتھ ساتھ اس کا تعلق معاشرے کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ والدین' بیوی بچے' رشتہ دار' ہمسائے' دوست احباب اور عوام الناس' مختلف معاملات میں ان کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے۔ اب اگر تو وہ اخلاق کا اچھا ہے ہر ایک سے حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے پھر تو اس کے تمام اعمال قُبول ہو جائے گے۔ اور حقوق اللہ میں کچھ کمی رہ بھی گئی ہو گی تو اللہ تعالیٰ حقوق العباد کی بہتر ادائے گی کے طفیل اس کمی کو پورا کر دے گا۔ اگر خدانخواستہ اس کا اخلاق برا ہے اور وہ ہر ایک سے بدسلوکی اور بد خلقی سے پیش آتا ہے تو ایسا شخص نہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں قابل التفات ہے اور نہ معاشرے میں اسے اچھا سمجھا جائے گا سب لوگ اسے نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا۔ ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں (صحیح بخاری شریف) اگر بغور دیکھا جائے تو تمام عقائد' عبادات اور معاملات کا دار ومدار اچھے اخلاق پر ہے۔ بلکہ عبادات کی قبولیت ہی حسن خلق پر ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں ''بخل اور بد خلقی کسی مسلمان کے اندر جمع نہیں ہو سکتے (ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، بخاری شریف) اور اپنی ذات کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ (اللہ تعالیٰ نے) مجھے صرف اس لیے مبعوث کیا ہے کہ میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کر دوں'' پتہ یہ چلا کہ اسلامی دستور حیات کے تمام اصول وقواعد حسن اخلاق پر اٹھائے گئے ہیں جن کی تکمیل کے لیے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے نیز قرآن مجید نے بھی اس کی وضاحت فرمادی کہ اے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''اِنکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم'' (القرآن) بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خلق عظیم کے مالک ہیں''، پس دین قیم کی تکمیل حسن خلق پر ہو گی۔ اور حسن خلق کو پیدا کرنے کے لیے تزکیہ نفس کی ضرورت پڑے گی۔ اور تزکیہ نفس کے بغیر کتاب وحکمت کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ کیوں کہ وہ تعلیم موثر نہیں ہو گی۔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی یہی ہے کہ سب سے پہلے آیات کی تلاوت' پھر تزکیہ نفس اس کے بعد کتاب وحکمت کی تعلیم۔ زمین زرخیز ہو گی تو بیج اچھے انداز میں اُگ سکے گا۔ پھلے پھولے گا۔ اگر زمین ہی بنجر اور شور زدہ ہو تو اعلیٰ قسم کا بیج بھی ضائع ہو جاتا ہے

یہی صورت حال انسانی قلب کی ہے۔ جہاں سے ایمان کا نور اور تقویٰ کی روشنی پھوٹتی ہے۔ جب تک قلب کا تزکیہ نہیں ہوگا کتاب وحکمت کی تعلیم بے اثر ثابت ہوگی۔ یہ تمام چیزیں شیخِ کامل ومکمل کی توجہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ نہ کہ ناقص سے۔

(آئینہ تصوف، ص، 27، تا30)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علم دو ہیں

(۱) علم وراثت

(۲) علم لدنّی

علم وراثت وہ ہے جس سے پہلے کوئی عمل ہو چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وارث بناتا ہے اس علم کا جو اسے معلوم نہیں۔
اور علم لدنی وہ علم ہے جس سے پہلے کوئی عمل نہ ہو بلکہ کسی سابق عمل کے حق سبحانہ محض عنایت بے علت سے اپنے پاس سے بندے کو کسی خاص علم کے ساتھ مشرف کرے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے : و عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً (سورہ کہف 9) اور سکھایا تھا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم۔

خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم کی طرح اجر بھی دو قسم کا ہے۔

(۱) اجر ممنون (۲) اجر غیر ممنون۔

(۱) اجر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں نہ ہو بلکہ محض محبت (الٰہی) ہو۔

(۲) غیر ممنون وہ جو کسی کے مقابلہ میں ہو۔

(مشائخ نقشبندیہ ص 156)

شیخ المشائخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس طرح علم کی طلب فرض ہے اسی طرح معلوم کی طلب بھی فرض عین ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 419)

سلطان طریقت شیخ ابو بکر کستانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف سرتاپا اخلاق ہے۔

اور جس میں اخلاق کی زیادتی ہوگی اس میں تصوف کی بھی زیادتی ہوگی۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 298)

حضرت سیدنا برہان حقیقت عبد اللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب سے زائد دانش ور صرف صوفیائے کرام ہیں جو آتش محبت میں فنا ہو کر بقائے دائمی حاصل کر لیتے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 293)

حضرت شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عوارف المعارف میں لکھتے ہیں ہر شے کے لئے ایک ستون ہوتا ہے۔ اور دین اسلام کا ستون فقہ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کر دیتا ہے۔ اور بے شک میں قاسم ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔

ہمارے شیخ (شمس العارفین ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ جب یہ علم دل تک پہنچا تو دل کی آنکھ کھل گئی اور اس نے حق و باطل کو دیکھا اور اس نے ہدایت و گمراہی میں امتیاز کیا۔ جس وقت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کے سامنے یہ آیت پڑھی: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَّرَهٗ ۔ یعنی جس نے ذرہ بھر نیکی کی وہ اس نیکی کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا) تو وہ اعرابی کہنے لگا حسبی حسبی، بس بس مجھے یہ کافی ہے مجھے یہ کافی ہے۔ اس وقت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص فقیہ ہو گیا۔

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ افضل عبادات فقہ دین ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فقہ کو قلب کی صفت بتایا ہے ارشاد فرمایا کہ: لهم قلوب لا يفقهون یعنی ان کے دل ایسے ہیں جو آیات قرآنی کو ان کے (معانی کے) ساتھ نہیں سمجھتے۔ پس جب کہ وہ فقیہ ہوئے تو انہیں علم ہوا اور جب انہیں علم ہوا تو انہوں نے عمل کیا اور جب وہ عالم ہوئے تو ان کو معرفت حاصل ہو گئی اور جب وہ صاحب معرفت ہوئے تو مہتدی (ہدایت یاب) ہو گئے

پس جس کسی نے بھی جتنا زیادہ تفقہ فی الدین پیدا کیا یعنی جو شخص جس قدر فقیہ ہوا اس کا نفس اتنا ہی سریع الاجابت بن جاتا ہے (جلا قبول کی صلاحیت اتنی زیادہ اس میں پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ زیادہ سے زیادہ معالم دین کا مطیع و منقاد بن جاتا ہے۔ اور نور یقین سے اس کو حصہ وافر پہنچتا ہے۔ پس علم منجملہ امور موہوبہ (امور وہبی) کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب کو عطا ہوا ہے اور معرفت اس جملہ کی تمیز ہے اور قلوب کا وجدان ہدایت اور اس کا پالینا۔

(عوارف المعارف، ص 154)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوالقاسم مقری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یعنی تصوف میں داخل ہونے کی پہلی برکت یہ ہے کہ تم صالحین کے اپنے اور ان کے مشائخ کے حال کی تصدیق کرو

(نفحات الانس، ص 297)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوبکر عطوفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آپ فرماتے ہیں کہ میرے استاد شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی ایسے کو دیکھو کہ اس گروہ صوفیہ کا معتقد ہے اور ان کی باتیں قبول کرتا ہے تو اس سے ضرور کہہ دو کہ مجھے دعا میں یاد رکھو۔ مزید فرمایا حضرت سیدنا شیخ المشائخ عباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کامل ولی نعمت شیخ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ ہے کہتے تھے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ایسے شخص کے ساتھ جو گروہ صوفیہ کا دوست ہے بھلائی کرو۔

(نفحات الانس، ص 211)

حضرت سیدنا برہان طریقت ابوبکر یزدانہار ارموی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سیدنا سلطان طریقت ابوالعباس نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد تمام صوفیوں کو سوتا ہوا دیکھا۔ تو کہا کہ سب سو رہیں تو کون سعی کرے گا۔ یعنی اس کے حکم کی اور اس سے محبت اور دوستی کون کرے گا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم مجھے دیکھتے ہو کہ صوفیوں پر انکار کرتا ہوں واللہ میں ان پر غیر کی وجہ سے انکار کرتا ہوں کہ یہ لوگ خدا عزوجل کے اسرار غیر اہل پر ظاہر نہ کریں ورنہ یہ لوگ جہاں کے سرداروں میں ہیں۔ اور ان

کی محبت سے خدا ﷻ کا تقرب ڈھونڈتا ہوں۔

(نفخات الانس، ص 207)

کشف المحجوب کے مقدمہ میں پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایک بات میں ابتداء ہی میں صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ صوفیاء کی صفوں میں ایسے لوگ بھی دَر آئے ہیں جو بظاہر عابد و زاہد نظر آتے ہیں لیکن دراصل اپنے زہد و عبادت کو حصول مال و جاہ کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں لیکن مجھے یہ تو بتایئے انسانی زندگی کا کون سا شعبہ ایسا ہے جہاں یہ کالی بھیڑیں موجود نہیں۔ علماء، اطباء، قضاۃ تجار، صنعت کار سب جگہوں پر ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اپنے طبقہ کے لئے ننگ و عار کا باعث ہیں۔ لیکن اگر ان کے وجود سے صحیح اور راستباز لوگوں کی افادیت کم نہیں ہوئی تو جعلی صوفیوں کے ہتھکنڈوں سے بھی صوفیاء و اولیاء کرام کی عظمت پر حرف نہیں آ سکتا۔ ہم جن صوفیاء کے بارے میں کلام کریں گے وہ وہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں اس لقب کے اہل ہیں۔

(کشف المحجوب، ص 16)

تصوف کی بنیاد قرآن و سنت ہے مفسر قرآن شیخ وقت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ عقائد میں لکھا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مریدین کا راستہ صحیح راستہ ہے۔

(فقہ و تصوف ص 101)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ صوف کے تین حروف ہیں۔ ص: صدق، صبر اور صفا کی اور وَ دّ، وُدّ وداد اور وفا ء فقر و فرد اور فناء کی جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ صوفی نہیں۔

(تفسیر روح البیان ج 28، ص 345)

حضرت سیدنا آفتاب ولایت شیخ المشائخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اتباع سنت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے وہ کاذب ہے کیونکہ اتباع شریعت

کے بغیر طریقت کا حصول ممکن نہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء ص119)

حضرت سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جب کبھی کلام صوفیہ کا ذکر آتا تو آپ حضرت سیدنا ابوحمزہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے: ما تقول فی ھٰذا یا صوفی اے صوفی! آپ اس میں کیا فرماتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے سے فرمایا کرتے تھے بیٹا! صوفیاء وقت کی صحبت میں رہا کرو کیونکہ وہ اخلاص میں ایسے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں تمہاری رسائی نہیں۔

(مشائخ نقشبندیہ، ص484)

حضرت سیدنا سلطان حقیقت جعفر صدلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابوالحسن صانع دینوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے استاد بزرگ ابوجعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے پہلی عقیدت میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک چبوترے پر بیٹھے ہیں اور مشائخ صوفیہ کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارد گرد بیٹھی ہے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور ایک فرشتہ نیچے اترا ہے، طشت اور لوٹا ہاتھ میں لئے ہوئے تھا ایک ایک کے سامنے رکھتا تھا اور وہ سب ہاتھ دھوتے تھے۔ جب مجھ تک پہنچا تو کہا کہ اٹھا لو۔ کیونکہ یہ ان (صوفیہ) میں سے نہیں ہے لوٹے والے نے لوٹا اٹھایا اور چلا گیا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ان سے تو نہ سہی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانتے ہیں۔ کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ ان کو دوست رکھتا ہے وہ انہیں میں سے ہے طشت واپس لایا گیا یہاں تک کہ میں نے بھی ہاتھ دھوئے۔ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری (حضرت سیدنا جعفر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ) طرف دیکھتے اور ہنستے تھے فرمایا (سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہ اگر ہم کو دوست رکھتا ہے تو ہمارے ساتھ ہی ہے۔ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس وقت تک ان صوفیوں سے میری صحبت نہ تھی۔ ابراھیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ فرشتہ کے پاس

ایک کاغذ ہے اور کچھ لکھ رہا ہے۔ میں نے کہا کیا لکھتے ہو؟ کہا خداوند عزوجل کے دوستوں کے نام لکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کیا میرا نام بھی لکھا ہے۔ کہا کہ نہیں میں نے کہا کہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ اس کا دوست ہوں۔ لیکن اس کے دوستوں کا دوست ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو دوست رکھتا ہوں، میں اسی میں تھا۔ کہ ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ کاغذ کو شروع سے لے اور اس کا نام سب سے پہلے لکھ۔ کیونکہ میرے دوستوں کا دوست ہے۔ حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوالعباس عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر تجھے خدا تک رسائی نہیں تو اس کے دوستوں تک رسائی کر اگرچہ درجہ میں ان کے برابر نہ ہوگا لیکن وہ تیرے شفیع ہوں گے۔ (سبحان اللہ)

(نفحات الانس، ص189-188)

تصوف کا نام کب سے ہے:

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہنے والوں کو صحابی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہنے والوں کو تابعی کہا گیا۔ انھوں نے اس نام کو نہایت ہی شرف والا نام سمجھا۔ پھر ان کے بعد کے لوگوں کو اتباع التابعین کہا گیا۔ اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا اور جدا جدا مراتب پیدا ہوگئے۔ چنانچہ ان خاص قسم کے لوگوں کو جنھیں دین کے امور کے ساتھ خاص لگاؤ تھا ''زاہد''، ''عابد'' کہنے لگے۔ پھر بدعتیں رونما ہونے لگیں۔ ہر فرقہ مدعی بن بیٹھا کہ ان میں ''زاہد'' پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت میں سے ان خاص لوگوں نے جنھوں نے اپنے انفاس (یعنی سانس) کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے وقف کر دیا اور اپنے دلوں کو غفلت کے طاری ہونے سے محفوظ رکھا اپنے لئے ایک الگ نام ''تصوف'' رکھ لیا۔ ان بزرگوں کیلئے یہ نام دوسری ہجری سے پہلے مشہور ہو چکا تھا۔

(رسالہ قشیریہ، ص،121)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے علم تصوف اس علم سے عبارت ہے جو کہ اولیاء کے دلوں میں جلوہ گر ہوا جبکہ وہ کتاب وسنت پر عمل کی بدولت روشن ہوئے تو جس نے بھی کتاب وسنت پر عمل کیا اس کیلئے اس کی

وجہ سے ایسے علوم آداب اسرار اور حقائق منکشف ہوئے کہ زبانیں ان کے بیان سے عاجز ہیں۔جیسا کہ علمائے شریعت پر احکام منکشف ہوتے ہیں جبکہ وہ اپنے علم پر عمل کرتے ہیں۔ پس تصوف تو صرف احکام شریعت پر کسی بندۂ خدا کے عمل کا مکھن ہے جبکہ اس کا عمل کوتاہیوں اور نفسانی خواہشات سے پاک ہو۔جس طرح کہ علم معانی اور بیان علم نحو کا مکھن ہے تو جس نے علم تصوف کو ایک مستقل علم قرار دیا اس نے سچ کہا اور جس نے اسے عین احکام شریعت میں سے سمجھا وہ بھی سچا جیسا کہ جس نے علم معانی اور بیان کو مستقل علم کہا تو سچ کہا اور جس نے اسے علم نحو میں سے ہی قرار دیا وہ بھی درست ہے۔لیکن اس ذوق پر کہ علم تصوف عین شریعت سے ہی نکلتا ہے وہی شخص جھانک سکتا ہے جو علم شریعت کا ایسا فاضل متبحر کہ انتہا تک پہنچ چکا ہو۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 54)

(ہر نفس کو) اس کی بدی اور نیکی سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔بے شک وہی مراد کو پہنچا جس نے اس (نفس) کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو گناہ (کی دلدل) میں چھپا دیا۔(القرآن الحکیم) نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب کا تزکیہ کیا۔ان کے نفوس کو صاف ستھرا کیا۔تو یہ سلسلہ رُکا نہیں بلکہ مسلسل آگے بڑھتا گیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین کا تزکیہ فرمایا۔پھر انہوں نے تبع تابعین کا پھر اسی طرح صوفیاءِ عظام اس سلسلے کو لے کر آگے بڑھتے گئے اور فریضہ اولیائے امت نے سرانجام دیا۔سرورِ کائنات ﷺ تو ایک روشن چراغ تھے۔جن سے ان گنت چراغ روشن ہوئے اور انہوں نے قلوب کے اندھیروں کو دور کر کے ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شمعیں روشن کیں۔

(آئینۂ تصوف، ص، 46)

حضرت مفسر قرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''ایک دن اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے پاس حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا! جب ان کے فقر، جہد اور طہارت قلب کو دیکھا تو فرمایا (اے اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم تمہیں بشارت ہو میری امت میں سے جو لوگ ان صفات سے متصف ہوں گے جن سے تم متصف ہو اور ان پر برضا و رغبت قائم رہیں گے تو وہ

جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔ (عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم)

(آئینۂ تصوف، ص، 67)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تصوف علم وعمل کے مجموعے کا نام ہے۔علم کے ذریعہ نفسانی خواہشات سے کنارہ کشی کرنا تزکیہ نفس کرنا قلب کو غیر اللہ سے خالی کرکے ذکرِ الٰہی سے آراستہ کرنا۔

(آئینۂ تصوف، ص، 52)

حضرت شیخ المشائخ علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ''منکران طریقت سے پوچھو کہ تصوف سے ان کی کیا مراد ہے۔ اگر صرف اسم (تصوّف کے نام) سے انکار ہے تو خیر، اور اگر معنی سے انکار ہو تو اس کا مطلب مکمل شریعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تمام اخلاقِ حسنہ کا انکار ہے۔

(کشف المحجوب ص، 99)

(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں ''(القرآن) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مجاہد اہلسنت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور اس کے صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت اور شان سے باخبر ہے۔

(کنز الایمان تفسیر نور العرفان، پ، 22، ص، 526)

کفایۃ الاتقیاء میں مذکور ہے: عارف کی ایک رکعت نماز غیر عارف عالم ظاہر کی ایک ہزار رکعات سے بہتر ہے اور (تصوف کے بعض) مبتدعین کے انکار کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی کرامت، خوارق، مواجید اور احوال متصف نہیں ہے چونکہ وہ (مبتدعین) کجروی اور گمراہی میں واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے تصوف اور اہل تصوف سے انکار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہدایت

پر ہیں۔جس طرح تمام گمراہ شدہ فرقوں کی پختہ عادت ہے۔

(ہدایت السالکین،ص،324)

حضرت شمس العارفین شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ان لوگوں کے دلوں میں کینہ کیسے باقی رہ سکتا ہے۔جن کے قلوب اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملے ہوئے اوراس کی الفت ومحبت پران سب کا اتفاق واجتماع ہوگیا ہواوروہ اس کے ذکر سے مانوس ہوں ان کے دل نفسانی وسوسوں اورطبیعتوں کی تاریکیوں سے پاک وصاف ہیں بلکہ نوریقین سے سرمہ آلود ہیں۔اس لیے وہ بھائی بھائی بن گئے ہیں۔اہل تصوف کے قلوب اس طرح ہیں کہ ان کا ایک کلمہ پراجتماع ہے وہ طریقت کے شرائط بجالاتے ہیں اور تحقیق کے ساتھ کامیاب ہوتے ہیں۔

(عوارف المعارف،ص،286)

حضرت شیخ المشائخ شیخ ذروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف صدقِ توجہ کا نام ہےاوراس کے مختلف طریقے ہیں۔تصوف کا ستون مادیت کے میل کچیل سے دل کوصاف کرتا ہےاوراس کا مقصد انسان کوخالق عظیم سے واصل کرنا ہے

(تصوف کے حقائق ص18)

مراقی الفلاح کے مصنف فرماتے ہیں کہ ظاہری طہارت کااس وقت فائدہ ہے،جب باطن بھی اخلاص کے ساتھ پاک کیا جائے باطن کودھو کے تصنع اورحسد سےاوردل کواللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ماسویٰ دونوں جہانوں سے فارغ اور پاک کرنا چاہیئے تا کہ رب عزوجل کی عبادت ذاتِ رب عزوجل کی وجہ سے کی جائے نہ کہ کسی اوروجہ سے۔پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ایسے بندے کی حاجات وضروریات کوپورا کرتا ہےاوروہ یکتا معبود کا یکتا بندہ بن جاتا ہےاورکسی چیز کا غلام بن کراللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت نہ کرنی چاہیئے اورخیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں خواہشات خدمتِ ربانی سے روک نہ دیں۔

(تصوف کے حقائق،ص،28)

آج جو مسلمان اس قدر انحطاط اور کمزوری وگمراہی کا شکارنظر آتے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے اسلام کے روح وجوہر کوگم کردیا ہے۔اور مسلمانوں میں صرف

ظاہر ہی ظاہر رہ گیا ہے۔ اسی بناء پر باعمل علماء اور غیور مرشدین لوگوں کو صوفیاء کے ہمراہ طریقت میں داخل ہونے کی تلقین کرتے ہیں اور صوفیاء کی صحبت کے التزام کی نصیحت کرتے ہیں تاکہ وہ اسلام کے جسم وروح کا جامع بن جائیں اور صفائے قلبی کے ساتھ ساتھ بلند اخلاق تک رسائی حاصل کرلیں اور انہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یقینی عرفان ومعرفت حاصل ہو جائے تاکہ وہ حب الٰہی، مراقبہ الٰہی اور ذکر الٰہی کے دوام سے مزین ہو سکیں۔

(تصوف کے حقائق، ص، 30)

فتاویٰ شامی میں حضرت سیدنا علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طریقت اس سیر وسلوک کو کہتے ہیں جو سالکین کے ساتھ خاص ہے تاکہ وہ منازل ومقامات طے کریں جبکہ حقیقت قلب کے ذریعہ ربوبیت کا مشاہدہ کرنا ہے، یہ ایک باطنی راز ہے جس کی کوئی حد وجہت نہیں شریعت، طریقت اور حقیقت آپس میں لازم وملزوم ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک رسائی کے طریقے کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، ظاہر شریعت وطریقت ہے اور باطن حقیقت ہے۔ حقیقت، شریعت وطریقت میں اسی طرح پنہاں ہے جس طرح مکھن دودھ میں۔ ان تینوں سے مقصود بندگی کو قائم کرنا ہے جو بندے سے مطلوب ہے۔ حضرت سیدنا قطب الاقطاب امام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقت ربوبیت کے اسرار کا مشاہدہ ہے اس کا راستہ شرعی عزیمت ہے جو طریقت پر گامزن ہوا وہ حقیقت تک پہنچ جاتا ہے حقیقت شرعی عزیمت کی انتہا ہے اور کسی بھی شے کی انتہا اس شئے کی مخالف نہیں ہوتی لہٰذا حقیقت شرعی عزیمت کے مخالف نہیں۔

(تصوف کے حقائق، ص، 295)

حضرت شیخ المشائخ ابراہیم بن محمد نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تصوف کی اصل کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنا اور بدعات وخواہشات کو چھوڑ دینا ہے نیز مشائخ کی تعظیم اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا ان کی خدمت کرنا اچھے اخلاق اپنانا، اور ذکر واذکار کی پابندی کرنا اور رخصت کے کاموں اور تاویلات کو چھوڑتا ہے، طریقت میں جو بھی گمراہ ہوا ابتدا کے فساد کے سبب ہوا کہ ابتدا کا فساد انتہاء تک موثر ہے۔ (تصوف کے حقائق، ص، 301)

حضرت شیخ المشائخ جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تصوف کے معاملہ کی بنا دو باتوں پر ہے۔ اول یہ کہ تو اپنے نفس پر لازم کرے کہ وہ ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو نگاہ میں رکھے اور اس علم کا اثر تمہارے ظاہر پر موجود ہو۔

(رسالہ قشیریہ، ص،،390)

حضرت غوث المحققین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اتباع سنت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے۔ وہ کاذب ہے کیونکہ اتباع شریعت کے بغیر طریقت کا حصول ممکن نہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص،119)

شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر چند کہ شریعت سر بسر حقیقت ہے اور حقیقت تمام شریعت۔ حقیقت کی بنیاد شریعت ہے۔ شریعت حقیقت کے بغیر، اور حقیقت شریعت کے بغیر بیکار ہے اور عمل کرنے والے ان ہر دو کے بغیر بیکار ہیں۔

(صد میدان، ص15)

حضرت سیدنا عارف باللہ شیخ ابو طالب عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک سالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عارف سے عرض کیا ''میں خدا عزوجل سے بہت غافل ہوں، نیکیوں کی طرف سست و کاہل ہوں، کوئی نصیحت فرمائیے کہ میں اس کی تلافی کر لوں'' فرمایا ''بھائی اگر تو اولیاء اللہ سے محبت کر سکے اور ان کا تقرب والفت حاصل کر سکے تو یہ کر، شاید وہ تم سے محبت کر لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر روز ستر بار اولیاء اللہ کے قلوب پر نظر رحمت فرماتا ہے، شاید کسی روز ان کے ساتھ محبت کے باعث تیری جانب بھی نظر رحمت فرما دے اور تجھے دنیا وآخرت کی پریشانیوں اور تحیّر سے پناہ دے دے جبکہ تیری اس پر براہِ راست نظر نہیں۔''

(قوت القلوب، جلد دوئم، ص173)

حضرت مقبول یزدانی سہل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے ''انسان اس (تصوف وتزکیہ) کی حقیقت تک اس وقت ہی رسائی حاصل کر سکتا ہے جبکہ وہ یہ چار باتیں پوری کرے۔

1) فرائض کو سنت کے ساتھ ادا کرے۔

2) تقویٰ کے ساتھ حلال کھانا۔

3) ظاہر و باطن میں ممنوعات سے بچنا۔

4) موت تک اس کی پابندی کرنا۔

(قوت القلوب، جلد دوئم، ص976)

شیخ التفسیر حضرت قدوۃ السالکین مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ برادرانِ اسلام! جن لوگوں کے ہاتھ میں قوم کی باگ ڈور ہوتی ہے، ان میں سے ایک گروہ، صوفیائے کرام کا ہے اور یہ گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پہلے سے چلا آ رہا ہے (یعنی اس گروہ کا وجود ابتدائے آفرینش سے اور ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے) اس گروہ میں جو کھرے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول، محبوب، مغفور اور مرحوم ہوتے ہیں۔ ان کی دامن گیری باعثِ برکت، ان کا اتباع موجبِ نجات اور ان کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ان کی تربیت انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتی ہے۔ ان بزرگانِ دین کی تربیت سے ہی انسان روحانی مہلک بیماریوں (مثلاً حسد، کبر، عجب وغیرہ) سے شفا پاتا ہے اور جنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اگر ان اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو اور ان سے اپنی تربیت نہ کرائے تو اغلب یہی ہے کہ انسان روحانی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔"

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص23)

ایک خراسانی عالمِ دین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قریب تھی، کسی نے عرض کیا "ہمیں کسی ایسے آدمی کی طرف رہنمائی کر جائیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے پاس بیٹھا کریں" انہوںؒ نے فرمایا "فلاں کے پاس" چنانچہ انہوں نے ایک خاموش طبع عابد کا ذکر کیا جو کہ کثرتِ علم سے معروف نہ تھا۔ کسی نے عرض کیا کہ "ان کے پاس اس قدر علم نہیں کہ ہم جس علم کی بات پوچھیں وہ جواب دے سکے" انہوں نے فرمایا "میں جانتا ہوں، مگر اس کے پاس اس قدر تقویٰ ہے کہ جسے وہ نہیں جانتا، اس کے بارے میں کلام نہیں کرتا۔"

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص378)

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کے بغیر عبادت میں کوئی خیر نہیں فہم کے بغیر علم میں کوئی خیر اور غور وفکر کے بغیر تلاوت میں خیر نہیں علم کے چشمے رات کے چراغ پرانے کپڑوں والے اور صاف دلوں والے بن جاؤ۔ اس کی بدولت تمھیں ملکوت سماء میں پہچانا جائیگا اور زمین میں تمہارا ذکر خیر ہوگا۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 80)

حضرت شیخ المشائخ ابوعبداللہ محمد بن خفیف الضبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف دلوں کو صاف کرنے طبعی اخلاق کو جدا کرنے صفات بشریہ کو مٹانے نفسانی دعوؤں سے پہلو تہی کرنے صفات روحانیہ کو اتارنے علوم حقیقت سے تعلق پیدا کرنے تمام امت کی خیر خواہی کرنے اور شریعت پاک میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرنے کا نام ہے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 259)

حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہُ الکریم فرماتے ہیں کہ مجھے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ستر علوم سکھائے ہیں اور یہ علوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی اور کو تعلیم نہیں کئے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 51)

شیخ المشائخ شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل ظاہر کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ہم تو صرف ظاہری طور پر علم شریعت کو جاننے کا اقرار کرتے ہیں جب کہ علم باطن اور علم تصوّف سراسر بے معنی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق وتائید سے ہم یہ جواب عرض کرتے ہیں کہ علم شریعت ایک ہی علم اور اسم ہے جو دولفظوں روایت اور درایت کو شامل ہے یعنی علم شریعت بیک وقت اعمال ظاہری وباطنی کی دعوت دیتا ہے۔ کیونکہ علم جب تک دل میں رہتا ہے باطنی کہلاتا ہے اور زبان تک پہنچے تو ظاہری گویا علم کی دوقسمیں ہوئیں۔ ظاہری اور باطنی اور یہ علم شریعت ہی ہے جو ظاہری وباطنی اعمال کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اعمال ظاہری سے مراد وہ اعمال ہیں جو انسان کے ظاہری اعضاء انجام دیتے ہیں پھر اعمال ظاہری کی دوقسمیں ہیں، عبادات اور احکامات۔ عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد

وغیرہ شامل ہیں جبکہ حدود وطلاق، غلاموں کو آزاد کرنا، خرید وفروخت کے مسائل، وراثت اور قصاص وغیرہ احکامات میں شمار ہوتے ہیں اور جملہ احکامات وعبادات انسان کے ظاہری اعضاء سے ہیں۔ جہاں تک اعمال باطنی کا تعلق ہے تو وہ قلب سے متعلق ہے۔ جیسے مقامات، احوال، یعنی تصدیق ایمان یقین، صدق، اخلاص، معرفت، توکل، محبت، رضا، ذکر، شکر، توبہ، خشیت، تقویٰ، مراقبہ، فکر، اعتبار، خوف، امید، صبر، قناعت، تسلیم، تفویض، قرب، شوق، وجد، حزن، ندامت، حیا، شرم، تعظیم، اور ہیبت مذکورہ اعمال باطنی کا اپنا اپنا مفہوم اور معنی ہے۔ اوران میں سے ہر ایک کی صحت وعدم صحت پر آیت قرآنیاں اور احادیث نبوی شاہد ہیں۔ جس نے ان کو جان لیا وہ ان کا عالم ٹھہرا اور جس نے ان کو نہ سمجھا وہ ان سے بے خبر رہا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 54، 55)

حضرت شیخ المشائخ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حصول معرفت میں عارف سے ادب کا دامن چھوٹ گیا تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 74)

حقیقت تصوف

حضرت شیخ المشائخ رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ماہیت تصوف پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے ''اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رکھنا ہی تصوّف ہے''۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 56)

حضرت شیخ المشائخ ابومحمد جریری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ہر بری اور خسیس عادت کو چھوڑ کر پاکیزہ عادات اپنا لینا تصوّف ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 56)

حضرت شیخ الشیوخ عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصوّف یہ ہے کہ بندہ ہر وقت عملِ صالح اختیار کرنے کا خواہاں رہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 56)

صوفیہ کون ہیں؟

صوفیاءِ کرام کی کیا تعریف ہے اور وہ کون ہیں اس سوال کا جواب حضرت شیخ المشائخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ یوں دیتے ہیں ''صوفیہ وہ ہیں جو اپنی عقلوں اور قلوب کو مصائب و آلام کے باوجود ثابت قدم رکھتے ہیں اور نفس کے ہر شعلۂ شر انگیز کو مرشد کامل کی اتباع سے سرد کر دیتے ہیں''۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 57)

ایک باکمال صوفی سے کسی نے پوچھا کہ کس کی صحبت میں بیٹھوں؟ تو انھوں نے کہا ''صوفیہ کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ قبیح چیزوں سے بچنے کے طریقے جانتے ہیں اور مادی قوّت وعظمت کو اپنے ہاں جگہ نہیں دیتے ان کی صحبت تجھے اس قدر بلند کر دے گی کہ خود پر ناز کرے گا''۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 57)

حضرت شیخ المشائخ محمد بن فرغانی رحمۃ اللہ علیہ ابوجحفۃ رضی اللہ عنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد ''اے ابا جحفۃ رضی اللہ عنہ! سوال علماء سے کرو دوستی دانش مندوں سے کرو اور محفل بزرگوں کی اختیار کرو'' کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: علماء سے حلال وحرام کے بارے پوچھو، دانش مندوں سے دوستی اختیار کرو جو اپنی دانش وبینش کی روشنی میں صدق وصفا اور اخلاص کے راستے پر چلتے ہیں اور بزرگان دین کے ساتھ بیٹھو جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ ہی کی باتیں کرتے ہیں اور اسی کی ربوبیت کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قربت کے نور سے دیکھتے ہیں۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 201)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر اس آسمان کے نیچے کوئی علم، علمِ تصوف سے بڑھ کر ہوتا تو میں اس کی اور اس کے جاننے والوں کی طرف دوڑا ہوا جاتا اور سیکھ لیتا اور اگر یہاں کوئی وقت صوفیوں کے اوقات سے بہتر ہوتا تو میں اس کو حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 289)

صوفیہ کا طریقہ کتاب وسنت کے موافق ہے:

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 67 پر کہ صوفیہ کا طریقہ کتاب وسنت کے موافق ہے اور جاننا چاہئے کہ قوم صوفیہ کا طریقہ کتاب وسنت کے (بالکل موافق ہے پس جو صوفی) کتاب وسنت کی مخالفت کرتا ہو وہ سیدھے راستہ سے (یقیناً) باہر ہوگیا جیسا کہ حضرت سیدی الطائفہ شیخ کبیر ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرما گئے ہیں پس تم یہ گمان (ہرگز) مت کرنا کہ (حضرات) صوفیہ کرام کی وہ حالت آج کل کے مدعیان تصوف جیسی تھی بلکہ وہ حضرات رضی اللہ عنہم اسرار شریعت کے جاننے والے، روزہ رکھنے والے، راتوں کو جاگنے والے، زاہد متقی (خدا سے) خوف وخشیت رکھنے والے تھے جیسا کہ ان کی سوانح اور تواریخ سے معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ (صوفیوں پر) انکار کرتے ہیں وہ ان لوگوں پر انکار کررہے ہیں جو کہ چھٹے درجہ میں ان (صوفیہ کاملین) کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں کیونکہ ہر قرن (زمانہ) کو (جب اس سے) پہلے قرن کی ساتھ نسبت کرکے (دیکھا جائے تو دونوں کی حالت زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا جس کی وجہ سے) اس پر انکار کرنا صحیح ہے جب کہ وہ یہ دعوے کرے میں (بہمہ وجوہ) پہلے قرن کے طریقہ پر ہوں کیونکہ (یہ دعوے کسی طرح قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ)لوگ ہمیشہ (ہر زمانہ میں) پہلی حالت سے پیچھے ہی ہٹتے رہتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ''خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ'' اسی طرف اشارہ ہے (کہ تمام جماعتوں سے بہتر میری جماعت ہے (یعنی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم) پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین رضی اللہ عنہم)۔

اور (عزیز من ! ذرا) حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی قول میں (تو) غور کرو (وہ فرماتے ہیں کہ) مجھ سے میرے شیخ (مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ فرمایا تھا کہ برخوردارا اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمہارے دل میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی غیر کا خطرہ بھی آئے تو پھر کبھی ہمارے پاس نہ آنا کیونکہ (اس حالت میں) تم سے یہ امید نہیں کی

جا سکتی کہ تم سچے مرید بن سکو گے۔ پس جن لوگوں کے مریدوں کا یہ حال تھا تو خود ان مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت کیا کچھ ہوگی۔

(عزیز من!) تم اس مرید کی اور آج کل کے مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت میں غور کرو تو تم کو (زمین آسمان کا) فرق معلوم ہوگا۔ اور حضرت سیدنا شیخ المشائخ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ میں حضرت امام العارفین سیدی سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عابد کسی کو نہیں دیکھا کہ ان کی اٹھانوے سال کی عمر ہوگئی تھی، مگر مرض الموت کے سوا کبھی ان کو لیٹے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا اور (اس پر بھی) وہ (ہم سے) یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ میری طرح عاجز و ناتواں ہو جانے سے پہلے کچھ کوشش کر لو حالانکہ ہم ان کے مجاہدات کا اس وقت بھی مقابلہ نہ کر سکتے تھے باوجودیکہ ہم نوجوان تھے (اور وہ نہایت بوڑھے تھے)۔

پس حق سبحانہ وتعالیٰ ان سب حضرات سے راضی ہوں (کہ واقعی انہوں نے مجاہدہ کا حق ادا کر دیا) اور خلاصہ (کلام) یہ ہے کہ جو شخص ولی عارف باللہ کے ہاتھ پر تربیت پائے گا وہ حقیقی طور پر عبدیت کا درجہ حاصل کر لے گا اور ان کے آداب کو (بخوبی) پہچان لے گا۔

حضرت سراج السالکین علی بن حمزہ اصفہانی حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک دفعہ میں ان کے پاس سے حج کو گیا۔ اور بصرہ میں پہنچا۔ اتنے میں محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر مصر میں پہنچی ان کو اتنا غم ہوا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا کہ میں اصفہان میں نہیں جا سکتا۔ پھر بصرہ میں شیخ کامل قدوۃ السالکین سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے پاس رہا۔ یہ لوگ اس کی باتیں کیا کرتے۔ اور اس کی خبریں دیا کرتے۔ جو بات مجھے اچھی معلوم ہوتی۔ میں کہتا کہ میں ان پڑھ ہوں مجھے یہ لکھ دو ایک دن پانی کے کنارے پر میں طہارت کرتا تھا۔ جو کچھ لکھا ہوا تھا میری آستین سے پانی میں گر گیا اور خراب ہو گیا مجھے کو اس دراز مدت کی محنت پر بڑا رنج ہوا۔ اس رات شیخ کامل قدوۃ السالکین سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے خواب میں دیکھا۔ مجھے کو کہتے ہیں اے مبارک تم اس لئے رنجیدہ ہوئے ہو کہ تمہارا دفتر پانی میں گر گیا۔ میں نے کہا ہاں۔ اے استاد کہا کہ کیوں ان باتوں کا حق اور خدا عزوجل کا

حق اور اس کے دوستوں کا حق اپنی سے طلب نہیں کرتا میں نے کہا کہ اے استاد مجھ میں طاقت نہیں میں اس بات میں تھا کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت آپ ﷺ کے ساتھ ہے جب میں نے سید دو عالم ﷺ کو دیکھا تو خوشی کے مارے سرکار مدینہ ﷺ کی خدمت میں دوڑا مجھے دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ اس صدیق یعنی سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں نہیں کہتا کہ اس گروہ کی دوستی اور یہ باتیں عین حقیقت ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ محبوب خدا ﷺ تشریف لائے کہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ باتیں فرمائیں سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں خدا عزوجل سے استغفار کرتا ہوں احمد مصطفیٰ ﷺ مسکرا پڑے اور میں خوشی سے جاگ اٹھا۔

(نفحات الانس، ص122)

اپنے وقت کے بہت بڑے شیخ حضرت سیدنا ابو عبد اللہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات (یعنی معرفت) کا راہ جانتا اور اس پر چلتا ہوا لوٹا تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا سخت عذاب دے گا کہ کسی کو بھی ایسا عذاب نہ دیا ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج7، ص31)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! میں نے کوئی گروہ علماء کا ایسا نہیں دیکھا جو گروہ صوفیوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو میں ہر گز صوفی علماء کی صحبت اختیار نہ کرتا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 289)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا! اگر ہمارا یہ علم (علمِ تصوف) گندگی کے ڈھیر پر پڑی ہوئی کوئی چیز ہوتی تو صوفیہ اپنی معینہ مقدار کے مطابق اس میں سے اپنا حصہ لیتے (یعنی علم تصوف کوئی ایسی عام شے نہیں کہ وہ مہ بے تحاشا اس سے جھولی بھرتا پھرے)

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 290)

(حقیقت میں اصلی) صوفی فقہاء ہی ہیں:

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 65 پر کہ (حقیقت میں اصلی) صوفی فقہاء ہی ہیں بشرطیکہ وہ اپنے علم پر عمل کرتے رہیں کیونکہ اولیاء کو فقہاء سے امتیاز عمل ہی کی وجہ سے ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کو (عمل کی برکت سے) حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے علم و فہم میں (ایسی) قوت عطا ہوئی ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں۔ پس یہی وہ چیز ہے جس سے ان کو دوسروں سے امتیاز حاصل ہو گیا اور اسی وجہ سے اولیاء میں اور ناقص علماء میں نزاع پیدا ہو گیا (کیونکہ جو علماء اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ان کو علم و فہم میں اولیاء جیسی قوت عطا نہیں ہوئی اس لئے وہ ان کی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں اور بدون سمجھے ان پر اعتراض کرتے ہیں) پس اولیاء کے سامنے ان کی ایسی مثال ہے جیسے کہ شکاری کے جال میں رانگ کے چھلے ہوا کرتے ہیں اور اولیاء (کی مثال شکاری جیسی ہے کہ وہ) جال کی ڈور کو اپنے قبضہ میں کئے ہوئے چلے آتے ہیں۔ پس جس وقت وہ ڈور کو کھینچتے ہیں اس وقت رانگ کے چھلے (اکٹھے ہو کر) خود بخود کھچے ہوئے چلے آتے ہیں۔ پس ناقص علماء (کے تمام علوم) اولیاء کے باطن میں موجود ہیں اور اس کا عکس نہیں ہے (یعنی اولیاء کے علوم ناقص علماء کے اندر موجود نہیں ہیں)۔

مگر ہاں جو علماء عارفین باللہ ہیں (وہ صوفیہ سے کم نہیں ہیں، بلکہ حقیقت میں صوفی وہی ہیں، مگر ایسے علماء و صوفیہ کرام پر اعتراض بھی نہیں ہوتا) کیونکہ وہ تو اپنے علم و فہم کو بہت ہی حقیر (اور ناقص) سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ان کی فہم و معرفت سے اوپر بھی بہت سے درجے ہیں اور اگر مراتب میں یہ امتیاز نہ ہوتا جو کہ ہم (امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا ہے تو ہر نماز و روزہ کرنے والا (حضرت سیدنا امیر المومنین) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر اور ان کا ہم مرتبہ ہو جاتا کیونکہ (ظاہر میں) یہ بھی وہی کام کر رہا ہے جو وہ کرتے تھے اور تمام علم میں کسی کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت نہ ہوتی حالانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ" (پارہ 28، سورۃ المجادلہ، آیت 11)

ترجمہ: حق تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لے آئے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے (مختلف) درجات میں (بلندی عطا) کرتے ہیں، پس اولیاء دوسروں سے ایسے علوم کے ساتھ ممتاز ہیں جن میں کوئی ان کا شریک نہیں اور ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ فاتح کی تفسیر میں دو لاکھ سینتالیس ہزار نوسو ننانوے علم بیان فرمائے ہیں (اس سے اولیاء کے علوم کی وسعت کا اندازہ کر لینا چاہئے) اور میں ان علوم کا زیادہ حصہ اپنی کتاب "**تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحور الاولیاء**" میں ذکر کیا ہے اس کو دیکھنا چاہئے۔

حضرت سیدنا مقبول یزدانی شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اہل مجلس سے فرمایا! تم منتخب لوگ ہو تمہارے لیے جنت میں نور کے منبر بنائے جائیں گے۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی تم پر رشک کریں گے۔ کسی نے پوچھا۔ کس عمل کے بدلے یہ مقام ملے گا؟ حضرت سیدنا مقبول یزدانی شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! اس لیے کہ یہ علم تصوف پر آپس میں تبادلہ خیالات کیا کرتے ہیں۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 290)

حضرت سیدنا سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض علوم ایسے ہیں جو بندھے ہوئے راز کی صورت میں ہیں۔ اور جنہیں اہل معرفت کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب یہ اہل معرفت (ان علوم کے متعلق) گفتگو کرتے ہیں صرف وہی لوگ اس کے منکر ہوتے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے غافل ہوں۔

(تعرف، ص، 131)

حضرت شیخ المشائخ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار رہنے کا نام تصوف ہے۔

(تعرف، ص، 138)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جو کسی چیز کے چھن جانے سے بے قرار نہ ہو اور نہ کسی چیز کی تلاش میں اپنے آپ کو تھکائے۔

(تعرف، ص، 138)

کسی نے حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تصوف کیا ہے؟ فرمایا باطن کا حق سبحانہ وتعالیٰ سے پیوست ہو جانا اور یہ کیفیت صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نفس روح کی قوت اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ قائم رہنے کی وجہ سے اسباب سے بے تعلق ہو چکا ہو۔

(تعرف، ص، 138)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کاشف اسرار سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ایک دفعہ لوگوں نے حضرت کاشف اسرار سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ "کیا مرید کا مقام کبھی اپنے پیر سے بھی بلند تر ہو سکتا ہے؟ آپ (حضرت کاشف اسرار سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا۔ بیشک ہو سکتا ہے اس کی بین دلیل یہ ہے کہ "حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "میرے مرید ہیں مگر مجھ سے اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اسی طرح حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت قطب الاقطاب باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

(آئینۂ تصوف، ص، 93)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ "ایمان سنگار کے ذریعے نہیں ہوتا اور نہ ہی تمناؤں کے ذریعے ہوتا ہے، بلکہ (ایمان یہ ہے کہ) دل میں اس کا وقار ہو اور عمل اس کی تصدیق کرے۔"

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 395)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ باسند روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف وحی فرمائی کہ میرے اولیاء کے لئے کڑوی بن جا، حتیٰ کہ ان کی رغبت اسی میں رہ جائے جو میرے پاس ہے اور میرے دشمنوں کیلئے شیرین ہو جا، حتیٰ کہ وہ میری ملاقات ناپسند کریں۔"

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 883)

صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے قول و فعل کی حیثیت:

صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی نسبت یہ کہنا کہ اُن کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت بات ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: واتبع سبیل من اناب الی

جو میری طرف جھکے اُن کی راہ پیروی کر۔صوفیاء کرام سے زیادہ اللہ ﷻ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے:انما یتمسک یا فعال اهل الدین دینداروں ہی کے افعال سے سندلائی جاتی ہے۔صوفیائے کرام سے بڑھ کراور کون دیندار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ماتخریج جلد22)

صوفیاءکرام اور ظاہری علماءکرام میں فرق:

مرید کیلئے یہ امر قبیح ہے۔کہ وہ صوفیاء کے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کی طرف منسوب ہوتو اس کا سبب صوفیاء کے طریقہ کو چھوڑ کر مختلف مذاہب میں سے کسی اور مذہب کی طرف منسوب ہوتو اس کا سبب صوفیاء کے طریقہ سے جہالت کے سوااور کچھ نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ صوفیاء کے مسائل کے دلائل دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ واضح ہیں اوران کے مذہب کے اصول دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہیں۔دیگر لوگ یا تو نقل روایت کے مالک ہیں یا عقل وفکر کے مالک۔مگراس گروہ کے شیوخ ان سب چیزوں سے بلند ہیں۔کیونکہ جو چیز اوروں کیلئے غیب ہے وہ ان کیلئے ظاہر چیز ہےاور جو معرفت کے امور لوگ حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ان کیلئے حق ﷻ کی طرف سے موجود ہوتے ہیں۔لہٰذا یہ لوگ اہل وصال ٹھہرے اور لوگ اہل استدلال صوفیاء کی مثال تو یہ ہے۔

ترجمہ:میری رات تمہارے چہرہ کی بدولت روشن ہے۔حالانکہ اس کی ظلمت لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے چنانچہ لوگ تو تاریکی میں ہیں اور ہم دن کی روشنی میں۔

ابتداءاسلام سے لیکر آج تک کوئی ایسازمانہ نہیں گزرا جس میں اس گروہ کا کوئی نہ کوئی ایسا شیخ نہ ہواہو۔جسے علم توحیداور قوم کی امامت حاصل نہ ہوئی ہو۔یہی نہیں بلکہ علماء میں سے ائمہ ٔوقت نے ان کے سامنے سرِتسلیم خم کیا ہےاور انہیں باعث برکت سمجھا ہے اگر انہیں کسی قسم کی فضیلت اور خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ برعکس ہوتا۔

(رسالہ قشیریہ،ص،688)

خدا پرست اور نفس پرست میں فرق:

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے انوار قدسیہ صفحہ نمبر 73 پر کہ صوفیاء کرام کی ابتداء عالم (علماء) کی انتہا۔ خدا پرست اور نفس پرست میں فرق حضرت سیدنا قطب الارشاد امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں دس برس تک دو خیالوں میں متردد رہا ایک خیال مجھ کو فقہاء کے طریقہ کی طرف بلاتا تھا اور دوسرا خیال صوفیہ کے طریقہ کی طرف، پھر میں اولیاء یمن میں ایک شخص سے ملا تو اس نے کشفی طور پر میرے دل کی حالت معلوم کرلی اور کہنے لگے کہ برخوردار من! درویش کی ابتداء عالم کی انتہا ہے (یعنی صوفی پہلے ہی دن جس مقام پر پہنچتا ہے عالم اخیر درجہ میں اس پر پہنچتا ہے) کیونکہ صوفی کی ابتدا یہ ہے کہ (خدا کے سوا) ہر چیز سے بے رغبت (اور بے التفات) ہو جائے اور تمام عبادات میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے نیت کو خالص کرے اور اپنی عبادات پر اس سے عوض کا طالب نہ ہو اور یہ (مقام) عالم کی انتہا ہے پھر درویش (اپنی قسمت کے موافق درجات قرب اور عطیات الٰہی میں (اس سے آگے بھی) ترقی کرتا ہے (اور علماء ظاہر کو اس سے آگے کچھ نصیب نہیں ہوتا)۔

پھر فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم کو اس علم کا کچھ ثمرہ دکھلا دوں جس کو تم (حاصل کرنا) چاہتے ہو اور درویشی کا ثمرہ بھی دکھلا دوں، پھر انہوں نے اکابر علماء میں سے ایک شخص کو بلا بھیجا کہ (ذرا میرے پاس) تشریف لائیے اور اپنی جماعت کو یہ حکم دیا کہ اس (کی تعظیم) کے لئے کھڑے نہ ہوں اور نہ (مجلس میں اس کے لئے (جگہ کی) وسعت کریں، پھر وہ (عالم دین) آئے تو جوتوں کی جگہ کے سوا اور کوئی جگہ (اپنے لئے) نہ پائی (کیونکہ اہل مجلس میں سے کسی نے ان کو جگہ ہی نہ دی) اور کسی نے ان کی طرف التفات بھی نہ کیا تو وہ (بہت ناراض اور) مکدر ہوئے اور قریب تھے کہ سب کو کافر بنا دیں۔ پس شیخ نے ان سے کہا کہ اے فقیہ! میں اپنے دل میں تیری طرف سے ایک بات (رنج کی) پاتا ہوں تو اس عالم دین نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر کہا کہ میں اپنے دل میں تم سب کی طرف سے دو باتیں پاتا ہوں اور پیٹھ موڑ کر ناراض ہوتا ہوا اور شیخ کو اور ان کی جماعت کو برا بھلا کہتا ہو چلا گیا تو شیخ نے (میری

طرف اشارہ کرکے) فرمایا کہ جس علم کو تم طلب کرنا چاہتے ہو اس کا (یہ) ثمرہ (ہے) دیکھ لو۔

پھر انہوں نے درویشوں میں سے ایک درویش کو بلا بھیجا (اور اس کے لئے بھی اپنے خدام کو وہی ہدایت کردی جو عالم دین کے لئے کی تھی) پس وہ آئے اور (آکر) کھڑے ہو گئے اور پہلے شخص کی طرح اس نے بھی (جوتوں کی جگہ کے سوا) کوئی جگہ نہ پائی اور (کسی نے اس کی طرف بھی التفات نہ کیا اس نے) سلام کیا تو ایک شخص کے سوا کسی نے اس کے سلام کا جواب بھی نہ دیا تو وہ ہنسے اور جوتوں کی صف پر کھڑے ہو گئے اور درویشوں کے جوتے سیدھے کرنے لگے۔ تو شیخ نے ان سے (بھی یہی) کہا کہ میرے دل میں آپ کی طرف سے ایک بات ہے وہ کہنے لگے حضرت والا میں (آپ کے سامنے) حق سبحانہ وتعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنا سر کھول دیا (کہ لیجئے یہ سر حاضر ہے) پھر شیخ نے (مجھ سے) فرمایا کہ درویشوں کے طریقہ کا ثمرہ (بھی) دیکھ لو۔ حضرت سیدنا قطب الاقطاب امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے درویشوں ہی کا طریقہ اختیار کیا یہاں تک کہ میں ایسا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

صوفی مفسر زبدۃ العارفین محمد یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد الغزنوی ثم الچرخی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر یعقوب چرخی میں لکھا ہے کی حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنے درس میں تشریف فرما تھے، ایک عجیب وغریب شکل کا مالک ایک دیوانہ دروازے سے اندر گھس آیا اور بولا، اے شیخ! تو ابھی خدائے تعالیٰ کو نہیں پہچانتا! یہ اتنی تالیفات وکتب کیا ہیں اور تجھے کیا فائدہ دیں گی؟ یہ کہ کر حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ یعنی اشارہ کر گیا کہ آپ بطریق مشاہدہ کہ جو انبیاء واولیاء کی خاص راہ ہے، اور اسی سے حضرت جناب میں باریاب ہوئے، آپ بھی اپنائیں اور اپنے رب عزوجل کی پہچان کریں۔ ایک جذبہء خاص حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ میں پیدا ہو گیا، اور اس درویش کے طالب ہو گئے، پھر درس وتدریس کو چھوڑ کر اس کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ لوگ بتاتے ہیں وہ درویش دیوانہ، شیخ سنجان (یعنی حضرت سیدنا قطب الارشاد شیخ سنجان رحمۃ اللہ علیہ) تھے ہرات کے امام تھے، حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا

قطب الارشاد شیخ سنجان رحمۃ اللہ علیہ کی جانب رخت سفر باندھ لیا، جب منزل مقصود پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ درویش بالائے منبر اس آیت کی تفسیر بیان کر رہے ہیں، خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ () ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ () ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (پ29 سورۃ الحاقۃ، آیت 30 تا 32) چنانچہ درویش نے کہا کہ الٰہی!

بیت

اس دیوانے کو تو بس ایک حلقہ ہی کافی ہے، یہ سب زنجیر و در زنجیر کا سلسلہ پھر کیا ہے۔

حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر سے ایک فریاد بلند ہوئی، منبر پر گئے اور شیخ (یعنی حضرت سیدنا قطب الارشاد شیخ سنجان رحمۃ اللہ علیہ) کے دست حق پر توبہ کی، اور شیخ (یعنی حضرت سیدنا قطب الارشاد شیخ سنجان رحمۃ اللہ علیہ) کے حلقہ نشینوں میں سے ہو گئے، شیخ (یعنی حضرت سیدنا قطب الارشاد شیخ سنجان رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا قینچی لاؤ تا کہ امام کے موئے پیشانی کاٹوں تو حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بولے کہ یہ ہمارے لئے باعث فخر و افتخار ہوگا۔

نظم

اگر عقل اس کی راہ نما ہوتی تو فخر راز دار دین ہوتے، چونکہ ان کا معاملہ نہ دیکھا نہ بھالا والا تھا
اس لئے تحصیلات نے اس کی حیرت میں اضافہ ہی کیا۔

پس اس فقیر درویش کے دل میں خیال آتا ہے کہ یہ بات گوش ہوش سے سن! جب الطاف ابدیہ اور عنایات ازلیہ بارگاہ حضرت پروردگار سے بندہ خاص کو پہنچتی ہیں تو ندا آتی ہے کہ اے فرشتگان رحمت! اس بندہ کو دیکھ لو، لے لو، اور بندگی و غلامی، اطاعت و فرمانبرداری کا طوق اس کے گلے میں ڈال دو، آتش محبت کا مزہ اسے چکھاؤ اور نور کی زنجیریں اس کی گردن پر رکھ دو اور پھر اسے میرے عشاق کے سامنے لے جاؤ تا کہ یہ ان کے درمیان ہو جائے، وہ ہم سے اور ہم اس سے ہو جائیں ہم اس کے فضل و کرم کے امیدوار ہیں تا کہ وہ ہمیں بھی یہ نعمت ارزانی فرمائے آمین۔

مثنوی

ترجمہ: ”جہاں کہیں بھی شمع بلا روشن کرتے ہیں ہزاروں لاکھوں عاشقوں کی جان زار قربان ہوتی ہے

ایسے ہی عشاقِ جان باختہ کے درمیان مقام بنا۔اے بدرِ منیر،تو بھی فلک پر اپنا ٹھکانہ بنا شاہوں کی طرف سے تجھ کو بہت گالیاں اور طعن گمراہوں کی تعریف سے یہ تیرے لئے زیادہ بہتر شاہوں کا زہر کھا۔مگر کمینے خام لوگوں کا شہد نہ کھا،تاکہ شاہوں کی بلند اقبالی کی وجہ سے تو اہل ہو جائے“۔

نصیب درویش یہ ہے محبت ذاتیہ کے میدان میں قدم رکھے، یہاں تک کہ قہر و لطف اس کے نزدیک برابر ہو جائیں، راضی برضا ہو جائے۔

بیت

اے محبوب حقیقی! میں تیری لطف و قہر ہر دو پر نثار و فدا ہوں پوری طرح، یہ عجیب تر بات ہے کہ میں تو عاشق کشتہ اور یہ دونوں آپس میں متغایر ہیں۔

مثنوی

ترجمہ:”دھیان کر اور دیکھ کہ اولیاء وقت زمانہ کے اسرافیل ہوتے ہیں۔مردہ دلوں کو ان کے وجود مسعود سے حیات نو اور نشو و نما ملتی ہے۔مردہ اجسام میں قبور میں بھی جان پڑ جاتی ہے اور ان کی صدائے پر اثر سے کفن سے بھی مردے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں“۔

(تفسیر یعقوب چرخی،ص110)

حضرت عبداللہ بن سعید اور شیخ الشیوخ جنید بغدادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم)

کسی نے عبداللہ بن سعید بن کلاب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص کے کلام پر جرح کیا کرتے ہیں اور یہاں جنید نامی ایک شخص ہے کیا تم اس پر بھی اعتراض کر سکتے ہو یا نہیں چناچہ عبداللہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے امام الصوفیہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں گئے اور ان سے توحید کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے ایسا جواب دیا کہ عبداللہ بن سعید بن کلاب رحمۃ اللہ علیہ حیران رہ گئے اور کلام دہرانے کی درخواست کی سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بات دہرائی مگر عبارت بدل کر اس پر عبداللہ بن سعید بن کلاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ تو کوئی اور ہی بات ہے جو مجھے نہیں آتی، ذرا پھر دہرائیں انہوں نے پھر عبارت بدل کر بات کو دہرایا عبداللہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جو آپ فرما رہے ہیں مجھے یاد نہیں رہ سکتا، مجھے لکھ دیجئے اس پر امام الصوفیہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا آپ سلوک (پیرمریدی) کا راستہ طے کر چکے ہوں تو میں لکھ دیتا اس پر عبد اللہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو کر ان کی فضیلت کا اعتراف کیا۔

(رسالہ قشیریہ، ص 669)

شیخ الاسلام (ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ولایت فقہ، سے حاصل نہ کی تھی بلکہ اسے پیر کی صحبت سے حاصل ہوئی تھی وہ (شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ) یہ بھی کہتے ہیں کہ میں اپنی حالت میں حضرت شیخ المشائخ مسلم مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا قصد کیا۔ جب میں ان کی مسجد میں آیا تو وہ امامت کر رہے تھے الحمد کو کئی جگہ غلط پڑھا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ میری اتنی تکلیف برباد ہوگئی۔ اس رات میں وہاں ہی رہا۔ دوسرے دن طہارت کے ارادہ سے میں اٹھا کہ فرات (نہر) کے کنارہ پر جاؤں۔ راستہ میں شیر سویا پڑا تھا۔ واپس آ گیا۔ ایک اور شیر میرے پیچھے آتا تھا۔ تب تو میں عاجز ہو گیا۔ اور میں چلا اٹھا۔ شیخ مسلم مغربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں سے باہر نکلے۔ جب شیروں نے ان کو دیکھا تو تواضع کرنے لگے۔ انھوں نے دونوں شیروں کے کان پکڑے اور ملے اور کہا کہ اے خدا عزوجل کے کتوں کیا میں نے تم کو یہ نہیں کہہ رکھا کہ میرے مہمانوں کو کچھ نہ کہا کرو۔ اس وقت مجھ سے کہا۔ اے ابو اسحاق تم ظاہر حالت کے درست کرنے میں مشغول ہو۔ یہاں تک خلقت سے ڈرتے ہو۔ اور ہم باطن کے درست کرنے میں لگے ہیں۔ تا کہ لوگ ہم سے ڈریں۔

(نفحات الانس، ص، 242)

منقول ہے کہ اکابر فقہاء میں سے ایک فقیہ ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ نام کا حلقہ جامع منصور میں حضرت سیدنا امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ کے پہلو میں تھا حضرت سیدنا امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے سبب سے ان کا حلقہ بیکار رہتا۔ ایک روز فقیہ امام ابو عمران کے اصحاب نے حضرت امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو شرمندہ کرنے کے ارادے سے ان سے حیض کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت سیدنا امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں لوگوں کے اقوال اور اختلاف بیان کیا۔ جب امام فقیہ ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تقریر سنی۔ تو اٹھ کر آپ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا اے

ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ ! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں دس اقوال بتائے ہیں جو میں نے نہ سنے تھے تمام اقوال جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں ان میں سے تین قول مجھے معلوم تھے۔

(مشائخ نقشبند، ص 483)

ایک مرتبہ حضرت سیدنا احمد بن حنبل اور شیبان راعی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما) کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل، حضرت سیدنا امام شافعی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما) کے پاس بیٹھے تھے کہ شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ ادھر کو آنکلے۔ حضرت سیدنا امام احمد نے حضرت سیدنا امام شافعی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما) سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اسے اس کی جہالت سے آگاہ کروں تا کہ یہ کچھ علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس سے منع کیا مگر یہ باز نہ آئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت شیخ المشائخ شیبان رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپ ایسے شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کوئی نماز پڑھنی بھول گیا ہے اور اسے یہ بھی یاد نہ ہو کہ اس نے کونسی نماز نہیں پڑھی۔ اب اسے کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت شیخ المشائخ شیبان رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ اے احمد! رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کا دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے غافل ہو چکا ہے لہٰذا اب ضروری ہے کہ اسے سزا دی جائے تا کہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے۔ یہ جواب سن کر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا میں نے تمہیں اس شخص کو چھیڑنے سے منع نہیں کیا تھا؟ (یہ حالت) اس حضرت شیخ المشائخ شیبان رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو ایک امی صوفی تھے۔ جب امی کی یہ حالت ہے تو پھر ائمہ صوفیاء کی کیا کیفیت ہوگی۔

(رسالہ قشیریہ، ص، 689)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال کروں گا لیکن حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کرو گے۔ ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے لیکن حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ سوال کر ہی ڈالا۔ جس شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہوگئی ہو اور یہ بھول گیا ہو کہ کون سی نماز قضا ہوئی تو اس کو کیا کرنا چاہیئے حضرت شیخ الشیوخ

حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب نمازوں کی قضا کرے اس لیے کہ وہ خدا عزوجل سے غافل ہوکراس قدر بے ادبی کا مرتکب کیوں ہوا (یہ سن کر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے) یہ دیکھ کر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اسی لئے منع کیا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی سوال نہ کرو۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص.41)

حضرت علامہ سراج السالکین شیخ عبد القادر عیسیٰ الشازلی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے حقائق صفحہ نمبر 51 میں تحریر فرمایا۔ شیخ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بغیر شیخ (طریقت) کے میرے مجاہدات کی صورت یہ تھی کہ میں صوفیاء کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا جیسے رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، قوت القلوب، احیاء العلوم وغیرہ اور جو میری سمجھ میں آتا تھا میں اس پر عمل کرتا تھا، کچھ عرصے بعد ایک کو چھوڑ کر دوسرے طریقے کو اختیار کرتا اور میرا یہی حال رہا۔ بندے کا بغیر شیخ (طریقت) کے یہی حال ہوتا ہے جبکہ شیخ (طریقت) کے راہِ سلوک (مریدی کے بغیر) اختیار کرتا ہے وہ پریشان رہتا ہے اور عمر بھر مقصد نہیں پاتا۔ شیخ (طریقت) کی مثال اس امیر حج کی طرح ہے جو مکہ کے راستوں سے واقف ہو اور رات کی تاریکی میں لوگوں کو مکہ کی طرف لے جارہا ہو اگر طریقت میں کامیابی اور وصل بلا شیخ (طریقت) کے محض فہم وفراست سے ہوتا تو حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل، شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ الہروی، حضرت سیدنا امام شافعی، فقیہ ابو عمران، عبداللہ بن سعید، امام غزالی، سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے لوگ شیخ (طریقت) تصوف کے محتاج نہ ہوتے، یہ علماء تصوف میں آنے سے پہلے کہتے تھے کہ جو بھی یہ کہتا ہے کہ ہمارے علم کے علاوہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک رسائی کا کوئی اور بھی طریقہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر افترئی باندھتا ہے۔ بعد میں جب وہ تصوف میں داخل ہوئے اور حق کو جانا تو اس کی مدح سرائی کی۔ سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ جب، شیخ طریقت قدوۃ الاولیاء شیخ ابوالحسن شازلی رحمۃ اللہ علیہ کی (مریدی) اور صحبت اختیار کرنے کے بعد فرمایا مجھے اسلام کی کامل معرفت ابھی حاصل ہوئی۔ تو جب ان

تمام حضرات جیسے امام، سلطان العلماء، بزرگ علماء تصوف اور شیخ طریقت کے محتاج ہیں تو پھر۔۔۔۔۔۔سوچومت جلدی کرو، کسی ولی صوفی باعمل کی مریدی اختیار کر، منکر نہ ہو۔

اولیاء کے سامنے تسلیم ہونا چاہیے

الصوفی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اولیاء کے سامنے تسلیم ہونا چاہیے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو تسلیم ہی زیادہ مناسب ہے (انکار کرنا اچھا نہیں) اور میں نے (الصوفی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) نے متعدد مرتبہ اپنے شیخ یعنی شیخ الاسلام ذکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اولیاء کے) اعتقاد سے اگر نفع نہ ہو (بھی) تو ضرر بھی نہیں ہوتا (اور بے اعتقادی میں بہت بڑے خطرہ کا اندیشہ ہے) اور اگر کسی فقیہ کو صوفیہ کے طریقہ اور ان کے ذوق اور اصطلاحات اور ماخذ وغیرہ سے کچھ بھی مس نہ ہو تو وہ (بالکل) کورا ہے۔

(انوار قدسیہ ص 67)

حضرت سید العرفآء قدوۃ الصلحاء نصر بن محمد بن ابراہیم ابواللّیث السمر قندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار مدینہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو جمع فرمائیں گے تو ایک منادی والا ندا کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی آج اس مجمع میں معلوم ہو جائے گا کہ عزت والے لوگ کون ہیں۔

وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے۔ اس پر کچھ لوگ اٹھیں گے جو تھوڑے سے ہوں گے وہ پھر آواز لگائے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔ جنہیں خرید وفروخت اور تجارت اللہ (تعالیٰ) کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی کچھ تھوڑے سے لوگ اور کھڑے ہو جائیں گے۔

منادی پھر آواز لگائے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں خوشحالی اور تنگدستی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کہتے اور شکر کیا کرتے تھے۔ اس پر بھی کچھ تھوڑے سے لوگ کھڑے

ہوجائیں گے اس کے بعد باقی لوگوں کا حساب شروع ہوجائے گا۔

(تنبیہ العارفین ص 465)

فائدہ صوفی:

ایک منادی والا ندا کرے گا

1) بستروں سے الگ رہتے تھے یہ کون لوگ ہونگے۔

2) خرید وفروخت اور تجارت جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی یہ کون لوگ ہونگے۔

3) خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور شکر کون لوگ کرتے تھے۔

جواب: اس صوفی نے جب کتب اسلامی کا مطالعہ کیا تو یہ تینوں حالات صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں پائے، الحمد للہ کم فہم شخص کو بھی ان سے نسبت ہے۔ (مولا تیرا شکر ہے)

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے اہل تصوف کی آواز سنی اور اسے نہ مانا بارگاہ حق میں وہ غافلوں میں شمار ہوا۔

(کشف المحجوب، ص 83)

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نیک بخت آں کسیکہ می نبرد	رشک بر نیک بختیِ دگراں
سختیِ روزگار نادیدہ	پند گیرد ز سختیِ دگراں

ترجمہ:

سعادت اس نے کی ہے ایزدِ متعال سے حاصل

ہوئی ہے جس کو عبرت دوسروں کے حال سے حاصل

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا

(پارہ 3 سورۃ البقرۃ، آیت 286)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی کو مکلّف نہیں کرتا مگر اس کی قدرت کی سمائی کے موافق

چھٹا باب

تصوف فرض عین کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اما بعد :**لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا** (پارہ3 سورۃ البقرۃ، آیت 286) اللہ تعالیٰ کسی کو مکلّف نہیں کرتا مگر اس کی قدرت کی سمائی کے موافق اس آیت کی تفسیر کے آخر میں حضرت سیدنا عارف باللہ ثناء اللہ عثمانی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں آیت مذکورہ کے احکام کا تعلق صرف خطرات نفس سے ہی نہیں ہے بلکہ آیتوں میں عموم ہے ہاں خطرات نفس بھی اس عموم میں داخل ہیں۔ لہٰذا خطرات نفس پر مواخذہ کا نسخ حسب تقریر پر مذکور ہو جائے گا۔

فائدہ قاضی:

جب ثابت ہو چکا کہ رذائل نفس کا مواخذہ اعمال بدنیہ کے مواخذہ سے زیادہ سخت ہے۔ اور طاقت سے زیادہ آدمی مکلّف نہیں تو اگر بندہ اپنی امکان کوشش کرے اور مجاہدہ نفسانی کے ذریعہ امراض نفسانی کو دور کرنے کی جد و جہد کو کام میں لائے اور خواہش نفس کے پیچھے نہ پڑ جائے اور رذائل نفس کو دور کرنے کے لئے فقراء کے دامن سے وابستہ ہو جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندرونی معاصی معاف فرما دے گا مواخذہ نہ کرے گا کیونکہ طاقت سے زیادہ بندہ مکلّف نہیں اور ممنوعات خداوندی پر کاربند ہونے کی وہ امکانی کوشش کر چکا۔ لیکن جو شخص اپنے اندرونی عیوب کی طرف توجہ ہی نہ کرے اور رذائل نفس کو دور کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو وہ یقیناً دوزخ میں جائے گا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیہ کے طریقہ پر چلنا (تصوف کو اختیار کرنا) اور فقراء کے دامن سے وابستہ ہونا ایسا ہی فرض ہے جیسے کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے احکام کو سیکھنا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا میں نے تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑی ہیں (ایک) کتاب اللہ (دوسری) اپنی آل۔ پس اللہ کی عزوجل کتاب کو استنباط احکام، دوستی اعمال، نصیحت پذیری اور مدارج قرب کی ترقی کے لئے پکڑنا ضروری ہے۔ اور مرضی خدا عزوجل کے مطابق

باطن کی صفائی اور نفس کے تزکیہ کے لئے آل رسول کے دامن سے وابستہ ہونا بھی لازم ہے۔

(تفسیر مظہری ج 2 ص 161)

شرف علم باطن وعلمائے باطن

علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصوف واجب ہے۔ علم باطن کا شرف حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا السلام کے قصہ سے ظاہر ہے جہاں آپ (حضرت سیدنا موسیٰ السلام) حضرت سیدنا خضر السلام سے فرماتے ہیں: هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْداً (آیت 66 سورۃ الکہف) اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم شریعت کی طرح علم حقیقت کی طلب بھی واجب ہے۔ ایجاد انسان سے مقصود معرفت الٰہی ہے ایمان حقیقی اسی معرفت سے وابستہ ہے یہ معرفت اہل باطن کی خدمت میں حاصل ہوسکتی ہے۔

(مشائخ نقشبندیہ ص 482)

حضرت سراج السالکین ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے بندوں پر کونسا فرض عائد کیا تو فرمایا "معرفت" جیسا کہ قول خداوندی ہے "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"" اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں" حضرت سیدنا مفسر قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (لِیَعْبُدُوْن، کہ میری بندگی کریں) کی تفسیر (یَعْرِفُوْن" تاکہ میری معرفت حاصل کریں) سے فرمائی۔ یعنی عبادت کرنے سے مراد معرفت الٰہی کا حصول ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 76)

حضرت شیخ الشیوخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق علم قلب اور حسد، ریا، کینہ، خود بینی، غرور، انانیت وغیرہ جیسے امراض کی معرفت، فرض عین ہے۔

(تصوف کے حقائق ص 26)

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخلاص، تکبر، حسد ریا اور خود بینی کا علم جاننا فرض عین ہے۔ اسی طرح نفس کے دیگر آفات و بلیات جیسے تکبر، حسد، کھوٹ، غیض و غضب، عداوت، دشمنی، لالچ، بخل، خیانت، حق سے اعراض، مکر، دھوکا، دل کی سختی اور لمبی امیدیں وغیرہ یہ تمام انسان کیلئے مہلک ہیں اور کوئی انسان ان سے خالی نہیں لہٰذا اس پر لازم ہے کہ ان عیوب سے بچاؤ کا علم حاصل کرے کیونکہ ان کا ازالہ فرض عین ہے اور ان عیوب کا ازالہ، ان کی حقیقت، اسباب، علامات اور علاج جانے بغیر ممکن نہیں۔ کیونکہ جو شر کو جانتا نہ ہو وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(تصوف کے حقائق، ص، 27)

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف کو آزمانے اس کے نتائج کو چھونے اور ثمرات کو چکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ صوفیاء کے ساتھ طریقت میں داخل ہونا فرض عین ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی انسان عیوب سے خالی نہیں اور ان عیوب کا ازالہ صوفیاء کے پاس ممکن ہے۔

(تصوف کے حقائق، ص، 30)

حضرت قطب العارفین فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس طریقِ حق (تصوف) کو لازماً اختیار کرو اور سالکین کی قلت کی وجہ سے پریشان نہ ہو، باطل راستے سے بچو، ہلاک ہونے والوں اور باطل راستے پر لوگوں کی کثرت کے سبب دھوکا نہ کھاؤ۔ جب بھی تمہیں اس راہ میں تفرد کے سبب پریشانی لاحق ہو تو سلوک میں اپنے سے اوپر والے ساتھی کی طرف دیکھنا اور ان سے لاحق ہونے کے شوق کو اپنانا اور اہل سلوک کے ماسویٰ سے اپنی آنکھیں بند رکھنا کیونکہ وہ تمہیں اللہ عزوجل کے کاموں میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتے اور سیر و سلوک میں اگر غیر سالک تم پر آوازیں کسیں اور اپنی طرف راغب کرنا چاہیں تو ان کی طرف التفات نہ کرنا وگرنہ وہ تجھے اس راہ سے روک دیں گے اور نافرمان بنا دیں گے۔

(تصوف کے حقائق، ص، 31)

حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ عہود محمدیہ کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی طرح اہل طریق کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ہر شخص پر کسی ایسے شیخ کا دامن پکڑنا واجب ہے۔ جو ان صفات رذیلہ کے زائل کرنے کا طریقہ بتلائے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حضور قلب کے ساتھ حاضر ہونے سے روکتی ہیں۔ تا کہ اس کے بعد اس کی نماز وغیرہ درست ہو جائے کیونکہ یہ قاعدہ مسلَّمہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب پوری طرح ادا نہ ہو سکے وہ بھی واجب ہو جاتا ہے (تو پیر کا دامن پکڑنا بھی واجب ہو گیا کیونکہ اس کے بغیر حضور قلب نصیب نہیں ہو سکتا۔) نیز اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ امراض باطنہ جیسے حُب دنیا۔ کبر، عجب وریا، حسد و کینہ، بغض و نفاق وغیرہ ان سب کا علاج واجب ہے چنانچہ جن احادیث میں ان کی حرمت اور ان پر عذاب کی وعید (دھمکی) وارد ہے۔ وہ اس بات کی شاہد ہے۔ پس معلوم ہوا جس نے کسی کو اپنا مرشد نہیں بنایا جو ان صفات سے نکلنے کا راستہ اس کو بتلا دے وہ خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نافرمان ہے کیونکہ وہ ان امراض کے علاج کا راستہ بدون شیخ کے ہرگز نہیں پا سکتا اگر چہ ہزاروں کتابیں علم کی یاد کرے اس کی ایسی مثال ہو گی جیسے کوئی شخص طب کی کتاب حفظ کر لے مگر مرض کے مناسب دوا کا استعمال نہ جانتا ہو۔ تو جو کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے ان کی باتیں سنے گا تو کہے گا یہ تو بڑا طبیب ہے اور جس نے اس کو ایسے وقت دیکھا ہو جب کہ اس سے کسی مرض کا نام اور اس کے ازالہ کا طریقہ دریافت کیا گیا ہو۔ وہ کہے گا یہ پورا جاہل ہے اس کو طب سے مس بھی نہیں۔

پس عزیز من! کسی کو اپنا شیخ بناؤ اور میری نصیحت قبول کرو۔ اور خبردار یہ کبھی مت کہنا کہ طریقہ صوفیاء نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے۔ کیونکہ یہ بات کفر ہے۔ درحقیقت طریقہ تصوف بتمامہ اخلاق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مجموعہ ہے۔ اس کا تانا بانا ظاہر و باطن سب اسی سے ماخوذ ہے۔ جان لو! کہ جن لوگوں کو حق تعالیٰ نے امراض باطنہ سے سلامتی عطا فرمائی ہے۔ جیسے حضرات سلف الصالحین ائمہ مجتہدین ایسی لوگوں کو شیخ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص اپنی حالت کو خوب جانتا ہے۔

(ہم سے عہد لیا گیا، ص، 191 کا حاشیہ)

حضرت سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے بندہ کا علم امور خدا عزوجل اور اس کی معرفت سے متعلق ہونا چاہئے اور فرض وہ علم ہے جو وقت کے عین مطابق ہو اور وقت پر کام آئے۔ علم کو ظاہری اور باطنی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں یعنی اصول اور فروع۔ اصول کا ظاہر قول شہادت اور اس کا باطن تحقیق معرفت ہے اسی طرح فروع کا ظاہر درستی معاملات اور اس کا باطن درستی نیت ہے۔ یہ سب ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں ہو سکتے۔ حقیقت باطن کے بغیر ظاہر منافقت ہے اور ظاہر کے بغیر باطن زندقہ ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص ہے اور باطن بے ظاہر ہوس۔

(کشف المحجوب ص 60)

مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی تعلیم تصوف کو فرض عین قرار دیا ہے۔ (رسالہ کشف)

طلب طریقت واجب ہے:

طریقت کی تلاش اور اندرونی کمالات کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا واجب ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''**یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ** '' اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

یعنی ظاہر اور باطن میں عقیدوں اور اخلاق میں سے کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ خدائے تعالیٰ کی خفگی کا سبب ہو تقویٰ کو کامل طریقے سے اختیار کرنا چاہئے آیۃ مذکور میں امر کا صیغہ ہے اور امر واجب ہونے کی دلیل ہے لہٰذا ہر مسلمان پر تقویٰ لازم ہو گیا اور تقویٰ کمال ولایت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حسد، کینہ، غیبت، ریا، غرور، تکبر وغیرہ نفس کی برائیاں ہیں کہ جن کا حرام ہونا قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع سے ثابت ہے پس جب تک یہ نفس کی برائیاں دور نہ ہو جائیں پورا پورا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور نفس کا فنا ہونا اور گناہوں سے بچنا جسم کی اصطلاح سے حاصل ہوتا ہے اور جسم کی اصلاح دل کی اصلاح پر منحصر ہے اور اسی کا نام ولایت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یعنی ''بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے

قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)''

(عمدۃ السلوک، ص، 30)

شرح اربعین میں حضرت علامہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے علم لدنی (جس کے اہل صوفیہ کرام نام سے موسوم ہوتے ہیں کا) حصول ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں دل ماسوا اللہ عزوجل (سوا اللہ) سے صاف ہوکر دوام حضور سے متصف ہوجاتا ہے۔ اور نفس برے اخلاق سے پاک ہوجاتا ہے۔ مثلاً خود پسندی، تکبر، دنیا کی محبت، اطاعت میں سستی وغیرہ۔

(ہدایت السالکین، ص، 323)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

خَیرُ النَّا سِ اَنفَعُھُم لِلنَّاسِ

ترجمہ: سب لوگوں سے بھلا وہ ہے جو سب سے بڑھ کر نفع رساں ہے

حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ایکہ پُرستی کہ بہترین کسی کیست	گویم از قول بہتریں کساں
بہترین کس کسے بود کہ زخلق	بیش باشد بخلق نفع رساں

ترجمہ:

کوئی انساں اس انساں کے درجہ کو نہیں پہنچا

کہ اس کی ذات سے لوگوں کو نفع بہتریں پہنچا

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(پارہ 13 ،سورۃ الرعد، آیت 28)

ترجمہ: خبردار! اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے

ساتواں باب

ذکر حقیقی (یعنی ذکر قلبی) کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

اما بعد: اے عزیز! خوب جان لے کہ جس شخص نے غفلت کا پردہ اپنے دل (قلب) سے اٹھا دیا اور دل کے شیشہ کو ذکر اللہ عزوجل کی جلا سے صاف شفاف کرلیا اس کا سینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے غیب (رموز واسرار فیض وتجلیات) کا خزانہ ہوگیا اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا مطیع (مرکز) بن گیا ہر ایک چیز صاف کرنے کیلئے ایک صیقل (ریتی) ہوا کرتی ہے۔دل کا صیقل (ریتی) اللہ تعالیٰ کا ذکر اور موت کی یاد ہے۔اگر تو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔اور اس عظیم دولت کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہے۔تو جلدی سے کسی شیخِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرلے۔نہ کہ ناقص کے ہاتھ پر،کامل کی نشانی شریعت کا پابند،فرض،سنت،واجب، مستحب،حرام،حلال،بدعت،کا جاننے والا اور عمل کرنے والا ہو۔اور جس کی حیاتِ قلبی،روحی، سرّی،خفی،اخفی،نفسی،قالب،بدن،ہوا،خاکی،نفی اثبات،مراقبات،سنت کا پابند ہونا لازم ہے۔یہ ولایت کا اعلیٰ وارفع مقام ہے۔

حضرت شیخ المشائخ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ بھی عجیب ہیں اس پر تو روتے ہیں جس کا جسم مرگیا ہو اور اس پر نہیں روتے جس کا دل مردہ ہوگیا ہو حالانکہ دل کا مردہ ہونا جسم کے مردہ ہونے سے زیادہ سخت حادثہ ہے۔

(احوال الصادقین،ص،202)

اہل غفلت کی صحبت کی ممانعت

جس کا دل ذاکر نہ ہو اس کی بات نہ مانو (القرآن) ذکر کو ان آداب کے ساتھ کامل بنانے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبت سے دور رکھے جو اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل ہیں اور جن کے دل اللہ عزوجل کی یاد سے ناآشنا ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:''وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا''(پارہ 15 سورۂ الکہف آیت 28)

ترجمہ اوران کا کہنا نہ مانو جن کے دلوں کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔

مراد یہ ہے کہ ہمارے ذکر سے غفلت برتنے والوں کے دل مردہ ہو جاتے ہیں اس لئے ان کی صحبت میں بیٹھنے سے غفلت کا زنگ تمہارے دلوں پر بھی اثر کرے گا اس لئے ضروری ہے کہ تم نہ ان کے پیچھے جاؤ نہ کسی معاملہ میں ان کی پیروی کرو اور نہ ان سے راہ ورسم بڑھاؤ۔ ظاہر ہے جو اللہ عزوجل کے نافرمان ہیں اور اپنے خالق کی محبت سے عاری ہیں وہ کسی دوسری مخلوق کیلئے کس طرح ہمدرد اور خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ اسی مفہوم سے ملتی جلتی ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا گیا: "فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا" (سورۃ النجم) ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اس کی طرف توجہ نہ فرمائیے جو ہماری یاد سے روگردانی کرے۔

الغرض صحبتِ بد سے سختی کے ساتھ اس لئے منع فرمایا جا رہا ہے کہ ذکر کرنے والے انسان کا دل بھی کہیں ان کے دلوں کی طرح سیاہ نہ ہو جائے اور دل کی یہ سیاہی اسے دائمی عذاب میں لیجانے کا باعث نہ بنے۔

قرآن پاک میں رب ذوالجلال نے فرمایا "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا" (اور اللہ عزوجل کا ذکر کثرت سے کرو) کہیں فرمایا "ذِكْرًا كَثِيْرًا" یعنی (ذکر کرو مگر ذکر کثیر بہت زیادہ ذکر) معلوم ہوتا ہے کہ معبود کو عبد کی غفلت گوارہ نہیں اس لئے تقاضا ذکر کثیر ذکر دائمی اور ابدی کا ہو رہا ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کسے کو غافل از حق یک زمان ست	درآں دم کافر است امانہان ست

ترجمہ: جو شخص کہ حق تعالیٰ سے ایک پل بھی غافل ہے وہ اس وقت کافر ہے لیکن پوشیدہ طور پر ہے۔

اور بقول حضرت شیخ المشائخ سلطان باہو قادری رحمۃ اللہ علیہ جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہی پڑھایا ہو۔ مطلب یہ کہ ایک لحظہ بھی یاد خدا عزوجل سے غافل نہ گزرے اور یہ بات بذریعہ ذکر زبان ممکن نہیں بلکہ فقط ذکر بالقلب (دل) ہی سے اس پر عمل ممکن ہے۔

حضرت حافظ عبد الکریم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ذکر قلب۔ دوسرا ذکر لسان۔ پھر ذکر قلبی دو طرح کا ہے۔ ایک ذکر دوسرے ذکر سے افضل اور بزرگی والا

ہے۔اس کو تفکر اور ذکر خفی کہتے ہیں۔اور جو ذکر بذریعہ تفکر ہوتا ہے۔وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال اور بزرگی اور زمین اور آسمان میں اس کی قدرت کے آثار اور نشانیاں اور تمام اشیاء کو جو زمین اور آسمان میں موجود ہیں۔بنظر بصیرت ملاحظہ کرے۔تا کہ توحید الٰہی پتھر کی لکیر کی طرح اس کے دل میں جم جائے۔اسی ذکر کی فضیلت میں وارد ہے۔کہ "خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ"، یعنی اچھا ذکر خفی ہے۔دوسری قسم ذکر قلبی کی یہ ہے۔کہ افعال اور ارادوں اور خواہشوں یا خدا تعالیٰ کی حدود اور امر و نہی کے وقت انسان کے دل میں خداوﷻ کی یاد آجائے۔اور غلبۂ شوق وخوف الٰہی دل پر غالب آکر ان افعال نفسانی سے باز آجائے۔اور دل خداوﷻ کی یاد کیلئے خالی ہو جائے۔اور بعض فقہاء کہتے ہیں۔کہ ذکر صرف زبان ہی سے ہوتا ہے۔اور اس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آپ سے یہی قول مختار ہے۔یعنی ذکر زبان سے ایسا کرے کہ اول تو دوسرے کو سنائی دے۔اگر ایسا نہ کرے کہ آپ اپنے ذکر کو سنے۔اس کے سوا فقہاء کے نزدیک اور ذکر معتبر نہیں۔اور نہ ہی اس کی کچھ حقیقت ہے۔جس طرح کہ قرأت اور طلاق یا عتاق میں جب تک زبانی فعل کا تکرار نہ ہو اس پر حکم نہیں ہوسکتا۔ویسے ہی وہ ذکر بھی جو فعل زبان سے نہ ہو ذکر میں محسوب نہیں ہوسکتا۔اور جو ذکر دل سے ہے۔وہ ان کے نزدیک قلب کا ایک فعل ہے جیسے علم اور تصور یا ادراک وغیرہ اور فعل قلب کا نام ذکر نہیں۔ذکر اسی کا نام ہے۔جو زبان کا فعل یا جو زبان سے کیا جائے۔نہیں معلوم کہ فقہاء کا اس سے کیا مقصود ہے۔اگر ان کی مراد لفظی معنوں سے ہے یعنی اگر یہ کہا جائے کہ لغت کی کتابوں میں فعل قلبی کو ذکر نہیں کہتے۔تو ان کا یہ کہنا بھی کتب لغت کے خلاف ہے چنانچہ صراح اور قاموس میں لکھا ہے۔کہ ذکر نسیان کی ضد ہے۔اور نسیان بھی قلب کا فعل ہے۔ہاں جو فعل لسان ہے۔اس کو بھی ذکر کہتے ہیں۔پس ذکر کا لفظ فعل قلب اور فعل زبان دونوں کو مشترک ہے۔پھر اگر فعل زبان کو ذکر کہیں تو کیا وجہ ہے۔کہ جو فعل قلب ہو اس کو ذکر نہ کہا جائے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔"وَاذْکُرْ رَبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ" (پارہ 15 سورۂ الکہف آیت 24) یاد کر اپنے رب ﷻ کو جب تو بھول جائے۔یہاں ذکر سے مراد قول اور کلام نہیں ہے۔جسے

فعل زبان پر اطلاق کیا جائے۔ کیونکہ کلام بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ نفسی اور لفظی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ذکر بھی لسانی اور قلبی نہ ہو۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ فضیلتیں اور خصوصیتیں جو ذکر کی شان میں وارد ہیں اور فعل زبان پر مترتب ہیں۔ اس چیز کو ثابت نہیں کرتیں جس کو فعل قلب کہتے ہیں اور نہ ہی وہ فضائل اور خواص قلب پر مترتب ہیں تو یہ قول بھی بے دلیل ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ فعل قلب کا نام ہی ذکر رکھا جائے اور اگر مراد یہ ہے کہ افضل وہی ہے جو زبان سے ہو اور دل کا بھی اس میں تعلق اور موافقت ہو تو یہ بات الگ ہے اس میں تو کوئی کلام نہیں اور نہ ہی اس میں کچھ نزاع اور خلاف ہے۔

مشائخ طریقت صوفیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے نزدیک ذکر دو قسم پر ہے۔ قلبی اور لسانی۔ ذکر قلبی کا اثر بہت قوی اور زیادہ ہے اور ذکر لسانی سے نہایت ہی افضل ہے بلکہ حقیقت میں ہے ہی ذکر قلبی اور ان کے نزدیک ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ خدا عزوجل کے سوا سب کی نفی ہو جائے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی توحید اور محبت کے سوا باقی سب اشیاء کی محبت دل سے دور ہو جائے اور یہی ذکر کا مقصود ہے۔ اور قرأت اور طلاق اور عتاق پر ذکر کا اطلاق کرنا جیسے کہ فقہاء کہتے ہیں۔ قیاس باطل اور فاسد ہے۔ کیونکہ شرع میں صریحاً وارد اور ثابت ہے۔ کہ یہ امور سب زبان کے فعل ہیں۔ اور فعل زبان کے سوا ان پر احکام نافذ نہیں ہو سکتے۔ مگر ذکر ایسا نہیں ہے شاید فقہاء کا مقصود یہ ہے کہ ذکر سے مراد وہ اوراد و اذکار ہیں۔ جو نماز کے درمیان یا نماز کے بعد زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ مثلاً تسبیح اور تحمید اور تکبیر وغیرہ کے بارے میں ثابت ہے۔ کہ جب تک ان کو زبانی فعل یا تکرار سے نہ ادا کیا جائے ان پر ثواب یا جزا کے احکام صادر نہیں ہو سکتے۔ جیسے کہ نماز میں اگر قرأت زبان سے ادا نہ ہو۔ تو نماز معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جو اس نے حصن حصین کے اول میں بیان کیا ہے۔ اسی امر پر دلالت کرتا ہے مگر یہ امر کہ دل سے یاد کرنے کو بالکل ذکر اور یاد خدا عزوجل نہ سمجھیں اور یہ جانیں کہ کوئی ثواب یا نتیجہ اس پر مترتب نہیں مقام نظر ہے۔

فائدہ: ذکر کی چار وجہ ہیں۔ اول یہ کہ صرف زبان سے ہو اور دل غافل ہو۔ اور یہ ضعیف

ہے۔لیکن اثر سے خالی نہیں۔ کیونکہ زبان غافل سے یہ زبان فضیلت رکھتی ہے۔ دوم یہ کہ زبان سے بھی ہو اور دل سے بھی۔لیکن دل متمکن اور برقرار نہ ہو۔ تکلف کے ساتھ دل کو اس کی طرف لگایا جائے۔ تیسرے یہ کہ دل میں ذکر اس طرح جما ہوا ہو۔ کہ اگر کسی اور کام میں بھی مشغول ہو۔تو دل سے دور نہ ہو سکے یہ درجہ عظیم ہے۔ چہارم یہ کہ حق تعالیٰ اس کے دل پر غالب ہو۔ چنانچہ ذکر اور مذکور میں فرق نہ کر سکے۔اور اس کے دل میں سوائے محبت الٰہی کے کچھ نہ سما سکے۔اور یہاں تک مستغرق ہو جائے۔ کہ ذکر بھی فراموش ہو جائے۔اور مذکور باقی رہے۔اور اس درجہ تک پہنچ جائے۔ کہ تمام دنیا اس کو زہر قاتل ہو جائے اور اپنا وجود بھی اس کو اچھا نہ لگے صوفیاء کرام اس حالت کو فنا کہتے ہیں۔اور یہی ذکر حقیقی ہے۔

(ہدایت الانسان الی سبیل العرفان، ص، 23)

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ذکر کے بارے میں کیا ہے۔

(۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (پارہ 9 سورۃ الانفال آیت 2)

ترجمہ: بیشک سچے مومن وہی ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں۔

(۲) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِکْرِ اللّٰهِ (پارہ 13 سورۃ الرعد آیت 28)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان والے ہیں ان کے دل اللہ عزوجل کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔

(۳) فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ (پارہ 23 سورۃ الزمر آیت 28)

ترجمہ: ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے جن کے دل اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل ہیں۔

(۴) وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (پارہ 29 سورۃ المزمل آیت 8)

ترجمہ: اپنے رب عزوجل کے اسم (اللہ عزوجل) کا ذکر کرو اور سب سے کٹ کر اس سے جڑ جاؤ۔

(۵) فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ

ترجمہ: جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو (پارہ 5 سورۃ النساء آیت 103)

(۶) اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ (پارہ 4 سورۃ ال عمران آیت 191)

ترجمہ: اور وہ کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں۔

(۷) رِجَالٌ لَّاتُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌوَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ (پارہ 18 سورۃالنور آیت 37)

ترجمہ: ان کو اللہ عزوجل کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

(۸) اَلَمۡ يَاۡنِ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ (پارہ 27 سورۃالحدید آیت 16)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ عزوجل کے ذکر سے متاثر ہوں۔

(۹) وَلَذِكۡرُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ (پارہ 21 سورۃالعنکبوت آیت 45)

ترجمہ: اور اللہ عزوجل کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔

(۱۰) ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ (پارہ 23 سورۃ الزمر آیت 23)

ترجمہ: پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

(۱۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُلۡهِكُمۡ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ

(پارہ 28 سورۃالمنافقون آیت 9)

ترجمہ: اے ایمان والوں تم کو تمہارے مال اولاد اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائیں۔

اصل ذکر، ذکرِ قلبی ہے:

آیت مبارکہ "فَاذۡكُرُوۡنِىۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ" کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع نے لکھا ہے:

اور معنی یہ ہیں کہ جیسا ہم نے تم پر ایک نعمت قبلہ کی، دوسری نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی مبذول فرمائی ہے ایسی ہی نعمت ذکر اللہ عزوجل بھی ہے۔ ان سب نعمتوں کا شکر ادا کرو تا کہ یہ نعمتیں اور زیادہ ہو جائیں۔ فَاذۡكُرُوۡنِىۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ ذکر کے اصلی معنی یاد کرنے کے ہیں جس کا تعلق قلب سے ہے۔ زبان سے ذکر کرنے کو بھی ذکر اس لئے کہا جاتا ہے کہ زبان ترجمان قلب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر زبانی وہی معتبر ہے جس کے ساتھ دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد ہو۔

حضرت شیخ المشائخ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔

برزبان تسبیح ودل گاؤ خر	این چنیں تسبیح کے دارد اثر

ترجمہ: زبان پر تو تسبیح ہے مگر دل میں گائے گدھے کے خیال ہیں تو تسبیح کیسے اثر کرے گی۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ اگر کوئی شخص زبان سے ذکر اور تسبیح میں مشغول ہو مگر اس کا دل حاضر نہ ہو اور ذکر میں نہ لگے تو وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ (تھوڑا فائدہ)

(تفسیر معارف القرآن، ج،1، ص،391)

قلبی ذکر سے شیطان بھاگ جاتا ہے:

مفسر جلیل شیخ الشیوخ شیخ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الناس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ''یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ'' (القرآن) ترجمہ: جو انسان کے سینہ میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ ''قُلُوْبِهِمْ اِذَا غَفَلُوْا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' ترجمہ: یعنی دلوں میں جب وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہوتے ہیں۔ تفسیر جلالین کے الفاظ'' اِذَا غَفَلُوْا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' کی مزید تشریح کرتے ہوئے عارف باللہ شیخ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یعنی جب ان کے دل ذکر سے غافل ہوتے ہیں تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اگرچہ زبان سے ذکر کر رہے ہوں کیونکہ وسوسہ دل میں ہی تو ڈالا جاتا ہے تو اسے ذکر ہی بھگا سکتا ہے جو دل میں موجود ہو۔ پس جو شخص اہل ذکر میں سے ہوگا، شیطان کو اس پر قدرت نہیں ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا کچھ قابو نہیں ہے (لیکن یاد رہے) اگر کسی کے دل میں غفلت ہے، وسوسے پیدا ہوتے ہیں تو زبانی ذکر کو نہ چھوڑے بلکہ ذکر کثرت سے کرتا رہے اور ہمیشہ کرتا رہے شاید اس سے دل بیدار ہو پھر سے اس میں نورانیت پیدا ہو جائے۔

(حاشیہ صاوی علی الجلالین، ج،4، ص،351)

سورۃ الناس کی تفسیر: حضرت صفیہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں۔ کہ شیطان ابن آدم کے رگوں میں یوں سرایت کرتا ہے جیسے خون رگوں میں چلتا ہے۔ ابوصالح حضرت سیدنا مفسر قرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورۃ الناس کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ ''بِرَبِّ النَّاسِ'' کے معنی سید الناس یعنی لوگوں کے آقا ''مَلِكِ النَّاسِ'' یعنی تمام جن وانسان کے مالک'' اِلٰهِ النَّاسِ ''یعنی لوگوں کا خالق عزوجل ''مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ''شیطان مراد ہے

"الخناس" سے بھی شیطان مراد ہے "اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاس" فرماتے ہیں کہ شیطان جنوں کے سینوں میں بھی یونہی گھستا ہے جیسا کہ انسانوں کے سینوں میں اور پھر ان کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اور جب وہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو سینے سے نکل جاتا اور واپس ہو جاتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص،636)

حضرت سیدنا قطب العارفین محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عرض کیجئے! میں پناہ لیتا ہوں سب انسانوں کے پروردگار کی۔ النَّاس کا معنی لوگ، آدمی ہیں، النَّاس کا معنی جماعت، گروہ بھی ہے۔ یعنی اس کا اطلاق جمع پر بھی ہے۔ مَلِكِ النَّاسِ سب انسانوں کے بادشاہ کی۔ اِلٰهِ النَّاسُ سب انسانوں کے معبود کی، خدا عزوجل کی مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ بار بار وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، شیطان کی برائی سے جو وسوسہ ڈالنے والا ہے جو دلوں میں یہ برے وسوسے ڈالنے والا ہے الْخَنَّاسِ بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے، شیطان جو بار بار پیچھے ہٹتا ہے اور پھر ظاہر ہوتا ہے اور سر نکالتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دیو الْخَنَّاس ایسا شیطان دیو ہے جو کہ بار بار ماہرانہ وعیارانہ انداز میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ پھر پیچھے پیچھے دبک دبک کر رہ جاتا ہے، کھسک جاتا ہے۔ جب پھر موقع پاتا ہے تو دوبارہ انسان کے اندر حملہ آور ہوتا ہے اور سر اٹھاتا ہے۔ اس کی شکل اور منہ سور جیسا ہے۔ بقول امام مقاتل اور امام قتادہ رحمہم االلہ علیہ کے اس کا منہ کتے جیسا ہے، ایسا پلید دیو شیطان نفس اپنا منہ انسان کے دل پر رکھتا ہے اور برے برے خیالات اور وسوسے اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ جب (ابن) آدم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب پھر انسان کو ذکر ربی عزوجل سے غافل پاتا ہے تو پھر حملے شروع کر دیتا ہے اور برے خیالات پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جیسے زنا کرنا، شراب پینا، خون ناحق بہانا، اور اسی طرح کے دیگر اعمال سیئہ وغیرہ اور یہ ظالم، انسان کی رگوں میں خون کی طرح چلتا ہے اور داخل ہو جاتا ہے۔ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ)

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ () مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ "جو وسوسہ ڈالتا

رہتا ہے، لوگوں کے دلوں میں، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں سے"۔

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاس جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ وسوسہ اندازی کا یہ دھندہ جنوں اور انسانوں میں سے شریر نفوس دونوں کرتے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَالِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (انعام:112) اسی طرح ہم نے بنا دیئے ہیں ہر نبی علیہ السلام کے لئے دشمن جو کہ انسانوں سے اور جنات سے، دیووں اور پریوں سے ہیں، اور لوگ کہتے ہیں کہ عرفی شیطان سے انسانی شیطان بدتر ہے (وہ ظاہر ہے اور یہ مخفی ہے)

بیت

زینہار از قرینِ بد زنہار	وقنا ربّنا عذاب النّار

(ایسے افراد کو قرآنی اصطلاح میں شیاطین کہتے ہیں)

نصیب درویش صادق یہ ہے کہ یار بد، ہم نشین بد جو منکرِ حال درویشاں ہو، اس کی صحبت و سنگت سے ہمیشہ دور رہے۔ صحبت ہمیشہ برادر طریقت کی رکھ خواہ وہ بیگانہ ہی ہو۔ ویسے بھی مشہور ہے

مصرع

یار بد بدتر بود از مار بد

برا دوست تو زہریلے سانپ سے بھی خطرناک ہوتا ہے۔

رباعی

جو جس کے ساتھ نشت و برخاست رکھتا ہے اور پھر تیرا دل مطمئن نہیں ہے اور تجھ سے وہ مٹی پانی کی صحبت کو نہ کاٹ دے ختم کر دے۔ خبردار! ہرگز ہرگز ایسی قوم سے بچ، دامن بچا! ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری روح ہی کو کچل دیں اور تو سرمایہ کل سے محروم ہو جائے۔

اور پھر صالح و صادق مرید و درویش کو ایسے ریاکار اور شہرت پسند صلحاء اور زہاد سے بچنا چاہیے جو جامہ ریاکاری پہنے ہوئے ہوں اور خود کو شیخ کامل ظاہر کیئے ہوئے ہوں۔ دنیا کے حرام مال سے تو لیتے ہوں اگرچہ حقیقت و معرفت سے ذرا بھر بھی نصیب یافتہ نہ ہوں اور جو اپنے عقیدت

مندوں اور ارادتمندوں کو حرام کھانے سے اور لینے سے منع کرتے ہوں۔ نَعوذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ ایسے ہی لوگ درحقیقت دشمنانِ دین ہیں کہ یہی شیاطین الانس ہیں۔ ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ طلب کرے اور ان کے افعال بد سے خود کو پریشان خاطر نہ کرے، بلکہ اس آیت پاک پر عمل کرے خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ (پارہ 8 سورۃ الاعراف آیت 199) اور حق تعالیٰ سے محبت صالحین اور اس کے دوستوں اور محبوبوں کی محبت وعقیدت کا سوال کرے بلکہ دامانِ طلب پھیلا کر بچشم تر طلب کرے اور کہے اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنَا بِفَضْلِکَ صُحْبَۃَ الصَّالِحِیْنَ (آمین)

مثنوی

"اے خدائے بے نظیر! ایثار فرما! اس بات کو اپنے کان رحمت سے سن! ہماری طرف توجہ فرما اور اس مجلس میں شامل کر، ان سرخوش لوگوں کی محفل میں جو تیری رحمتوں سے خورد و خورش رکھتے ہیں۔ جب تو نے ہمیں ان پاک لوگوں کی خوشبو پہنچا دی ہے تو اس مشک کے منہ کو بند نہ کر اے رب دین! تیرے ہی دریائے رحمت و کرم سے ذکور واناث (مذکر و مونث) سیراب ہوتے ہیں اور انہیں جام صہبا نصیب ہے۔ بلا روک ٹوک تیری عنایات، الطاف و اکرام کا سلسلہ جاری وساری ہے اور تیری ذات مستغاثِ دردمنداں ہے اور تو ہی مقصود فی الرّغائب ہے۔ تو نے ہی تو دل بے تاب کو ہر دم، ہر لحہ سینکڑوں ذوق، شوق عطا فرما کر عشق کے کئی باب فتح فرما دیئے ہیں اے وہ ذات جو ناگفتہ دعاؤں کو بھی شرف قبول بخشنے والی ہے تیرا کام تو اعیان کو تبدیل کر کے بھی عطا کرنا ہے جب کہ میں سراپا سہو ونسیان وخطا ہوں میرے سہو و نسیان کو اپنے علم سے تبدیل فرما دے اور من ہمہ جہلم مرا کن جملہ علم"

(تفسیر یعقوب چرخی، ص 291)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" کے بارے میں حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یہ انسان کے دل پر پھیلا ہوتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور منقبض ہو جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو دل پر پھیل جاتا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مرد میں وسوسے کا مقام اس کے دل اور اس کی آنکھوں میں ہے، اور عورت

میں اس کی آنکھیں ہیں جبکہ وہ سامنا کررہی ہو اور اگر واپس جارہی ہو تو اس کے چوتڑ میں ہے۔"

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 440)

الذّٰ کِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرً وَّالذّٰ کِرٰتِ (پارہ 22 سورۃ الاحزاب آیت 35) یعنی بکثرت دلوں اور زبانوں سے اللہ عزوجل کی یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ بغوی نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ بندہ اس وقت اللہ عزوجل کی بکثرت یاد کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے جب کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت اللہ عزوجل کی یاد کرتا ہو کسی وقت اللہ عزوجل کی یاد میں سستی نہ کرتا ہو اسکے بغیر کثیر الذکر بندوں میں سے نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں (حضرت سیدنا عارف باللہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ) یہ بات اسی وقت ہوتی ہے جب فناء قلب حاصل ہوجائے ذکر میں دل ڈوبا رہے اور ہر وقت حضور دوامی حاصل رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِفراد والے (سب سے) آگے بڑھ گئے عرض کیا گیا اِفراد والے کون فرمایا اللہ عزوجل کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔

(رواہ مسلم فی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ذکر خدا عزوجل سے زیادہ عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی اور کوئی چیز نہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا نہ جہاد فی سبیل اللہ فرمایا ہاں اگر جہاد میں اتنی شمشیر زنی کرے کہ تلوار ٹوٹ جائے

حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کونسا مجاہد سب سے بڑے ثواب کا مستحق ہے۔ جو اللہ عزوجل کی یاد سب سے زیادہ کرنے والا ہو عرض کیا کس روزہ دار کو سب سے بڑا ثواب ملے گا فرمایا جو اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ یاد کرتا ہو پھر اس شخص نے نماز، زکوٰۃ، حج، اور خیرات کا ذکر کیا اور حضور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ جو اللہ عزوجل کی یاد سب سے زیادہ کرتا ہو۔ یہ سن کر حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ابوحفص اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والے ہر بھلائی کو لے گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بیشک۔

(تفسیر مظہری ج 9 ص 376)

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ ...قُم الیل پر عطف ہے ذکر رب عزوجل سے مراد ہے شبانہ روز برابر ذکر میں مشغول رہنا کہ نہ کسی وقت سستی پیدا ہو نہ غفلت لیکن ایسا ذکر زبان سے تو ہو نہیں سکتا زبان اور دوسرے اعضاء سے تسبیح حمد نماز اور قرأت وغیرہ جو کچھ کیا جاتا ہے کسی وقت اس میں نیت کی سستی آ ہی جاتی ہے لامحالہ قلبی ذکر مراد ہے حقیقت میں قلبی ذکر ہی ذکر ہے ۔کیونکہ یاد نام ہے غفلت کو دور کردینے کا جیسا کہ حدیث شریف ذکر اللہ فی الغافلین بمنزلۃ الصابر فی الغالفین ۔میں ذکر کا غفلت سے مقابلہ کرنا بتا رہا ہے۔ غفلت کے مقابل ذکر کو لانے کا اقتضا ہی یہ ہے کہ ذکر غفلت کو دور کرنے کا نام ہے دل کی غفلت کی حالت میں نہ کوئی نماز قابل اعتبار ہے نہ تسبیح نہ قرات جو نمازی نماز کی طرف سے غافل ہیں ان کے لئے تباہی ہے۔

(تفسیر مظہر، ج12، ص163)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً (پارہ 8 سورۃ الاعراف آیت 55) کی تفسیر میں ذکر جہر و خفی میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں حرص ذکر قلبی کے بارے میں بغیر زبان کے صرف قلبی اور روحی اور نفسی ذکر کرنا۔ یہی ذکر خفی ہے جس کو اعمالنامے لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے ابو یعلی نے حضرت سیدہ عابدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ ذکر خفی جس کو اعمالناموں کے لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سن پاتے (ذکر جلی سے) ستر ہزار درجے فضیلت رکھتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ حساب کے لیے سب لوگوں کو جمع کریگا اور فرشتے اعمالنامے لے کر حاضر ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیگا دیکھو (اس بندہ کی) کوئی چیز رہ تو نہیں گئی فرشتے عرض کرینگے ہم کو جو معلوم ہوا اور ہماری نگرانی میں جو کچھ ہوا ہم نے سب کو احاطہ کرلیا اور لکھ لیا کوئی بات نہیں چھوڑی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اسکی ایک نیکی ایسی بھی ہے جس کا تم کو علم نہیں میں تم کو بتاتا ہوں وہ نیکی ذکر خفی ہے۔

میں کہتا ہوں (حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ) اس ذکر کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا نہ اس میں کوئی سستی آتی ہے۔ (یعنی ذکر قلبی ہمہ اوقات جاری رہ سکتا ہے)

(تفسیر مظہری، ج4، ص319)

وَ لَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتاً وَّ لَا حَیٰوۃً وَّ لَا نُشُوْراً ۔ (پارہ 18، سورۃ الفرقان، آیت 3) اور نہ وہ زندوں کو مارنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی مردوں کو زندہ کرنیکی۔ حضرت علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: آیت سے ثابت ہوا کہ جھوٹے پیر اور مکّار سجّادہ نشین ہی درحقیقت اصنان باطلہ ہیں کیونکہ کسی بھی غافل دل کو بیدار کرنا نہیں آتا اور نہ ہی کسی نفسِ امّارہ کو زیر کرنے کا طریقہ آتا ہے۔ جو لوگ ایسے جھوٹے پیروں اور مکار سجادہ نشینوں کے مرید ہوتے ہیں یا ان کی اتباع کرتے ہیں بُت پرست دراصل یہی لوگ ہیں۔

(تفسیر روح البیان، ج 18، ص 320)

فائدہ: سبق آموز بات یہ ہے کہ کہ جس شیخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی اور حیات قلبی عطا کرنے پر قادر نہ ہو اس کی بیعت توڑ دو ورنہ عبارت پڑھو:

سرائے و مدرسہ و بحث علم و طاق رواق	چہ سود چوں دل دانا و چشم بینا نیست

ترجمہ: سرائے اور مدرسہ اور علم کی بحث اور طاق رواق کا کیا فائدہ جب دل دانا اور چشم بینا نہ ہو۔

(تفسیر روح البیان، ج 2، ص 291)

فَاِنَّھَا پس قصہ یہ ہے کہ لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ یہ ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں۔ یعنی انکے دیکھنے میں کوئی خلل نہیں آتا ہے۔ سب چیزیں دیکھتی ہیں۔ وَ لٰکِنْ تَعْمَی لیکن نصیحت حاصل کرنے والی نظر سے اندھے ہوئے ہیں الْقُلُوْبُ الَّتِی وہ دل کھوٹے ہیں۔ فِی الصُّدُوْرِ سینوں میں۔ یعنی گذشتہ لوگوں کے احوال کے دیکھنے سے دل کی آنکھ بند ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس سے نصیحت نہیں لے سکتے۔

چشم دل بکشا ببین بے انتظار	ہر طرف آیات قدرت آشکار
چشم سر جز پوست خود چیزے ندید	چشم دل در مغز ہر چیزے رسید

دل کی آنکھ کھول اور انتظار کئے بغیر دیکھ کہ ہر طرف اس کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہیں سر کی آنکھ نے اپنی کھال کے سوا کچھ نہ دیکھا اور دل کی آنکھ ہر چیز کے مغز کو پہنچ گئی۔

(تفسیر حسینی، ج 2، ص 78)

مسئلہ: ذکر (اللہ عزوجل) جہاد سے افضل ہے۔ کیونکہ جہاد و شہاد کا اجر بہشت ہے۔ ذاکر خدا تعالیٰ کا ہم نشین ہے جیسے (حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ جَلِیْسٍ مَنْ ذَکَرَنِیْ ترجمہ: میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ شہودِ حق دخولِ جنت سے افضل ہے۔ اسی لئے رویۃ باری تعالیٰ دخولِ جنت کے بعد نصیب ہوگی۔ لیکن ذکر میں قلب و روح و جمیع قویٰ کا حضور ضروری ہے۔

حضور قلب بباید کہ حق شود مشہود	وگرنہ ذکر مجرد نمی دہد یک سود

ترجمہ: حضور قلب ضروری ہے تاکہ حق مشہود ہو ورنہ خالی ذکر کوئی فائدہ نہ دے گا۔

(تفسیر روح البیان پارہ، 22 ص 447)

اور قول باری تعالیٰ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ یہ نہیں کہ صرف نماز کی صورت میں اللہ عزوجل کا ذکر مخصوص کر لو یا معنی یہ ہے کہ لین دین کا وقت ہو یا کوئی اور، ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

(تفسیرات احمدیہ، ص، 943)

تفسیر یعقوب چرخی میں زبدۃ العارفین محمد یعقوب الچرخی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ اور ذکر کیا کر اپنے رب عزوجل کے نام کا، وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً (پارہ 29، سورۃ المزمل، آیت 8) اور خلق سے کٹ کر اس کے ہو کر رہو، یعنی اس کی دوستی کے سوا دل میں کسی کی دوستی نہ رکھیں۔

بیت

غیرت میں آ کر میں نے تیرے سوا خانہ دل خالی کر دیا کہ تیرے بغیر اس خلوت خانہ دل میں کسی اور کا گزر نہیں۔

آئینہ نیست دل کہ دہد جا بہ ہر کسے

ایں پارۂ عقیق بنام تو کندہ شد

رباعی

تو جو کچھ بھی رکھتا ہے اسے اگر جنگل و بیابان میں آ گ لگا دے، پھر بھی تو در حقیقت خوش نہیں ہوگا ہمیں بے شک تو چاہتا ہے تو دنیا سے کنارہ کشی کر لے،اس لئے ایک دل میں دو دوستیاں کبھی بھی موافق نہیں آ تیں۔

اہل سلوک اسی مفہوم کو نہی ماسوی اللہ کہتے ہیں اور یہ مقام و معنی کثرتِ ذکر سے حاصل ہوتا ہے جو عنایت ازلیہ سے ہے اور شیخ کامل و مکمل کی خدمت سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

بیت

حق تعالیٰ کی خصوصی عنایات اور کرم فرمائیوں کے بغیر خاصان حق بھی، اگر کوئی فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامہ عمل سیاہ ہوگا"۔

شیخ کامل جو محبوب حق اور مجذوب مطلق ہوتا ہے اس کی ایک ہی نظر کیمیائے اثر سے اتنا تصفیہ باطن اور تخلیۂ ظاہر حاصل ہوتا ہے کہ جو مختلف قسم کی عبادات ظاہرہ سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

بیت

"حضرت سیدنا شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک نظر کیمیا اثر سے دیکھا تو رومی (قدوۃ الاولیاء مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنا گھر بار اور چلہ کشی پر لات ماری"۔

یعنی ایک نظر دلنواز نے دل کی دنیا بدل ڈالی، میرے خواجہ (حضرت سیدنا امام الطریقہ بہاء الحق عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ ہم فاضل نہیں ہیں بلکہ اس کریم نے اپنے فضل سے ہمیں قبول فرمالیا ہے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

"وہ معبود حقیقی جو لا الہ والا ہے جس کو شرف پذیرائی بخش دے یعنی قبول کر لے تو اس آدمی کو پھر چہار چلہ کشی کا رنج اور دکھ اٹھانے کی کیا حاجت وضرورت ہے"۔

یعنی اس کا کام بغیر محنت کے ہی بن گیا ہے، اے اللہ ہمیں اپنی ان کوششوں سے نواز جو تیرے کرم کے لائق ہو۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص115)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ بے شک پرہیز گار اور کفر و کافری سے دور رہنے والے اللہ کی رحمت کے سایوں اور باغات میں سکون و آسائش کے ساتھ ہوں گے، وَّعُیُوْنٍ اور جاری چشموں میں ہوں گے، وَّفَوَاکِهَ اور اچھے عمدہ پھلوں میں، مِمَّا یَشْتَهُوْنَ جن کی وہ آرزو کریں گے اور پسند کریں گے، کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ! جنت کی نعمتوں سے هَنِیْئًا خوش مزہ، زود ہضم اور عمدہ ہوں تمہارے لئے، بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ان اعمال کے بدلے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے، اطاعت و بندگی سے یعنی یہ تمہارے اعمال کہ صلہ ہے۔ اِنَّا کَذٰلِکَ بیشک ہم یونہی، نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ صلہ و جزا دیتے ہیں نیکوں کاروں کو، وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص156)

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی قوم سے گزرے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس قوم کے افراد سے پوچھا: تم کیوں ذکر میں مصروف ہو؟ انہوں نے کہا کہ ثواب کی خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بہت خوب۔ پھر ایک اور قوم پر آپ علیہ السلام کا گزر ہوا۔ تو آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم ذکر میں کیوں مصروف ہو؟ انہوں نے جواب دیا عذاب الٰہی کے خوف سے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: خوب۔ ایک تیسری قوم سے گزرے تو ان سے ذکر کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا نہ ہمیں ثواب کی خواہش ہے نہ عذاب کا خوف بلکہ ہم ذکر الٰہی سے اپنی عبودیت کی ذلت اور اپنے رب عزوجل کی ربوبیت کی عزت کا اظہار کر رہے ہیں اور ذکر الٰہی سے زبان کو اور معرفت الٰہی سے قلب کو شرف دے

رہے ہیں۔ یہی الفاظ جو ہماری زبان پر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدس اور اس کی عزّت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی لئے ہم اس کا نام لیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: حقیقی ذکر کرنے والے صرف تم ہی ہو۔

حضرت سیدنا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی ترجمانی کی ہے:

پدرم روضۂ جنت بدو گندم بفروخت	ناخلف باشم اگر من بجوئے نفروشم

ترجمہ: میرے ابا آدم علیہ السلام نے دو دانے گندم کے عوض بہشت بیچ ڈالی میں نا اہل بیٹا ہوں گا اگر اسے ایک جو کے بدلے نہ بیچوں۔

(تفسیر روح البیان پارہ 10 ص 248)

حضرت سیدنا سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے لیکن اس کا دل غافل ہو تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ جھگڑا کرتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج 5 ص 194)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ قلب کی بصر کا تھوڑا سا نور خواہشات و شہوات پر غالب ہو جاتا ہے۔ جب دل کی آنکھ بند ہو جاتی ہے تو شہوات کا غلبہ اور غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے انسان غلبۂ شہوت کے بعد عموماً معاصی و جرائم میں منہمک اور حق (تعالیٰ) کا نافرمان رہتا ہے۔

(روح البیان پارہ 17 ص 307)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: قلوب پر ذکر اللہ عزوجل سے جھاڑو دو اس لئے سب سے زیادہ زنگ قلوب پر چڑھتا ہے۔

(روح البیان ج 25، پارہ 26، ص 115)

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو جبریل امین علیہ السلام نے تین دفعہ عرض کی کہ پڑھیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں اس حدیث شریف کی شرح لکھتے ہوئے شارحین بخاری یوں رقم طراز ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل مضطرب تھا اور دھڑک

رہا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد، دل کا مرادف ہے یا عین دل ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے:
فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقت جامعہ سے مسمّٰی ہے اور انوار الٰہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کا حامل ہوتا ہے اور امام مجدد (محبوب سبحانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی تحقیق کے مطابق آخری قول راجح و اصح ہے۔ اس حدیث شریف میں صرف قلب کا ذکر ہے لیکن، روح، سر، خفی، اور اخفی بھی قلب کے بعد متولد ہوتے ہیں۔ لہٰذا صرف قلب کا ذکر فرمایا جیسا کہ "وما انزل علی الملکین" میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں وضاحت فرمائی ہے:

میرے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ ملکین سے مراد قلب، روح اور عالم امر کے تمام لطائف ہیں اور صرف دو کو اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ بتانا منظور ہے کہ وہ لطائف متعدد ہیں۔ ان کی تعداد بتانی مقصود نہیں اور یا اس لئے کہ بعض سالکین پر منجملہ لطائف ستہ، یہ دو ہی منکشف ہوتے ہیں۔ پس اس سالک نے لفظ ملکین سے اپنے مکشوف (قلب و روح) سے کنایہ کیا ہو۔ اور عورت سے مراد نفس ہو جو کہ عناصر سے پیدا ہوا ہے (اس کنایہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اس قصہ میں اس عورت نے ملکین کو گناہ کا حکم کیا تھا اس طرح) یہ نفس امارہ بھی برائی کا حکم دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حکمت بالغہ سے عالم امر کے لطائف کو نفس کے ساتھ مزدوج فرمایا اور ان میں محبت و عشق کو رکھ دیا تو یہ لطائف تاریک مکدر اور اپنے خالق سے غافل ہو گئے۔ چنانچہ اس تاریک قالب میں جو شہوات کی آگ سے بھرا ہوا ہے، یہ لطائف محبوس اور اوندھے پڑھے ہوئے ہیں۔ بابل کے آگ بھرے کنویں سے یہی مراد ہے۔ پھر جب انسان مر جائیں گے اور قیامت قائم ہو گی تو اگر کچھ نور ایمان ہے تو ان لطائف کو اس قید خانہ سے نجات ہو جائے گی۔ اب رہا نفس، سو وہ اگر نیک بندوں کا ہے تو لطائف کے قرب و مجاورت اور ریاضات تکلیفیہ اور اسم اعظم یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی جلالت کے سبب آسمان پر ایسا پرواز کر جائے گا گویا چمکتا ہوا روشن ستارہ ہے اور اسے اس طرح خطاب کیا جائے گا۔ "یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً

مَّرۡضِيَّةً فَادۡخُلِيۡ فِيۡ عِبَادِيۡ وَادۡخُلِيۡ جَنَّتِيۡ" (پارہ30،سورۃ الفجر،آیت27تا30)

ترجمہ:اے نفس مطمئنہ نفس اگر چہ ابتداء میں خبیث اور شریر تھا لیکن اپنی قوت استعداد یہ کی بدولت جو کہ اس خاک دان میں رکھی ہے لطائف پر بھی فوقیت لے گیا۔

• (تفسیر مظہری ج1،ص188)(مرشد کامل کی ضرورت کیوں؟،ص،164)

حضرت امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کوئی معین وقت نہیں بلکہ بندے کو ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرنے کا حکم ہے خواہ فرض کے طور پر خواہ استحباب کے طور پر، نماز اگر چہ تمام عبادتوں سے اشرف ترین عبادت ہے۔مگر بعض وقتوں میں اس کا ادا کرنا جائز نہیں اور ذکر بالقلب عام حالات میں ہمیشہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ"اَلَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَعَلٰى جُنُوۡبِهِمۡ"(پارہ4 سورۃ آل عمران،آیت191)جو لوگ اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں۔میں نے حضرت شیخ المشائخ امام ابو بکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سنا کہ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ ذکر کو ایسا ادا کرتے ہیں جو ادا کرنے کا حق ہے مگر اس کا دعویٰ نہیں کرتے۔

(رسالہ قشیریہ،ص،432)

حضرت شیخ الشیوخ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا"علم کی دو قسمیں ہیں۔علمِ باطن جو دل میں ہے یہی نافع علم ہے۔"جناب آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ (پارہ8،سورۃ الانعام،آیت125)کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا"اس سے مراد توسیع ہے، یعنی جب دل میں نورانیت ڈالی جاتی ہے تو سینہ وسیع ہوتا ہے اور شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔"

(قوت القلوب،جلد اوّل،ص460)

حضرت شیخ المشائخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر

اللہ عزوجل ایک عبادت ہے، یہ فکر کی طرف لے جاتا ہے اور فکر سے خوف و امید پیدا ہوتا ہے اور جب ذکر قوی ہو جائے تو یہی مشاہدہ بن جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”کھڑے اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں“ (آل عمران۔۱۹۱) پھر فرمایا ”اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر فکر کرتے ہیں“ (آل عمران۔۱۹۱) پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ”تو پاک ہے، ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے“ (آل عمران۔۱۹۱) یہ بھی یاد رکھیئے کہ یقین کے بغیر مشاہدہ نہیں ہوتا اور ایمان کی روح یقین ہے بلکہ اسے بڑھاتا ہے بعض علماء نے اس حدیث ”ایک گھڑی کا فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے“ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد وہ فکر ہے جو نفرت کو محبت سے بدل دے اور لالچ وطمع کو قناعت وزہد سے بدل دے۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ فکر ہے جو مشاہدہ تک لے جائے، تقویٰ اور مزید فکر پر آمادہ کرے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور جو اس میں ہے، اس کا ذکر کرو شاید کہ تم پرہیز گار بن جاؤ“ (البقر ۶۳) ایک جگہ فرمایا ”تا کہ وہ پرہیز گار ہو جائے“ (طہ ۱۱۳) ”اللہ عزوجل تمہارے لئے آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم دنیا اور آخرت میں غور کرو“ (البقر ۲۰) یعنی ممکن ہے کہ تم باقی اذکار بھی کرو اور ہمیشہ اس راہ پر گامزن رہنے کی خواہش پیدا ہو جائے اور فانی اشیاء کے بارے میں زاہد بن جاؤ اللہ تعالیٰ یہ چیزیں بیان فرما کر ہمیں شکر کی ضرورت سمجھاتا ہے۔ فرمایا ”وہ تمہارے لئے اپنی آیات بیان کرتا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو“ ایسے ہی فرمایا ”اور جو اس میں ہے اس کا ذکر کرو تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کا ذکر کیا اور فرمایا ”جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے (طہ۔۱۰۱)

یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدہ اُمِ درداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زیادہ عبادت تفکر تھی اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر میں ہر روز تین سو دینار نفع حاصل کر کے اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کروں تو مجھے اس کام میں کوئی زیادہ خوشی نہیں ہوتی۔ پوچھا گیا ”وہ کیوں“ فرمایا ”اس لئے کہ اس میں لگ جانا تفکر میں رکاوٹ ہے یا اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان اور ایسے ہی اپنے اور مخلوق کے درمیان یا اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان اور ایسے ہی اپنے اور مخلوق

کے درمیان ہر کام میں نیت درست رکھنے کا عزم کرے اور اس کا عقیدہ رکھ لے یا اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش چاہے۔ گزشتہ عمر کے گناہوں کے متعلق استغفار و توبہ کرے اور آئندہ نیک رہنے کا پختہ عزم کرے یا خوب زاری و عاجزی کے ساتھ دعا کرے۔ خوب گڑگڑائے، روئے اور اس قدر ڈرے کہ تمام گناہوں سے بچ جائے اور نیک اعمال کرنے لگے۔ دعا کرتے وقت دل کو اللہ عزوجل کے سوا ساری کائنات سے خالی کر دے۔ قبولیتِ دعا کا یقین رکھے اللہ عزوجل کی تقسیم پر راضی ہو جائے یا نیکی اور بھلائی کی باتیں کرے اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے۔ اپنے بھائیوں کو (دین) کا نفع پہنچائے اور کم علم والے کو علمِ دین سکھائے۔ متقدمین اور سلف صالحین کے یہی اذکار تھے اور یہ یاد رکھیں کہ تمام عبادتوں میں سب سے افضل عبادت ذکر اور فکر ہے۔

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 91 تا 93)

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے ''مُردوں کے پاس مت بیٹھو، تمہارے دل مر جائیں گے'' پوچھا گیا ''مردے کون ہیں؟'' فرمایا ''دنیا سے محبت رکھنے والے اور دنیا کے طلب گار'' حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ''اور زندے اور مردے برابر نہیں ہیں'' حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''(احیاء سے مراد) فقراء اور (اموات سے مراد) اغنیاء ہیں، اس لئے کہ فقراء اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے باعث زندہ ہیں، اور اغنیاء دنیا پر مر گئے۔''

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 389)

حضرت محبوب صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں حکیم عبدالقادر کے نام تحریر فرماتے ہیں حمد و صلوٰۃ کے بعد چونکہ اطباء (حکیم ڈاکٹر) کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ بیمار جب تک تندرست نہ ہو کوئی غذا بھی اسے فائدہ نہیں دیتی چاہے مرغ تنجن ہی کیوں نہ ہو بلکہ ایسی غذا اس کے مرض کو اور بڑھا دیتی ہے۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود

جس چیز کو بیمار اختیار کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔

لہٰذا پہلے بیمار کے مرض کا ازالہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ مناسب غذاؤں کے

ذریعہ سے اسے اصلی قوت و طاقت کی طرف لاتے ہیں۔ پس انسان جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے۔ ''فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَّرَضٌ'' (القرآن) ان کے دلوں میں مرض ہے۔ کوئی عبادت وطاعت اس کے لیے نفع مند نہیں بلکہ مضر (نقصان دہ) ہے۔

حدیث مبارکہ مشہور ہے: بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں حالانکہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں، جنہیں روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (حدیث صحیح)

قلبی امراض کے حکیم (اولیاء کرام، پیر وغیرہ) بھی پہلے مرض کے ازالے کا حکم دیتے ہیں۔ اور مرض قلبی دل کے غیر خداعزوجل کے ساتھ گرفتار ہونے کا نام ہے۔ بلکہ غیر حق کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری ہے کیونکہ ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اگر اولاد سے دوستی کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے دوستی کرتا ہے۔ اسی طرح مال و دولت اور سرداری اور مرتبہ کی محبت سب کچھ اپنی ذات کے لیے ہے۔ پس فی الحقیقت اس کا معبود (یعنی خدا) اس کی خواہش نفس ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے خلاصی نصیب نہ ہو۔ نجات کی امید بہت دور کی بات ہے۔ اس لیے عقلمند علماء اور صاحب دانش حکماء (علماء کرام عقلمند لوگوں) پر اس مرض کے ازالے کی فکر کرنا ضروری ہے۔

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

ترجمہ: اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک ہی کلمہ کافی ہے۔

(دفتر اول، ن، 105، ص155)

ایک اور مکتوب جو شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف حضرت عالی امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا

''اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ'' (پارہ 13، سورۃ الرعد، آیت 28)

خبردار! اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے

اطمینان قلب حاصل ہونے کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے نہ کہ نظر و استدلال (قرائن و دلائل)

پائے استدلالیاں چوبیں بود	پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

(بحث بے جا ہے فقط کٹھ حجتی کاٹھ کے پاؤں میں دم خم کچھ نہیں)

چونکہ ذکر اللہ تعالیٰ کے ذریعے حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت حاصل ہوجاتی ہے اگر چہ (ذکرکو) اس پاک ذات کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں "مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَاب" (خاک کو پروردگار عالم کے ساتھ کیا نسبت ہے) لیکن ذاکر (ذکر کرنے والا) اور مذکور (جس کا ذکر کیا جائے) کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے جو محبت کا سبب بنتا ہے اور جب محبت غالب ہوگئی تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں ہے اور جب معاملہ دل کے اطمینان کے حصول تک پہنچ گیا تو اس کو ہمیشہ کی دولت حاصل ہوگئی۔

ذکرگو ذکر تا ترا جان ست	پاکیٔ دل ز ذکر رحمٰن ست

جان جب تک ہے ذکر کرتا رہ دل کی پاکی خداوعزّوجلّ کے ذکر سے ہے

(مکتوب، ج1، ن، 92، ص127)

حضرت عالی امام ربانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ملفوظا میں فرمایا کہ جس طرح ذات (یعنی باری تعالیٰ) ہمارے ادراک اور تصور میں نہیں آسکتی۔ اسی طرح صفات بھی نہیں آسکتی کیونکہ صفات میں سے جو بھی سالک کے ادراک میں آسکتے ہیں وہ ظلال صفات ہیں ہمارا مسلک یہ ہے کہ مطابق آیت "اُذْکُرُوْنِیْ" اپنا تمام وقت اس کی یاد میں مستغرق رکھیں تا کہ حق تعالیٰ بھی بحکم "اَذْکُرْکُمْ" تم کو اپنے کرم سے یاد کرے جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کا ذکر حصول احوال و مکاشفات کی غرض سے نہ کریں اور (دنیوی) غرض کو ذہن میں جگہ نہ دیں بلکہ بغیر کسی غرض کے بلکہ اپنی جان پر احسان اُٹھا کر ذکر اور بندگی میں مشغول رہیں اگر وہ قبول فرمالے تو جس طرح چاہے نوازے اور وہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے مطابق "شَکَرَ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ سَعْیَھُمْ" (اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کوشش کا پورا بدلہ دے گا) ہو تو اس پر اعتماد کریں اور شکر بجالا کر "ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ" کہتے رہیں اور اگر یہ بات پیدا نہ ہو تو وہ اعتبار کے لائق نہیں۔

(حضرات القدس، ص، 162)

حاکم نے بوساطت عامر بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابو قحافہ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد) نے حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کمزور باندی غلاموں کو آزاد کرتے ہو اگر طاقتور غلاموں کو آزاد کرتے تو بہتر ہوتا کہ وہ تمھاری حفاظت کر سکتے اور تمھاری طرف سے (دشمنوں کے مقابلہ میں) کھڑے ہو سکتے۔

حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابّا میں ثواب کا طلبگار ہو جو اللہ عزوجل کے پاس ہے اس پر آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (پارہ 30 سورۂ الیل، آیت 17، 18) نازل ہوئی یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے حضرت سیدنا بلال، حضرت سیدنا عامر بن فہید حضرت سیدنا ام عمیس اور حضرت سیدنا زبیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وغیرہ کو (جزیہ دے کر) آزاد کیا تھا۔ حضرت ابو بکر نے چار ہزار درہم ساتھ لے کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم رکاب ہجرت کی تھی گھر والوں کے لیے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گے تھے اور یہ بات باپ کی مرضی کے خلاف تھی۔

(تفسیر مظہری 9 ص 255)

حضرت سیدنا علامہ الصوفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا:
مسئلہ: اگر والدین فریضۂ خداوندی کو ترک کرنے یا فعل حرام کا ارتکاب کرنے کا حکم دیں تو ان کا کہا ماننا ناجائز ہے۔ اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل کے ساتھ ساتھ اس کے مخالف مخلوق کے حکم کو ماننا شرک معنوی ہے۔ ہم حدیث مبارک نقل کر چکے ہیں کہ خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کے حکم کو ماننا ناجائز ہے ہاں والدین کے حکم کو ماننا اس وقت واجب ہے جب وہ کسی ایسے مباح کام کا حکم دیں جو خلاف عقل وشرع نہ ہو۔ اگر والدین کثرتِ ذکر و نوافل کو روکیں یا ضرورت سے زائد مال کمانے کا حکم دیں تو کیا ان کی بات ماننی واجب ہے؟
میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ ایسے حکم کو ماننا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب انابت کی راہ پر چلنے کا اللہ عزوجل نے اس آیت میں حکم دیا ہے اور نوافل کی کثرت ترک دنیا اور اللہ عزوجل کے سوا سب کا ترک اور ہر وقت اللہ عزوجل سے لو لگانا اہل انابت کا طریقہ ہے۔ یہ حقیقت نا قابل

انکار ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنا وطن چھوڑا ہجرت کی اور ماں باپ کی مرضی کے خلاف راہ خدو عزّوجلّ میں اپنی جانی اور مالی قربانی دی۔ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا۔ قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَاَبۡنَآؤُکُمۡ وَاِخۡوَانُکُمۡ (پارہ10، سورۃ التوبہ، آیت 24) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے ماں باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیٹیاں اور کنبہ والے اور کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کے بگڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہو اور تمھارے وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تمھاری نظر میں اللہ عزّوجلّ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ عزّوجلّ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو منتظر رہو کے اللہ عزّوجلّ اپنا حکم لے آئے (اس سے معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ترکِ کل نہ فقط جائز ہے بلکہ فرض ہے) پھر اللہ عزّوجلّ کی راہ میں شیطان اور نفس امارہ سے ماں باپ کے کہنے سے جہاد ترک کر دینا (یعنی نوافل و ذکر کی کثرت چھوڑ دینا اور ضرورت سے زاہد کمائی کی طرف راغب ہونا (مترجم) کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

(تفسیر مظہری، 9 ص، 254)

حضرت سیدنا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ حضرت امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کثرتِ نوافل کو اختیار فرمایا ہے۔ کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ لیکن یہ تلاوتِ قرآن مجید اور مشغولی نوافل بعد فناء نفس کے اختیار کرنے کو فرماتے ہیں اور قبل از فناء نفس ذکر نفی و اثبات پر اقتصار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ قرآن پاک کی مشغولی قبل از فناء مناسب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَایَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ (پارہ27، سورۃ الواقعۃ، آیت 79) یعنی نہیں مس کر سکتے قرآن کو مگر پاک لوگ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ رزائل نفس سے ابتک پاک وصاف نہیں ہوئے ان کو قرآن کی تلاوت سے زیادہ مناسب ذکر کرنا ہے۔

(تفسیر مظہری ج 1 ص 260)

قراء نے کہا آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن کی لذت اسی کو ملے گی جو اس پر ایمان لائے گا۔ اسی کی تائید میں حضرت سیدنا امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفس کو فنا کرنے اور

بری خصلتوں سے پاک ہوجانے کے بغیر صوفی کو قرآنی برکات حاصل نہیں ہوتیں ۔فنائے نفس سے پہلے قرأت قرآن کا شمار نیکیوں کے اعمال میں ضرور ہوتا ہے لیکن نفس ونفسانیات کے فناء اور آثار نفس کے زوال کے بعد درجات قرب کی طرف ترقی قرأت قرآن سے وابستہ ہے اس زندگی میں بھی اور آخرت میں جنت کے اندر داخلہ کے بعد جیسا کہ آیت مبارکہ وَنَزَعْنَا مَافِی صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَاناً عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ (پارہ14،سورۃ الحجر،آیت 47) میں آیا ہے۔

(تفسیر مظہری ج11 ص284)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے روح البیان میں لکھا ہے حضرت امام نے فرمایا کہ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْراً کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے انہی ایام میں امور دنیا سے ان کی زبان کو روکا۔صرف اشارہ کی اجازت بخشی لیکن ذکر وتحمید کا حکم دیا۔اس لئے کہ ان کی زبان نہایت ہی فصیح و بلیغ تھی اور بیان کے روشن معجزات میں سے تھا۔

(۲) آیت میں ذکر سے، ذکر قلبی مراد ہے۔اس لئے کہ اللہ والے معرفت الٰہی کے دریا میں مستغرق ہوتے ہیں ۔ان کی عادت ہوتی ہے کہ اوّلاً ایک مدت تک ذکر لسانی میں مصروف رہتے ہیں۔جب ان کا دل ذکر اللہ عزوجل کے نور سے بھر جاتا ہے تو ان کی زبان ذکر سے رک جاتی ہے۔اور دل جاری رہتا ہے۔اس لئے عرفاء میں مشہور ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے تو اس کی زبان گونگی ہوجاتی ہے۔

(تفسیر روح البیان، پارہ3 ص229)

حضرت ذکریا علیہ السلام زبان سے بولنے سے روکے گئے لیکن ذکر ومعرفت میں دل کو لگانے اور اس پر مداومت کرنے پر مجبور ہوئے۔ذکر کے کئی مراتب ہیں۔ذکر لسانی بہ نسبت ذکر قلبی کے بہت کم درجہ ہے۔

سبق آموز بات: دانا پر لازم ہے کہ وہ رات دن ذکر الٰہی میں لگا رہے اس لئے کہ یہ ذکر الٰہی

خواہشات نفسانیہ کو مٹاتا ہے۔ جب خواہشات نفسانیہ قلب سے اتر جاتے ہیں تو پھر شیطان کو گمراہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اس کے گمراہ کرنے کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اس کا دل شیشہ کی طرح صاف وشفاف ہوجاتا ہے اور اس کی تمام آلائش دھل جاتی ہے

پیالے بیفشان از آئینہ گرد	کہ صیقل نگیرد چو زنگار خورد

ترجمہ: مسلسل آئینہ سے گرد صاف کر کہ صیقل کو قبول کرتا ہے۔ جب زنگ کھا جائے۔

(روح البیان، پارہ 3، ص230)

وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ترجمہ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ جو تم ذکرِ الٰہی و دیگر طاعات و عبادت کرتے ہو اس سے کوئی شے مخفی نہیں اس پر وہ تمہیں بہتر جزا دے گا بعض مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ احوال و مقامات کو جانتا ہے جو تم یقین رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو معاصی و سیئات سے بچنے والے اور طاعات و عبادات بالخصوص نماز کی طرف اور عالم سرّ وخفیات کی طرف راغب ہونے والے کا علم ہے۔ اسی لئے سالک پر لازم ہے کہ دل کو تمام مشاغل سے فارغ رکھے اسی لئے مشائخ (رحمۃ اللہ علیہم) نے فرمایا کہ حضور قلب کی نماز دیگر نمازوں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

(تفسیر روح البیان ج 21 ص 14)

حضرت سیدنا قطب الارشاد ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اگر تمہارے قلب میں یادالٰہی باقی ہے تو تمہیں دنیا کی کوئی شے ضرر نہیں پہنچاسکتی اور اگر تمہارے قلب میں خدا عزوجل کی یاد باقی نہیں ہے تو لباس فاخرہ بھی سودمند نہیں ہوسکتا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص366)

حضرت سیدنا برھان حقیقت الشیخ الشہیر بالہدائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگرچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حقیقی مصلح اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن روحانی بیماری جتنی ذکرِ الٰہی سے کٹتی ہے کسی اور عمل سے نہیں کٹ سکتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ''۔

(روح البیان ج6 ص318)

ہ د رلو

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ ذکر الٰہی باوجود زبان پر ہلکا ہونے تھوڑی مشقت کے تمام عبادت کی بنسبت مفید تر اور افضل ہو گیا حالانکہ دیگر عبادات میں محنت بہت ہوتی ہے؟

جواب: اس امر کی تحقیق تو علم مکاشفہ کے بغیر اور جگہ زیبا نہیں مگر جس قدر کا ذکر کرنا علم معاملہ میں موزوں ہے وہ یہ ہے کہ ذکر سے تاثیر اور نفع ہوا کرتا ہے وہ حضور دل کے ساتھ ہمیشہ ذکر کرنا ہے۔ اور زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل ہونا نافع (فائدہ مند) نہیں۔ حضرت شیخ المشائخ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ایں چنیں ذکر کہ کنند اثر	بر زبان در دل گاؤ خر

ترجمہ: ایسا ذکر کب اثر کریگا جب کہ زبان سے اللہ عزوجل
لیکن دل میں گاؤ خر (گائے اور گدھے) کا تصور ہو

زبان در ذکر و دل در فکر خانہ	چہ حاصل زین نماز پنج گانہ

ترجمہ: زبان پر ذکر اور دل فکر خانہ (گھربار) میں مبتلا ہو تو ایسی (محترم نماز) پنج گانہ کا کیا فائدہ اور یہی احادیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور کسی لحظہ میں بھی ذکر دل کا حاضر ہونا اور پھر دنیا میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا بھی مفید نہیں بلکہ حضور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہمیشہ یا اکثر اوقات ہے تمام عبادات پر مقدم ہے۔ بلکہ اسی سے عبادتوں پر شرف ہے اور وہی عملی عبادتوں کی علت نمائی ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ انس و محبت اس کے مطابق ہو جائے۔ اور انھیں کی وجہ سے فکر سرزد ہو اور مطلوب بھی یہی انس و محبت ہوتی ہے۔ جو باعث ذکر ہو کیونکہ ابتدائے حال میں کبھی تکلیف اپنے دل اور زبان وسوسوں سے رک کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف کرتا ہے۔ اور اگر بتوفیق الٰہی اس پر مداومت کرتا ہے تو اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں مذکور کی محبت جمتی ہے اور اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ امر کا تو عادت میں بھی مشاہدہ ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک غائب کا ذکر کرو اور اس کی خصلتیں بار بار سناؤ تو وہ اس سے محبت کریگا بلکہ کبھی صفت اور کثرت ذکر ہی سے

عاشق ہو جاتا ہے۔تو انجام کو کثرت ذکر پر مجبور ہو جاتا ہے۔کہ اس سے صبر نہیں کر سکتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

(احیاء العلوم،ص،591،ج1)

حضرت شیخ المشائخ حسن بن علی دامغانی رحمۃ اللہ علیہ قول خداوندی "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ" (پارہ13،سورۃ الرعد،آیت28) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، پہلے قلوب، بالترتیب معرفت جلال کبریاء سے نرم، معرفتِ رحمت رحیم سے خوش، معرفت حفاظت و کفائت خداوندی سے پرسکون اور معرفت لطف و کرم کریم سے مانوس ہوتے ہیں تب کہیں جا کر حجاب اٹھتے ہیں۔

(کتاب اللمع فی التصوف،ص،110)

حضرت شیخ المشائخ شمعون محبؔ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر الٰہی پر مداومت ہی کا نام محبت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا یعنی بکثرت خدا عزوجل کا ذکر کرتے رہو۔

(تذکرۃ الاولیاء،ص،275)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ذکر خفی ذکر لسانی سے ستر درجہ افضل ہے یہ وہ ذکر ہے جو فرشتے اعمال لکھنے والے بھی نہیں سنتے چنانچہ اسی ذکر کی فضیلت اور اسی مضمون کی شان میں ابن ماجہ نے روایت بیان کی ہے۔حضرت اُمہات المؤمنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ عزوجل کا ذکر ہر وقت کیا کرتے تھے۔

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ترجمہ: یہ ذکر متصور نہیں ہو سکتا مگر دل کے ساتھ کیونکہ ذکر لسانی ہر وقت ممکن نہیں کیونکہ انسان دو حال سے خالی نہیں یا سوتا ہوگا یا جاگتا، سونے کی حالت میں ذکر لسانی سے غافل رہتا ہے اور ایسے ہی جاگنے کی حالت میں، جب انسان گندی اور ناپاک جگہ میں ہو تو وہاں بھی ذکر لسانی مکروہ ہے۔ برخلاف ذکر قلبی کے کیونکہ دل کا تعلق جناب باری تعالیٰ کے ساتھ

سونے اور جاگنے کی حالت میں برابر ہے۔اسی واسطے ہمارے حضرت مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔کہ حالت نامیہ باطن کا ظاہر کے ساتھ تعلق ہونے کی وجہ سے حالت بیداری پر فوقیت رکھتی ہے۔اور حالت سکرات حالت منام پر اور حالت برزخ حالت سکرات پر اور حالت عرصات حالت برزخ پر اور اہل جنت کی حالت اہل عرصات کی حالت پر فوقیت رکھتی ہے۔کیونکہ اہل جنت خدا تعالیٰ کو ظاہر اور بے پردہ دیکھیں گے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ (پارہ 11،سورہ یونس،آیت 26) اور حدیث شریف کی زیادہ تفسیر رویت خدا تعالیٰ جل شانہ سے کی گئی ہے۔یہ سب کچھ اسی کے واسطے ہے جس کے دل میں ذوق ہے۔نہ اس کیلئے جو محض ظاہر کی طرف جھکا ہوا ہے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (پارہ 19،سورۃ الشعراء،آیت 89) مگر وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم دیا ہے۔اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اچھا ذکر خفی ہے۔اور اچھا رزق وہ ہے جو کفایت کرے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ افضل ذکر خفی ہے ستر درجہ جو اعمال لکھنے والے اور محافظ فرشتے نہیں سنتے، جب قیامت کا دن ہوگا، خدا تعالیٰ خلائق کو جمع کریگا، اس وقت فرشتے اعمال لکھنے والے نامہ اعمال لاویں گے، جو کچھ وہ یاد رکھیں گے اور انھوں نے لکھا ہوا ہوگا۔پیش کریں گے۔حق سبحانہ تعالیٰ فرمائیگا دیکھو ان کے واسطے کچھ باقی رہا ہے۔یعنی ایسا کوئی عمل بھی تو نہیں رہ گیا۔جو لکھا نہیں گیا۔ وہ عرض کریں گے خدایا جس چیز کو ہم نے جانا اور یاد کیا وہ تو ہم نے جمع کر دیا کوئی باقی نہیں چھوڑا پھر اللہ تعالیٰ بندے کو مخاطب کر کے فرمائیگا کہ تحقیق تیرے لئے میرے پاس ایک نیکی ہے جس کو تو نہیں جانتا اور میں تجھ کو اس کا بدلہ دونگا وہ ذکر خفی ہے۔

ذکر کیا اس کو مفسر جلیل شیخ المشائخ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بدور السافرۃ میں بروایت ابی یعلی موصلی عن عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسا ہی ذکر کیا حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور کہا اس نے کہ یہی بڑی حجت ہے۔

(ہدایت الانسان الی سبیل العرفان، ص،28)

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے ''اللہ عزوجل کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ فلاح پاؤ'' اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ''اللہ عزوجل کا ذکر، جہاد اور صدقات اور خیرات سب سے افضل ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ عزوجل سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے، ذکرِ الٰہی کے لئے ایک مغز اور تین پوست ہیں اور مغز تو مقصود بالذات ہے مگر پوست اس لئے مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ مغز تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔

پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے۔

دوسرا پوست قلب سے ذکر کرنا اور جبراً بہ تکلف اس کو خوگر ہونا ہے، یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر چھوڑنا نہ چاہیئے کیونکہ اس تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شے یعنی ذکرِ الٰہی اس کے حوالے کر دی جائے تاکہ اس کو اطمینان حاصل ہو جائے۔

تیسرا پوست یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی قلب میں جگہ کر لے اور ایسا گڑ جائے کہ اس کا چھڑانا دشوار ہو جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجے میں جس طرح قلب کو ذکر کی عادت ڈالنے کی دقت پیش آئی تھی، اس تیسرے درجہ میں قلب سے ذکر اللہ عزوجل کی عادت چھڑانا اس سے زیادہ دشوار ہو جائے۔

(تبلیغ دین، ص 50)

حضرت سیدنا بدر الدین میرانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت سیدنا ولی نعمت شیخ حسن بلغاری رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ اصحاب میں سے تھے اور انھوں نے حضرت سیدنا قطب الارشاد عزیزاں علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت حاصل کی تھی انھوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ذکر کثیر جس کے لیے ہمیں حق تعالیٰ حکم فرمایا ہے کہ جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ترجمہ: اور اللہ عزوجل کو بہت یاد کیا کرو۔ (پارہ 22، سورۃ الاحزاب، آیت 41) یہ ذکر زبان سے ہے یا دل (قلب سے) ہے۔

حضرت سیدنا قطب الارشاد عزیزاں علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے زبان سے ذکر ہے اور منتہی کے لئے دل (قلب) سے ذکر ہونا چاہیے۔ مبتدی ہمیشہ ذکر کو

تکلیف اُٹھا کر کرتا ہے اور اس کے لئے جان لگاتا ہے اور منتہی کو جب ذکر دل میں رچ بس جاتا ہے تو اس کے تمام اعضاو جوارے بدن کی رگیں اور جوڑ جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں اور اس وقت سالک کثرت سے ذکر کرنے والا حقیقتاً ہو جاتا ہے اس حال میں اس کا ایک دن کا کام یعنی ذکر دوسروں کے مقابلے میں ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔ (سبحان اللہ یہ شان نقشبندیوں کی ہے)۔

(رسالہ محبوب العارفین، ص39)

حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تمہارے کون سے اعمال اللہ عزوجل کے نزدیک بہترین اور پاکیزہ اور تمہارے درجات کو زیادہ بلند کرنے والے ہیں اور سونا اور چاندی خیرات کرنے سے بھی اعلیٰ وافضل ہیں نیز اس سے بھی افضل کہ تم دشمن سے جہاد میں ملو تم اُن کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ کونسا عمل ہے۔ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر۔

(رسالہ قشیریہ، ص، 430)

حدیث شریف میں آیا ہے ہر ایک چیز کی صفائی کا اوزار ہوتا ہے اور دلوں کی صفائی کا اواز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اے عزیز بھائیوں! ذکر کرنے کے دو اقسام ہیں ایک قلبی ذکر دوسرا زبانی ذکر۔ جو بندہ قلبی ذکر کرتا ہے اس پر خداوند کریم عاشق ہوتے ہیں۔ محدث کبیر علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس مخفی ذکر کو حفظہ (انسان کے ساتھ رہنے والے فرشتے) نہیں سنتے وہ ستر مرتبہ فضیلت میں بڑھ کر ہے۔ (اس ذکر سے جس کو فرشتے سنتے ہیں) جب قیامت کا دن آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو حساب اعمال کیلئے جمع فرمائے گا تو فرشتوں کو جو یاد ہو گا یا جو لکھا ہو گا سب لے آئیں گے اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ دیکھو اس کے اعمال میں سے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی فرشتے عرض کریں گے کہ جو کچھ ہم

جانتے تھے، جو ہم نے یاد کیا وہ پوری طرح لکھ کر لائے ہیں۔ اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تیری ایک نیکی میرے پاس موجود ہے جسے فرشتے نہیں جانتے۔ تجھے اس کا معاوضہ دوں گا اور وہ نیکی ذکر خفی ہے۔

یہ روایت البدور السافرۃ میں حضرت سیدنا مفسر قرآن امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے اور جامع صغیر میں یہ الفاظ ہیں ''جس ذکر کو حفظہ نہیں سنتے ستر مرتبہ فضیلت میں اس ذکر سے بڑھ کر ہے جسے فرشتے سنتے ہیں'' یہ حدیث بیہقی نے روایت کی ہے۔

(ذکر الرحمٰن، ص، 18)

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ بن عقبیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بحوالہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی مرفوعاً یہ تفسیر نقل کی ہے خلاصہ مطلب یہ کہ تم خدا عزوجل کی یاد میں کمی نہ کرو کیونکہ جب تم خدا عزوجل کو یاد کرو گے تو اللہ عزوجل تمہارا ذکر کرے گا۔ اور اللہ عزوجل جب تمہارا ذکر کرے تو اس کا درجہ تمہارے ذکرِ خدا کرنے سے بہت بڑا ہے۔

(تفسیر مظہری، ج9، ص180)

اللہ عزوجل سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت اور اللہ عزوجل سے بغض کی علامت اس کے ذکر سے بغض ہے۔ انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا بدن درست اگر وہ خراب تو سارا بدن خراب ہوتا ہے۔ سن لو وہ ''قلب'' ہے۔

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو یہاں تک منافق لوگ تمھیں ریاکار کہنے لگیں۔''

فائدہ صوفی: اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ذکر کرنے والوں کو ریاکار یا ٹھٹھہ مذاق کرے تو اہل ذکر کو اس سے ملول نہ ہونا چاہیئے بلکہ صبر کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف

گامزن رہنا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی بھی دین دار حق پسند آدمی اہل ذکر پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ اہل ذکر پر خواہ مخواہ کے اعتراض کر کے ان کو تنگ کرنا منافقوں کی علامت ہے۔

لہٰذا جو لوگ اس ذکر کی نعمت سے بے بہرہ اور اس کی حقیقت سے نا آشنا ہیں اگر وہ اعتراضات کرتے ہیں تو یہ ان کا مرض ہے البتہ ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ غافل کی صحبت ذاکر کیلئے بہت ہی زیادہ نقصان دہ ہے۔

پر حذر رہو غافلوں سے اے پسر	دشمن ذکر ہیں یہ سب سر بسر

(الترغیب والترہیب، ص، 267 ابن کثیر، ص، 95، ج، 3)

حضرت سیدنا امام طریقت سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خداوعزوجل کی سب سے بڑی دین یہ ہے کہ جس قلب کو اپنے ذکر سے سرفراز فرما دے اور سب سے عظیم معصیت خدا کو فراموش کر دینا۔

(تذکرہ الاولیاء ص 189)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ دلوں پر پردے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ فرمایا کہ خداوعزوجل کہ دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے پر اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے۔

(تذکرہ الاولیاء ص 80)

نام عورت کا کام مردوں کا حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ عنہا نے فرمایا جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا اس وقت تک کسی عضو سے بھی خداوعزوجل کی راہ نہیں ملتی اور بیداری قلب کے بعد اعضاء کی حاجت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ قلب بیدار ہی ہے جو حق کے اندر اس طرح ضم ہو جائے کہ پھر اعضاء کی حاجت ہی باقی نہ رہے اور یہی فنافی اللہ کی منزل ہے۔

(تذکرہ الاولیاء ص 54)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے چالیس سال قلب کی اس طرح نگرانی کی ہے کہ یادالٰہی کے سوا اس میں کسی اور کو جگہ نہیں دی حتیٰ کے میرے قلب نے خدا کے سوا ہر شے کو فراموش کر دیا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص 298)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوسعید خرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر تین طرح سے کیا جاتا ہے۔ ایک صرف زبان سے دوسرے قلب وزبان سے اور تیسرا جس قلب میں تو ذاکر رہے لیکن زبان گنگی ہو جائے لیکن اس مقام کا علم خدا عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص252)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے فرمایا کہ یہ آسان ہے مرغ اور مولا بھی پانی پر چلتا ہے پھر لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، فرمایا چیل اور مکھی بھی ہوا میں اُڑتی ہے کہا گیا فلاں ایک لحظ میں ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا ہے اور ایسی باتوں کی زیادہ قدر نہیں ہے، مرد وہ ہے کہ لوگوں میں بیٹھے، لین دین عورت سے نکاح کرے، لوگوں میں ملا جلا رہے اور ایک لحظ بھی اپنے خدا عزوجل سے غافل نہ رہے (سبحان اللہ)

(نفحات الانس ص335)

حضرت سیدنا سراج السالکین پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ ایک وقت بھی اللہ عزوجل کا لفظ زبان سے نکلا تو زبان کا ذکر ہوا دل سے ایک مرتبہ اللہ عزوجل کو یاد کیا تو تین کروڑ پچاس لاکھ مرتبہ زبان کے برابر ہوگا یہ دل کا ذکر ہے سارے جسم کی رگیں تین کروڑ پچاس لاکھ ہیں دل سے یہ ساری لگی ہوئی ہیں ایک دفعہ دل سے اللہ عزوجل کا نام لیا تو ساری رگیں بھی اللہ عزوجل کا نام لیتی ہیں۔

(تاریخ مشائخ نقشبند ص518)

حضرت سیدنا سراج السالکین خواجہ نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آپ کی صحبت کی یہ تاثیر ہے کہ فقط آپکی مجلس اور محفل میں بیٹھنے سے (لطیفہ) قلب جاری ہو جاتا ہے اور دل یادِ الٰہی سے روشن ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آپ کے کسی خلیفہ پر بھی کسی کی نظر پڑ جائے تو اسکا قلب بھی جاری ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کے خلیفہ مخدوم عبدالواحد کو دریا کا پانی آنے کی وجہ سے جب ان کی قبر سے نکال کر دوسری (جگہ) محفوظ مقام پر دفن کیا جانے لگا تو اس کو دیکھ کر بعض حضرات کے قلوب اس طرح جاری ہوئے کے مرتے دم تک جاری رہے۔ (سبحان اللہ)

(سندھ کے صوفیاءِ نقشبند، ج2، ص363)

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ذکر کے اعلیٰ مراتب پر ترقی کر گئے تو آپ علیہ السلام کے ہاں ابلیس حاضر ہوا اور عرض کی کہ "یَا عِیسیٰ اُذْکُرُ اللّٰہ" اے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے متعجب ہوئے کہ شیطان اور ذکر الٰہی کا مشورہ حالانکہ اس کی فطرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ الٹا ذکر سے روکے۔ اس کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ الٹا گمراہ کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ اس کا ارادہ ہوا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ذکر قلبی جیسے اونچے مرتبے سے اتار کر ذکر لسانی میں لگا دے اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اعلیٰ مرتبے سے گرنے کا مصداق ہی تھا۔

(روح البیان پارہ،3،ص230)

فائدہ صوفی: اس حکایت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم نقشبندی حضرات ذکر حقیقی (ذکر خفی) کو چھوڑ کر جہر کو اختیار نہ کریں ورنہ یہ وعید ہمارے حق میں ہوگی۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر مومن کے دل پر ایک شیطان (بیٹھا) رہتا ہے جب وہ اللہ عزوجل کو یاد کرتا ہے ہٹ جاتا ہے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

(البیان المشید ،ص،95)

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ذکر دو ذکروں کے درمیان ہے اور اسلام دو تلواروں کے درمیان، اور گناہ دو فرضوں کے درمیان۔ ذکر دو ذکروں کے درمیان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس وقت تک ذکر نہیں کرسکتا جب تک اللہ تعالیٰ اپنی توفیق کے ذریعہ اسے یاد نہ کرے۔ پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی شکل میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ اور اسلام دو تلواروں کے درمیان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی کافر کے ساتھ لڑائی ہے اور قبول کے بعد مرتد ہو جائے تو بھی انجام قتل ہی ہے۔ اور گناہ دو فرضوں کے درمیان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ پہلے تو گناہ نہ کرنا فرض تھا کر لیا تو توبہ واستغفار فرض ہو گیا۔

(تنبیہ الغافلین ،ص،413)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ ہر شے کو چمکانے والی کوئی چیز ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کا ذکر دل کو چمکا تا ہے۔

(تنبیہ الغافلین ،ص،414)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو مجلس ذکر کا اہتمام کرتے تھے۔

(سلوک اور تصوف کا عملی دستور،43)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ اور بعض حصہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''دل چار (۴) ہوتے ہیں۔

ایک وہ دل کہ جس میں چراغ روشن ہوتا ہے، یہ مومن کا دل ہے۔

ایک سیاہ اوندھا دل ہے، یہ کافر کا دل ہے۔

ایک غلاف میں لپٹا اور غلاف پر بندھا دل ہے، یہ منافق کا دل ہے۔

ایک چوڑا وعریض دل ہے، اس میں ایمان ونفاق ہے، اس میں ایمان کی مثال ایسے ہے جیسے سبزی ہو اور اسے عمدہ پانی کھینچتا ہو، اور نفاق کی مثال ایسے پھوڑے کی طرح ہے کہ جیسے پیپ اور کچھلو کھینچتا ہو۔ اب ان میں سے جو بھی غالب آ گیا، اسی کا حکم ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ احسن قول کے لحاظ سے کون ہے۔ تحقیق جو لوگ پرہیز گاری کرتے ہیں، جب لگتا ہے ان کو وسوسہ شیطان سے، یاد کر لیتے ہیں، پس نا گہاں وہ دیکھنے لگتے ہیں۔'' چنانچہ یہ بتایا کہ ذکر اللہ عزوجل سے ہی قلبی جلاء حاصل ہوتا ہے۔ اس سے دل کی نگاہ تیز ہوتی ہے اور تقویٰ ہی ذکر کی راہ ہے۔ اس کے ذریعے بندہ ذکر اللہ عزوجل کر سکتا ہے۔ چنانچہ آخرت کا دروازہ تقویٰ ہے۔ جیسے کہ خواہشات، دنیا کا دروازہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ذکر کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ تقویٰ کی کنجی ہے، اس لئے کہ تقویٰ یعنی گناہوں سے پرہیز اور ورع کا ذریعہ یہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

(قوت القلوب، ج1،ص441)

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے کہ "مجلس ذکر میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت (نفل) سے افضل ہے اور مجلس علم میں حاضر ہونا ایک ہزار بیمار کی عیادت سے افضل ہے اور مجلس علم میں حاضر ہونا ایک ہزار جنازہ میں شرکت سے افضل ہے۔" عرض کیا گیا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا قرآن کی تلاوت سے بھی؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اور کیا تلاوتِ قرآن، علم کے بغیر بھی نفع دیتی ہے؟" بعض سلف رحمتہ اللہ علیہم سے مروی ہے "مجلس ذکر میں حاضری دینا، دس باطل مجالس کا کفارہ بن جاتی ہے۔" حضرت شیخ المشائخ عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ایک مجلس ذکر، ستر مجالس لہو (لہب) کا کفارہ بن جاتی ہے۔"

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص 560)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا یعنی اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو فرمایا کہ اپنے بندوں کے دلوں میں ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندے کے دل پر مطلع ہو کر میں دیکھ لیتا ہوں کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اس پر غالب ہے تو میں اس کے انتظام کا ذمہ دار ہوں اور اس کا ہم نشین اور ہم کلام اور انیس ہو جاتا ہوں۔

(احیاء العلوم، ج 1، ص، 585)

حضرت شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر دو ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنی جی میں یاد کرنا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہ ہو یہ نہایت عمدہ ہے۔ اور اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اس وقت یاد کرنا ہے کہ وہ محروم کردے۔

(احیاء العلوم، ج 1، ص، 585)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایمانداروں کی نیک مجالس بیس لاکھ بری مجالسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

(احیاء العلوم، ج 1، ص، 585)

حکایت: حضرت سیدنا امام الحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بازار میں گئے لوگوں سے فرمایا کہ تم

یہاں ہوا اور آقائے دو جہاں ﷺ کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگوں نے بازار کو ترک کر دیا اور مسجد کو روانہ ہوئے۔ وہاں کچھ مال نہ دیکھا حضرت سیدنا امام الحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ ہم نے کوئی میراث بٹتے نہ دیکھی آپ (حضرت سیدنا امام الحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا انھوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے آپ (حضرت سیدنا امام الحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی میراث یہی تو ہے۔

(احیاء العلوم، ج1، ص، 586)

حضور رحمت عالم ﷺ بنیادی طور پر ہمیشہ متفکر اور مغموم سے رہتے تھے اور آپ ﷺ کے مبارک سینے میں اس طرح کا جوش ہوتا تھا جیسے آگ پر رکھی دیگچی میں جوش پیدا ہوتا ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 168)

حضور پرنور ﷺ کا ارشاد پاک ہے! ''جب تم اہل غم کو دیکھو تو اللہ عزوجل سے عافیت کی دعا کرو''۔ حضرت مقبول یزدانی شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! اہل غم سے مراد اہل غفلت ہیں۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 200)

حضرت شیخ المشائخ عمرو بن ہند رضی اللہ عنہ ایمان کے بارے میں امیر المؤمنین خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ آپ (امیر المؤمنین خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ایمان قلب میں ایک سفید نقطے کی مانند ہے جوں ہی ایمان میں اضافہ ہوتا ہے قلب بھی مزید سفید ہوتا جاتا ہے اور جب ایمان مکمل ہو جاتا ہے تو قلب بھی پوری طرح سفید ہو جاتا ہے اور منافقت دل میں سیاہ نقطے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور جوں جوں دل میں گھر کرتی جاتی ہے یہ سیاہی بھی بڑھتی چلی جاتی ہے جب منافقت مکمل طور سے دل پر چھا جاتی ہے تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ امیر المؤمنین خلیفہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مبارک سینے کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں! ''اس میں ایک علم ہے کاش کہ کوئی اس

امانت کو اٹھانے والا مل جاتا"۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 219)

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اگر کوئی ایسے شخص سے ملنا چاہے جس کے دل کو اللہ عزوجل نے نورِ ایمان سے منور فرما دیا ہو تو وہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 230)

حضرت شیخ المشائخ عبداللہ ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ آپ (حضرت شیخ المشائخ عبداللہ ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ) کے والد گرامی کا نام 'جلاء' کیوں رکھا گیا؟ تو فرمایا! وہ لوہے کو صیقل کرنے والے جلاء (لوہے کو صیقل کرنے والا) نہیں تھے بلکہ ایسے جلاء تھے جو دلوں سے گناہوں کا زنگ اتار کر انہیں صیقل کر دیتے تھے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 292)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ جب کسی بندے کے دل میں نور داخل ہو جاتا ہے تو اس کا دل فراخ و کشادہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی کیا علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ اس دھوکے کے گھر سے علیحدگی اختیار کرنا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے واقع ہونے سے پہلے ہی اس کے لیے آمادہ رہنا۔

(تعرف، ص، 40)

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ (کا قاعدہ تھا کہ) جب وہ کسی کو نماز میں گردن جھکائے دیکھتے تو اس کو درہ سے مارتے اور فرماتے کہ تیرا بھلا ہو خشوع دل میں ہے (نہ کہ گردن میں تو دل جھکا گردن کیوں جھکاتا ہے)

(احوال الصادقین، ص، 38)

حضرت سیدنا ابوجعفر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین عمل تمام اعمال سے بھاری اور مشکل ہیں۔ اول اپنی ذات سے انصاف کرنا دوسرا اپنے بھائی کے ساتھ مالی تعاون کرنا تیسرے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

(تنبیہ الغافلین، ص، 411)

حضرت سیدنا یوشع علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کا ایک فرد بلعم باعور بہت زیادہ عابد و زاہد تھا مگر تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال کتے سے دی ہے، فرمایا کہ عابدین علماء کی صحبت پر بھی فخر نہ کرو کیونکہ ثعلبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہ کر بھی کورا رہا، فرمایا کہ قلب کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

اول: قلب مردہ جو کفار کا ہے،

دوم: مریض قلب جو گنہگاروں کا ہے،

سوم: غافل قلب جو پیٹ کے گدھوں کا ہے،

چہارم: قلب واژگوں جس کو قرآن نے "قلوبنا غلف" سے تعبیر کیا ہے یہ یہودیوں کا ہے، اور

پنجم: صحیح قلب اہل دل حضرات کا ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 184)

حضرت سیدنا حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ قلب کو اعضاء سے خاص تعلق ہے اور اعضائے بدن کے تمام افعال کا اثر دل کے اندر پہنچتا ہے۔ لہٰذا جب تک اعضاء کی حرکات و سکنات حدِ اعتدال پر نہ ہوں گی، اس وقت تک قلب کو صلاحیت اور نور کبھی حاصل نہ ہوگا، کیونکہ انسان کا قلب آئینہ کی طرح ہے اور آئینہ، آفتاب کی روشنی سے اس وقت روشن ہوسکتا ہے جب کہ اس میں تین باتیں موجود ہوں۔

اوّل: یہ کہ اس کو صقیل (یعنی صاف) کیا جائے۔

دوئم: یہ کہ اس کا جِرم (یعنی جسم) صاف اور شفاف ہو۔

سوئم: یہ کہ اس میں کجی (یعنی ٹیڑھاپن) بالکل نہ ہو۔

اسی طرح جب قلب کے اندر تینوں اوصاف موجود ہوں گے کہ خواہشاتِ نفسانی کے ترک کردینے سے اس کی صقیل ہوجائے گی اور ذکرِ الٰہی سے اس میں صفائی پیدا ہوگی اور افعال اعضاء کو اعتدال پر رکھنے سے اس میں کجی نہ آنے پائے گی تو اس وقت بیشک اس میں تجلیاتِ باری تعالیٰ کا انعکاس ہوگا۔

(تبلیغ دین، ص 89)

حضرت شیخ المشائخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت کی

علامت یہ ہے کہ محبوب کو کثرت کے ساتھ یاد کرے۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ مولائے کریم کو بندے سے محبت ہے اور مخلوق پر افضل ترین نعمت واحسان یہی ہے کہ (اسے توفیقِ ذکر حاصل ہو جائے) حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ''ہر دن میں اللہ عزوجل کا صدقہ ہوتا ہے جو وہ مخلوق پر فرماتا ہے اور مخلوق پر کیے گئے صدقہ میں افضل ترین یہ (صدقہ) ہے کہ اسے ذکر اللہ عزوجل کا القاء فرمائے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ ذاکرین ہی سبقت کرنے والے اور مفردین ہیں اور انہیں مقامِ نبوت تک بلند کیا گیا (یعنی گناہ معاف کر دیئے گئے اور انہیں رفعتِ ذکر بخشی گئی جبکہ ذکر ہی اس فرمان میں موجبِ محبت ہے۔ چلتے جاؤ مفردین سبقت کر گئے۔ پوچھا گیا مفردین کون ہے فرمایا ذکر اللہ عزوجل کے شیدائی۔ ان سے ان کے بوجھ ہلکے کر دیئے گئے۔ قیامت کے روز وہ ہلکے پھلکے ہو کر آئے گے

(قوت القلوب، ج2 ،ص،185)

غافل ز احتیاط ذکر یک نفس مباش	شاید ہمیں نفس واپسیں بود

ترجمہ: ایک سانس کیلئے بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہو شاید یہی سانس تیرا آخری سانس ہو۔

بزرگانِ طریقت کے ارشاد کے مطابق دل کی زندگی اللہ عزوجل کے ذکر سے ہے اگر دل ذاکر ہے تو زندہ ہے ورنہ مردہ حضرت شیخ الشیوخ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلطان طریقت بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ

دل چوں ماہی و ذکر چوں آب است	زندگی دل بہ ذکر وہاب است

ترجمہ: دل کی مثال ایسی ہے جیسے مچھلی اور ذکر اس کیلئے پانی کی مانند ہے جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح دل کی زندگی بھی ذکر کے بغیر محال ہے۔

ذکر خفی سے مراد وہ ذکر ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو اس ذکر میں زبان بالکل خاموش اور ساکت رہتی ہے اور صرف دل کی گہرائیوں سے اللہ عزوجل کو یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اسے ذکر قلبی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن ذکر اس وقت تک فائدہ مند ثابت نہیں ہوتا جب تک دل کو غیر اللہ کے علائق سے پاک نہ کیا جائے۔ اور دل مکمل طور پر کدورتوں سے پاک نہ ہو جائے۔ ہر قسم کے تصفیہ

کے بعد دل کو جب مالک حقیقی کی طرف راغب کیا جائے تو دل کو روحانی زندگی میسر آجاتی ہے۔ایک حدیث پاک میں حضرت سیدنا امام سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے یعنی بہترین ذکر، ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو (یعنی نہ گھٹے اور نہ بڑھے)

(جمال ذکر الٰہی، ص، 10، 50، 57)

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے اللہ عزوجل تو مجھے اپنے یاد کرنے والوں میں رکھنا۔ اور جب کہ تو مجھے دیکھے کہ میں ذاکرین کی مجلس سے اٹھ کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوں تو تو میرا پاؤں توڑ دینا یہ تیرا مجھ پر انعام واحسان ہوگا۔

(احوال الصادقین، ص، 202)

حضرت سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا عزوجل کا ذکر شیطان کے حق میں ایسا ہے جیسا کہ آدمی کے حق میں گوشت کھانے والا زخم مذکور آدمی کو نقصان پہنچاتا ہے یوں ہی ذکر اللہ عزوجل شیطان کو نقصان پہنچاتا ہے۔

(احوال الصادقین، ص، 312)

حضرت شیخ الشیوخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بہت ذاکر اور دوسروں کو ذکر کی نصیحت کرنے والے تھے ان کی مجالس، مجالسِ ذکر ہی ہوا کرتیں وہ اپنے مکان میں اپنے بھائی بندوں اور اپنے پیروکاروں کے ہمراہ نشست کرتے۔ان کے ہمراہ حضرت سیدنا ردیف کمالات مالک بن دینار، حضرت سیدنا ثابت بنانی، حضرت سیدنا ایوب سختیانی، حضرت سیدنا محمد بن واسع فرقد سنجی رحمھم اللہ مجلس کیا کرتے۔ پھر اس مجلس میں یقین وقدرت کا ذکر کرتے خواطر قلبی، مفسداتِ اعمال اور نفسانی وساوس کا تذکرہ ہوتا۔

(قوت القلوب، ج 1، ص 561)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا "جس کا قلب زاہد ہے اس کی دو رکعتیں، بتکلف عبادت کرنے والوں اور ریاضت کرنے والوں کی دائمی اور ابدی عبادت سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔"

(قوت القلوب، ج 1، ص 954)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم مکتوب نمبر 9 میں تحریر فرماتے ہیں ''لاصلوٰۃ الا بحضور القلب '' آپ نے حدیث شریف اوراس جماعت کے بارے میں لکھا تھا جو دائمی حضور قلب (حاصل ہونے)اور خطرہ کی نفی ہو جانے کے ساتھ مشرف ہے میرے مخدوم اگر حدیث شریف میں قلب سے مراد لطیفہ معین ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے جو جماعت حضور کے ملکہ (صفت راسخہ) سے مشرف ہے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس نماز سے حصہ رکھتے ہیں اور اگر قلب سے لطیفۂ معین مراد نہ ہواور کلی طور پر حضور مراد ہو کہ کسی راستہ سے بھی غفلت وخطرہ (وارد) نہ ہو تب بھی یہ جماعت اس نماز سے بہت زیادہ حصہ رکھتی ہیں کیونکہ اس معاملہ میں عمدہ چیز قلب ہے ۔اور (وہ) اس کا منظور نظر ہے ۔جب وہ (قلب) حضور کے ساتھ موصوف ہے اگر اس کا غیر غفلت وخطرہ میں ہو تو اس قدر مضرت نہیں رکھتا کیونکہ غفلت وہ (غیر قلب) رکھتا ہے ۔گویا قلب کی غفلت اور خطرہ ذاتی اور باطنی مرض ہے ۔اور حضور قلب کے ہوتے ہوئے خیال کی غفلت وخطرہ عارضی وخارجی مرض ہے کیونکہ قلب سے خطرہ دور ہونے کے بعد خطرہ کے وارد ہونے کی جگہ دماغ اور خیال ہے ان دونوں امراض میں بہت فرق ہے ۔اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے نور کو پورا فرمادے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ۔حال دل پر نزول کرتا ہے مگر ہمیشہ اس میں نہیں رہتا اور یوں بھی کہا گیا کہ حال ذکر خفی کو کہتے ہیں ۔

(کتاب اللمع فی التصوف ،ص،79)

حضرت شیخ المشائخ شیخ ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید نیابت ہی گرم اور صاحب وجد تھا ایک دن شیخ ابوتراب اس کو سلطان العارفین حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے ۔ جب سلطان العارفین حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس مرید پر پڑی تو مرید زمین پر گر پڑا اور تڑپ کر واصل بحق ہو گیا۔سلطان العارفین حضرت شیخ تراب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت ایک ہی نگاہ اور موت آپ نے فرمایا۔ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ اس نوجوان کے بدن میں ایک نور

تھا جس کے افشاء ہونے کا ابھی تک وقت نہیں آرہا تھا سلطان العارفین حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ سے وہ فوراً افشاء ہو گیا۔ اسے اس جلال کی قوت برداشت نہ تھی اس نے دم توڑ دیا۔

(رسالہ قدسیہ، ص،25)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شیخ المشائخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل کی ایک الہامی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جب میرے بندے پر میرا ذکر غالب ہوتا ہے تو وہ مجھ پر عاشق ہو جاتا ہے اور میں اس پر عاشق ہو جاتا ہوں

(رسالۂ قشیریہ، ص،435)

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کوئی کلام کثرت سے نہ کرو کیونکہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اور سخت دل اللہ تعالیٰ سے بعید ہوتا ہے لیکن تمہیں اس کا علم نہیں۔ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب تو اپنے دل میں سختی محسوس کرے اور بدن میں کمزوری محسوس کرے اور رزق میں محرومی دیکھے تو یقین کر لے کہ تو نے کوئی بے فائدہ کلام کیا ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص، 231)

حضرت قطب العارفین سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زندہ وہ ہے جو مخلوق سے وابستہ رہ کر یادِ الٰہی کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص،195)

حضرت سیدنا قطب العارفین سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مخلوق میں رہتے ہوئے خالق سے غافل نہ ہونا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص،200)

حضرت شیخ المشائخ ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر تین طرح سے کیا جاتا ہے ایک صرف زبان سے دوسرے قلب و زبان دونوں سے اور تیسرا جس قلب میں تو ذاکر رہے لیکن زبان گنگی ہو جائے لیکن اس مقام کا علم خدا عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص،252)

حضرت شیخ المشائخ خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب اللہ عزوجل اپنے کسی بندے کو دوست بنانا چاہتا ہے تو اس کیلئے اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جب وہ اللہ عزوجل کے ذکر سے لذت پانے لگتا ہے تو پھر اس کیلئے اپنی قربت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(رسالۂ قشیریہ، ص،485)

حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کا ذکر مریدین کیلئے تلوار ہے۔ اس سے وہ اپنے دشمنوں سے لڑتے اور ان آفتوں کو دور کرتے ہیں جو ان پر آتی ہیں اور جب بندے کا امتحان آپڑتا ہے تو اگر وہ اپنے دل سے اللہ عزوجل کے ساتھ پناہ لیتے ہیں تو ہر بات جسے وہ ناپسند کرتے ہیں فوراً دور ہو جاتی ہے۔

(رسالۂ قشیریہ، ص،431)

حضرت شیخ المشائخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کو استاد حضرت مقبول یزدانی ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہوئے سنا۔ کیا ذکر میں زیادہ کمال پایا جاتا ہے یا فکر میں؟ استاد حضرت قطب العارفین ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میرے نزدیک تو ذکر، فکر سے زیادہ کامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے ذکر کی صفت بیان کی جاتی ہے مگر فکر کی نہیں۔ لہٰذا جو صفت اللہ تعالیٰ کیلئے ہو وہ اس صفت کے مقابلہ میں جو صرف مخلوق کیلئے مخصوص ہو زیادہ کامل ہوگی اس جواب کو استاد ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا۔

(رسالۂ قشیریہ، ص،433)

حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ذکر دل میں جاگزین ہو جاتا ہے اگر اس وقت شیطان اس کے قریب آئے تو بعینہٖ اسی طرح پچھاڑا جاتا ہے۔ جیسے شیطان انسان کے قریب آکر انسان کو پچھاڑ لیتا ہے پھر دوسرے شیاطین اکٹھے ہو کر پوچھتے ہیں اسے کیا ہوا ہے؟ جواب ملتا ہے اس شیطان کو انسان نے گرا دیا ہے۔

(رسالۂ قشیریہ، ص،435)

حضرت شیخ الشیوخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ ذکر ولایت کا پروانہ ہے لہٰذا جسے ذکر کرنے کی توفیق مل جائے اسے پروانہ مل گیا اور جس سے ذکر چھن گیا وہ معزول ہو گیا۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 430)

حضرت سیدی سردار عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مومن کے دل میں قوت ہوتی ہے اور منافق کے ہاتھ میں کیونکہ مومن اصلاح باطن کے لیے مجاہدات کرتا ہے جس سے اس کے دل میں قوت اور جسم میں ضعف بڑھتا ہے۔ اور منافق اصلاح باطن کو چھوڑ کر تقویت جسم کی فکر میں رہتا ہے اس لیے اس کے دل میں ضعف اور جسم میں قوت ہوتی ہے۔

(احوال الصادقین، ص، 184)

جو شخص حضرت سلطان طریقت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی مریدی کا قصد کرتا آپ اس سے شرط کر لیتے کہ بھائی ہماری مجلس میں ذکر اللہ عزوجل سے غافل نہ ہونا۔

(احوال الصادقین، ص، 200)

حضرت قطب الاقطاب داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو آدمی دنیا سے جاتا ہے وہ پیاسا ہوتا ہے بجز ذاکرین کہ کے وہ پیاسے نہیں ہوتے کیونکہ وہ ذکر اللہ عزوجل سے سیراب ہوتے ہیں

(احوال الصادقین، ص، 201)

حضرت مقبول یزدانی یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ صاحبو دلوں کو تھوڑی دیر میں نئے سرے سے خدا عزوجل کی یاد دلاتے رہو کیونکہ وہ بہت جلد غافل ہو جاتے ہیں

(احوال الصادقین، ص، 202)

حضرت شیخ الاسلام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ صوفیہ کرام ذکر اللہ عزوجل اس لیے کرتے ہیں کہ دنیا ان سے دور رہے کیونکہ اس کی خاصیت ہے کہ جب تک لوگ خدا عزوجل کی یاد میں مصروف ہوں اس وقت تک ان سے دور رہے گی۔ اور جب وہ اس کو چھوڑ کر منتشر ہو جائیں فوراً ان کی گردنیں آ پکڑے گی۔ آہ اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

(احوال الصادقین، ص، 239)

حضرت شیخ المشائخ ابن سالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ذکر الٰہی تین طرح کا ہے:

(۱) زبانی ذکر، جس میں ایک نیکی کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(۲) قلبی ذکر، جس میں ایک نیکی کے بدلے سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔

(۳) وہ ذکر کہ جس کے بدلے ملنے والے ثواب کا کوئی حد و حساب نہیں اس طرح کے ذکر میں دل محبت سے معمور ہو جاتا ہے۔

(۱) زبانی ذکر یعنی تہلیل، تسبیح اور تلاوت قرآن مجید کی صورت میں

(۲) قلبی و روحانی ذکر یعنی ایسا ذکر کہ جس میں دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی توحید، اس کے اسماء و صفات، قدرت اور احسانات پر متوجہ ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امید واران رحمت کو اپنا وعدہ، خوف رکھنے والے کو وعید، متوکلین کو اپنی کفالت، مراقبہ کرنے والوں کو غیب کی اطلاعات اور محبّین کو اپنا وصل یاد دلایا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 355)

حضرت مقبول یزدانی ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اسطرح سے ذکر الٰہی کرے کہ خود اپنے ذکر کو بھی بھول جائے یعنی ماسوا اللہ عزوجل فراموش کردے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 357)

غیرت الٰہیہ اور غیرت بشریہ

حضرت مقبول یزدانی ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غیرت دو طرح کی ہوتی ہے

(۱) غیرت بشریہ اور (۲) غیرت الٰہیہ۔

غیرت بشریہ وہ غیرت ہے جو اشخاص پر کی جاتی ہے۔ اور غیرت الٰہیہ یہ ہے کہ بندہ دل کو ماسوا سے بالکل خالی کردے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 370)

حضرت شیخ المشائخ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بات جب دل سے نکلتی ہے تو دل میں اُتر جاتی ہے اور جب فقط زبان سے ادا ہوتی ہے تو کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔

حضرت مقبول یزدانی شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "تیرا قلب ایک لمحے کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے یہی ورع ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 82)

حضرت شیخ الشیوخ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جسم کی بیماری تکالیف سے ہوتی ہے اور دلوں کی بیماری گناہوں سے تو جس طرح پر جسم کو بیماری کی موجودگی میں کھانے کی لذت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح پر گناہوں کی موجودگی میں دل کو عبادت کی لذت نصیب نہیں ہوتی۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 60)

حضرت شیخ المشائخ ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عورت دیہات میں رہا کرتی تھی میں نے اس سے سنا وہ کہتی تھی اگر مومنوں کے دل اپنے فکر کے ساتھ آخرت کے مخفی انعامات کا مطالعہ کرلیں تو ان پر دنیا کا عیش بدمزہ ہو جائے اور دنیا میں ان کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہ ہو۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 59)

حضرت شیخ المشائخ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے قریب سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا اس کے دل سے اللہ عزوجل کے سوا ہر شے دور ہوگئی اور جس نے اس کی خوشنودی چاہی اللہ تعالیٰ اس کو راضی فرمائیں گے اور جو شخص اپنے دل کی غیر اللہ سے حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کی نگرانی کریں گے (اور ان کو گناہ کرنے سے بچائیں گے)

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 63)

حضرت شیخ المشائخ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب قلب مؤمن کو اللہ تعالیٰ دولت سکون سے نواز دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ قرار پکڑ لیتا ہے تو قلب مؤمن قوی ہو جاتا ہے اور جملہ اشیاء اس سے مانوس ہو جاتی ہیں۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 110)

حضرت شیخ المشائخ معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کا رونا (یعنی معصیت سے ندامت پشیمانی آنکھ کے رونے سے بہتر ہے۔

(احوال الصادقین، ص، 53)

حضرت شیخ المشائخ سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک کوئی معصیت حق کو بھول جانے سے بدتر نہیں۔

(رسالہَ قشیریہ،ص،435)

حضرت شیخ المشائخ ابوتراب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بندگیوں سے کوئی بندگی زیادہ نفع دینے والی سوا اس کے نہیں کہ دلوں کی اصلاح کی جائے۔

(نفحات الانس،ص،58)

حضرت شیخ المشائخ ابوالعباس دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ادنیٰ ذکر یہ ہے کہ خداوعزوجل کے ماسویٰ کو بھول جائے۔ اور نہایت ذکر کی یہ ہے۔ کہ ذاکر ذکر میں اپنے ذکر سے غائب ہو جائے۔ اور اپنے مذکور یعنی خدا میں ایسا غرق ہو جائے کہ مقام رجوع تک رجوع نہ کرے اور یہ فنا در فنا کا حال ہے۔

(نفحات الانس،ص،163)

حضرت شیخ المشائخ ابوقاسم حکیم سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ ایک بزرگ ان کی زیارت کو آئے اور ان کو اس میں مشغول دیکھا۔ تو حوض پر مصلی بچھا کر نماز پڑھنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو شیخ الاسلام (ابواسماعیل عبداللہ انصاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک مرد سے کہا کہ اے برادر یہ کام تو بچہ بھی کرتے ہیں۔ مرد وہ ہے کہ اتنے شغل میں دل کو خدا عزوجل سے لگائے رکھے۔

(نفحات الانس،ص،141،142)

حضرت شیخ المشائخ عمر بن نجید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بندگی کو بطریق سنت کے لازم کر لینا اور ہمیشہ دل کی نگہداشت کرنا۔"

(نفحات الانس،ص،253)

حضرت شیخ الشیوخ عمر بن شیخ محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بعض مشائخ نے مریدوں کیلئے ایک ذکر اس لئے پسند فرمایا ہے کہ اس کا مرکزی خیال اور یک سوئی قائم ہو جائے تاہم جو کوئی خلوت نشین ہو کر تلاوت اور نماز کی پابندی کرے یہ عمل

اس کیلئے محض ایک ذکر کی پابندی سے بہتر ہے۔ اگر کسی وقت وہ تھک جائے تو ذکر کو اختیار کرے اور تلاوت کی بجائے ذکر شروع کرے کیونکہ ذکر کا ورد نفس کیلئے نسبتاً آسان اور ہلکا ہے مگر یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ ہر چیز کیلئے قلب اہم ہے۔ لہٰذا تلاوت، نماز اور ذکر کا ہر وہ عمل جس میں دل وزبان ہم آہنگ نہ ہوں قابل اعتبار نہیں بلکہ ناقص عمل ہے۔

(نوٹ: زبانی ذکر کے ساتھ قلبی ذکر کا ہونا ضروری ہے۔)

(عوارف المعارف، ص، 535)

حضرت شیخ المشائخ ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ سے سوال کیا کہ خداوعزوجل کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپ کو کیا نظر آیا۔ فرمایا خداوعزوجل کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت دشوار ہے اور جب اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے تو پھر سعی کے بغیر بھی قلب اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش سی محسوس ہونے لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے وہ مراتب عطا کئے جو آپ پر بھی ظاہر ہیں اور ظاہر میں بھی اس کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 109)

حضرت شیخ المشائخ سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواہشات دنیا پر وہی شخص غضب ناک ہوتا ہے جس کا قلب منور ہو کیونکہ وہی نور دنیا سے جدا کر کے آخرت کی جانب متوجہ کر دیتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 172)

حضرت شیخ المشائخ منصور عمار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عارفین کا قلب ذکر الٰہی کا مرکز ہے اور دنیا والوں کا حرص وطمع کا مخزن۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 229)

حضرت شیخ المشائخ ثابت بن اسد البنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والے ذکر کیلئے بیٹھتے ہیں جبکہ ان پر پہاڑوں کے مثل گناہ ہوتے ہیں اور جب فارغ ہو کر اٹھتے ہیں تو ان پر ایک گناہ بھی نہیں ہوتا ہے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 109)

حضرت شیخ المشائخ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتا ہے تو وہ نماز (عبادت) میں ہے اگرچہ بازار میں ہو۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص،118)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ذکر کی محفلیں دلوں کو چمکانے اور انھیں شفا بخشنی والی ہوتی ہیں۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص،120)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وہی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے اور جس نے اس کی نافرمانی کی وہ ذکر کرنے والا نہیں۔ اگرچہ تسبیح اور تلاوت قرآن کثرت سے کرے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، ،121)

حضرت شیخ المشائخ ابومحمد سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دن رات کی ساعتوں میں اللہ تعالیٰ دلوں پر توجہ فرماتا ہے۔ جس دل میں اپنے ماسواء کی طرف احتیاج دیکھتا ہے اس پر ابلیس کو مسلط کر دیتا ہے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 184)

حضرت شیخ المشائخ ابوالحسین بن حبان الجمال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے درجات اور دل سے ذکر کرنے سے منازل قرب حاصل ہوتے ہیں۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص،244)

حضرت امام طریقہ خواجہ خواجگان بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ ذکر کا مقصود وقوف قلبی ہوتا ہے۔ جمیع مخلوقات کو فانی ہونے میں غور وفکر کرنے کے واسطے سے اور وجود قدیم حق سبحانہ تعالیٰ کو ہمیشہ باقی رہنے کے سبب مشاہدہ کرنے سے حقیقت توحید کی صورت ذاکر کے دل میں قائم ہوتی ہے اور اس کی چشم بصیرت کھلتی ہے یہاں تک کہ اس کو شرع۔ عقل اور توحید میں کوئی تناقض (باہم ضد یا مخالف ہونا) پیدا نہیں

ہوتا ہے۔اس مقام میں حقیقت ذکر دل کی لازمی صفت بن جاتا ہے۔اس کے بعد اس کے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ ذکر کی حقیقت دل کے جوہر کے ساتھ جان ہو جاتی ہے اور غیر حق کا کوئی اندیشہ نہیں رہتا ہے۔ذاکر ذکر میں اور ذکر مذکور میں فانی ہو جاتا ہے۔جب بارگاہ دل غیروں کے ہجوم سے خالی ہو جاتا ہے یعنی دل میں کسی غیر کا خیال بھی نہیں رہتا تو حدیث مبارکہ میں (اللہ عزوجل) اپنی زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا ہوں لیکن مومن بندہ کے قلب میں سما سکتا ہوں۔

چوں تو فانی شوی ز ذکر بہ ذکر	ذکر خفیہ کہ گفتہ اند آن است

ترجمہ: جب تو ذکر قلبی کے ذریعہ ذکر میں فانی یعنی مستغرق و گم ہو جائے تو اس کو ذکر خفیہ (پوشیدہ) کہتے ہیں۔

(رسالہ قدسیہ، ص، 43،44)

حضرت غوث المحققین خواجہ خواجگان عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندگی سے فائدہ اس شخص کو ہے۔کہ جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو۔اور خدا عزوجل کے ذکر سے گرم ہو اس کے دل کی حرارت اس کو نہیں چھوڑتی کہ دنیا کی محبت اس کے دل کے گرد پھر سکے۔ اس کا حال یہاں تک ہو جاتا ہے۔کہ اس کا اندیشہ و فکر خدا عزوجل کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

(نفحات الانس، ص، 440)

حکایت ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ جب طوس واپس آئے تو انھیں بتایا گیا کہ کسی گاؤں میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ انہوں نے ان کی زیارت کا قصد کیا اور ایک جنگل میں ان سے ملاقات کی جہاں وہ زمین میں گیہوں کی تخم پاشی کر رہے تھے۔جب اس بزرگ نے حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو وہ ان کے پاس آئے اور ان کی طرف متوجہ ہوئے اتنے میں ان کے ایک ساتھی نے آکر ان سے گیہوں کے بیج مانگے تاکہ وہ حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے دوران اپنے شیخ کا کام سرانجام دے مگر انہوں نے بیج دینے سے انکار کیا جب حضرت حجۃ

الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کا سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے۔ میں حضور قلب اور زبان سے خدا عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے تخم پاشی کرتا ہوں اس طرح مجھے توقع ہوتی ہے۔ کہ جو اسے تناول کرے گا۔اسے برکت حاصل ہوگی۔ لہٰذا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ انھیں ایسے شخص کے سپرد کروں جو حضور قلب اور زبان سے ذکر کا ورد کئے بغیر تخم پاشی کرے۔

(عوارف المعارف، ص، 352)

حضرت زبدۃ الواصلین خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مبتدی (سفر کرنے والے) کو سفر میں سوائے پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ جب کوئی طالب کسی عزیز کی صحبت میں پہنچے تو اسے چاہیئے کہ اقامت کر کے اس کی خدمت میں رہے اور وصف تمکین حاصل کرے اور ملکہ نسبت خواجگان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کا تحصیل کر یا س کے بعد جہاں جاؤ کچھ مانع نہیں۔

(رحمت رحیمیہ، ص، 31)

حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بزرگو! ذکر اللہ عزوجل کی پابندی کرو، کیونکہ ذکر وصال حق کا مقناطیس ہے، قرب کا ذریعہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے مانوس ہوا وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ گیا، (مگر یاد رکھو! کہ) ذکر اللہ صحبت (مشائخ) کی برکت سے دل میں جمتا ہے آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے دل میں خدا کی یاد جم چکی ہے تم کو بھی یہ دولت نصیب ہوگی، ورنہ غافلوں کی صحبت میں رہ کر یا تنہا خلوت میں رہ کر یہ دولت حاصل نہ ہوگی، ہم سے تعلق پیدا کرو، ہماری صحبت آزمایا ہوا تریاق ہے، ہم سے دور رہنا زہر قاتل ہے۔

(البیان المشید، ص، 86)

صوفیہ کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کے اندر چھ لطیفے زبردست ہیں، نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی ان میں سے بعض لطائف کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور لطیفہ نفس جو سب سے گھٹیا ہے اس کی طاقت بھی اتنی زبردست ہے کہ حیوانات اور جنات میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، مگر انسان بے

خبر ہے اوران طاقتوں کی پرروش نہیں کرتا۔

(البیان المشید ،ص،97)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وقت اور قلب کی حفاظت کرو: اپنے قلوب اوراوقات کی نگہداشت کرو، کیونکہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں، وقت اور قلب، اگرتم نے وقت کوفضول ضائع کیا، اوردل (کی جمعیت) کو برباد کردیا توتم فوائد سے محروم رہ گئے، اور(وقت اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اورغفلت میں مبتلا ہوجائے ،اللہ تعالیٰ کی یاداور اطاعت وعبادت سے کسی وقت خالی ہوجائے) خوب سمجھ لو! کہ گناہ دل کواندھااورسیاہ کردیتے ہیں،اس کو بیمار اورخراب کردیتے ہیں۔تورات میں لکھاہے کہ ہرمومن کے دل میں ایک نوحہ، کرنے والا رہتاہے ،جواس کی حالت پرنالہ وفریاد کرتارہتاہے اورمنافق کے دل میں ایک گانے والا رہتاہے جوہروقت گانا بجاتارہتاہے،عارف کے دل میں ایک جگہ ہے جوکسی وقت اس کوخوش نہیں ہونے دیتی،اورمنافق کے دل میں ایک جگہ ہے جواس کوکسی وقت غمگین نہیں ہونے دیتی۔

(البیان المشید ،ص،120)

حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عارف کابولنا (دلوں کے) زنگ کودور کرتاہے،اوراس کی خاموشی ہلاکت کودفع کرتی ہے، وہ ان لوگوں کوجواہل ہیں نیک کاموں کاحکم کرتاہے، برے کاموں اوران کے پاس جانے سے روکتاہے۔

(البیان المشید ،ص،127)

حضرت شیخ المشائخ ابوالمکارم رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درویش سعی کریں کہ کھانا کھانے کے وقت اچھی طرح حاضر رہیں۔کیونکہ اعمال کاتخم انسانی قالب کی زمین میں ایک لقمہ ہے۔جب غفلت سے بیج ڈالیں گے۔تو ممکن نہیں جمعیت خاطر حاصل ہوسکے۔ اگرچہ لقمہ حلال کیوں نہ ہو۔

(نفحات الانس،ص،472)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دل مردہ بھی ہوتا ہے اور زندہ بھی۔ کلام اللہ عزوجل میں ہے۔ یعنی دنیاوی شغلوں کی کثرت سے دل مرجاتا ہے۔ پس اسے ذکر الٰہی سے زندہ کرو۔ اس کے بعد فرمایا جب دل دنیاوی لذتوں اور شہوتوں سے ماکولات اور مشروبات میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت کا اس پر اثر ہوتا ہے اور خواہش اس پر غالب آتی ہے ہر طرف سے دل میں خطرات آنے شروع ہوتے ہیں جو دل کو سیاہ کرتے ہیں صرف حق تعالیٰ کا اندیشہ دل کو سیاہ نہیں ہونے دیتا جب دل سیاہ ہو جاتا ہے گویا وہ مردہ ہو جاتا ہے جس زمین میں شور زیادہ ہو وہ بیج قبول نہیں کرتی کہا جاتا ہے یہ زمین مردہ ہے اسی طرح جس دل میں ذکر نہ ہو اس پر دیو پری اور مصائب اور آلائش دنیاوی غالب آجاتے ہیں وہ دل جو دیو پری کی رہائش گاہ ہو وہ مردہ ہے۔ لہٰذا ذکر حق، حق ہے اور جو کچھ اس کے سوا ہے وہ خذلان اور بطلان ہے ضروری ہے کہ حق کے سوا کچھ نہ سنے کیونکہ سننا زندوں کا کام ہے نہ کہ مردوں کا جس وقت انسان کے دل سے دنیاوی تعلق دور ہو جاتا ہے اور ہوائے نفسانی اس سے دور ہو جاتی ہے اس وقت وہ ذاکر بنتا ہے ایسا دل نور ذکر سے زندہ ہوتا ہے۔

(ہشت بہشت، ص، 214، 215)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! محبت حق میں صادق وہ شخص ہے۔ جو ہر وقت اس کی یاد میں رہے۔ اور لحظہ بھر بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہے اہل سلوک کہتے ہیں۔ کہ لوگ اکثر اسی چیز کا زیادہ ذکر کرتے ہیں جس سے ان کی محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ یاد الٰہی سے ایک دم بھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے حجۃ العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ''من احب شیا ذکرہ'' جو شخص جس چیز سے محبت رکھتا ہے۔ اسی کا ذکر کرتا ہے۔

(ہشت بہشت، ص، 368)

لذت حضور قلبی

حضرت شیخ المشائخ مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب لوائح میں

لکھتے ہیں کہ حضوری کی لذت یوں حاصل کی جائے کہ ہر وقت اور ہر حال میں یعنی آتے اور جاتے ہوئے کھاتے اور سوتے ہوئے بولتے اور سنتے ہوئے تجھے حق (تعالیٰ) سے وابستگی کا پورا پورا احساس ہو مختصر یہ ہے کہ حالت آرام اور کام کاج کرتے ہوئے بھی تجھے ہوشیار رہنا چاہیئے تاکہ اس وابستگی کے معاملے میں غفلت ولا پرواہی کا شک تک بھی نہ گذر سکے۔ اور اس طرح تجھے اپنے ایک ایک سانس سے بھی حساب لینا پڑیگا کہ کہیں وہ یاد الٰہی سے خالی تو نہیں

چہرہ تیرا دیکھے ہوئے گذرے کئی سال	پھر بھی تیری الفت کو نہیں خوف زوال
جس حال میں بھی چاہوں جہاں جا کے رہوں	آنکھوں میں ہے تو دل میں بھی ہے تیرا خیال

(لوائح، ص، 24)

حضرت سیدنا محبوب سبحانی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر قلب (دل) سے کرے وہ حقیقی ذاکر ہے اور جو اس کا ذکر قلب سے نہ کرے وہ اس کا ذکر کرنے والا ہی نہیں زبان قلب کی غلام اور اس کی تابع ہے۔

(الفتح الربانی، ص، 251)

حضرت سیدنا محبوب سبحانی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قلب کو توحید والا، ایمان والا مخلص، متقی، پرہیزگار اور یقین والا فرمایا ہے۔ قلب بھی عارف کامل ہے جسم کا امین ہے۔ باقی سب اس کے لشکر ہیں اور تابعدار ہیں۔ دل کی زمین کھودو تو حکمت کا پانی پھوٹ نکلتا ہے۔ اخلاص مجاہدہ اور نیک اعمال کی بنیاد ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا عرش اور خود خداوند تعالیٰ بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہے۔ جب کہ عرش وفرش میں اس کا سمانا ممکن نہیں۔

(حضور قلب، ص، 24)

حضرت شیخ الشیوخ داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معرفت حیات دل کا نام ہے۔

(کشف المحجوب بحوالہ ذکر حقیقی ص، 5)

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب دل ذکر الٰہی کرتا ہے شفایاب ہو جاتا ہے جب ذکر سے غافل ہو بیمار ہو جاتا ہے۔

(اصلاح باطن، 45، بحوالہ ذکر حقیقی، ص، 5)

دیوان قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی زندہ دل کی بارگاہ میں حاضری دینے والے کی راستے کی خاک کو ملائکہ اپنی آنکھوں میں لگاتے ہیں۔

(کاروان مجددیہ، ص، 14)

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا جس گھر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا وہ دراصل قلب مومن ہے اس کی صفائی کا یہ مطلب ہے کہ اسے غیر اللہ عزوجل سے متوجہ ہونے سے بچائے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت کا مرکز ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است	از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

ترجمہ: دل ہاتھ میں کرو کہ وہ حج اکبر سے ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے۔

کعبہ بنیاد خلیل آزر است	دل نظر گاہ جلیل اکبر است

ترجمہ: کعبہ خلیل علیہ السلام کی بنا ہے اور دل جلیل علیہ السلام کی نظر گاہ ہے۔

بنا بریں اسے صاف رکھنا ضروری ہے یہاں تک کہ اس پر انوار و تجلیات اور اسرار رحمانیہ کا نزول ہوگا اور ساتھ ہی اسے سکون و وقار نصیب ہو جب بندہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو حقیقی سجدہ رکوع سے مشرف ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی سے اور خصوصی رازداری سے نوازا جاتا ہے۔

(روح البیان ج 1، ص 507)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب 94 دفتر اول ص 128 سکندر خان لودھی کی طرف تحریر فرماتے ہیں اس امر کے بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیئے پانچوں نماز باجماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن موکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات ذکر الٰہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیئے۔ کھانے سونے آنے اور جانے غرض تمام اوقات میں ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ ذکر کا طریقہ تمھیں بتا دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق ذکر کرتے رہیں۔ اگر ذکر اور جمعیت میں فتور اور خلل محسوس کرے تو اول اس فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیئے۔ پھر بارگاہ خداوندی میں التجا آہ زاری

کے ذریعے اس کوتاہی کی تلافی کرنی چاہیئے اور اس ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے کی کوشش اور سعی کرنا چاہیئے اور اس میں شیخ طریقت اور پیرومرشد کو وسیلہ بنانا چاہیئے جس سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تمام مشکل امور کو آسان کرنے والا ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر قلبی بھی آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعثت سے پہلے ذکر قلبی میں مشغول رہتے تھے اور ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ احدیت صرفہ کی طرف متوجہ رہنا اور نفی واثبات ومراقبہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تھا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سکوت فکر (تفکر) ان امور سے ہرگز خالی نہیں تھا۔ اگرچہ وہ ان ناموں سے موسوم نہیں تھا۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سکوت فکر ہے اور توجہ ومراقبہ وغیرہ فکر میں داخل ہے۔ تفکر کے معنی باطل سے حق کی طرف جانا ہے۔ ایک ساعت (تھوڑی دیر) کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ پس تعجب ہے کہ ان امور کے صدر اول میں ہونے کی نفی کس طرح کی گئی ہے۔

(مکتوبات معصومیہ، ن،59،ج،2)

حضرت شیخ الشیوخ قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ پانچ لطیفے عالم خلق (نفس، آگ، ہوا، پانی، مٹی،) سے اور پانچ عالم امر سے ہیں (قلب، روح، سر، خفی، اخفی،) ان لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالم خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفہ روح عالم امر سے پس یہ دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں عارف باللہ کے بارے میں لکھتے ہیں عارف باللہ کی جامعیت کو سمجھنا چاہیئے کہ تمام افراد عالم اس کے مقابلہ میں حقیر جز کا حکم بھی نہیں رکھتے۔ قطرہ کو دریا کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے اور ان افراد عالم کو

اس عارف خدا عزوجل کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں کیونکہ اوصاف کو ذات کے ساتھ لاشئ اور مستہلک ہونے کی نسبت ہے۔ ذکر کرنے کے وقت گویا وہ کئی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ (عارف قلب، روح، سر خفی، اخفی، نفسی، قالب بدن کا بال بال زبان کے حکم میں داخل ہو جاتا اور ذکر کرتا ہے) ہر ایک اسم اپنی زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور عارف ان سب کے کل کی جگہ ہے اور تحریمہ (نماز کی نیت) باندھنے کے وقت گویا کئی ہزار اشخاص تحریمہ باندھتے ہیں۔ اس کے بعد یہ سب اشخاص قرأت کرتے اور رکوع و سجود میں جاتے ہیں اور اس عالم امکان کے حقائق میں سے اکثر بھی عارف مذکور کے ساتھ ان امور میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ایک زبان کے ساتھ ذاکر ہیں اور وہ بھی چونکہ نفس امارہ کی انانیت سے پاک نہیں ہے اس لئے وہ ذکر انہی لوگوں کی طرف لوٹنے والا ہے اور بارگاہ قدس کے لائق نہیں ہے اور یہ عارف چونکہ انانیت سے رہائی حاصل کر چکا ہے اس لئے ہزاروں زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور کسی میں بھی خود درمیان میں نہیں ہے۔

ظاہر بین عوام ان دونوں کو ذاکر و عابد جانتے ہیں اور فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں بلکہ عارف کو کامل حضور مل گیا ہے پس عارف مذکور غفلت میں بھی حضور کے ساتھ ہے اور دوسرے لوگ عین حضور میں بھی غافل اور دور ہیں لما مر (گذشتہ بیان کی وجہ سے) اور نیز ان کے حضور کی انتہا حصول میں ہے اور حصول عین غفلت ہے اور عوام ان لوگوں کو حاضر و ذاکر جانتے ہیں اور اس کو غافل۔ (اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے) آمین

(مکتوبات، ن 203، ص 290)

حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا دو انسان ایک ہی عمل کریں ان کے ثواب میں رائی اور پہاڑ جتنا بڑا فرق ہوتا ہے یہ ان کی عقلوں کے فرق کی بنا پر ہے کسی کی نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہو جاتی ہے کسی کو صرف ایک نماز کا ثواب ساٹھ نمازوں کے ادا کرنے کے بعد ملتا ہے۔

(حضور قلب، ص، 150 مکاشفۃ القلوب)

اور یہ بھی فرمایا دل کی بزرگی دو وجہ سے ہے ایک علم اور ایک قدرت کی وجہ سے دل اپنی پرواز مشرق سے مغرب تک یک لحظہ بھر میں مکمل کر لیتا ہے۔

(حضور قلب، ص، 24)

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ عالم کبیر میں مفصل طور پر ظاہر کیا گیا ہے وہ عالم صغیر میں مجمل طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔ عالم صغیر (یعنی قلب) کو صیقل کر کے منور کر لیا جاتا ہے اور اس میں آئینہ کی طرح عالم کبیر کی تمام چیزیں مفصل دکھائی دینے لگتی ہیں حتیٰ کہ لوحِ محفوظ بھی اس میں نظر آ سکتا ہے۔ اسی طرح کی نسبت قلب اور قلب القلب میں (گوشت کے اندر نورانی دل) قلب القلب کا جب تصفیہ ہو جاتا ہے تو اس میں تمام چیزیں نظر آتی ہیں۔ قلب سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اسی لئے بندہ مومن کے دل میں سمانا ممکن ہوا۔

(حضور قلب، ص، 25)

حضرت امام طریقہ خواجہ خواجگان محمد بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں ذکر و خلوت (زور اور آہستہ سے) اور سماع (قوالی) ہوتی ہے یا نہیں فرمایا نہیں ہوتی لہٰذا آپ کے سلسلہ کی بنیاد کس چیز پر ہے۔ فرمایا کہ خلوت در انجمن بظاہر مجلس میں بیٹھے ہوئے بھی خدا عزوجل کی یاد میں مشغول ہونا ایک لحظ بھی اُس بے نیاز سے غافل نہ ہونا بظاہر خلق کے ساتھ اور باطن حق عزوجل کے ساتھ (بظاہر عوام کے ساتھ) و باطن با حق (دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یعنی ذکر قلب) اور یہ شعر پڑھا۔

ز درون ون شو آشنا وَ آشنا واز برون بتگانہ وش
اینچین زیبا روش کم می بود اندر جہان

ترجمہ: اندر (باطن) سے واقف کار ہو جا (ظاہر) باہر سے انجان بن جا، ایسی عمدہ چال دنیا میں کم ہوتی ہے۔

(تفسیر حسینی، ص، 109، ج، 2)

حضرت امام طریقہ خواجہ خواجگان محمد بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے۔کھانے، پینے، کہنے، سننے، چلنے، پھرنے، خریدنے، بیچنے، عبادت کرنے، نماز پڑھنے، اور قرآن مجید پڑھنے، کتابت کرنے، سبق پڑھنے اور وعظ کہنے وغیرہ میں چاہیئے کہ پلک مارنے میں بھی خدا تعالیٰ سے غافل نہ رہے تا کہ مقصود حاصل ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی	شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ترجمہ: ایک مرتبہ پلک مارنے کی مقدار بھی اس دوست سے غافل نہ ہو مبادا وہ نظر لطف کرے اور تجھ کو خبر نہ ہو۔

(سیرت مجدد الف ثانی، ص،123ز)

حضرت شیخ الشیوخ عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول مکتوب 37 میں بنام شمس الدین خویشگی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ظاہری و باطنی گناہ ترک کردو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ اور اس نے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر پورا کر دیا۔ اس لئے گناہ کے ظاہر و باطن کے ترک کے ساتھ مکلّف کیا ہے تا کہ لوگ ان دونوں قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک کے مرتکب ہو کر کفرانِ نعمت نہ کریں اور دو طرح کے گناہ ترک کر کے ظاہر و باطن کا شکر بجالائیں۔ ہوسکتا ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد وہ ہو جس کو علمائے ظاہر نے بیان کیا ہے۔ یعنی حرام مکروہ کا ارتکاب اور باطنی گناہ سے مراد باطن کی توجہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف رکھنا اور ماسویٰ اللہ کے ساتھ محبت و گرفتاری ہے۔ جو دل کے غیر اللہ عزوجل کا گرفتار ہے اس سے خیر (بھلائی) کی کیا توقع ہے جو روح کے ماسویٰ اللہ عزوجل کی طرف مائل ہے بارگاہ کبریائی میں ذلیل وخوار اور بے سروسامانی ہے۔ اہل اللہ کے نزدیک دل کی سلامتی اہم امور میں سے ہے اور روح کی نجات مقصد اول ہے جبکہ وہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اپنے رب تعالیٰ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ آیا اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور قرب کے درجات تک پہنچنا یہ سب ماسویٰ اللہ کی محبت اور

دیدودانش سے دل کے قطع تعلق پر موقوف ہے۔ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہوتیں۔

در خانه دو میهمان نگنجند

ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے

حضرت امام ربانی ابو معصوم مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد (مخدوم مولانا عبد الاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے نقل کرتے تھے کہ وہ فرماتے تھے حضرت شیخ الٰہ داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن ایک مجلس میں موجود تھے۔ جہاں ذکر اللہ کیا جا رہا تھا جب وہ لوگ فارغ ہوئے تو حضرت شیخ الٰہ داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''ذکر تصفیہ ُدل اور انجلائے دل کیلئے ہوتا ہے کیونکہ وہ مثل آئینہ کے ہے جب اس پر زنگ بیٹھ جاتا ہے تو اسے صیقل کرنا چاہیئے۔تا کہ وہ جلا حاصل کرے اور یہ بات ذکر خفی ہی سے میسر آتی ہے۔ کیونکہ دل لوہا نہیں ہوتا کہ اس پر شدید ضربوں کی ضرورت ہو۔''

(زبدۃ المقامات، ص، 166)

ایک عرصے تک میں (حضرت شیخ المشائخ قطب عالم ابو صادق الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ) حضور پرنور آقائے دو جہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے میں مشغول رہا اور قسم قسم کے صلوۃ و درود پڑھتا رہا اور اس پر دنیاوی نتائج وثمرات بھی مرتب ہوتے رہے اور ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کے دقائق واسرار کا فیضان بھی مجھ (حضرت شیخ المشائخ قطب عالم ابو صادق الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ) پر ہوتا رہا کچھ مدت تک یہی عمل جاری رہا اتفاقاً اس التزام میں سستی پیدا ہوگئی اور اس شغل کی توفیق نہ رہی اور صرف صلوٰۃ موقتہ (نماز والے درود) پر اکتفا ہو گیا اور مجھے اس وقت یہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ صلوٰۃ و درود کی بجائے تسبیح و تقدیس اور تہلیل میں مشغول رہوں چنانچہ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ اس کام میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے آخر اللہ سبحانہ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا درود بھیجنے سے زیادہ بہتر ہے درود بھیجنے والے کے لئے بھی اور جس پر درود بھیجا جاتا ہے حضور پرنور آقائے دو جہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے لئے بھی اور اس

کی دو وجہ ہیں ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے ''مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِیْ عَنْ مَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ '' (جس کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے روکے رکھا میں اس کو سوال کرنے والوں سے بہتر اور زیادہ عطا کروں گا) دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ ذکر حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ سے ماخوذ ہے تو اس ذکر کا ثواب جس قدر ذاکر کو ملتا ہے اسی قدر حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ کو بھی پہنچتا ہے جیسا کہ حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ نے فرمایا ہے ''مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا '' (رواہ مسلم) (جس شخص نے کسی نیک کام کی بنیاد رکھی تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص جتنا ثواب بھی اس کو ملے گا جو اس پر عمل کرے) اسی طرح ہر وہ نیک کام جو کسی امتی سے وجود میں آتا ہے اس عمل کا جس قدر اجر عامل (کرنے والا) کو ملے گا اسی قدر اجر حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار ﷺ کو بھی جو اس عمل کے وضع کرنے والے ہیں ان کو ملتا ہے بغیر اس کے کہ عامل کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو اور اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ عمل کرنے والا پیغمبر علیہ السلام (کے لئے ثواب) کی نیت سے عمل کرے کیونکہ وہ (اجر کا دینا محض) عطائے حق جل سلطانہ ہے عامل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے ہاں اگر عامل پیغمبر علیہ السلام (کیلئے ثواب) کی نیت بھی کرلے تو اس کے اجر کی زیادتی کا باعث ہوگا اور یہ (اجر کی) زیادتی بھی پیغمبر علیہ السلام کی طرف راجع ہوگی ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (پارہ 28، سورۃ الجمعۃ آیت 4) آیت'' (ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ذکر سے اصلی مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد ہے اور اجر کی طلب طفیلی اور تابع ہے اور درود میں اصلی مقصود طلب حاجت ہیں۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے پس وہ فیوض جو ذکر کی راہ سے پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو پہنچتے ہیں ان برکات سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں جو درود شریف کی راہ سے پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو پہنچتے ہیں جاننا چاہیئے کہ ہر ذکر یہ مرتبہ نہیں رکھتا اور جو ذکر قبولیت کے لائق ہے وہی اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہے اور جو ذکر ایسا نہیں ہے اس

پر درود شریف کو فضیلت ہے اور درود شریف ہی سے برکات حاصل ہونے کی زیادہ امید ہے لیکن جو ذکر طالب کسی کامل مکمل شیخ سے اخذ کرے اور طریقے کے شرائط و آداب کو مدنظر رکھ کر اس پر مداومت کرے وہ ذکر درود شریف پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ یہ ذکر اس ذکر کا وسیلہ ہے جب تک یہ ذکر نہیں کرے گا اس ذکر تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم نے مبتدی کیلئے ذکر کرنے کے علاوہ اور کچھ تجویز نہیں کیا ہے اور اس کے حق میں صرف فرائض و سنت کو کافی سمجھا ہے اور نفلی امور سے منع کیا ہے۔

(مکتوب، ج، 2، ن، 57)

حضرت عالی غوث صمدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیادت پناہ حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا کہ یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ ذکر میں لذت تمام پیدا ہو اور کچھ چیزیں نظر آئیں یہ تو سب کچھ لہو ولعب میں داخل ہیں ذکر میں جسقدر بھی مشقت ہو بہتر ہے پنج وقتی نماز ادا کر کے باقی اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ کے ساتھ معمور رکھیں اور ذکر سے لذت حاصل کرنے کے پیچھے نہ پڑیں۔

(مکتوب، ج، 3، ن، 12)

حضرت مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ کام کا دار و مدار دل پر ہے اگر دل حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ پھنسا ہوا ہے تو خراب اور ابتر ہے محض ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کوئی کام نہیں بنتا اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف التفات کرنے سے دل کا بچانا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے ان کے بجالانے کا حکم دیا ہے یہ دونوں امور ضروری ہیں بدنی اعمال صالحہ کے بجالانے کے بغیر دل کی سلامتی کا دعوی کرنا باطل ہے جس طرح اس دنیا میں بغیر بدن کے روح کا ہونا متصور نہیں ہے اسی طرح بدنی نیک اعمال کے بغیر دل کے احوال کا حاصل ہونا محال ہے بہت سے ملحد (بے دین و گمراہ لوگ) اس زمانے میں اس قسم کے دعوے کرتے ہیں۔

(مکتوب، ن، 39، ج، 1)

حضرت پیر طریقت رہبر شریعت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جب اللہ تعالیٰ کسی سے بھلائی کرنا چاہتا ہے اور اسے نیک بخت بندہ لکھا ہے تو اس کو قلبی مواقف کے ساتھ ہمیشہ زبان ذکر سے قلبی ذکر کی طرف ترقی بخشتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر زبان خاموش بھی ہو جائے پھر بھی دل خاموش نہیں رہتا۔

(اخبار الاخیار، ص، 62، ذکر الرحمٰن، ص، 20)

حضرت پیر طریقت رہبر شریعت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے حق سبحانہ کا ذکر دو قسم پر ہیں دل سے ذکر اور زبان سے ذکر پھر ذکر قلبی کی دو قسمیں ہیں ان دونوں قسموں میں سے ایک قسم بہت بلند اور اعلیٰ ہے اور وہ ہے خدائے تعالیٰ کی عظمت وجلال میں اس کی بزرگی اور اس کی بادشاہت میں اور زمین وآسمان میں اس کے پھیلے ہوئے نشانات قدرت میں غور وفکر کرنا اسے ذکر خفی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا دوسرا ذکر جو دل سے ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کے امر و نہی کو دل میں حاضر کرنا اور اس کے مطابق چلنے کا پختہ ارادہ رکھنا۔

(اشعۃ اللمعات، ج، 3، ص، 392)

مشائخ طریقت (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم) کے نزدیک ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر قلبی و ذکر لسانی قلبی ذکر کا اثر بڑا قوی اور بڑا عظیم اور بہت زیادہ ہے اس ذکر کی نسبت جو صرف زبان سے ہوتا ہے بلکہ درحقیقت ذکر قلبی ہی ذکر ہے ذکر کی حقیقت ان مشائخ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا ہر چیز کو مکمل طور پر فراموش کر دینا ہے ذکر کا قیاس ،قرأت ،اور عتاق پر غلط ہے کیونکہ شرع شریف میں صراحاً ثابت ہو چکا ہے کہ قرأت اور عتاق وغیرہ زبان کے فعل پر مرتب ہوئیں ہیں سوائے زبان کے فعل کے قرأت اور عتاق وغیرہ میں احکام شرعاً مرتب نہیں ہوتے اور ذکر الٰہی ان احکام سے الگ ایک چیز ہے۔

(اشعۃ اللمعات، ج، 3، ص، 393)

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را	در سنگاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش	ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

غافل ہو کر مت چلو کہ بہت سے زبردست جوانوں کی تیز رفتار سواریاں سنگلاخ میدانوں میں تھک گئیں (لیکن) ناامید بھی مت ہو کیونکہ شراب عشق سے مدہوش جوان اچانک ایک ہلے میں منزل تک پہنچ گئے ہیں۔

(البیان المشید، ص، 142 حاشیہ پر)

حضرت غوث یزدانی شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

یاد او مغز ہمہ سرمایہ ہاست	ذکر او ارواح را پیرایہ ہاست

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یاد و ذکر تمام دین و دنیا کے سرمایوں کا مغز ہے یعنی اس کے سبب دین و دنیا کے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور یہ ذکر انسانوں کی روحوں کیلئے زینت ہے۔ یعنی اس کے ذریعہ روحانی سکون و ترقیات حاصل ہوتی ہیں۔

تو زننگ خویش نندیشی و می	ہر تہو رنام او گوئی ہمی

ترجمہ: تو اپنی بزرگی کا خیال ایک لمحہ کیلئے بھی نہ کر اور اس قادر مطلق کا نام ہر وقت لیتا رہ یعنی ہر وقت سب کو چھوڑ کر اللہ عزوجل کی یاد میں لگا رہ ذکر کا مکمل فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ اس کو شیخ کامل و صاحب تصرف کی تربیت سے حاصل کیا جائے اور طالب کے مستعد دل کی زمین ایک ولی صاحب تلقین و تصرف کے ذریعہ ذکر حقیقی کا بیج بویا جائے تاکہ طالب کو پوری طرح ثمرۂ ولایت حاصل ہو جائے۔

(رسالہ کلمات قدسیہ، ص، 38، 39)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء شاہ غلام علی دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسمِ ذات (اللہ عزوجل) سے جذب پیدا ہوتا ہے اور نفی و اثبات سے سلوک میسر آتا ہے جو تہذیب اخلاق کا نام ہے۔ اور مراقبات کے ذریعے باطنی نسبت میں قوت پیدا ہوتی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت سے انوار زیادہ ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھنے سے سالک کو سچے خواب اور حقیقی واقعات پیش آتے ہیں اور فرمایا اذکار و اشغال اور مراقبے کرنا مقربین کا طریقہ ہے اور کثرت سے نماز و نوافل ابرار کا راستہ ہے۔ (دار المعارف، ص 308)

حضرت شیخ المشائخ حق باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تجھے 72 ہزار ظاہری قرآنوں کا ثواب بھی ملے گا پھر فرماتے ہیں کیسے ملے گا؟ یہ تیرے جو مسام ہیں یہ 72 ہزار ہیں دل ایک دفعہ اللہ عزوجل کہے گا یہ 72 ہزار آوازیں یہاں سے بھی نکلیں گی۔ دل ایک گھنٹہ میں چھ ہزار دفعہ اللہ عزوجل اللہ عزوجل کرتا ہے اور چوبیس گھنٹوں میں سوا لاکھ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور فرماتے ہیں جو لوگ اسم اللہ عزوجل کا ورد زبانی کرتے ہیں لیکن اسم اللہ عزوجل کا کنبہ نہیں جانتے وہ معرفت سے محروم رہتے ہیں۔

(کاروان مجددیہ، ص،19)

حضرت شیخ المشائخ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہاتھوں سے کام کرو پاؤں سے چلو پھر و اور آنکھوں سے دیکھو مگر دل کو ذکر اللہ عزوجل میں مشغول رکھو۔

(صوفیائے نقشبند، ص،300)

حضرت سلطان المشائخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر عرش اور عرش کے دائرے میں جو کچھ ہے دس کروڑ بار دل عارف کے گوشے میں آجائے تو اس کو احساس بھی نہ ہو۔
حضرت سلطان العارفین جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ قلب جو قدیم (یعنی اللہ عزوجل) کو سمالے بھلا حادث کو اپنے اندر کیسے معلوم پائے گا۔

(حضور قلب، ص،26)

حضرت شیخ المشائخ شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ (فرزند شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ اگر ہر سانس میں ذکر (پاس انفاس) کیا جائے تو وسوسہ اور حدیث نفس (قصداً دل سے باتیں کرتے رہنا) ذکر کے نور سے جل جاتے ہیں اور دل میں ذکر کا نور اتر آتا ہے تو پھر ذاکر مذکور کا مشاہدہ حاصل کر لیتا ہے۔ (کاروان مجددیہ، ص،24)

حضرت شیخ الشیوخ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دل لوح محفوظ ہے تو جو چاہے گا اس سے ملے گا اور جو دیکھنا چاہو گے دل میں نظر آئے گا۔

(کاروان مجددیہ، ص،24)

عارف کی ایک رکعت نماز غیر عارف عالم ظاہر کی ایک ہزار رکعات سے بہتر ہے۔

(کفایۃ الاتقیاء، ص، 221)

حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ایک دفعہ (قلب سے) اللہ عزوجل اللہ عزوجل کرے گا تجھے ساڑھے تین کروڑ اللہ عزوجل اللہ عزوجل کرنے کا ثواب ملے گا پھر فرماتے ہیں کیسے ملے گا تیرے (جسم کے) اندر ساڑھے تین کروڑ نسیں ہیں۔دل نے ایک دفعہ اللہ اللہ کی۔ساڑھے تین کروڑ نسیں حرکت میں آگئیں۔

(کاروان مجددیہ، ص، 24)

شیخ المشائخ حضرت عاشق ربّانی شیر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص آپ (شیخ المشائخ حضرت عاشق ربّانی شیر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ذکر جہر ایسا ہے جیسا کہ سوئی سے زمین کھودنا آپ (شیخ المشائخ حضرت عاشق ربانی شیر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا اگر ذکر جہر ایسا ہے تو ذکر خفی اس طرح ہے۔کہ جس طرح کنوئیں کے وقت رسّہ (یعنی جھام) کا لگا دینا ہے حضرت صاحب (شیخ المشائخ حضرت عاشق ربّانی شیر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ) ہمیشہ ذکر خفی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ذکر جہر کے بھی برخلاف نہ تھے۔

(خزینۂ معرفت، ص، 324)

حضرت ملا علی قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا ہے "مخفی نہ رہے کہ قلب کی غفلت کے ساتھ زبان سے نیت کرنا غیر معتبر ہے اور درمختار میں ہے کہ نیت کیلئے معتبر عمل قلب ہے جو ارادہ کیلئے لازم ہے ذکر باِلسان کا کوئی اعتبار نہیں اگر چہ وہ قلب کے خلاف ہو۔

(مکتوب، ج، 1، ن، 187 حاشیہ)

حضرت غوث صمدانی مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب نمبر 11 ص 85 میں تحریر فرماتے ہیں ایک ذکر لسانی جس میں آگاہی قلب کی ضرورت نہیں۔اور یہ بات تو اعتبار سے ساقط اور اقسام غفلت میں داخل ہے۔دوسرے ذکر قلبی ہے یعنی جس میں زبان نہ ہلے اصلاح (صوفیہ) میں اسے ذکر خفی کہتے ہیں۔اور صوفیوں کے مراقبات کی بنیاد اس پر ہے

اور تمام طریقوں میں رائج ہے۔

حضرت عالی قدوۃ الاولیاء مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مرید محمد اسحاق خاں کی طرف تحریر فرماتے ہیں مکتوب نمبر 37 ص 145 پر آپ کو چاہیئے کہ ظاہر میں شریعت کی پابندی اور باطن میں ذکر طریقہ میں مشغول رہیں۔ کیونکہ دونوں جہان کی فلاح کا انحصار اسی کام پر ہے اور یہ بھی چاہیئے کہ ذکر قلبی کے پابند رہیں۔ اور شریعت کا التزام کریں مشائخ کی محبت اور شغل باطن کو واجب جانیں۔ نا اہل لوگ اور نامناسب کاموں سے احتراز لازمی سمجھیں اور علماء واہل دین شرع کی خدمت کو غنیمت سمجھیں۔

کہا جاتا ہے کہ ذکر خفی کو فرشتہ اٹھا کر اللہ عزوجل کے پاس نہیں لیجاتا۔ اس لئے کہ اسے اس کی خبر نہیں ہوتی۔ یہ تو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 435)

دعا کے آداب میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان حضور قلب کے ساتھ دعا کرے۔ اور یہ کہ وہ غافل ہو کر دعا نہ کرے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی دعا قبول نہیں فرماتا جو غافل دل سے دعا کر رہا ہو۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 491)

حضرت شیخ الشیوخ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے چاہا کہ وہ غذا کی مقدار کم کر دے۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سلسلہ (نقشبندیہ) میں غذا کم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے بزرگوں (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم) نے اس عمل سلوک کی بنیاد، وقوف قلبی کے دوام اور صحبت شیخ پر رکھی ہے۔ زہد اور مجاہدہ کا نتیجہ خرق عادت اور تصرف ہوا کرتا ہے اور ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ ہمارا مقصد تو دائمی ذکر اور توجہ الی اللہ عزوجل ہے۔ اتباع سنت ہے اور کثرت انوار و برکات ہے۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، 211)

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف 54) ترجمہ: سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کہ تحت لکھا ہے عالم دو ہیں عالم امر اور عالم خلق۔ عالم خلق وہ چیزیں ہیں جو مادہ سے پیدا ہوتیں ہیں جیسے انسان، حیوان، نباتات، جمادات، زمین و آسمان وغیرہ کہ نطفہ و تخم عناصر سے بنے اور عالم امر وہ جو صرف امر کن سے بنا نیز لکھتے ہیں اور سر و خفی و روح و قلب لطائف حضرات نقشبندیہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ہیں جن میں تجلیات حق کے رنگا رنگ ذوق کا ادراک کارِ عیاں ہے نہ کارِ بیان۔

ذوق ایں مے نشاسی بخدا تا چشی

اللہ تعالیٰ کی قسم تو اس شراب کا مزہ نہیں پہچان سکتا جب تک اسے چکھ نہ لے

(فتاوی رضویہ ج26، ص600)

فائدہ صوفی: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہوا کہ حضرات نقشبندیہ سچے سنی اللہ کے ولی جو لوگوں لطائف، قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفسی، قالب، حالات تجلیات، جو مشائخ نقشبندیہ کو ہوتی ہیں سب حقیقت ہے اللہ تعالیٰ ماننے کی توفیق دے۔ (آمین)

اعلیٰ حضرت فضیلت مآب شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قلب، روح، سر اور خفی بلطائف حضرات نقشبندیہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) رنگا رنگ تجلیات حق ہر شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا جس کو یہ سب کچھ نہ ملے ہو۔

ذکر اللہ میں پانچ چیزیں پسندیدہ اور محمود ہیں۔

(۱) اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

(۲) اس سے مزید نیکی کرنے کی حرص بڑھتی ہے۔

(۳) جب تک ذکر میں لگا رہے شیطان سے حفاظت رہتی ہے۔

(۴) اس سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے۔

(۵) ذکر معاصی سے روکتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص، 418)

کوئی کرامت دوام ذکر قلبی، توجہ الی اللہ عزوجل، تہذیب اخلاق اور سنت حضرت

مصطفیٰ کریم ﷺ کے اتباع سے بڑھ کر نہیں ہے۔

(مقامات مظہری، ص، 231)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ازمکاں تالامکاں یک گام دل	جملہ عالم جرعۂ خوش جام دل

ترجمہ: تمام عالم دل کے خوبصورت پیالے کا ایک گھونٹ ہے۔ مکان سے لامکان تک دل کیلئے ایک قدم ہے۔ (حضور قلب، ص، 25)

حضرت علامہ حافظ شاہ ابوسعید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اپنے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف کر جس کا مبارک نام اللہ عزوجل ہے پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوف قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہیئے تاکہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔

(ہدایت الطالبین، ص، 23)

شیخ ابن قیم فرماتے ہیں کہ دل اور زبان سے اللہ عزوجل کی یاد پروانہ ولایت ہے یہ ذکر اللہ والوں کے قلوب کی غذا ہے اگر وہ ان کو نہ ملے تو جسم ان قلوب کیلئے قبور بن جائیں۔

(مدارج السالکین، بحوالہ ذکر حقیقی، ص، 5)

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ: ذکر سے میری مراد زبانی نہیں بلکہ ذکر قلبی ہے جو مرکز ہے ذکر لسانی کا مطلب یہ ہے ذکر کی اتنی کثرت کی جائے کہ وہ قلوب میں رچ جائے۔

(ذم الحکلا ومعات، ص، 117)

صفالۃ القلوب ذکر اللہ عزوجل کے تحت بعض صوفیاء نے کہا ہے حدیث شریف میں ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر اور ذکر قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔

(فضائل ذکر تبلیغ نصاب، ص، 29)

حضرت شیخ المشائخ شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اللہ عزوجل ہمیشہ دل سے کہے زبان سے نہیں۔ اس قدر کہ اپنے سے اور سارے عالم سے بے خبر ہو جائے اور کسی چیز کی خبر نہ رکھے۔ جب ایسا ہو تو اگر چہ بیدار ہو تو دل کا دریچہ ملکوت کی

طرف کھل جاتا ہے۔ جو کچھ اور لوگ خواب میں دیکھتے ہیں وہ بیداری میں دیکھ لیتا ہے۔ ارواحیں اور فرشتے اچھی اچھی صورتوں میں اسے نظر آتے ہیں اور پیغمبران علیہم السلام کو دیکھنے لگتا ہے اور ان سے فائدے حاصل کرتا ہے ان سے مدد پاتا ہے اور ملکوت آسمان وزمین اس کو نظر آتے ہیں اور جس کا دریچہ کھل جاتا ہے وہ ایسے عظیم کام دیکھتا ہے جو تعریف سے باہر ہیں۔لیکن ابتداء میں مجاہدے کی تکلیف اور ریاضتیں ضروری ہیں۔

(رحمت رحیمیہ، ص، 18)

حضرت عالی امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کو وصیت کرتے ہیں طریق ذکر اور حلقہ مشغولی میں کسی قسم کا قصور واقع نہ ہونے پائے سب دوست جمع ہو کر بیٹھیں اور ایک دوسرے میں فانی ہوں تا کہ صحبت کا اثر ظاہر ہو۔

(مکتوب، ج، 2، ن، 61)

حضرت محبوب الٰہی خواجہ سید نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور ایک عالم دین کی عبادت کا فرق!

حکایت: حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ ایک عالم دین حصول فیض (فیض حاصل کرنے کے لیے) اور حصول برکت کے لئے حاضر ہوئے۔انہوں نے دیکھا کہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دربار کے اکثر حضرات بڑے وقار اور شان وشوکت کی زندگی بسر کر رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ ان ظاہر بین علماء دین کی طرح جو فقط ظاہری حالات دیکھ کر ہی فیصلہ کرنا جانتے ہوں۔ بڑے حیران ہوئے اور یہ قیاس کرتے ہوئے دل ہی دل میں بیزاری ظاہر کی کہ کہاں درویشی اور کہاں یہ شاہانہ آن بان۔ اس عیش وعشرت کی زندگی میں فقر وولایت کے بلند وبانگ دعوے چہ معنی دارد وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس شاہانہ بود وباش میں بھی کسی کو فقر ودرویشی کی دولت گراں بہا ہاتھ آسکتی ہے اس لئے کہ ان کے دل ودماغ میں فقر ودرویشی کا اہل وہی تھا جس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں لنگوٹا کسا ہوا ہو ہاتھ میں صرف لوٹا اور مصلیٰ ہو اور کھانے پینے کے لئے کچھ پاس نہ ہو لہٰذا ایسا شخص جو بظاہر ٹھاٹھ باٹھ سے رہتا ہو اور اسے زندگی کی ہر سہولت میسر ہو

درویشی کا دعوی دار کیونکر ہوسکتا ہے۔ غرضیکہ اس قسم کی قیاس آرائیاں کرتے ہوئے وہ عالم دین دلی طور پر باغی ہوگیا اور بدظن ہوکر واپس جانے لگا اور سوچا کہ ایسے لوگوں سے فیض کہاں مل سکتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اسکی باطنی حالات سے بخوبی آگاہ تھے انھوں نے اسے مزید موقع دینے کے لئے حکم دیا کہ اسے آج رات بھی نہ جانے دیا جائے اور مزید فرمایا کہ اس کا بستر آج رات میرے کمرے میں بچھا دیا جائے۔ اس نے سوچا کہ ممکن ہے حضرت صاحب (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) رات بھر عبادت وریاضت میں گزارتے ہوں۔ اس لئے خواجہ صاحب (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) نے اسے روک لیا چنانچہ اس کا بستر اور مصلیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں ہی بچھا دیا گیا۔ آپ (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) نے نماز عشاء ادا فرمائی اور حسب معمول کچھ وظائف پڑھے اور بستر میں جاکر آرام فرما ہو گئے رات بھر محو استراحت رہے۔ پچھلی رات اٹھے نماز تہجد ادا فرمائی۔ اللہ عزوجل کو یاد کیا اور دوبارہ اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ نماز فجر کے وقت پھر بستر سے اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔ ادھر وہ عالم دین نماز عشاء پڑھ کر اپنے مصلیٰ پر بیٹھا اور رات بھر تسبیح ومناجات کرتا نوافل پڑھتا رہا۔ اب تک تو عالم دین نے حضرت صاحب (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) کا دن ہی دیکھا تھا جب رات بھی اچھی طرح ملاحظہ کرلی تو رہی سہی عقیدت اور امید بھی ختم ہوگئی وہ مزید بدظن ہوگیا۔ اور سوچنے لگا کہ یہ عجیب اللہ عزوجل کا ولی ہے۔ ولایت میں اس کی شہرت کا کیا عالم ہے اور اس کی ذاتی زندگی کا کیا حال۔ دن بادشاہوں کی طرح گزارتا ہے اور رات مزے سے آغوش نیند میں ایسا شخص بھلا ولایت کی بلندیوں کو کیسے حاصل کرسکتا ہے۔ وہ عالم دین جب اپنی عبادت پر بار بار نگاہ ڈالتا تو یہ سوچتا کہ اس سے تو ہم لوگ بہتر ہیں جو اگرچہ شہرت اس قدر نہیں رکھتے مگر ان سے عبادت وریاضت میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ میں نے ساری رات مصلیٰ پر گزاری ہے جبکہ وہ صرف نماز عشاء اور نماز تہجد کے وقت تھوڑی دیر کے لئے مصلیٰ پر بیٹھے۔ انہیں خیالات میں غلطاں وپیچاں سوچتے سوچتے اس کو نیند آگئی دراصل اللہ عزوجل نے چاہا کہ اسے دونوں

عبادتوں کا فرق بھی سمجھا دیا جائے اللہ تعالیٰ نے اس کی عبادت و بندگی کو خواب میں اس کے سامنے ایک نور کی مانند پیش کیا اور حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کو بھی ایک نور کی صورت میں ۔مگر فرق یہ تھا کہ اس شخص عالم دین کی یاد الٰہی عبادت و بندگی چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہی تھی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا نور زمین سے لے کر آسمان اور عرش معلیٰ تک ایک روشن ستون کی صورت میں نظر آیا اور ہزاروں فرشتے اس نور کے گرد مستانہ وار طواف کرنے میں مصروف تھے۔وہ شخص یہ منظر دیکھتے ہی دہل گیا اور حقیقت حال سے باخبر ہونے پر حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی مانگی۔

عرض کرنے لگا حضرت (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) میں اپنے غلط گمان سے توبہ کرتا ہوں لیکن جانے سے پہلے یہ ماجرا سمجھا دیں۔آپ (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا۔مولانا صاحب بندہ جب تک مرد نہیں ہوتا اس کا سونا جاگنا جدا نوعیت کا ہوتا ہے مگر بندہ جب خداوند تعالیٰ کے ذکر اور اس کی محبت میں غرق ہو کر اپنا آپ کو فنا کر دے تو مرد بن جاتا ہے۔اب وہ سوئے تب بھی عبادت ہے جاگے تب بھی عبادت ہے۔اس لئے کہ عین ممکن ہے جاگنے والا زبان سے اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو مگر اس کا دل اس کے ذکر سے غافل ہو۔اور ایک شخص جو بظاہر سو رہا ہو مگر عین ممکن ہے کہ اس کا دل نیند کی حالت میں بھی اللہ عزوجل کی یاد سے غافل نہ ہو کسی کو کیا خبر کہ سونے والا کس حال میں سو رہا ہے۔اس لئے محض اس بنیاد پر کسی کو متقی یا غافل قرار نہیں دینا چاہیے کہ فلاں ساری رات عبادت کرتا ہے اس لئے متقی اور عند اللہ برگزیدہ ہوگا ہوسکتا ہے صرف فرض نماز پڑھنے والا اپنے خلوص کی وجہ سے اس عبادت گزار سے ہزاروں درجے بہتر ہو آپ (حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ) نے اسے ایک مثال کے ذریعہ یہ تصور مزید ذہن نشین کرایا کہ ایک معصوم بچہ جس کی نہ اپنی رائے ہوتی ہے اور نہ ارادہ وہ جاگتا ہو تب بھی ماں کو پیارا لگتا ہے اور اگر سویا ہوا ہو تب بھی۔ماں ہر حال میں اسے چومتی اور اس کی بلائیں

لیتی ہے۔ لیکن وہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو اس کیلئے ماں کی ممتا میں اگرچہ فرق نہیں پڑتا مگر پیار کی وہ پہلے جیسی کیفیت نہیں ہوتی اس لئے کہ اب اس شخص کا اپنا ارادہ اور اختیار غالب ہوتا ہے۔ اب اس کی ماں اس سے کسی قدر مستغنی ہو جاتی ہے اسی طرح بندہ مومن جب خدا عزوجل کی محبت میں اپنا ارادہ اور اختیار ختم کر کے اسی کی رضا کا طالب بن جاتا ہے تو وہ بہر حال ماں سے زیادہ خداوند قدوس کی محبت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں اس کا چلنا پھرنا کھانا پینا بھوکا پیاسا رہنا سونا جاگنا رونا اس کا کلام وسکوت الغرض زندگی کی ساری حرکات وسکنات اللہ عزوجل کے ذکر ومحبت کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جاتی ہیں۔

(ذکر کی اہمیت، ص، 43)

حضرت شیخ المشائخ شیخ عبد القادر عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے کتاب تصوف کے حقائق میں لکھتے ہیں کہ بحر حال وہ آیات واحادیث جن میں ذکر کی رغبت دی گئی ہے وہ عام ہیں ان میں کسی معین ذکر کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اس لئے ان کی تعمیم میں اسم ذات کا ذکر بھی داخل ہوگا۔ بعض کم فہم اعتراض کرتے ہیں کہ صرف ''لفظ اللہ عزوجل'' کے ساتھ ذکر کرنا درست نہیں۔ ان کے پاس اپنی اس رائے کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں جبکہ قرآن وحدیث میں اسم ذات ''اللہ عزوجل'' کے ذکر کا جواز موجود ہے۔ بعض کا یہ اعتراض ہے کہ صرف اسم ذات کا ذکر اس لئے درست نہیں کہ یہ مکمل جملہ نہیں۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگرچہ اسم ذات مکمل جملہ نہیں مگر ذکر کرنے میں ایسی کوئی شرط نہیں کیونکہ یہاں مخلوق کے ساتھ خطاب نہیں ہے بلکہ اللہ عزوجل کا ذکر کیا جا رہا ہے اور اللہ عزوجل اپنے ذاکرین کے دل وجان پر مطلع ہے۔ جمہور علماء نے بھی تصریح کی ہے کہ اسم ذات ''اللہ عزوجل'' کا ذکر کرنا جائز ہے۔

(تصوف کے حقائق، ص، 120)

حضرت مبارک دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مردے کو زندہ کردے تو یہ اتنی بڑی کرامت اور خرق العادت بات نہیں جتنی بڑی یہ بات ہے کہ کوئی شخص مردہ دل اور لطائف (قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفسی، قالب) کو اللہ عزوجل کے ذکر سے زندہ

کر کے کدورات معنویہ (باطنی بیماری) سے صاف کرے حضرت ملا علی قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مرقات شرح مشکوۃ (یعنی مومن کے دل کا صاف کرنا جن وانس کی عبادت نافلہ سے بہتر ہے)۔ کوئی متدرج (جادوگر) آدمی کسی کو حیات قلبی نہیں دے سکتا کیونکہ حیات قلبی اور لطائف کی حرکات اور اضطرابات صفات فعلیہ خداوندی صفات ذاتیہ حقیقیہ شیونات ذاتیہ صفات سلبیہ اور شان جامع کی تجلیات کے ورود کی وجہ سے ہوتی ہیں جس کے حاملین کامل اولیاء امت ہوتے ہیں فاسق فاجر اور کافر لوگوں کیلئے اس میں سے کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

(ہدایت السالکین، ص، 251)

حضرت علی نواز جتوئی مصطائی حجاز لکھتے ہیں جب سالک اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق ذکر کاملہ حاصل کر لیتا ہے تو خود اس کو یادداشت کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ نیز اس کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا تصور بیٹھ جاتا ہے۔ اور اس کا دل ایک لحظہ کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی نہیں رہتا۔ اور اگر غافل ہو جاتا ہے تو پھر بازگشت کرتا ہے۔ یعنی پھر ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور درمیان میں کہتا ہے یا الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور تو ہی میرا مطلوب ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ دل کی حالت سے بے خبر نہ رہے اور مسلسل دیکھتا رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل تو نہیں اور اسے اللہ کا حضور حاصل ہو۔ یہ حالت آہستہ آہستہ اور دیر سے حاصل ہوتی ہے۔ سالک کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے بے حد بے قرار ہوتا ہے کہ وہ میرا قرب حاصل کرے اور مجھ میں فنا ہو جائے تا کہ دوئی مٹ جائے یہی انسان کی معراج ہے۔ سالک دنیا کو ترک نہ کرے بلکہ دنیا میں رہ کر اس کو دل سے ترک کرے۔ یہی جہاد اکبر ہے۔ سالک اپنے ارادے کو اللہ تعالیٰ کے ارادے میں فنا کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا کے کاروبار میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرے یہاں تک کہ شعوراً اللہ تعالیٰ میں فنا ہو جائے۔ یہ مرتبہ کامل ولی اللہ میں فنا ہونے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ جو خود فنافی اللہ ہوتا ہے۔ وہ ظاہر میں تو بشر ہوتا ہے۔ مگر باطن میں اللہ تعالیٰ میں گم ہوتا ہے۔

(پیش لفظ رحمت رحیمیہ، ص، 6)

یہ عاجز صوفی عرض گذار:

لٰہذا بندگان خدا اتنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر الٰہی کرتے کہ سوتے جاگتے ان کا دل اپنے محبوب کی یاد سے معمور رہتا ہے۔ ان کی زبان حالت بیداری میں دنیوی امور کی انجام دہی کے وقت شاید اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رک جائے لیکن ان کا دل کسی حالت میں بھی خواہ وہ بیدار ہوں یا سوئے ہوں غفلت کا شکار نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے متعلق یوں شہادت فراہم کی گئی ہے۔ ترجمہ ''اللہ عزوجل کو یاد کرنے والے ایسے مرد مومن ہیں جن کو سوداگری اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں رکھ سکتی'' مراد یہ کہ اللہ عزوجل کے جو بندے اس کی بندگی کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور بندگی کا حق ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں '' رجال'' یعنی مرد بنا دیتے ہیں دیگر لوگ اگر کاروبار کریں تجارتی لین دین کریں۔ دنیوی معاملات نبٹائیں تو ان کا دل ودماغ ان کی سوچ اور جسم سب دنیا داری میں محو ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیوی کاروبار کو دین اور یادالٰہی سے الگ سمجھتے ہیں۔ مگر وہ مرد مجاہد جنھیں محبت الٰہی کی برکت سے مردانگی مل جاتی ہے اور ان کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے ان کا جسم اگر معاملات دنیا میں مصروف رہتا ہے تو وہ صاحب دل مرد مجاہد یاد خدا عزوجل سے بے خبر نہیں ہوتے لیکن قلبی ذکر کا یہ درجہ اس وقت ملتا ہے جب انسان کسی کامل مکمل کے ہاتھ بیعت ہو جائے۔ اس کامل کی صحبت کی برکت ذکر قلبی حاصل ہو جاتی ہے۔

بزرگ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۲ ہجری) نے فرمایا ہے کہ مبتدی فرائض وسنن کو مختصر (اکتفا) کرے اور باقی اوقات کو ذکر الٰہی میں گزارے۔ متوسط کیلئے فرائض وسنتیں ادا کرنے کے بعد باقی اوقات میں تلاوت قرآن مجید کرتا رہے۔

(رسالہ قدسیہ، ص، 51)

حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کی حالت میں رو رہے تھے۔ یاروں نے عرض کی کہ آپ رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ میں اس خوف کے مارے روتا ہوں کہ خدا جانے بارگاہ الٰہی میں میرے اس ذکر کی کچھ قدر بھی ہوگی یا نہ یا دل کی غفلت سے مجھے رونا آتا ہے۔ کہ زبان تو اس کے یاد میں ہے۔ اور دل کو اس سے خبر نہیں۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہلاکت ہے اس آدمی کیلئے جس کی زبان تو ذکر کرے اور دل غافل ہے اس سے جو زبان ذکر کررہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا'' (پارہ 15، سورۃ الکہف، آیت 28) ایسے آدمی کی اطاعت مت کر، جس کا دل ہمارے ذکر سے غافل ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈرنے والوں کا ذکر بے قراری اور بے چینی پیدا کرتا ہے۔ اور رجوع کرنے والوں کا ذکر طلب شوق اور دیدار کو بڑھاتا ہے اور محبوں اور عاشقوں کا ذکر قرب اور خوشی پیدا کرتا ہے آدمی کو لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے دل کو خدا عزوجل کی یاد میں لگائے تا کہ سرور جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہو جائے اور دل مطمئن ہو کہ حق سبحانہ کی معرفت کی استعداد پیدا کرے پروردگار سب اہل اسلام کو اپنے ذکر و فکر کی ہدایت و توفیق دے (امین)۔

(ہدایت الانسان الیٰ سبیل العرفان، ص، 40)

عمدۃ المفسرین خواجہ محمد یعقوب ثم الچرخی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے، اس وجہ سے ان کے دل تاریک وسیاہ ہو چکے ہیں اور حق کو قبول نہیں کررہے ہیں اور ایمان نہیں لاتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جب بندۂ مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کرلے تو پھر اس کا دل روشن ہو جاتا ہے، اگر توبہ نہیں کرتا تو پھر اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ حضرت سیدنا امام زجاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد پہلی چیز جو نافرمانی کی بدبختی اور شومی سے دل میں پیدا ہو جاتی ہے جیسے ابر تنک کو میغ کہتے ہیں یعنی گرد وغبار اور سیاہی زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے، جوں جوں وہ گناہ زیادہ کرتا ہے اس کا دل زیادہ سیاہ اور تاریک ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ یہ سیاہی اور کالک اس کے سارے دل پر غالب آجاتی ہے۔ اس وجہ دل کی طبع بدل جاتی ہے اور اس پر لعنت کی مہر لگ جاتی ہے اور پھر وہ کافر ہو کر [illegible] وانہ ہوتا ہے، نعوذ باللہ من ذٰلک. كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ یقیناً انہیں اپنے رب عزوجل (کے دیدار) سے اس دن روک دیا جائے گا، جیسے کہ مومن اس نعمت سے شادکام ہوں گے، یہ آیت اس دعوی کی

دلیل بھی ہے کہ قیامت میں مومنوں کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا اور کافروں کو نہیں ہوگا۔

بیت "دیدار تو مومنوں کے لئے ہے۔ منکر تو اس نعمت سے محروم ہوں گے"۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص193)

عمدۃ المفسرین خواجہ محمد یعقوب ثم الچرخی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اے نیک بخت! جہاں تک تجھ سے ممکن ہو اس کے دوستوں کو دوست رکھ، یعنی مومنوں کو جو حقیقتاً دوستان حق ہیں اور پھر جو اس کے مخلص ترین دوست ہیں جو اولیاء اللہ ہیں، ان کو دکھ نہ دے تاکہ تو کہیں ہلاک و برباد نہ ہو جائے۔

بیت

'بسا اوقات ظاہری صورت نے کئی لوگوں کو گمراہ کیا۔ انہوں نے ظاہری صورت حال پر رویہ دکھایا مگر انجانے میں وہ اللہ عزوجل کے مقابل و مخالف ہو گئے۔ تو اس کے دوست و محبوب رکھ اور ان کی صحبت و ہم نشینی کا طلب گار رہ"۔

مثنوی

"اے کریم انسان! تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے حق کا سبق پڑھ۔ دیکھ کہ القائے شوق اور محبت فراواں میں آپ علیہ السلام کیا فرماتے ہیں میں چلتا ہوں تاکہ مجمع البحرین تک پہنچ جاؤں بحکم خداوندی، اتنی تگ ودو کے بعد جا کر میں کہیں سلطان زمن کا ساتھی بنو۔ میں اتنی وجاہت و سرفرازی اور اتنی اعلیٰ و ارفع اور بلند مرتبت مسند نبوت پر فائز ہونے کے باوجود بحکم ربی متلاشی خضر علیہ السلام ہوا، پس اگر تجھے بھی خلعت زیبائی محبوبیت پہننا ہے تو اپنے آپ سے الگ و آزاد ہو، نفی ذات کر، میں سالوں تک پر و بال کے ساتھ محو پرواز رہا، سالوں تک نہیں بلکہ ہزاروں سال ان گنت و بے شمار، تو ان پاؤں کو زمین پر پڑا مت دیکھ اس لئے کہ عاشق یقین مرتبت تو دل پر چلتا ہے یعنی اس کی حکمرانی دلوں پر ہوتی ہے"۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص207)

دلوں کی ہلاکت

خدا عزوجل کی یاد سے جو شے بھی غافل ہو جائے تو اس کی یہ غفلت اس کی ہلاکت کا

سبب بن جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جو درخت خدا عزوجل کی یاد کو فراموش کردے تو اس پر آرا چلا دیا جاتا ہے۔ جو لوگ خدا عزوجل کی یاد سے منہ موڑ لیں تو انھیں اس غفلت کی باعث شیطان کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ جب کسی شخص پر شیطان مسلط ہو جائے تو اس سے نیک عمل کرنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور وہ شخص (دانستہ) اندھا بنتا ہے۔ رحمٰن کے ذکر سے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کیلئے ایک شیطان پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے۔ اور ایک ارشاد ہے بدکاروں پر شیطان مسلط ہے جو انھیں اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔ جب کسی شخص سے ذکر الٰہی چھین لیا جائے تو وہ ہر قسم کے گناہ اور بد اخلاقیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے دلوں کو ہلاکت سے محفوظ رکھنا عقلمندی کی علامت ہے۔

عزیز گرامی! قلب (دل) جلوہ گاہ تجلیات ربانی ہے۔ قلب کی حفاظت سب کی ذمہ ہے۔ دل کی سلامتی میں ہم سب کی سلامتی ہے۔ دل بگڑ گیا تو گھر بار و اولاد پاس پڑوسی عزیز و اقارب سماج معاشرہ اور سارا ملک بگڑ جاتا ہے۔ دل سنورتا تو دنیا و آخرت سب سنورتی ہے۔ دل سنوارنے کیلئے ذکر و فکر کی ضرورت ہے۔ باطن کو آباد رکھنے کیلئے ذکر الٰہی کی عادت ڈالئے۔ دل کی غذا ذکر الٰہی ہے دنیا کا چین آخرت کا سکون ذکر مولیٰ میں ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْعِلْمُ لَایَحِلُّ عَنْهُ صَدٌّ

ترجمہ: علم سے اعراض کرنا حلال نہیں

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ لِلسَّائِلِ صَدَقَۃٌ

ترجمہ: سائل کو نیک کلمہ کہہ کر رخصت کرنا بھی صدقہ ہے۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

سخن نرم گوئے با سائل	گرز مائش نمے دہی نفقہ
زانکہ در روئے اہل حاجت ہست	قول خوش از مقولۂ صدقہ

ترجمہ:

اگر خالی ہو جیب اور مرتبہ سائل کا پہچانو
تو میٹھی بات کو خیرات کا نعم البدل جانو

فَطُوبیٰ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَاقْتَدٰی بِهُدَیِهِمْ

ترجمہ: تو مبارک ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے ان (نقشبندیوں) کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا

آٹھواں باب
فضائل نقشبندیہ کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

نظم خواجہ احمد حسین نقشبندی نے جواہر مجددیہ صفحہ نمبر 18 میں لکھی۔

کیا سلسلوں میں سلسلہ نقشبند ہے	جو نقشبند ہے وہ یقین حق پسند ہے
جس کو حصول سلسلہ نقشبند ہے	واللہ ارجمند ہے وہ ارجمند ہے
طالب کو استواری ایمان ہے نصیب	جس کے سبب سے مرتبہ اس کا دوچند ہے
جولانگہ شریعت غرّا میں دیکھئے!	کس زور کس قیام سے ان کا سمندر ہے
ایوانِ معرفت کی ترقی کے واسطے	سب سے سواء سائے میں اُنکے کمند ہے

حضرت سیدنا امام الطریقہ بہاالدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں وصول لازم ہے (یعنی معرفت الٰہی)

(مکتوب ن278، ج 2 س)

میرے مخدوم طریقہ عالیۂ نقشبندیہ (رحمتہ اللہ علیہم) کے بزرگواروں رحمتہ اللہ علیہم نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر مقررہ راستہ۔ ان بزرگواروں رحمتہ اللہ علیہم کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے اور بے شمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ وتصرف کے ساتھ مطلبِ (حقیقی) تک پہنچاتے ہیں اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) کے لئے وصول لازم ہے بشرطیکہ پیر مقتداء کے آداب (یعنی آداب پیر مرشد مربّی) کو مد نظر رکھا جائے کیونکہ اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ مجدّدیہ) میں بوڑھے (عمر ۶۰ سال کا) اور جوان (۲۵ یا ۳۰ سال کا) اور عورتیں اور بچے (۲ سال سے ۱۰ سال تک) وصول (حاصل کرنے) میں برابر (کے شریک) ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت فیضان سے امیدوار ہیں۔

(مکتوب، ج، ص، 1، ن، 200 ایضاً)

حضرت سیدنا امام الطریقہ خواجہ بہاء الحق عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے (دُعا کر کے) ایسا طریق مانگا ہے جو بلاشبہ مطلوب (حق تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہے اور حضرت سیدنا قطب الارشاد خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اوّل میں اس معنی کی وضاحت کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے۔

مگر شکستی دل دربان راز	قفل جہاں راہمہ بکشادمے

ترجمہ: اگر راز وبھید کے دربان کا دل ٹوٹنے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تمام جہاں کے تالے کھول دیتا اللہ تعالیٰ ہم کو (ہمارے مریدوں کو) ان بزگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

(مکتوب ن 200، ج 1 س)

ہمارا مقصود دوستوں کو شوق دلانا ہے

حضرت عندلیب گلشن راز شہباز لامکانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے ایک مرید سے کہ وہ سبق جو طریقہ عالیہ نقشبندیہ (مجدّدیہ) رحمتہ اللہ علیہم سے اخذ کیا ہے (یعنی حاصل کیا) اس کا تکرار کریں کیونکہ ان بزرگواروں (نقشبندیوی رحمتہ اللہ علیہم) کے طریق میں انتہا ابتداء میں درج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں فقیر (حضرت عندلیب گلشن رازشہباز لامکانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے مخالف اس بحث سے خارج ہیں۔

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست	ہر کہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ:

جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے
یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مرد ہے۔

(مکتوب ن 206، ج 1 س)

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ (پارہ 30 سورۃ الضحیٰ آیت 11) ترجمہ: تم اپنے رب عزوجل کی نعمت کا

اظہار کرو۔ کے تحت یہ حقیر (حضرت رموزِ اسرار قرآنی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) بعض پوشیدہ اسرار کو معرضِ ظہور میں لایا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ طالبان حق کو ان سے بہرہ مند فرمائے اگرچہ یہ فقیر (حضرت رموزِ اسرار قرآنی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) جانتا ہے کہ منکروں کو انکار کی زیادتی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا لیکن مقصود طالبوں کو فائدہ پہنچانا ہے اور منکر اس بحث سے خارج ہیں اور مطمح نظر (مقصد) سے باہر ہیں یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِیْ بِهٖ كَثِيْرًا (پارہ 1 سورۃ البقرۃ آیت 26) (اس سے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں) ارباب بصیرت پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مصلحت کی بنا پر ایک طریقے کو اختیار کرنے سے دوسرے طریقے پر اس کی فضیلت لازم نہیں آتی اور نہ دوسرے طریقے کا نقص ظاہر ہوتا ہے۔

دروازۂ شہر را تواں بست	نتواں دہنِ مخالفاں بست
شہر کا دروازہ ہوسکتا ہے بند	دشمنوں کا بند منہ ہو کس طرح

(مکتوب ن 291، ج 1 ز)

اس طریقۂ عالیہ کی تمام خوبیاں بزرگی علوشان متابعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لازم جاننے کی وجہ سے

حضرت عالی شہباز لامکانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت کے بارے میں مولانا محمد ہاشم بن محمد قاسم کی طرف لکھا۔

بسم اللہ الراحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین والہ واصحابہ الطیبین الطاهرین

(سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور حضور پرنور آقائے دو جہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل واصحاب (کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) طیبین وطاہرین پر صلوۃ وسلام ہو، جاننا چاہئیے کہ وہ طریقہ جو اقرب (بہت قریب والا) اسبق (جلد پہنچانے والا) اوفق (کتاب وسنت کے زیادہ موافق) اَوثق (زیادہ معتبر ومضبوط) اسلم (تسلیم شدہ) احکم (سب پر غالب) اصدق

(زیادہ سچا) بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (زیادہ رہنمائی والا) اعلیٰ (سب سے بلند) اجل (زیادہ بزرگی والا) ارفع (زیادہ بلند) اکمل (زیادہ کامل و مکمل) ہے وہ طریقہ عالیہ نقشبند یہ ہے

''قدس اللہ تعالیٰ ارواح اھالیھا واسرار موالیھا''

(اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو پاک کرے اور ان کے اسرار کی حفاظت فرمائے)

اس طریقے کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یہ علو شان روشن سنت حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم جاننے اور ناپسندیدہ بدعتوں سے پرہیز کرنے کی وجہ سے ہے یہی (نقشبندی بزرگ) ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اللہ تعالیٰ اجمعین من الملک المنان کی طرح ان کے کام کی ابتداہی میں انتہا مندرج ہوگئی ہے۔ اور ان کے حضور و آگاہی نے دوام پیدا کر کے درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی علو دوسروں کی آگہی پر فوقیت لے گئی ہے۔

(مکتوبات ن 290 ج 1 ز)

''فَطُوْبیٰ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَاقْتَدٰی بِهُدَیهِمْ''

تو مبارک ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے ان (نقشبندیوں) کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا

(مکتوبات ن 278 ج 2 س)

حضرت سیدنا مولانا خواجہ عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اب یہاں پر خانوادہ خواجگان کے احوال و اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان کے روشن طریقہ کا بھی۔ (رحمۃ اللہ علیہم) اسی سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کا طریقہ یعنی اہلسنت والجماعت کا اعتقاد (یعنی عقیدہ) ہے شریعت کے احکام کی اتباع کرنا حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کی پیروی کرنا ہمیشہ عبادت کرنا کہ جس سے وجود غیر کی مزاحمت کے شعور کے بغیر حق سبحانہٗ کی ہمیشہ معرفت حاصل کرنا ہے اب جو گروہ ان عزیزوں کی نفی کرتا ہے تو وہ اس سبب سے ہوگا کہ ہوا و بدعت کی ظلمت نے ان کے ظاہر و باطن کو گھیر لیا ہے حسد اور تعصب کی آلائش کے

غبار نے ان کی بصیرت کی آنکھوں کو اندھا کر رکھا ہے اس لئے ہدایت کے انوار ولایت کے آثار ان کو نظر نہیں آتے اور یہ لوگ اس انوار و آثار کے انکار کرنے سے جنہوں نے مشرق سے مغرب تک گھیر رکھا ہے اپنے اندھے پن کا اظہار کرتے ہیں۔

افسوس قطعہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند	کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان	می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر زند ایں طائفہ را طعن قصور	حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں جو چپکے سے قافلہ کو حرم پہنچا دیتے ہیں

سالک کے دل سے ان کی صحبت کی کشش وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کشی سے بے نیز کر دیتی ہے

اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی میں تو خدا عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں

جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔

(نفحات الانس ص 442-443)

حضرت سیدنا سراج السالکین خواجہ محمد بن سلیمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ نقشبندیہ اور اس کے پیروکار کی ایک جامع تعریف کی ہے: یعنی طریقہ نقشبندیہ دراصل طریقہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہی ہے نہ تو اس میں کچھ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی اس میں کمی واقع ہوئی ہے کہ جو ظاہری و باطنی طور پر دائمی عبادت سے عبارت ہے جس میں اتباع سنت کا کامل التزام کیا گیا ہے اور تمام حرکات و سکنات میں بدعت و رخصت سے اجتناب کے ساتھ ہی خود فراموشی ۔کے دوران دائمی حضور بھی ہو۔ (الحدیقۃ الندیہ)

چونکہ طریقۂ نقشبندیہ طریقۂ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہی ہے اور اس کی بنیاد ہی

اتباع سنت ہے اس لئے حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرے طریقہ (نقشبندیہ) سے جو کوئی روگردانی کرے اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

ہر از طریقۂ ماروی گرداند	خطر دین دارد

اعتدال اور اتباع سنت جو نقشبندی سلسلہ کی بنیاد ہے کی وجہ سے عالم اسلام میں علماء کی کثیر تعداد نے اسے قبول کیا۔ اور اس سلسلے کے مشائخ کے حلقہ ہائے ارادت میں داخل ہوئے۔ یہ صرف دور وسطی کے علماء تک محدود نہیں تھا بلکہ دور آخر میں اس سلسلہ میں نام ور مشائخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا خالد کردی رومی اپنے ایک مکتوب بنام شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت ایک سو متبحر اور صاحب تصانیف علماء مجھ سے اجازت وخلافت حاصل کر چکے ہیں اور پانچ سو علماء مجھ سے بیعت ہوئے ہیں۔

(مقاماتِ معصومی ج 1 ص 14)

حضرت سیدنا سراج الملۃ مؤید الدین الرضی خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا انجذاب اور محبت الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ اور اس کا رُخ سوائے ذات حق سبحانہ کے اور کسی طرف کو نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کا رُخ انوار کی طرف بھی ہے۔ ناچار بعض ان ہی انوار میں رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب ومحبت تمام افراد انسانی میں ہے مگر پوشیدہ ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

(مشائخ نقشبندیہ ص 183)

حضرت سیدنا علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: صرف سلسلہ نقشبندیہ ہی ایسا سلسلہ ہے جو کہ کدورت اور جہلہ صوفیہ سے پاک ہے۔

(الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ مقاماتِ معصومی ج 1 ص 15)

حضرت سیدنا مجدد اعظم الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر (حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو ممتاز کیا ہے اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ابتداء میں دوسروں (سلاسل) کی انتہا مندرج ہے اسی بنیاد پر

بہت سی عمارتیں اور محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا (شریف) وسمرقند (شریف) سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں لا کر جس کا خمیر مدینہ مبارکہ حرم شریف کی خاک سے ہے بویا اور فضل (وکرم) کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی۔ ان علوم ومعارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔ (سبحان اللہ)

(مکتوب ج2، ن260 س)

وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے

حضرت شیخ الاسلام مقبول یزداں خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب (زیادہ قریب خدا تک پہنچانے میں) اور موصل نہ ہو جب کہ (دوسروں کی) انتہا اس کی ابتداء میں مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے۔ اور بے نصیب چلا جائے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ: سورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو۔

(مکتوب ن221، ج2 س)

آئینہ صورت از سفر دور ست	کاں پزیرائے صورت از نور ست

ترجمہ: آئینہ جو صورت قبول کرتا ہے حرکت وسفر کرنے سے دور ہے بلکہ وہ صورت کو اپنی نورانیت کی وجہ سے قبول کرتا ہے۔

(مکتوب ن42، ج2 س)

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین	طعنہ زند بردَہ! سُخرہ کند بر چلہ

(حضرت مطلع انوار عندلیب گلشن راز مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ میرے پیر (حضرت تاج الاولیاء خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) اور بخدا میرے رہنما (حضرت تاج

الاولیاءخواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ)) جن کے وسیلہ سے میں (حضرت مطلع انوار عندلیب گلشن راز مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس راستے (طریق عالیہ نقشبندیہ) میں آنکھیں کھولیں ہیں اور انکے توسط (وسیلہ) سے طریقت میں لب کشائی کی ہے اور طریقت میں الف و با کا سبق انہی سے لیا ہے اور مولویت کا ملکہ بھی میں نے انہی کی توجہ (تصرف) شریف سے حاصل کیا ہے۔ اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کے طفیل اور اگر معرفت ہے تو وہ بھی انہی کے التفات (نظر) کا اثر ہے میں نے اندراج النہایہ فی البدایہ کا طریقہ انہی سے سیکھا ہے اور قیومیّت کے طریقہ پر نسبت انجذاب بھی انہی سے اخذ کی ہے اور ان کی ایک نگاہ سے میں (حضرت مطلع انوار عندلیب گلشن راز مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے وہ کچھ دیکھا ہے کہ لوگ چالیس دن کے چلہ میں بھی نہیں دیکھ سکتے اور ان کے ایک التفات (نظر) سے میں (حضرت مطلع انوار عندلیب گلشن راز مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے وہ کچھ پایا کہ دوسرے سالہا سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین	طعنہ زند بردَہ! سُخرہ کند بر چلہ

تبریز نے شمس دین نے ایک نگاہ میں جو کچھ پایا وہ دس روزہ خلوت پر طعنہ زن اور چالیس روزہ چلے کا مذاق اڑاتا ہے۔ اسی مکتوب میں ایک صفحہ آگے فرماتے ہیں۔

نقشبند ندو لے بند بہر نقش نیند	ہر دم از بو العجبی نقشِ دگر پیش آرند
نقشبندانے ولیک از نقش پاک	نقش ماہم گرچہ پاک از لوح خاک

نقشبند کہلاتے ہیں مگر کسی نقش میں بند نہیں ہیں اپنے کمال اور بو العجبی سے ہر ساعت نہایت عمدہ نقش پیش کرتے ہیں۔ نقشبند کہلاتے ہیں لیکن ہر نقش سے پاک ہیں اگرچہ ہمارا نقش بھی لوح خاک سے پاک ہے۔

(مکتوب ن42، ج2 س)

نقشبندیوں کیلئے تین چیزوں کا ہونا لازمی

حضرت شیخ کبیر شیخ المشائخ خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کا مدار اِن تین چیزوں پر ہے

اول: اہلسنت و جماعت کے عقائد پر پکا ہونا

دوسرے دوامِ حضور

تیسرے عبادت

جس کسی میں ان تینوں میں سے ایک میں فتور آ گیا وہ ہمارے طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) سے نکل گیا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ عزّت دیکر پھر ذلیل نہ کرے اور قبول کر کے رد نہ کرے۔ (آمین)

(مکتوبات باقی باللہ، ن،3،ص،35)

نقشبندی کیلئے اہلسنت (سنی) ہونا لازم ہے

حضرت شہباز لامکانی زبدۃ لوصلین خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تمام احوال کرامات مواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں لیکن ہماری حقیقت کو اہلسنت و جماعت کے عقائد سے نواز دیں تو پھر کچھ خوف نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے احکام شریعت کے اجراء میں کوشاں رہیں ہزار ہا عبادتوں سے بہتر ہے حضرت نبی کریم (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا تم ایسے زمانے میں ہو کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصّہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ اور تمھارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصّہ کو بجا لائیں گے تو خلاصی پائیں گے اب یہ وقت وہی ہے اور یہ آدمی وہی آدمی ہیں۔

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند	کس بمیداں درنمے آید سواراں واچہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند میدان میں پڑا ہے سواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے اُٹھانے کے لئے کوئی آگے نہیں بڑھتا۔

اور اسی مکتوب کے شروع میں مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اہلسنت و جماعت والے

یہ وہی لوگ ہیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں اور ان علوم سے جو کتاب (قرآن) وسنت (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کتاب (قرآن) و سنت (آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ (فرقوں والے) بھی اپنے فاسد عقائد کو اپنے خیال فاسد میں کتاب وسنت ہی سے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی میں اعتبار چاہیے۔

(مکتوب ن، 193، ج، 1 س)

فائدہ صوفی: معلوم ہوا کہ قرآن و مجید و حدیث نبوی کے صرف معنی قابل اعتبار ہیں جو علماء اہلسنت بزرگان دین (جملہ سلاسل والے) نے بیان کئے ہیں یہ ایسا ضابطہ ہے کہ اسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

سالکوں کو بھاری نفلی ریاضتوں سے نجات مل گئی

آپ (حضرت سلطان المشائخ خواجۂ خواجگان شیخ بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) نے تصوف میں تربیت ظاہراً شیخ المشائخ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور باطناً اویسی طور پر حضرت شہنشاہ طریقت خواجہ عبد الخالق عجذوانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ (حضرت سلطان المشائخ خواجۂ خواجگان شیخ بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) پہلے سلوک کی ابتداء میں زبانی ذکر شامل تھا جس کو آپ (حضرت خواجۂ خواجگان شیخ بہاء الدین والدین نقشبند مشکل کشاہ رحمۃ اللہ علیہ) نے الہام کی بنا پر بند کیا اور قلبی مخفی ذکر سے شروعات کروائی اور اس کو نسبت ''یادداشت'' تک پہنچایا اس سے فائدہ یہ ہوا کہ سالکوں کو بھاری نفلی ریاضتوں سے نجات مل گئی اور آسانی سے ''وصل الٰہی'' نصیب ہونے لگا جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کا طریقہ تھا تصوف کا یہ طریقہ (نقشبندی) اور طریقوں سے بہت زیادہ مقبول ہوا ہے۔

(پیش لفظ، کلمات قدسیہ، ص، 4) فن

بزرگ حضرت سیدنا شیخ الشیوخ بہاء الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ

ہمارا طریقہ عروۃ الوثقی ہے یعنی مضبوط کڑا۔ تاجدار مدینہ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس طریقہ میں تھوڑے عمل کے ساتھ بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں لیکن سنت کے کام کی پیروی یہی بڑا کام ہے جو شخص اس طریقہ (نقشبندیہ) سے منہ پھیرے اس کے دین میں خطرہ ہے۔

(نفحات الانس ص 417)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں۔ کہ جس نے مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر ان کی ڈولی کے سامنے جو کہ نورانی انوار سے بھری تھی رکھی آپ نے توجہ فرمائی اور ایک سیر مصری کرمانی عنایت فرمائی۔ آج ساٹھ سال گزر چکے ہیں کہ اب تک ان کے چہرے مبارک کی صفائی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور ان کے دیدار مبارک کی لذّت میری دل میں موجود ہے۔ بیشک اعتقاد ارادت محبت کا رشتہ جو فقیر کو خواجگان (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہم کے خاندان کے ساتھ ہے وہ ان کی نظر مبارک کی برکت سے ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ خدا عزّوجلّ کے احسان و کرم سے اسی تعلق کی برکت سے ان حضرات کے دوستوں مخلصوں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤں۔ (سبحان اللہ)

(نفحات الانس ص 423)

فنا فی اللہ اور بقا باللہ اور ولایت خاصہ

حضرت قیوم اول شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مخدوم گرامی جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے۔ جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں (قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفسی، قالب) دو قدم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) سے تعلق رکھتے ہیں ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار (10000) حجابات اٹھاتے ہیں یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلماتی (سیاہ) "اِنَّ اللّٰهَ سَبْعِيْنَ اَلْفُ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّ ظُلْمَةٍ" بیشک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستّر ہزار (70000)

پردے ہیں نور اور ظلمت کے اوّل قدم جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات تیسرے قدم پر تجلیاتِ ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے جیسا کہ اہل معرفت سے پوشیدہ نہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے کیساتھ قرب الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے اس وقت وہ (شخص) فنا اور بقا (فنا فی اللہ اور بقا باللہ) سے مشرف کر دیا جاتا ہے اور ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ (عظام رحمۃ اللہ علیہم) نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں بخلاف دوسرے سلاسل کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے لہٰذا طریقۂ نقشبندیہ وصول کے لئے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں درج ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ترجمہ: میرے گلستان سے۔ میری بہار کا اندازہ کر لو

مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کچھ سطر آگے جا کر تحریر فرماتے ہیں

تو سوچنا چاہئیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت درج ہے ان کی نہایت کیسی ہوگی اور دوسروں کے علم میں ان کی نہایت کیسے آ سکتی ہے۔

"وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّاھُوَ" (پارہ 29، سورۃ المدثر، آیت 31)

"اور اللہ کے لشکروں کے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا"

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور　حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی میں تو خدا عزوجل کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلۂ اندروبہ از حیلہ چسا بگسلد ایں سلسلہ را

جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کرسکتی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس نادرالوجود گروہ (نقشبندیوں) کی صحبت ومحبت نصیب فرمائے۔ حضرمبارکہ مدظلہ العالیہ فرماتے ہیں یہ مکتوب ہر سالک پڑھے اورشکرادا کرے یاالٰہی تیرالاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا۔

(مکتوب، ج،ص،1،ن،58)

نقشبندیوں کا طریقہ نہایت بدایت میں درج ہے

حضرت خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ نہایت کے ابتداء میں اندراج پرمبنی ہے اور یہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) بعینہٖ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے کیونکہ ان بزرگوں (یعنی اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کوحضور اکرم مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسّر آ گیا کہ اولیاءِ امت رحمتہ اللہ علیہم کونہایت النہایہ میں جاکر اس کمال کا تھوڑا سا حصہ ہاتھ آتا ہے لہٰذا ایک شخص نے حضرت (شیخ المشائخ) عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تو آپ (حضرت شیخ المشائخ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب دیا وہ غبار جو حضور اکرم (احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی معیت (صحبت) (قرب) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل و بہتر ہے تو ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلتہ الذہب قرار پایا اور طریقہ (عالیہٖ) نقشبندیہ کی فضیلت و بزرگی دوسرے تمام سلاسل پراسطرح مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت ہوچکی ہے جیسے اصحابہٗ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے زمانے کی فضیلت دوسرے تمام زمانوں پر ہے وہ جماعت (گروہِ صوفیاء نقشبند) جسے آغاز ہی میں کمالِ فضل سے حصّہ عطا کردیا گیا ہو ان کے کمالات کی حقیقت پر دوسروں کا مطلع (باخبر) اور آگاہ ہونا بہت ہی مشکل ہے ان کی نہایت تمام دوسروں کی نہایت سے فائق واعلیٰ ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کی اچھائی کا اندازہ کرلو

(مکتوب، ج، 1، ن، 66 س)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ رضی الدین محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ نے ترقی بعد الموت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت (شیخ اکبر) شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص نیت صحیح اور اعتقاد درست کے ساتھ حق سبحانہ کی راہ میں آئے اور شریعت غرا کے آداب کما حقہ بجالائے اور اس کو عین حیات میں اس گروہ کے اذواق و مواجید حاصل نہ ہوں تو البتہ موت کے بعد اس کو اس گروہ کے احوال واذواق عطا کئے جاتے ہیں۔ حضرت قطب الارشاد سید رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو نقل کر کے تھوڑی دیر تامل کیا اور فرمایا بلکہ ایسے شخص کو اسی جہاں میں سکرات موت کے وقت اس دولت (فیضان) سے مشرف کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد زبان مبارک سے فرمایا کہ اعتقاد درست اور احکام شریعت کی رعایت اور اخلاص اور حق سبحانہ کی جناب میں دائمی توجہ سب سے بڑی دولت ہے کوئی ذوق و وجدان اس بڑی نعمت کے برابر نہیں۔

این داشتہ باشد گو دگر ہیچ مباش

(مشائخ نقشبندیہ ص 183)

حضرت سیدنا خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں۔ جس زمانہ میں کہ حضرت خواجہ امام الطریقہ سیدنا بہاء الحق والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سفر مبارک میں گئے تھے خراسان کے ایک صاحبزادہ کو ذکر کی تعلیم فرمائی تھی لوٹنے کے وقت ان سے کہا گیا کہ فلاں شخص نے کہ ذکر کے سبق میں تکرار کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اب اس نے مشغولی کم کردی ہے۔ فرمایا مضائقہ نہیں پھر اس سے آپ نے فرمایا کہ ہم کو کبھی تم نے خواب میں دیکھا ہے اس نے کہا ہاں فرمایا کہ یہی کافی ہے۔ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو تھوڑا سا تعلق بھی ان بزرگوں (خواجگان نقشبند) سے ہو، امید ہے کہ آخر الامر انہیں سے مل جائے گا

اور وہ ان کی نجات اور بلندی درجات کا سبب ہو جائے گا۔

(نفحات الانس ص 418)

مسئلہ: حضرت سیدنا شیخ الشہیر با قتادہ آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص جائز مراد دل میں رکھتا ہے لیکن تکمیل سے پہلے فوت ہو جائے تو اسے وہ مراد ضرور ملے گی مثلاً کوئی حج کعبہ کو جا رہا ہو کہ راستہ میں موت واقع ہو تو اس کے دو حج لکھے جائیں گے۔

فائدہ: صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (پیرومرشد) سے سنا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جوارضِ بشریت سے چل کر مقام قلب تک پہنچتا ہے کہ ابھی منزل طے نہیں ہوئی کہ موت آگئی تو اسے ان حضرات جیسا اجر نصیب ہوگا جو اس منزل کو طے کر چکے اس لئے کہ وہ طلب میں سچا اور اس نے تا وقوع موت راستہ کو نہ چھوڑا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ برزخ میں کسی کامل شیخ کی روح کی وساطت سے اس کی تکمیل فرمائے گا اسے براہِ راست اپنے فضل و کرم سے فیضیاب فرمائے گا۔ اسی طرح کئی سالکین کے لئے عالم برزخ میں ہوا۔ اسی کی نظیر شریعت مطہرہ سے بھی ملتی ہے۔

(روح البیان ترجمہ ج 5 ص 234)

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب

حضرت مخدوم زادہ (شیخ المشائخ خواجہ سیدنا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ) کو معلوم ہونا چاہے کہ اس بلند طریقہ عالیہ نقشبندیہ اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے اس لئے اس بلند طریقہ نقشبندیہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے اور سماع و رقص وجد تواجد سے جو آنحضور (حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہیں تھا منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے تو لازماً اس التزام و پابندی (شریعت) پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں اسی بناء پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی

نہایت (انتہا) ان کی بدایت (ابتداء) میں درج ہے اوران کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق واعلیٰ ہے ان کا کلام امراض قلبیہ کیلیئے دوااوران کی نظرعلل معنویہ سے شفاء بخشتی ہے اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کوکونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے اور ان کی بلند ہمت مریدوں کوپستیٔ امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند	کہ برندازرہ پنہاں بحرم قافلہ را
ازدل سالک راہ جاذبہ صحبت شاں۔	برد، وسوسہ خلوت وفکر چلہ را

نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلہ کوحرم تک پہنچادیتے ہیں۔ سالکِ راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جاذبہ وسوسہ خلوت اورفکر چلہ کشی کومٹادیتا ہے۔

(مکتوب، ج، 1، ن، 168 س)

نقشبندی سلسلہ میں زبان سے ذکر کرنا بدعت فی الطریقہ

سلسلۂ عالیہ نقشبندے مجدّدیہ میں لسانی ذکر بدعت فی الطریقہ ہے حضرت مبارک مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ تمام امورزبان حال سے متعلق ہیں طریقۂ عالیہ نقشبندیہ شریفہ میں کوئی سبق قال (زبان) سے متعلق نہیں ہے بلکہ لسانی اذکارکوصوفیاءِ نقشبندیہ شریف سے مسمیٰ کرنا (شامل کرنا) بدعت فی الطریقت ہے۔

(ہدایت السالکین، ص، 377)

فضیلت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور پیر ہدایت علی رحمۃ اللہ علیہ

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے سرحلقہ حضرت امیرالمومنین سیدُنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کا مرتبہ تمام مخلوق میں بعدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہےاوران کی بزرگی بوجہ قوتِ ایمانی ونسبت باحق تعالیٰ ہے لہٰذا یہ بزرگ اپنی نسبت طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) کواوروں کے مقابلہ میں زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور حضرت خواجہ خوجگان قبلہ درویشاں بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نہایت کو(یعنی دوسروں کی انتہا) ابتداء میں درج کرتے ہیں خلوت درانجمن سے یہ مراد ہے کہ کل خیالات کودل سے دورکیا جائے اورانجمن

(لوگوں) میں دل خدا کے ساتھ رہے اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتداء عالم امر (یعنی قلب روح سر خفی اخفی) سے ہے اور دوسرے طریقوں میں عالم خلق سے ہے اور یہاں عالم خلق کی سیر خود بخود طے ہو جاتی ہے حضرت خواجہ خوجگان قبلہ درویشاں بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا طریق سب طریقوں سے اقرب (یعنی قریب) ہے اور (حضرت خواجہ خوجگان قبلہ درویشاں بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کہ حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بیشک موصل ہے اور آپ (حضرت خواجہ خوجگان قبلہ درویشاں بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کی یہ التجا قبول ہوگئی ہے رشحات (ایک کتاب کا نام ہے) میں حضرت سلطان طریقت مقبول یزداں خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب (قریب) اور موصل نہ ہو جب کہ انتہا اس کی ابتداء میں درج ہے وہ شخص بہت ہی بدنصیب ہے جو اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کرامات وغیرہ کو شریعت کے تابع کیا ہے احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیا ہے سماع اور رقص کو پسند نہیں کرتے ہیں ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے یہ بزرگ جیسے نسبت کے عطا کرنے پر قادر ہیں ویسے ہی نسبت کے سلب کرنے کی پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) میں زیادہ تر فائدہ استفادہ خاموشی میں ہے ان بزرگوں (نقشبندیوں) نے فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے فائدہ نہ اٹھایا وہ بات کر کے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ان بزرگواروں کی توجہ ابتداء ہی سے احدیت مجرّدہ کی طرف ہے اور اسم وصف سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے اور معلوم ہو کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہونا لازمی ہے۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ

جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہوگئی۔

(مکتوب، ج،1، ن، 221 (ہدایت علی))

چاروں سلاسل میں سے کونسا سلسلہ اختیار کرنا چاہئیے

تمام طریقوں میں سے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں (نقشبندیوں) نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت (اتباع سنت) کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال (کشف وغیرہ) کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں اور اگر باوجود احوال (کشف) کے متابعت میں قصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے (حضرت قطب الاقطاب زبدۃ الواصلین خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اگر تمام احوال ومواجید کرامات ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت وجماعت کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہیں جانتے اور اگر اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہم کو دے دیں اور احوال وکرامات وغیرہ کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے اور نیز اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں نہایت بدایت میں مندرج ہے پس اس بزرگ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے حضرات پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسرے سلاسل (عالیہ قادریہ۔ عالیہ چشتیہ۔ عالیہ سہروردیہ) والوں کو نہایت میں جاکر حاصل ہوتا ہے اگر فرق ہے تو صرف اجمال وتفصیل اور شمول وعدم شمول کا فرق کا ہے یہ نسبت بعینہٖ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت ہے کیونکہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم حضرت خیر البشر (تاجدار مدینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے جو اولیاءِ امت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مقبول یزداں خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ جو خیر التابعین ہیں لیکن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتے جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر (تاجدار مدینہ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صحبت نصیب ہوئی کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھکر ہے اس لئے کہ ان کا ایمان شہودی ہے اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(مکتوب، ج، 1، ن، 210 س)

تمام طریقوں میں زیادہ قریب نقشبندیہ طریقہ ہے

خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والے طریقوں میں سب سے زیادہ قریب ہے اور دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں رحمتہ اللہ علیہم کی بدایت میں درج ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے یہ سب کچھ اس بناء پر ہے کہ اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) میں التزام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بدعت سے اجتناب ہے یہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہم حتی الامکان رخصت پر عمل کرنا جائز نہیں رکھتے اگر چہ بظاہر باطنی طور پر اسے نفع بخش ہی پائیں اور عزیمت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے (جانے) نہیں دیتے اگر چہ صورت کے لحاظ سے سیرت اور طریقہ میں نقصان دہ ہی محسوس کریں ان بزرگوں رحمتہ اللہ علیہم نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ (قرآن کریم) کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصوّر کیا ہے شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی مانند وجد وحال کے اخروٹ اور انگوروں کے عوض نہیں لیتے اور صوفیہ کی بے اصل باتوں سے مغرور اور فتنہ میں نہیں پڑتے نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں فصوص الحکم (ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحات مدنیہ (نبی علیہ السلام کی سنت) کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ (ابن عربی قدس اللہ سرہٗ کی کتاب) کی طرف التفات نہیں کرتے ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت پائدار ہے وہ تجلّی ذاتی جو دوسروں کو بجلی کی چمک کی طرح نصیب ہوتی ہے ان بزرگواروں رحمتہ اللہ علیہم کو دائمی طور پر نصیب ہے وہ حضور جو تھوڑی دیر بعد باقی نہ رہے ان (بزرگوں) کے ہاں اعتبار سے ساقط ہے۔

"رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ" (پارہ 18، سورۃ النور، آیت 37)

"وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور سوداگری اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی"

لیکن ہر ایک کا فہم ان کے مذاق (ذوق) تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم کے کوتاہ اندیش لوگ ان کے کمالات کا انکار ہی کر بیٹھیں۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور　　　حاش للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را

اگر کوئی کوتاہ ہمت اس گروہ نقشبندیہ پر اعتراض کرے تو وہ جانے میں تو اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اس گلہ کو زباں پر لاؤں　　(مکتوب، ج،1،ن،131 س)

عزیمت پر عمل رخصت سے اجتناب

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اس لئے یہ طریقہ سب سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ ان بزرگوں رحمتہ اللہ علیہم نے عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے اور، رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ عزیمت میں دو جزؤں (حرام اور فضول سے اجتناب) کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے بخلاف رخصت کے کہ اس میں صرف حرام سے اجتناب ہے۔ پس نفس کی مخالفت اس طریقہ میں بدرجۂ اتم ہے لہٰذا یہی طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) سب سے اقرب ہے اسلئے طالب کے لئے یہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) اختیار کرنا اولیٰ (بہت اچھا) اور انسب ہے کیونکہ یہ نہایت ہی قریب ترین راہ ہے اور ان بزرگوں رحمتہ اللہ علیہم کا مطلب و مقصود بھی کمال بلندی پر واقع ہے۔

ان نقشبندی بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کے متاخرین خلفاء کی ایک جماعت نے (اس وقت حضرت مجدّد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ کے وقت میں ابھی تو درجنوں جماعتیں اس طرح کرتی ہیں خدا عزوجل امان میں رکھے) ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کے طور اطوار چھوڑ کر بعض نئی نئی باتیں اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) میں نکالیں اور سماع ورقص اور ذکر جہر اختیار کیا اس کا منشاء اس بزرگ خانوادہ رحمتہ اللہ علیہم کے اکابر کی نیتوں کی حقیقت تک نہ پہنچنا ہے ان متاخرین کا خیال ہے کہ محدثات اور مبتدات سے اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کی تکمیل وترویج کر رہے ہیں جبکہ اس طرح یہ اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) کی تخریب اور اس کو ضائع کرنے میں کوشاں ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ

(مکتوب، ج،2،ن،286س)

اکابرین نقشبندیوں (رحمتہ اللہ علیہم) کی عبارات ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اکابرین رحمتہ اللہ علیہم کی عبارات میں جو واقع ہوا ہے کہ

ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے اس سے مراد حضور وآ گاہی کی نسبت ہے جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے جس کو انہوں نے ، یادداشت، سے تعبیر کیا ہے لہٰذا ان عزیزوں (نقشبندیوں) کی نسبت یادداشت سے عبارت ہے اور یادداشت جو اس فقیر (حضرت تاج صوفیاء وعلماء مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے فہم قاصر میں قرار پاچکی ہے وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے اور تجلی ذاتی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ظہور نیز حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء صفات شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں یعنی لمحہ بھر کے لئے شیون و اعتبارات اُٹھ جاتے ہیں پھر شیون و اعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے اس تقریر و بیان کے مطابق حضور بے غیبت متصوّر نہیں ہوسکتا بلکہ لمحہ بھر کے لئے حضور نصیب ہوتا ہے اور اغلب و اکثر اوقات غیبت رہتی ہے اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگوں (نقشبندیوں رحمتہ اللہ علیہم) کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی ہاں جب یہ حضور دوام اختیار کر لے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے اور ہمیشہ اسماء صفات، شیون اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر اور متجلی رہے تو یہ حضور بے غیبت کہلائے گا تو ان اکابر (نقشبندیوں رحمتہ اللہ علیہم) کی نسبت کو دوسروں کی نسبتوں پر قیاس کر کے موازنہ کرنا چاہئے اور بے تکلّف تمام نسبتوں سے فائق واعلیٰ جاننا چاہئے اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک بعید امر ہے۔

لیکن یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہیں،، عاشق مسکین کیلئے صرف وہی ہے جو گھونٹ، گھونٹ پی رہا ہے یہ بلند نسبت اس حد تک اور اس طور پر ندرت وقلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ (نقشبندیوں رحمتہ اللہ علیہم) سلسلہ کے لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں اور یقین نہ کریں وہ نسبت جو آجکل اس بزرگ خانوادہ (نقشبندیوں رحمتہ اللہ علیہم) کے اصحاب میں مشہور و متعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہود سے عبارت ہے جو شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک ومنزّہ ہے اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ سے خالی اور معرّا ہے اگرچہ جہت فوق کا وہم پڑتا ہے اور

بظاہر دائمی ہوتی ہے اور جہت صرف مقام جذبہ میں پائی جاتی ہے اور اس جہت کی فوقیت کی کوئی وجہ ظاہر ہے بخلاف یادداشت کے جو بمعنی سابق ہے کیونکہ اس کا حصول جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی بلندی کسی بھی شخص پر مخفی نہیں ہے اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے حاسد اگر حسد کی وجہ سے اس کا انکار کریا ورنا قص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور	حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلۂ اند	روبہ از حیلہ چسا بگسلد ایں سلسلہ را

اگر کوئی قاصر شخص اس طائفہ (نقشبندیوں) پر قصوروار ہونے کا عیب رکھے تو اس کی مرضی میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کرسکتی۔

(مکتوب، ج،1، ن،27 س)

نقشبندیوں نے سیر کی ابتداء عالم امر سے کی

طریقۂ عالیہ نقشبند کے مشائخ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین نے اپنی سیر کی ابتداء عالم امر (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو اس ضمن میں طے کیا ہے بخلاف دوسرے سلاسل (قادری، چشتی، سہروردی وغیرہ) کے مشائخ کہ ان کی سیر کی ابتداء عالم خلق (نفسی، قالب، بدن ہوا، خاکی) سے ہوتی ہے۔ عالم خلق طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ تک پہنچتے ہیں۔ لہٰذا (یہ) طریقہ عالیہ نقشبندیہ وصول میں تمام طریقوں سے زیادہ قریب ہے اور دوسروں کی انتہاء ان کی ابتداء میں درج ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو

(مکتوبات ج1، ن،145)

نقشبندیوں کو دیگر سلاسل پر کئی وجوہ سے فضیلت ہے

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو صوفیاءِ کرام (رحمتہ اللہ علیہم) نے دوسرے سلاسل طریقت (عالیہ قادری عالیہ چشتی عالیہ سہروردی) پر کئی وجوہ سے فضیلت دی ہے اس سلسلہ (نقشبندیہ) میں ذکر قلبی ہے جس میں جذب ربانی ہے جبکہ ذکر ربانی میں سلوک ہے یعنی جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضت کے ذریعہ خدا عزوجل تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ جذب میں جو ذکر قلبی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے خدا خود اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان پیدل سفر کرے اور دوسرے کو کار یا جہاز خود لیجائے تو جس طرح دوسری صورت میں آسانی ہے اسی طرح ذکر قلبی میں بھی آسانی اور جلدی ہے۔

(سندھ کے صوفیاء نقشبند، ج،1،،ص،30)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت مثالی طریقے سے

یافت اور ذائقہ یافت کی تمثیل (مثال) یہ ہے کہ جیسے کسی ہاتھ میں لیموں ہے اور کاٹ کر چکھتا بھی رہا ہے تو جس کہ ہاتھ میں لیموں ہے اس کو لیموں کی یافت حاصل ہے اور ذائقہ لیموں ہی میسر ہے اور جو کھڑا دیکھ رہا ہے لیموں کے کاٹنے سے اس کے منہ میں پانی آرہا ہے تو اس کو یافت نہیں لیکن ذائقہ کی یافت ضرور نصیب ہے اس میں طالب مبتدی وہ ہے جس کو صرف دور سے اثر ذائقہ سے منہ میں پانی آرہا ہے اور متوسط وہ ہے جس کہ ہاتھ میں لیموں ہے اور لیموں کا ذائقہ چکھتا بھی رہا ہے اور منتہی وہ ہے جو ذات بے چون وا بے چگون کے دریائے معرفت و حیرت میں حیران ہے اور اس کو مثل زنانہ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار میں نہ ہاتھ کی خبر ہے نہ لیموں کی نہ چھری کی نہ زخم کی اور نہ درد کی اسی طرح قرب ذات حق میں نہ یافت کی خبر نہ ذائقہ یافت یہی خاصہ نسبت نقشبندیہ مجددیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ مثال قرب رب عزوجل کے معاملہ میں بے مثالی کی مانند اور معاملات عقل و دانش سے وراء ہے۔

(مکتوب،ن،43،حاشیہ پر (ہدایت علی)

اللہ عَزَّوَجَلَّ میں ذوق یافت ہے نہ کہ یافت یہ بات نہایت کے بدایت میں اندراج کے مناسب ہے

اس بلند طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کے مشائخ رحمتہ اللہ علیہم کی عبارات میں واقع ہوا ہے کہ اس حضرت جلّ سلطانہٗ میں ذوق یافت ہے نہ کہ یافت یہ بات نہایت کے بدایت میں اندراج کے مناسب ہے جو ان بزرگوں کے جذبہ خاص کے مقام کے مناسب ہے اس مقام میں یافت کی حقیقت ۔ہے کیونکہ وہ انتہا کے ساتھ مخصوص ہے لیکن جبکہ نہایت کو بدایت میں درج کرنے کی چاشنی ان بزرگوں (نقشبندیوں) رحمتہ اللہ علیہم نے اس میں ڈال دی ہے اس لئے ذوق یافت یہاں میسّر آ جاتا ہے اور جب جذبہ سے معاملہ باہر آتا ہے اور ابتداء سے وسط میں آتا ہے تو ذوق یافت بھی یافت کی طرح عدم کی جانب رخ کر لیتا ہے نہ یافت رہتی ہے اور نہ ذوق یافت اور جب کام نہایت تک پہنچتا ہے تو یافت میسّر آ جاتی ہے اور ذوق یافت مفقود ہو جاتا ہے اور جب منتہی کے حق میں ذوق یافت مفقود ہے تو التذاذ اور حلاوت بھی اس کے حق میں کمتر ہے منتہی ذوق وحلاوت کو اوّل قدم میں ہی چھوڑ چکا ہے اور آخر کار بے حلاوتی اور بے مزگی کیگوشۂ گمنامی میں چلا جاتا ہے حدیث شریف ''رسول کریم (سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے تھے''۔

سوال:۔ جب منتہی کو مطلوب کی یافت میسّر آ گئی تو ذوق یافت کیوں مفقود ہو گیا اور مبتدی جب کہ یافت سے بے بہرہ ہے تو اسے ذوق یافت کہاں سے میسر آ گیا؟

جواب:۔ یافت کی دولت منتہی کے باطن کیلئے ہے جس سے اپنے ظاہر سے تعلق منقطع کرنے سے مشرف ہوا ہے اور جب اس کے باطن کو اسکے ظاہر سے تعلق بہت کم رہ گیا ہے تو لازماً باطنی نسبت ظاہر میں سرایت نہیں کرتی اور باطن کی یافت سے ظاہر کو کچھ ذوق ولذت نصیب نہیں ہوتی پس منتہی کے باطن کو مطلوب کی یافت حاصل ہوتی ہے اور اس کے ظاہر کو ذوق یافت نہیں ہوتا باقی رہا ذوق باطن کہ یافت اس کا حصہ ہے جب باطن نے بے چونی سے حصّہ پایا ہے تو اس کا وہ ذوق بھی بے چونی کے جہاں سے ہوگا اور ظاہر کے اِدرَاک میں جو

سراسر چون ہے نہیں آئے گا لہٰذا ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر باطن کے ذوق کی نفی کرتا ہے اور باطن کو بھی اپنی طرح بے حلاوت جانتا ہے کیونکہ چوں کا ذوق اور ہے اور بے چوں کا ذوق اوراور جبکہ منتہی کا ظاہر بھی اس کے باطن سے بے خبر ہے تو ظاہر بین (ظاہری لوگوں ،عوام) عوام منتہی کے باطن سے کیا واقف ہونگے اور انکار کے سوا انکے حصے میں کیا آئے گا جو ذوق ان کے فہم میں آتا ہے ظاہر کا ذوق ہے جو عالم چوں سے ہے یہی وجہ ہے کہ سماع رقص ہاہو اور بے قراری وغیرہ جو ظاہر کے احوال اور صورت کے اذواق ہیں ان کے نزدیک بڑے نادر الوجود اور عظیم القدر ہیں بلکہ بہت ممکن ہے کہ اذواق ومواجید کو انھیں مذکورہ امور میں منحصر جانیں اور ولایت کے کمالات صرف انہی امور کو گمان کریں اللہ سبحانہٗ انھیں سیدھی راہ دکھائے ظاہر کے احوال باطنی احوال کی نسبت اس طرح ہیں جس طرح چوں ۔بے چوں کے سامنے تو ثابت ہوگیا کہ منتہی کا باطن یافت بھی رکھتا ہے اور ذوق یافت بھی صرف اتنی بات ہے کہ جب وہ ذوق بے چونی کے عالم سے بہرہ ور ہے تو اس کے ظاہر کے ادراک میں نہیں آسکتا بلکہ ظاہر اس ذوق کی نفی کا فیصلہ کرتا ہے اگرچہ یافت باطن کی ظاہر کو اطلاع ہے لیکن اس یافت کے ذوق کو نہیں پا سکتا پس نظر بظاہر کہا جا سکتا ہے کہ منتہی کو یافت میسّر ہے لیکن ذوق یافت مفقود ہے اور اس بلند طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) سے سمجھ دار مبتدی کیلئے جو فقدانِ یافت کے باوجود ذوق یافت ثابت کرتے ہیں تو وہ اس وجہ سے ہے کہ بزرگ (رحمتہ اللہ علیہم) ابتداء میں انتہا کی چاشنی درج کرتے ہیں انعکاس کے طور پر مبتدی رشید کے باطن میں نہایت کا پرتو ڈالتے ہیں اور جب کہ مبتدی کا ظاہر اس کے باطن سے مرتبط ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں قوت تعلق ثابت ہے تو لازماً نہایت کا وہ پرتو اور وہ چاشنی ولایت باطن سے مبتدی کے ظاہر کی طرف دوڑ آتی ہے اور ظاہر کو اُس کے باطن کی طرح رنگین کر دیتی ہے ا ور یافت کا ذوق بے اختیار اس کے ظاہر میں نمایاں ہو جاتا ہے تو یہ بات درست ثابت ہوگئی کہ مبتدی میں حقیقت یافت مفقود اور ذوق یافت موجود ہے اس بیان سے اکابرین نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم کے طریقہ کی عظمت اور ان کی اعلیٰ نسبت کی رفعت معلوم ہوتی ہے اور مریدوں اور طالبوں

کے حق میں ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کے حسن تربیت اور کمال اہتمام کا پتہ چلتا ہے اور پہلے قدم میں ہی جو کچھ خود رکھتے ہیں طالب صادق مرید رشید کو حوصلے کے مطابق عطا کر دیتے ہیں اور ربطہ حبی کی بناء پر التفات وانعکاس سے اس کی تربیت کرتے ہیں دوسرے سلاسل (عالیہ قادریہ، عالیہ چشتیہ عالیہ سہروردیہ) کے بعض مشائخ (کرام) رحمتہ اللہ علیہم کو ان بزرگوں (نقشبندیوں رحمتہ اللہ علیہم) کے صادر شدہ قول یعنی اندراج النہایۃ فی البدایۃ میں اشتباہ ہے اور انھیں اس بات کی حقیقت میں شک وترّدد ہے اور وہ اس کو جائز قرار نہیں دیتے کہ اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم) کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کے برابر ہو جائے تعجب ہے کہ اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم) کے مبتدی کی دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کیساتھ مساوات (برابری) انھوں نے کہاں سے سمجھی ہے نقشبند بزرگوں رحمتہ اللہ علیہم نے نہایت کو بدایت میں درج کرنے سے زیادہ کچھ نہیں کہا یہ عبارت مساوات پر دلالت کرتی ہے اور (اس قول سے ان بزرگوں رحمتہ اللہ علیہم) کا مقصود یہ ہے کہ اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم) میں شیخ (طریقت) منتہی اپنی توجہ وتصرف سے انعکاس کے طور پر اپنی نہایت کی دولت کی چاشنی سے مبتدی رشید کو عطا فرماتا ہے اور اس کی بدایت میں اپنی نہایت کا نمک ملا دیتا ہے مساوات کی جائے اشتباہ کہاں ہے اور اس کی حقیقت میں شک کی کیا گنجائش ہے اور اندراج بڑی دولت ہے اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم) کا مبتدی اگرچہ منتہی کا حکم نہیں رکھتا تاہم نہایت کی دولت سے بے نصیب نہ رہے گا اور نمک کا وہ ذرہ اسے مکمل طور پر ملیح اور نمکین کر دے گا بخلاف دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے کہ نہایت سے بہت دور ہیں اور منزلوں اور مسافتوں کے طے کرنے میں زیر بار ہیں افسوس ہزار افسوس اگر انھیں ان منازل کے قطع کرنے کی فرصت نہ دیں اور مسافتوں کے طے کرنے کو ان کے حق میں تجویز نہ کریں اور جب اس طریق (عالیہ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم) کے مبتدی اور دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے درمیان فرق واضح ہو گیا اور اس مبتدی (نقشبندی) کی فضیلت دوسرے ارباب بدایت پر ظاہر ہو گئی تو یہ جاننا چاہیئے کہ اس طریق کے منتہیوں اور دوسرے طریقوں کے منتہیوں میں بھی

اسقدر فرق ہے اس منتہی کی دوسرے طریقوں کے منتہیوں پر اسی مقدار میں ثابت ہے بلکہ اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ (رحمتہ اللہ علیہم) کی نہایات دوسرے تمام طریقوں کے (حضرات) مشائخ (رحمتہ اللہ علیہم) کی نہایت سے وراءُالوراء ہے میری اس بات کا انھیں یقین آئے یا نہ آئے اگر انصاف سے کام لیا جائے تو شاید باور (یقین) کرلیں وہ نہایت جس کی بدایت نہایت نہایت آمیز ہو دوسروں کی نہایت سے البتہ ممتاز ہوگی اور بہر حال باقی تمام نہایتوں کی نہایت ہوگی۔

سالیکہ نکوست از بہارش پیدا است

ترجمہ: سال اچھا ہے، بہار گر اچھی

دوسرے سلاسل (عالیہ چشتی عالیہ قادری عالیہ سہروردی وغیرہ) کے متعصّب لوگوں کی ایک جماعت ہمیں کہتی ہے کہ ہماری نہایت وصول بحق سبحانہٗ ہے اور تم اسے اپنی بدایت کہتے ہو تو حق سبحانہٗ سے آگے کہاں جاؤ گے اور حق تعالیٰ سے آگے تمہاری نہایت کیا چیز ہوگی ہم (نقشبندی) کہتے ہیں کہ ہم حق تعالیٰ سے حق جلّ سلطانہٗ کی طرف جاتے ہیں اور شائبہ ظلّیت سے بھاگ کر اصل الاصل کی طرف دوڑتے ہیں اور تجلیات سے اعراض کر کے متجلی کو طلب کرتے ہیں اور ظہورات کو پیچھے چھوڑ کر ظاہر کو بطن بطون میں چاہتے ہیں اور جبکہ ابطنیت میں مختلف مراتبہ ہیں اسلئے ایک ابطنیت سے دوسری ابطنیت کی طرف جاتے ہیں اور اس دوسری ابطنیت سے تیری ابطنیت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اسی طرح آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اگرچہ بسیط حقیقی ہے۔

لیکن فراخ بھی ہے۔ نہ وہ وسعت جس میں طول وعرض ہو۔ کیونکہ وہ تو نشاناتِ امکان اور علامات حدوث میں سے ہے۔ بلکہ اس سے بلند ذات کی وسعت اس سبحانہ کی طرح بے چوں و بے چگون ہے۔ اور جو سیر اس وسعت میں واقع ہوتی ہے وہ بھی بے چوں و بے چگون ہے اور صاحب سیر بھی چونی اور چندی کے باوجود بے چونی اور بے چگونی کی قوت سے ان بے چونی کی منازک کو قطع کرتا ہے اور چوں سے بے چون میں آجاتا ہے بے سروسامان بے چارے حقیقت معاملہ کو کیا پائیں۔ عالم چوں میں گرفتار بے چوں سے کیا خبر دے سکتے ہیں اپنی نارسائی کو اعتراض

گمان کرتے ہیں اور اپنی نادانی سے فخر و مباہات کرتے ہیں۔

بے خودے چند ز خودے خیر	عیب پسندند بزعم ہنر

ترجمہ: بعض احمق جو بے خیر خود ہیں عیب ہی کو ہنر سمجھتے ہیں۔

اس قدر نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نہایت بلکہ خاتم الرّسل شفیع محشر کی نہایت بھی حق سبحانہ ہے اور اعتراض کرنے والوں کی نہایت ان بزرگ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نہایت کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ بلکہ دونوں نہایتیں ایک دوسری سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ پس ہوسکتا ہے کہ ایک جماعت کو ایسی نہایت میسر آچکی ہو جو ان اعتراض کرنے والوں کی نہایت سے نیچے ہو۔ تو درست ہو گیا کہ سب کی نہایت حق سبحانہ ہے۔ اور گروہوں کے درمیان ان کے درجات کے مطابق فرق و تفاوت ہے۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ سب اپنی نہایت وصول بحق جلّ سلطانہ ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جو حق جے ظلال اور ظہورات کو اُن ظلال ظہورات کے تفاوت کے باوجود حق تعالیٰ و تقدس سمجھ لیتے ہیں۔ پس تمام ارباب نہایات کی نہائتیں نفس الامر میں وصول بحق تعالیٰ و تقدس نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کے گمان کے مطابق اس کا منتہا حق سبحانہ ہے۔ جس کے ماوار بھی ظلال اور ظہورات ہیں اور یہ کوئی بعید نہیں اور یہ بات کس طرح انکار و اشتباہ کا محل ہوسکتی ہے۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور	حاش اللہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

کوئی ناقص اگر اس سلسلے پر طعن کرے ذکر اس کا نہ کروں گا میں کبھی شکوے سے

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یہ ہے وہ سلسلہ جس میں ہیں بندھے دنیا کے شیر لومڑی کس طرح توڑے گی اسے حیلے سے

(مکتوب ن 43، ج 2 س)

حضور سیدی قطب الارشاد شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز نسبت کمالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نسبت (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) اپنی کمال لطافت اور بیرنگی کے باعث احاطۂ ادراک میں نہیں آتی۔ جو اس کمال سے مشرف ہوتے ہیں وہ وہ بھی خود کو محروم اور

لاحاصل ہی پاتے ہیں اس مقام کمال تک پہنچنے والوں کا انجام بھی جہالت نکارت ہے حضرت قبلہ مرزا (حضور سیدی آفتاب ولایت مرزا مظہر جاناں رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ واللہ ثم واللہ! میں اپنے آپ کو سنگریزے کی طرح کمال سے خالی پاتا ہوں جو لوگ میرے نزدیک آتے ہیں توجہ حاصل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ توجہ سے کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان جھوٹ نہیں بولتا۔ اسی لئے شاید نسبت کا کوئی اثر میرے اندر موجود ہو۔

فائدہ صوفی: یہ حال ہمارے مشائخ کا حقیقت تک پہنچنے کے باوجود یہ حال ہے جس شیخ طریقت کے مفتی مولوی صوفی مفسر قرآن مرید ہو اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقت عطا فرمائے۔

آمین آمین آمین

(دار لمعارف ص326)

میں خواجہ نقشبند کی کلام سے متفق نہیں ہوں

حضرت والد ماجد (حضرت شیخ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ شیخ میر ٹھی نے مجھ سے سوال کیا کہ نقشبندی کہتے ہیں کہ ہمارا آغاز منتہی لوگوں کا انجام ہے میں خواجہ نقشبند کی کلام سے متفق نہیں ہوں کہ ان کا اول قدم بایزید کا انتہائی قدم ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ جس شخص نے پچاس یا ساٹھ سال مجاہدہ کیا ہے وہ امروزہ مبتدی کے برابر کیسے ہو جائیگا میں (حضرت شیخ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا تم لوگ یعنی سلسلہ شطاریہ کے پیروکار منازل سلوک کس طرح طے کرتے ہو اس نے کہا پہلے دو ضربی اسم ذات پھر چار ضربی پھر اسی طرح سے شغل نفی و اثبات کرتے ہیں میں نے پوچھا پھر کیا کرتے ہو اس نے کہا شغل امہات اور اسمائے ملتفہ کا ذکر کرتے ہیں میں نے پوچھا پھر کہا شغل کو بکو، میں نے پوچھا اس کے بعد کیا کرتے ہو اس نے کہا ہائے ہویت میں غرق ہو جاتے ہیں میں نے کہا نقشبندی سب سے پہلے ہائے ہویت میں غرق ہوتے ہیں اور شیخ نقشبندی کے کلام کا یہی مطلب ہے نہ یہ کہ صوفیاء کرام کے تمام احوال و آثار آغاز سلوک میں ان پر طاری ہو جاتے ہیں۔

(انفاس العارفین، ص، 124)

نقشبندی کسی ریا کار اور رقاص کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے اور توجہ کی برکت

اس بلند مرتبہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کے بزرگوں (رحمۃ اللہ علیہم) کی نظر ہمت بہت بلند واقع ہوئی ہے کہ کسی ریا کار اور رقاص کے ساتھ یہ لوگ نسبت نہیں رکھتے اس لئے دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں مندرج ہے اور اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کا مبتدی دوسرے طریقوں (عالیہ قادریہ عالیہ چشتیہ عالیہ سہروردیہ وغیرہ) کے منتہی کا حکم رکھتا ہے اور ان کا سفر ابتداء سے ہی وطن میں مقرر ہو چکا ہے اور خلوت در انجمن ان کو حاصل ہو چکی ہے اور دوام حضور ان کا نقد وقت ہے یہی ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی بلند صحبت سے وابستہ ہے اور ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ شریف سے متعلق ہے ان کی نظر امراض قلب کو شفا بخشتی ہے اور ان کا التفات (توجہ) معنوی (باطنی) بیماریوں کو دور کرتا ہے ان کی ایک توجہ وچلوں کا کام کرتی ہے اور ان کی ایک نظر سالہا سال کی ریاضات ومجاہدات کے برابر ہے۔

(مکتوب، ج، 2، ن، 23 س)

محبت وانجذاب کے طریقہ نقشبندیہ

حضرات خوجگان رحمۃ اللہ علیہم کی نسبت خود قدیم ہے وہ کیا چیز ہے جو حضرات شیخ المشائخ ردیف کمالات بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کیساتھ ملائی ہے جس کے باعث سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مشہور ہو گیا فرمایا کہ بعض تعلیمات اور کیفیات زیادہ کی ہیں جیسے کہ حضرت مقبول یزدانی قدوۃ السالکین ناصر الدین عبید اللہ خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نسبت کے ختم کرنے والے کامل طور پر آپ (حضرات شیخ المشائخ ردیف کمالات بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ) ہی تھے اور خاتم وہ شخص ہے جو پورا کرنے کے بعد ختم کر دیتا ہے حضرات شیخ المشائخ ردیف کمالات بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ آپ نے (خود) بھی فرمایا ہے کہ میں نے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہے جو بیشک موصل یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے اور وہ ایک خاص طور پر محبت وانجذاب کا طریقہ ہے جو اس طریق میں معمول ہے پھر اسکے بعد حضرات شیخ المشائخ ردیف کمالات بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انجذاب ومحبت کا طریقہ بے شک موصل الی اللہ ہے اور اس کا رخ صرف ذات

کی طرف ہے بر خلاف دوسرے طریقوں (عالیہ قادری عالیہ چشتی عالیہ سہروردی) کے کہ انوار کی طرف بھی رُخ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض انوار الٰہی میں رہ جاتے ہیں اور یہ انجذاب و محبت تمام اس سلسلۂ عالیہ (نقشبندیہ) میں واقع ہے۔اس سلسلۂ عالیہ (نقشبندیہ) میں اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

(مکتوباتِ خواجہ باقی باللہ، نانویں مجلس)

نقشبندیوں کا شروع ہی میں دل ذاکر ہو جانا

حضرت کاشف رموزات سبحانی مقبول یزانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس نعمت کا حصول اور اس میں شمول یعنی اس طریقے (عالیہ نقشبندیہ) کے طالبوں کا شروع ہی میں دل سے ذاکر ہو جانا اور جذب کو حاصل کر لینا ہمارے حضرت (حضرت قبلہ درویشاں تاج الاولیاء خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے مبارک الہامات کا فیض ہے اگرچہ سابق اکابر رحمتہ اللہ علیہم کا یہ معمول رہا ہے لیکن شروع ہی میں ایسی کیفیت کا پیدا ہو جانا پہلے کا معمول نہ تھا ایک روز میں (حضرت کاشف رموزات سبحانی مقبول یزانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حصول اور شمول کا راز۔حضرت قبلہ درویشاں تاج الاولیاء خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو آپ (حضرت قبلہ درویشاں تاج الاولیاء خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ پہلے زمانے کے مقابلہ میں۔اب کے مریدوں میں طلب اور شوق کی بہت کمی اور خامی ہوگئی ہے اور ان میں حوصلہ بھی نہیں رہا اسلئے شفقت کا تقاضہ یہ ہے کہ بغیر مجاہدہ اور بغیر کوشش و تردّد کے ان کو مقصود کی طرف پہنچا دیا جائے تاکہ ان کی برودت حرارت (اور جوش) میں مبّدل ہو جائے اللہ پاک حضرت قبلہ درویشاں تاج الاولیاء خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

(حضرات القدس، ص،179)

اس میں فیض نبوت کا غلبہ ہے

حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار ﷺ کا فیض دو طرح کا ہے۔ فیض نبوت اور فیض ولایت فیض نبوت کے مظہر اتم حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور فیض ولایت کے مظہر اتم حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں تو جس طرح نبوت ولایت سے افضل و برتر ہے اسی طرح فیض ولایت سے فیض نبوت افضل و برتر ہے یہ طریقہ حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس میں فیض نبوت کا غلبہ ہے اسی بناء پر دوسرے طرق سے افضل و برتر ہے۔

(السیف الصارم، ص، 33)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ چند فضیلتوں کے اعتبار سے

باقی تمام سلسلوں سے ممتاز ہے اور اس طریقۂ عالیہ کو باقی تمام طریقوں پر ترجیح ہونا ظاہر ہے یہ سلسلۂ عالیہ برخلاف دوسرے سلسلوں کے حضرت امیر المؤمنین خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتا ہے جو انبیاء علیھم السلام کے بعد تمام بنی آدم میں سب سے افضل ہیں اس طریقے میں برخلاف باقی طریقوں کے آغاز ہی میں انجام مندرج ہوتا ہے (اندراج نہایت در بدایت) علاوہ ازیں برخلاف دوسرے سلسلوں کے ان بزرگوں کے نزدیک جو شہود معتبر ہے وہ شہود دائمی ہے جسے ان حضرات نے یادداشت سے تعبیر فرمایا ہے اور جو شہود دوام پذیر نہ ہو وہ ان حضرات کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے اور اس طریق کی منزلوں کو طے کرنا صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل پیروی کے بغیر میسر نہیں ہوتا برخلاف دوسرے سلسلوں اور طریقوں کے کہ کسی قدر پیروی کے ساتھ یہ لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی مدد سے انقطاع (دنیا سے بے تعلقی) کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں اس دعوے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل یہ ہے کہ یہ بزرگ محض جذبہ کی مدد سے راہ کو طے کرتے ہیں اور دوسرے طریقوں میں پرمشقت ریاضتوں اور شدید مجاہدوں کے

ذریعے سے منزلیں قطع کرتے ہیں۔ اور جذبہ، محبوبیت کی صفت کو چاہتا ہے جب تک آدمی محبوب نہ بن جائے اسے جذب نہیں کرتے اور محبوبیت کی حقیقت محبوب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت اور پیروی سے وابستہ ہے آیت کریمہ ''فاتبعونی یحببکم اللہ '' میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اسی مضمون پر شاہد ہے لہٰذا جس قدر متابعت کامل تر ہوگی اسی قدر جذبہ زیادہ ہوگا اور جس قدر جذبہ زیادہ ہوگا اسی قدر منازل کو قطع کرنا آسان تر اور تیز تر ہوگا لہٰذا کامل متابعت اور پیروی ان بزرگوں کے طریقہ کی شرط ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہوسکا ان حضرات نے عزیمت پر ہی عمل فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ ذکر بالجہر کو بھی جو اس راہ میں بڑی عمدہ چیز ہے ان حضرات نے منع کر دیا ہے اور سماع اور رقص سے بھی جو ارباب احوال کا مرغوب ترین خلاصہ ہے ان حضرات نے اجتناب فرمایا ہے۔ نیز ظاہر ہے کہ جو کمال، متابعت پر مرتب ہوگا وہ تمام دوسرے کمالات سے بلند درجہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند تر ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ ﷻ بڑے ہی فضل والا ہے لہٰذا طالبان حق کیلئے اس طریق کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ راستہ انتہائی نزدیک تر ہے اور مطلوب انتہائی طور پر بلند ہے اور اللہ سبحانہ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

(معارف لدنیہ، معرفت 40)

اپنے طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) کو لازم پکڑیں

اور طریقہ میں کوئی نیا امر (کوئی نیا کام) پیدا نہ کریں طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) کے فیوض و برکات اس وقت تک جاری ہیں جب تک کہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) میں کوئی نیا امر پیدا نہ ہوا ہو ورنہ فیوض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) سکھانے کی اجازت بھی طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) میں نئی بات پیدا نہ کرنے اور اتباع سنت اور مشائخ (سلسلہ پیروں) کی محبت پر استحکام کے ساتھ مشروط (شرط) ہے یہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی شیخ (شیخ طریقت) کے باطن سے فیض کا اخذ اسی قدر زیادہ

ہوگا چونکہ جہر (بلند آواز سے ذکر کرنا) ہمارے طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) میں نہیں ہے (اس لئے) دوستوں کو جہر کی طرف رہنمائی نہیں کرنی چاہیئے اور ذکر جہر کا حلقہ منعقد نہیں کرنا چاہیئے۔

(مکتوب معصومیہ، ج،2، ن،55)

(یعنی طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) کا قلیل

دوسرے طریقوں کے کثیر سے بہتر و پسندیدہ ہے یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب (قریب) ہے اور لازمی طور پر پہنچانے والا ہے طالب صادق اگر پیر کامل کی صحبت میں رہے تو امید ہے کہ وہ راستہ میں نہیں رہے گا اور اگر ناقص کی صحبت میں رہے تو طریقہ کا قصور نہیں ہے کیونکہ (جب) وہ خود واصل نہیں ہے کوئی دوسرا شخص اس کی صحبت میں کس طرح واصل ہوگا اور اس کے طریقے میں اندراج نہایت در بدایت ہے اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کا مبتدی رُشید نہایت کی چاشنی سے بہرہ نہیں ہیں لیکن ہمارے طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کا دارو مدار صحبت اور پیر کی توجہ پر ہے ترقی اسی کے ساتھ وابستہ ہے سعادت مند مرید اگر چہ پیر کی غیر موجودگی میں اس کے باطن سے (اپنی) محبت وعقیدت کے مطابق بہرہ ور ہوتا ہے اور فیوض و برکات اخذ کرتا ہے لیکن صحبت اور غیبت میں سینکڑوں گناہ فرق ہے اور جو دقائق کہ ہمارے حضرت عالی (شیخ الاسلام کاشف اسرار سبع مثانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) میں بیان فرمائے ہیں اور اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کی تحقیقات وتدقیقات کہ جن پر انھوں نے عمل فرمایا ہے اور معاملہ کو پستی سے بلندی تک پہنچایا ہے اور جس نسبت وطریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کے ساتھ حضرت عالی (سردار اولیاء وامامنا شیخ الاسلام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) ممتاز ہیں اور وہ نسبت ہزار سال کے بعد ظہور کے تخت پر جلوہ افروز ہوئی ہے اور از سر نو تازہ ہوئی ہے اور اتنی مدت تک پوشیدہ رہی ہے اور کام کے چہرہ سے نقاب نہیں اُٹھایا تھا جیسا کہ حضرت عالی (سردار اولیاء وامامنا سبع مثانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے رسائل ومکاتیب سے اس کا کچھ حصہ واضح ونمایاں ہے۔

(مکتوب معصومیہ، ج،3، ن،47)

ہزار سالہ کمالات مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان

جاننا چاہئے کہ حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت فرمانے کے ہزار سال بعد آپ (حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی امت کے جن اولیاء کا ظہور ہوگا اگرچہ ان کی تعداد بہت قلیل ہوگی لیکن وہ کامل واکمل ہوں گے تاکہ اس شریعت (محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو پورے طور پر تقویت دے سکیں حضرت سیدنا امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جن کی تشریف آوری کی نسبت حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بشارت فرمائی ہے ہزار سال کے بعد ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے مختصر یہ کہ اس گروہ (نقشبندیہ) کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کمالات کے مانند ہیں اگرچہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیلئے فضیلت و بزرگی ہے لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے کہ مشابہت کے کمال کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے اور ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ" (نہیں معلوم ان میں سے پہلے (زمانہ) والے بہتر ہیں یا آخر والے) یہ نہیں فرمایا: "لَا اَدْرِیْ اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ" (میں نہیں جانتا کہ ان میں سے پہلے والے بہتر ہیں یا آخر والے) کیونکہ آپ (حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو فریقین میں سے ہر ایک کا حال معلوم تھا اسی وجہ سے آپ (حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا: "خیر القرون قرنی" (سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے) لیکن چونکہ کمال مشابہت کی وجہ سے شک وشبہ کی گنجائش تھی اس لئے لایدریٰ فرمایا اگر کوئی دریافت کرے کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے کے بعد تابعین کے زمانے کے خیر (بہتر) فرمایا ہے اور تابعین کے زمانے کے بعد تبع تابعین کے زمانے کے بعد بھی خیر فرمایا ہے لہٰذا خیریت انہی دوزمانوں

کے لوگوں کے اوپر یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے، پس اس گروہ (نقشبندیہ) کی اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کے کمالات کے ساتھ کس طرح مشابہت ہوگی جواب میں ہم (حضرت ردیف کمالات سبع مثانی الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس قرن (زمانہ) کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ (اس میں) اولیاء اللہ (رحمتہ اللہ علیہم) کا ظہور کثرت سے ہوگا اور اہل بدعت اور ارباب فسق و فجور کی کمی ہوگی اور یہ بات اس کے ہرگز منافی نہیں ہے کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ (رحمتہ اللہ علیہم) میں سے بعض افراد دونوں قرنوں (زمانوں) کے اولیاء اللہ (رحمتہ اللہ علیہم) سے افضل ہوں جیسے کہ حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

ع:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید	دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحامی کرد

ترجمہ: وحی کا فیض اگر پھر سے میسر آجائے ۔ دوسرے بھی وہ کریں جو کچھ مسیحا نے کیا

لیکن اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا زمانہ ہر لحاظ سے خیر ہے اور اس بارے میں گفتگو کرنا فضول ہے۔ آگے والے آگے والے ہی ہیں اور جنت نعیم میں وہ مقرب ہیں یہ وہ حضرات ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا ان کے ایک مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ''وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ'' (پارہ 1، سورۃ البقرۃ، آیت 105) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے۔

(مکتوب، ج، 1، ن، 209 ز)

نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں

سوال دوم: یہ ہے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں سنت کی پیروی لازم ہے حالانکہ احمد مصطفیٰ سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عجیب و غریب ریاضتیں اور شدید بھوک و پیاس کی تکلیفیں برداشت کی ہیں (لیکن) اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) میں ریاضتوں سے منع کیا جاتا ہے بلکہ صورتوں کے کشف کی وجہ سے ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ سنت کی متابعت میں نقصان کا احتمال کیسے متصور ہوسکتا ہے۔

جواب: اے محبت کے نشان والے! کس نے کہہ دیا کہ اس طریقے (عالیہ نقشبندیہ) میں ریاضات منع ہیں اور کہاں سے سن لیا ہے کہ (یہ حضرات نقشبندی) ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں اس لئے کہ اس طریقے (عالیہ نقشبندیہ) میں نسبت کی دائمی حفاظت اور متابعت سنت احمد مصطفیٰ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو لازم جاننا اور اپنے احوال کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا میانہ روی اختیار کرنا اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں حد اعتدال کی رعایت کرنا (یہ سب) ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ میں سے ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ عوام کالانعام (وہ عوام جو چوپاؤں کے مانند ہیں) ان امور کو ریاضات میں شمار نہیں کرتے اور مجاہدات میں سے نہیں جانتے ان کے نزدیک ریاضات ومجادات کا انحصار بھوک (پیاس) میں منحصر ہے اور بھوکا پیاسا رہنا ان کی نظر میں بہت بڑی بات ہے کیونکہ درندہ صفت لوگوں کے نزدیک کھانا پینا ہی سب سے زیادہ ضروری اور بڑے مقاصد میں سے ہے لہٰذا اس کا ترک کرنا ان کے نزدیک لازمی طور پر ریاضت شاقہ اور مجاہدات شدیدہ ہیں بخلاف نسبت کی دائمی حفاظت اور متابعت سنت احمد مصطفیٰ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو لازم رکھنے کے یہ امور عوام کی نظر میں قابل قدر اور شمار کے قابل نہیں تاکہ ان کے ترک کو منکرات سمجھیں اور ان امور (پیروی سنت محمدی ﷺ) کے حصول کو ریاضتیں شمار کریں لہٰذا اس طریقے (عالیہ نقشبندیہ) کے اکابرین پر لازم ہے کہ احوال کے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کریں اور ایسی ریاضتوں کو ترک کر دیں جو عوام کی نظر میں عظیم القدر اور مخلوق میں مقبولیت کا باعث اور شہرت کے لئے لازم ہیں کہ ان میں آفت اور شرارت پوشیدہ ہے احمد مصطفیٰ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے بحسب امرء من الشران یشار الیه بالا صابع فی الدین والدنیا الا من عصمه الله مشکوۃ شریف آدمی کیلئے یہی شر کافی ہے کہ دین ودنیا میں لوگ اس کی طرف انگشت نمائی کریں مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے فقیر (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار سبع مثانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک ماکولات (کھانے پینے کی چیزوں میں حد اعتدال کی رعایت کو مد نظر رکھنے کی نسبت گرسنگیہائے دور دراز (عرصے

تک بھوکا پیاسا رہنا) زیادہ سہل ہے اوراس میں آسانی ہی آسانی ہے یہ فقیر (حضرت سردار اولیاء وامامنا شیخ الاسلام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ میانہ روی کی رعایت کی ریاضت کثرت جوع (بھوک) کی ریاضت سے زیادہ مفید ہے حضرت والد بزرگوار (حضرت شیخ المشائخ مخدوم شیخ عبدالاحد) رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں لکھا ہوا تھا کہ کھانے پینے میں اعتدال کی رعایت رکھنا اور میانہ روی کی حد پر نگاہ رکھنا وصول مطلب کیلئے کافی ہے اس رعایت کوملحوظ رکھتے ہوئے ذکروفکر کی زیادہ حاجت نہیں اور سچی بات یہ ہے کہ کھانے پینے اور پہننے بلکہ تمام امور میں توسط حال اور میانہ روی پر قائم رہنا بہت اچھی بات ہے۔

نہ چنداں بخورکہ از دہانت برآید	نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآمد

ترجمہ: نہ کھا اتنا کہ منہ سے باہر آجائے۔۔ ۔۔نہ کم اتنا کہ کمزوری سے مرجائے

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے حضرت پیغمبر (آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو چالیس مردوں کی قوت عطا فرمائی تھی جس قوت کے سبب آپ (آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) شدید بھوک پیاس کو برداشت کرلیتے تھے اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حضرت خیرالبشر علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام والتحیۃ کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھالیتے تھے اوران کے اعمال وافعال میں کسی قسم کی سستی اور خلل واقع نہیں ہوتا تھا بلکہ بھوک شدت کے باوجود دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کی ایسی طاقت وقدرت رکھتے تھے کہ سیر شکموں کو اس کا دسواں حصہ بھی میسر نہ تھا یہی وجہ بھی کہ صابروں میں سے بیس آدمی دوسو کفار پرغالب آجاتے تھے اور سوآدمیوں کو ہزار کافروں پرغلبہ حاصل ہوجاتا تھا اورصحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے علاوہ دوسرے بھوک پیاس برداشت کرنے والوں کا تو یہ حال ہے کہ سنتوں کے آداب بجالانے میں عاجز آجاتے ہیں بلکہ بہت سے ایسے ہیں کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشکل سے عہدہ برآ ہوتے ہیں طاقت کے بغیر اس امر میں اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تقلید کرنا اپنے آپ کوفرائض وسنت کے بجالانے

میں عاجز بنانا ہے منقول ہے کہ خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُ نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقلید میں صوم وصال (یعنی بغیر افطار کئے مسلسل کئی دن روزے رکھنا) اختیار کیا اور ضعف وناتوانی کی وجہ سے زمین پر گر پڑے تو محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعتراض کے طور پر فرمایا کہ "تم میں سے کون ہے جو میری مانند (مثل) ہو میں تو رات کو اپنے پروردگار کے پاس ہوتا ہوں اور وہی مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے" لہٰذا آپ (حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بغیر طاقت کے تقلید اختیار کرنے کو مستحسن نہیں سمجھتے تھے اور نیز اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور پرنور آقائے دوجہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کی برکت کی وجہ سے زیادہ بھوک پیاس کے خفیہ نقصانات سے محفوظ و مامون تھے اور دوسروں کو یہ حفظ وامن میسر نہیں اس کا بیان یہ ہے کہ کثرت جوع (زیادہ بھوک) اگرچہ صفائی بخش ہے اور ایک جماعت کو صفائے قلب بخشتی ہے اور دوسری جماعت کو صفائی نفس حاصل ہوتی ہے صفائے قلب ہدایت افزا اور نور بخش ہے اور صفائی نفس ضلالت نما اور ظلمت افزا ہے فلاسفہ یونان اور ہندستان کے جوگیوں اور برہمن نے بھوک پیاس کی ریاضت سے صفائی نفس حاصل کر کے ضلالت اور نقصان کی راہ میں پڑ گئے بے عقل افلاطون نے اپنے نفس کی صفائی پر بھروسہ کر کے اور اپنی خیالی کشفی صورتوں کو اپنا مقتدا بنا کر عجب ونخوت اختیار کی اور حضرت عیسیٰ روح اللہ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو اس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے اس نے ان کی فرمانبرداری اختیار نہیں کی اور کہنے لگا "ہم ہدایت یافتہ قوم ہیں ہم کو کسی ہدایت دینے والے کی ضرورت نہیں" اگر اس میں یہ ظلمت بڑھانے والی صفائی نہ ہوتی تو یہ خیالی کشفی صورتیں اس کے راستے میں حائل نہ ہوتیں اور وصول مطلب کے لئے اس کی مانع نہ ہوتیں اس (افلاطون) نے اپنی صفائی کے گمان پر اپنے آپ کو نورانی خیال کیا اور یہ نہ جانا کہ یہ صفائی نفس امارہ کی باریک کھال سے آگے نہیں بڑھی اور اس کا (نفس) امارہ اسی اپنی خباثت اور نجاست پر قائل ہے (اس کی حقیقت ایسی ہے جیسے) نجاست مغلظہ پر

شکر (چینی) کا باریک غلاف چڑھا دیا گیا ہو قلب جو اپنی ذات کی حد میں پاکیزہ اور نورانی ہے اس کے چہرے پر نفس ظلمانی کی ہمسائیگی کی وجہ سے اگر زنگ آ جائے تو وہ تھوڑے سے تصفیہ کے بعد اپنی اصلی حالت پر رجوع کر لیتا ہے اور نورانی ہو جاتا ہے بخلاف نفس کے کہ وہ اپنی ذات کی حد میں خبیث ہے اور ظلمت اس کی صفت ہے جب تک قلب کی سیاست بلکہ سنت کی متابعت اور اتباع شریعت (محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بلکہ محض فضل خداوندی جل سلطانہ سے مزکی اور مطہر نہ ہو اس وقت تک اس کا ذاتی خبث زائل نہیں ہو سکتا اور اس سے فلاح و بہبود متصور نہیں ہو سکتی افلاطون نے کمال نادانی کی وجہ سے اپنی صفائی کو جس کا تعلق اس کے (نفس) امّارہ سے تھا قلب عیسوی (حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی صفات کے مانند خیال کر لیا اور لازمی طور پر اس نے اپنے آپ کو ان کی طرح مہذب اور مطہر خیال کر کے ان (حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دولت متابعت سے محروم رہا اور ابدی خسارہ کے داغ سے داغدار ہو گیا ''**اعاذنا اللہ سبحانہ من ھذا البلاء**'' (اللہ سبحانہ ہم کو اس بلا سے اپنی پناہ میں رکھے)۔ اور چونکہ یہ ضرر (نقصان) بھوک کی تہ میں پوشیدہ ہے اس لئے طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے اکابرین نے بھوک پیاس کی ریاضت کو ترک کر کے کھانے پینے میں اعتدال کی ریاضت اور میانہ روی کے مجاہدے کی راہ اختیار کی اور بھوک پیاس کے نفع کو اس عظیم خطرے کے نقصان کے احتمال کی وجہ سے ترک کر دیا اور دوسرے لوگوں نے بھوک کے فائدوں کو ملاحظہ کر کے اس نقصانات سے آنکھیں بند کر لیں اور بھوک کی طرف ترغیب دینے لگے عقلمندوں کے نزدیک یہ بات مقرر (ثابت) ہے کہ نقصان کے احتمال کی وجہ سے بہت زیادہ منافع کو چھوڑ سکتے ہیں اسی مقولہ کے قریب قریب وہ امر ہے جو علماء نے فرمایا ہے کہ ''اگر کوئی امر سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو اس سنت کے بجالانے کی نسبت ترک بدعت بہتر ہے۔ یعنی بدعت میں نقصان کا احتمال اور سنت میں منافع کی توقع ہے تو ضرر (نقصان) کے احتمال کو منافع کی توقع پر ترجیح دے کر بدعت کو ترک کر دینا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ سنت کے بجالانے میں دوسری راہ

سے نقصان پیدا ہو جائے اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سنت گویا کہ اس حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے کے ساتھ ملی ہوئی ہے چونکہ ایک جماعت اس کی باریکی اور پوشیدگی کی وجہ معلوم نہ کر سکی اس لئے اس کی تقلید کرنے میں سبقت کی اور دوسری جماعت نے اس کو موقت (حضرت آقائے دو جہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے کے ساتھ مخصوص) جان کر اس کی تقلید اختیار نہیں کی ''وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ اَعۡلَمُ بِحَقِیۡقَۃِ الۡحَالِ''۔

(مکتوبات ن 313، ج2ز)

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دو نسبتوں کا بیان

سوال: کا حاصل یہ ہے کہ اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابرین کی کتابوں میں درج ہے کہ ہماری نسبت خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُ نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے بخلاف باقی تمام طریقوں (قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ) کے اگر کوئی مدعی یہ کہے کہ اکثر طریقے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں اور (خود حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُ نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں لہٰذا دوسرے سلاسل کیوں خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُ نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُ نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی نسبت رکھتے ہیں اور خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی اور ان دونوں نسبتوں کے اجتماع کے باوجود حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ میں ہر نسبت کے کمالات جدا ہیں اور وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں ایک جماعت نے صدیقی نسبت کے واسطے سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ''نسبت صدیقیہ۔ اخذ کی اور وہ خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُ نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو گئے اور دوسری جماعت نے مناسب امیری (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے باعث ''نسبت امیریہ (خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)'' اخذ کی اور وہ خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُ نا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو گئی یہ فقیر (حضرت غوث یزدانی الشیخ احمد

سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) ایک تقریب کے سلسلے میں پرگنہ بنارس گیا ہوا تھا جہاں دریائے گنگا و دریائے جمنا کے پانی باہم ملتے ہیں اور اس اجتماع کے باوجود محسوس ہوتا ہے کہ گنگا کا پانی علیحدہ ہے اور جمنا کا علیحدہ اور ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ گویا دونوں کے درمیان کوئی ایسا برزخ حائل ہے کہ ایک کا پانی دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتا ایک گروہ جو دریائے گنگا کے پانی کی طرف واقع ہے وہ اس مجتمع پانی کو پیتا ہے اور دوسری جماعت جو دریائے جمنا کی طرف رہتی ہے وہ دریائے جمنا کا پانی پیتی ہے۔

سوال: اگر یہ کہیں کہ شیخ کبیر حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ قدسیہ میں تحقیق کی ہے کہ خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تربیت حاصل کی ہے اسی طرح خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی تربیت حاصل کی ہے لہٰذا خلیفہ رابع حضرت امیر المؤمنین سیدُنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت عین خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سیدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے۔ پھر ان دونوں میں کیوں فرق ہوا۔

جواب: ہم کہتے ہیں اتحادِ نسبت کے باوجود محل و مقام کے تعدد کی خصوصیات اپنے حال پر ہیں کیونکہ ایک ہی پانی متعدد، مقامات (سے گذرنے کے) باعث مختلف امتیازی کیفیت پیدا کر لیتا ہے اسی طرح یہ بات بھی جائز ہے کہ خصوصیت کی نظر سے ہر ایک طریقہ اس کی طرف منسوب ہو۔

(مکتوب، ج2، ن313ز)

صرف اجازت سے نہ کلاہ و شجرہ سے

دوسری بات یہ ہے کہ اخی حضرت میاں شیخ نور محمد نے آپ کی جانب سے ظاہر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم کو دوسرے سلاسل کے مشائخ سے اجازتیں حاصل ہیں لہٰذا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی جانب سے بھی اجازت مل جائے (تو اچھا ہے) میرے مخدوم و مکرم! طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں پیری مریدی کا تعلق تعلیم و تعلم کے طریقے پر موقوف ہے نہ کہ کلاہ و شجرہ پر جیسا کہ دوسرے سلاسل

میں متعارف ومروج ہے ان بزرگوں کا طریقہ (شیخ کامل کی) صحبت ہے اور ان کی تربیت انعکاسی ہے اسی لئے ان کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا درج ہے اور یہ راستہ قریب ترین راستہ ہے ان بزرگوں کی نظر امراض قلبیہ کے لئے شفا ہے اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔

(مکتوبات شریف ج2۔ن18ز)

یہاں کی ایک گھڑی دوسروں کے یہاں تمام عمر رہنے سے بہتر ہے

حضرت میاں ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سنی تو اپنے طبعی شوق کی بنا پر کشاں کشاں حضرت حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلے آئے اور تعجب کی بات یہ کہ تین ،چار چلے تو درکنار ایک چلہ بھی پورا نہ کیا بلکہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ روز حضرت (حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں رہے اور فائز المرام ہو کے اپنے گھر کی طرف واپس آگئے اس مختصر سے عرصہ میں حضرت غوث جہاں فرید عصر مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمادیا جب وہ اپنے گھر پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو خلاف عادت آپ (حضرت میاں ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ) کے اتنے جلد آنے پر بڑا تعجب ہوا۔اور لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارا طریقہ تو یہ ہے کہ کسی بھی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہو تو کم ازکم ایک چلہ (چالیس دن۔40) تو ضرور ان کی صحبت کر کے آتے ہو لیکن اس دفعہ کیا بات ہے کہ تم نے ایک چلہ بھی وہاں پورا نہیں کیا! تمہارا دل وہاں نہیں لگا یا وہ جگہ تمہیں پسند نہ آئی اور تمہارے معیار کے مطابق نہیں تھی (حضرت میاں ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ) فرمانے لگے، آہ! یہ کیا تم کہہ رہے ہو اتی جی ھک گھڑی بین جی جھار ''یعنی، ایک ایسی بارگاہ میں پہنچا تھا اور مجھے ایک ایسی صحبت نصیب ہوئی تھی جہاں کی ایک گھڑی دوسروں کے یہاں تمام عمر رہنے سے بہتر ہے'' یعنی وہ گوہر جس کی مجھے تلاش تھی اور جس کی طلب میں میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا تھا وہ مجھے الحمد اللہ اس آستانہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) پر تین چار روز میں ہی مل گیا۔

(سندھ کے صوفیاء نقشبند، ج،1، ص، 567)

”رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ“ کی مختصر تفسیر

رِجَال :۔خداﷻ کی پا کی بیان کرنے والے اور نماز پڑھنے والے اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ مقام شہود میں انتہائی استغراق کی وجہ سے۔

لا تُلۡهِيۡهِمۡ: مشغول نہیں کرتی اور اُن کو نہیں روکتی۔

تِجَارَةٌ: سوداگری یعنی ایسے سامان کا خریدنا کہ جس میں نفع کی امید ہو۔

وَّلَا بَيۡعٌ: اور نہ اُنکا بیچنا یعنی لین دینا اور خرید وفروخت اُن کو نہیں روکتی۔

عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ: خداﷻ کی یاد کرنے سے۔

وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ: اور نماز کے قائم کرنے سے۔

وَاِيۡتَاءِ الزَّكٰوةِ :اور زکوۃ کے دینے سے اور محقق اس امر کے قائل ہیں کہ جب خرید وفروخت جو کہ دنیا کے بڑے کاروبار میں سے ہے جب اُن کو خداﷻ کی یاد سے نہیں روک سکتی تو اور کام اور بھی نہیں روک سکتے صاحب کشف الاسرار نے نقل کیا ہے کہ اُن کا ظاہر تو مخلوق کیساتھ ہے اور اُن کا دل حق تعالیٰ کے اسماؤ صفات کے شہود میں ہے اور دراصل ماوراء النہر کے صوفیاء باصفا کی روش ہے نقل ہے کہ ملک حسین ہرات کے بادشاہ نے حضرت قبلہ خواجہ قطب الاقطاب سیّدالواصلین امام الاولیاء والمتّقین خواجہ بہاؤالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ (حضرت قبلہ خواجہ قطب الاقطاب سیّدالواصلین امام الاولیاء والمتّقین خواجہ بہاؤالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ میں ذکر جہر وخلوت (زور اور آہستہ سے) اور سماع (قوالی) ہوتی ہے یا نہیں (حضرت قبلہ خواجہ قطب الاقطاب سیّد الواصلین امام الاولیاء والمتّقین خواجہ بہاؤالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کہ نہیں ہوتی پھر کہا کہ آپ (حضرت قبلہ خواجہ قطب الاقطاب سیّد الواصلین امام الاولیاء والمتّقین خواجہ بہاؤالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ کی بنیاد کس پر ہے (حضرت قبلہ خواجہ قطب الاقطاب سیّد الواصلین امام الاولیاء والمتّقین خواجہ بہاؤالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کہ خلوت در انجمن (بظاہر مجلس میں بیٹھے ہوئے

بھی خدا عزوجل کی یاد میں مشغول رہنا ایک لحظہ بھی اُس بے نیاز سے غافل نہ ہونا) بظاہر خلق کے ساتھ اور بباطن حق تعالیٰ کے ساتھ۔

"بیت"

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وشو	ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہان

اندر (باطن) سے واقف کار ہو جا (ظاہر) سے انجان بن جا ایسی عمدہ چال دنیا میں کم لوگوں کی ہوتی ہے۔

وہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ "اسی مقام کی طرف اشارہ ہے اور حضرت حقائق پناہی (حضرت قبلہ خواجہ قطب الاقطاب سیّد الواصلین امام الاولیاء والمتّقین خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) نے اسی طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کے بیان میں فرمایا ہے۔

رباعی

سر رشتہء دولت اے برادر بکف آر	دین عمر گرامی بخسارت مگذار
دائم ہمہ جابا ہمہ کس در ہمہ حال	میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

اے جان برادر دولت کا سرا قبضہ میں کر لے اس قیمتی زندگی کو ٹوٹے میں نہ صرف کر ہر جگہ ہر شخص کیساتھ ہر حال میں ہمیشہ سب سے بچا کر دل کی نظر یار (حق تعالیٰ) کی جانب رکھ۔

(تفسیر حسینی، ج،2،ص109)

چلنے میں اور لیجانے میں بہت ہی بڑا فرق ہے

طریقۂ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) میں خصوصیت کے ساتھ طالب کیلئے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس راہ (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) میں کوشش کا پاؤں لنگڑا ہو جاتا ہے اور اپنی ریاضت یا مجاہدہ کام نہیں آتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جیسا کہ میں نے حضرت ابوسعید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ شیخ و امام میری جان و دل ان پر فدا ہو ان کی صحبت میں بارہا تجربہ کیا ہے وہ توجہ کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے اس طریقے عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں

جذبہ کو سلوک پر مقدم کرنے کی وجہ سے راستہ میں ایک طرح کی سہولت پیدا ہوگئی ہے کیونکہ چلنے میں اور لیجانے میں بہت ہی بڑا فرق ہے اور تمام سلوک کا خلاصہ کہ جس سے مراد دس مشہور مقامات کو طے کرنا ہے یعنی توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع (تقوی) قناعت ،توکل، تسلیم ،صبر اور رضا یہ سب اسی کے ضمن میں طے ہوتے ہیں۔

میں اپنے پیروں کے قربان جاؤں کہ ہم جیسے گھٹیا اور کم استعداد لوگوں کے لئے کیسی آسان راہ مقرر فرمائی یہ احسان دراصل حضور والا امام الطریقہ قطب الارشاد بہاء الدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ روز تک بارگاہ الٰہی میں رو رو کر اور سر بسجدہ ہو کر دعا کی تھی اور عرض کیا تھا۔ کہ بارالٰہی مجھ کو ایسا طریقہ عطا فرما کہ جس سے تیرا وصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا طریقہ عطا فرمایا جو سب طریقوں سے زیادہ نزدیک اور آسان ہے اور ضرور (اللہ کی معرفت) تک پہنچانے والا ہے۔

(ہدایت الطالبین، ص، 35)

پیر پٹھاں پر (40 دن کا) چلہ کشی اور نقشبندیوی کا ایک نظر برابر ہے

منقول ہے ایک شخص نے درگاہ حضرت پیر پٹھاں رحمۃ اللہ علیہ میں تصوّف کے کسی خاص مقام کے حصول کیلئے ایک چلہ کھینچا جب چالیسویں رات ہوئی تو تحصیل مراقبہ میں حضرت پیر پٹھاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ بابا نہ اس زمانہ میں لوگوں کی وہ محنت ہے اور نہ وہ طلب کرنے والے ہیں تم جس مقام کے طالب ہو وہ تمہیں بغیر محنت کے کیسے حاصل ہوسکتا ہے بیچارہ بددل اور خوار ہو کر وہاں سے لوٹا اور حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر آپ (حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھوڑے ہی دنوں میں تصوّف کے جس مقام کا وہ طالب تھا اس سے بلند تر مقامات پر فائز المرام ہوا ایک روز اس نے تنہائی میں حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ سے درگاہ حضرت پیر پٹھاں رحمۃ اللہ علیہ پر چلّہ کشی

کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت پیر پٹھاں رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایسا فرمایا تھا اور میں آپ (حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں رہ کر چند دن میں اس مقام سے کہیں بالاتر گزر چکا ہوں آپ (حضرت شیخ المشائخ قدوۃ السالکین مخدوم ابوالقاسم نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا بیشک بابا پیر پٹھاں رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ صحیح ہے جو کچھ بھی انسان کو حاصل ہوتا ہے محنت سے حاصل ہوتا ہے مگر یہاں (نقشبندیوں کے پاس) خدا کی رحمت کا بحر بیکراں جوش میں آیا ہوا ہے جو ہر خشک زمین کو سیراب کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہب (عوض کے بغیر حاصل کرنا) ایک دوسری چیز ہے اور کسب ایک اور چیز سبب خواہ درزی ہو یا کہ دھوبی اگر تم اس سے سوال کرو کہ تم ایک لاکھ روپیہ جمع کر سکتے ہو تو وہ بغیر تأمل کے جواب دیگا کہ میرے لئے یہ ناممکنات میں سے ہے لیکن وہ شخص جس کو بادشاہ وقت نے طلب کر کے اپنی مہربانی سے ایک ہی وقت میں دس لاکھ روپیہ دے دیا ہوا گر اس سے بھی سوال کیا جائے تو وہ بھی جواب دے گا کہ اگر خون چاہیئے تو یہ ایک منٹ میں ممکن ہے۔

(تحفۃ الزائرین، ص، 366)

نقشبندیوں کو پہنچانا اور نقشبندیوں کی حقیقت

حضرت شیخ المشائخ زبدۃ الواصلین مولانا جلال الدّین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

تو نقشِ نقشبنداں راچہ دانی	تو شکل و پیکرِ جان راچہ دانی
گیاہِ سبز داند قدرِ باراں	تو خشکی قدرِ باراں چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست	حقائقہائے ایمان راچہ دانی

ترجمہ:

تو نقشبندیوں کو کیا جانتا ہے — تو خوبصورت شکل کو کیا جانتا ہے

سبزہ بارش کی قدر جانتا ہے — تو خشک ہے تو بارش کی قدر کیا جانتا ہے

ابھی کفر پہ ہے تجھے ایماں کی خبر نہیں — تو ایماں کی حقیقت کو کیا جانتا ہے

تشریح:

تو حضراتِ نقشبندیہ کے بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) اور ان کے نقش یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پرعمل کرنے اور دوسروں کو کرانے کے متعلق کیا جانتا ہے تجھے ان کے متعلق کچھ خبر نہیں تو ان حضرات (نقشبندیوں رحمتہ اللہ علیہم) کی متشرع شکل وصورت اور تعلق باللہ کے بارے میں کیا جانتا ہے تجھے ان کے حالات کا پتہ نہیں اے بے خبر سبز گھاس تو خود کو سرسبز اور برقرار رکھنے کیلئے بارش کی قدر و قیمت جانتا ہے کہ وہ اس کی بقاء کیلئے کس قدر ضروری ہے مگر تو تو خشک گھاس کی مانند ہے جس کیلئے بارش کا برسنا یا نہ برسنا برابر ہے اسلئے تو بارش کی قدر و قیمت کیا جانے اے غافل تو اب تک کفر وایمان کی حقیقت سے بے خبر ہے اسلئے ایمان کی حقیقتوں کے بارے میں تو کیا جانے اگر تو کفر کے تباہ کن حالات اور ایمان کی دولت سے ملنے والی نعمتوں سے آگاہ ہوتا تو حضراتِ نقشبندیہ (رحمتہ اللہ علیہم) کی خدمت میں رہ کر کتاب (قرآن مجید) وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پرعمل کرکے اور بدعات وکفر سے بچ کر اپنا ایمان بچا لیتا۔

حضرت شیخ العرفاء عارف نورالدّین عبدالرّحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

قدر گل ومُل بادہ پرستان جانند	نہ خود منشاں وتنگدستان دانند
از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن	کیں نقشِ غریب نقشبنداں دانند

گل یعنی عشق اللہ کی قدر و قیمت بادہ پرستان یعنی عاشق جانتے ہیں نہ کہ خود بیں و مفلس لوگ اس کو جانتے ہیں نقش (ماسوا) سے بے نقش یعنی باری تعالیٰ کی طرف ہو سکنے کو اور اس کے نقش (طریقے) کو غریب نقشبند لوگ جانتے ہیں اس ذرّہ بے مقدار کو کیا طاقت و ہمت کہ اس بلند طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف کی چھت پر پرواز کرے یا اسکی خوبیوں کے مجموعہ کے فضائل وکمالات کے بارے میں لب کشائی کرے یعنی بات کرے لیکن اسقدر جانتا ہے کہ اس خاندان کے عزیزوں کی خاک اور نبوّت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طـــینــت کے کمالات کا پرورش کیا ہوا ہے ہر کمال جو اس سے ظاہر ہوتا ہے ان کمالات کا نمونہ و پرتو ہے جو کہ بہت زیادہ محبت اور پیروی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سبب سے ان کے باطن پہ تجلی کرتا ہے اور

پرتو ڈالتی ہے حضرت سلطان المشائخ خواجہ سیدی بہاوالدّین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریقہ سے منہ کا پھیر لینا دین کیلئے۔خطرہ کا سبب ہے۔مزید یہی وجہ ہے کہ عقلمندوں کی ایک جماعت نے حضرت شیخ المشائخ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ طریقہٗ مجدّدیہ اختیار کرنے میں دوسرے مشائخ کے طریقوں (عالیہ قادریہ۔عالیہ چشتیہ۔عالیہ سہروردیہ وغیرہ) سے کونسی فضیلت ہے آپ (حضرت شیخ المشائخ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ یہ طریقہٗ مجدّدیہ جس کو میں نے کتاب وسنت پر عمل کے مطابق پایا ہے اسلئے کہ یہ ثبوت قطعی ہے یہ کہ ہر چیز جو کہ قطعی پر منطبق (موافق وبرابر) ہے وہ بھی قطعی ہے مزید اسی سبب سے فرمایا کہ ہماری نسبت قرونِ اولیٰ (یعنی اوّل زمانہ) کے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مثل ومشابہ ہے اس راستہ میں بالکل تبدیلی نہیں ہوئی ہے اگر قطرہ ہے تو وہ بھی اسی چشمہ سے ہے اور اگر ایک گھونٹ ہے تو وہ بھی اسی شراب خانہ (معرفت الٰہی) سے ہے۔

مزید یہی سبب ہے کہ حضرت عالی امام ربّانی شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔کہ ہمارا طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) قیامت کے واقع ہونے تک ہوگا بشرطیکہ اس میں کسی (غیر شرعی) چیز کی ملاوٹ نہ ہو الحمد للہ اس زمانہ تک یہ بلند طریقہٗ عالیہ نقشبندیہ جیسا کہ چاہیئے بدعت کے تمام طریقوں سے اب تک محفوظ ہے اور ان عزیزوں (بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم) کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام بدعت کے طریقوں سے قیامت تک محفوظ رہے گا جیسا کہ میرے حضرت شیخ المشائخ مخدوم مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرات خواجگان رحمۃ اللہ علیہم کے گروہ کے ذکر کے بعد نفحات میں فرماتے ہیں کہ حضرات خواجگان رحمۃ اللہ علیہم کے خاندان کے بعض احوال واقوال اور ان کے روشن وطریقہ کے بیان کے ذکر سے خصوصاً حضرت سلطان المشائخ خواجہ سیدی بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم کی خدمت سے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ اہل سنت وجماعت کے اعتقاد شریعت کے احکام کی اطاعت اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں کی پیروی اور دوام عبودیت (ہمیشہ کی بندگی) کہ جس سے مراد دوام آگاہی (ذکر) غیر اللہ کے وجود کے شعور کی مزاحمت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی

جناب میں ہے پر منحصر ہے پس ایک گروہ جوان بزرگ صوفیاء نقشبند (رحمتہ اللہ علیہم) کا انکار کرتا ہے اس سبب سے ہوسکتا ہے کہ ان کے ظاہر و باطن کو ہوس اور بدعت کی گمراہی نے پکڑ لیا ہے اور ان کی بصیرت کی آنکھ کو حسد و تعصب نے اندھا کر دیا ہو اس لئے ناچار وہ لوگ ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کی ہدایت کے انوار اور ولایت کے آثار نہ دیکھتے ہوں اور اپنے اس نابینا ہونے یعنی نہ دیکھنے کے سبب ان آثار و انوار کو جو کہ مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں کا دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں افسوس صد افسوس۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند	کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں	می بردو، وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور	حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

تشریح نقشبندی بزرگ (رحمتہ اللہ علیہم) عجیب قافلہ سالار ہیں کہ جو طریقت کے مسافروں کے قافلہ کو حرم کعبہ یعنی ہدایت و کامرانی تک پوشیدہ راستہ سے لے جاتے ہیں راستہ کے سالک یعنی مرید کے دل سے اپنی صحبت کے جذبہ یعنی کشش کے ذریعہ وسوسہ خلوت یعنی گوشۂ نشینی اور فکر چلہ یعنی چلّہ کشی سے باہر لے جاتے ہیں یعنی ان کی ضرورت نہیں رہتی ہے مقصود سوائے بغیر گوشۂ نشینی اور چلہ کشی کے ان کی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے وہ کوتاہ فہم جو اس گروہ کے اولیاء اللہ پر قصور یعنی کمی کے بارے میں ملامت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اگر میں ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں ان کے طعنے قابل التفات اور زبان پر لانے کے قابل نہیں جہان کے تمام شیر یعنی خواجگان نقشبند رحمتہ اللہ علیہم اس سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ) کو درہم برہم نہیں کرسکتی اور کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحیح راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔

(معمولات مظہریہ، ص، 321)

حضرت خواجہ خواجگان عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر زمانہ میں رجال غیب صالحین

میں سے اس شخص کی صحبت میں رہتے ہیں جو عزیمت (عزیمت شریعت میں اصل مشروع کو کہتے ہیں) پر عمل کرتا ہے یہ گروہ رخصت (رخصت اسے بولتے ہیں جو کسی عذر کے سبب سے مباح سمجھا گیا ہو حالانکہ اس کی حرمت کی دلیل قائم ہو) سے بھاگتا ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے ہمارے خواجگان رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ عزیمت ہے۔

(مشائخ نقشبندیہ ص155)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ قطب الارشاد خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک مرید نے چاہا کہ وہ غذا کی مقدار کم کردے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ) میں غذا کم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارے بزرگوں نے اس عمل سلوک کی بنیاد وقوف قلبی کے دوام اور صحبت شیخ پر رکھی ہے زہد اور مجاہدہ کا نتیجہ خرق عادت اور تصرف ہوا کرتا ہے۔ اور ہمیں اس سے کچھ سروکار نہیں۔ ہمارا مقصد تو دائمی ذکر اور توجہ الی اللہ ہے۔ اتباع سنت ہے اور کثرت انوار و برکات ہے۔

(خزینۃ الاصفیاء ص211)

جو طریقہ زیادہ قریب ہوگا وہ سنت کی اتباع کریگا

حضرت شیخ المشائخ فرید عصر شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں دو چیزیں اختیار کرتے ہیں ایک اتباع سنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے دلی توجہ چنانچہ یہی طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے اور تمام اولیاء رحمتہ اللہ علیہم امت سے افضل اور کمالات میں قابل سند ہیں کیونکہ ان کے کمالات اصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور کمالات اولیاء رحمتہ اللہ علیہم فروع اور ان کا عکس ہیں پس جس طریقہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طور طریقے پائے جائیں وہی دوسرے طریقوں سے افضل ہوگا۔

(دار لمعارف، ص، 80 ایضاً)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظمت

حضرت شیخ المشائخ فرید عصر شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے قدماء کا

طریقہ ریاضتیں ومجاہدات تھا لیکن خواجۂ خواجگان کے خواجہ پیروں کے پیر زخمی دلوں کے لئے مرہم خاص حضرت شیخ المشائخ امام الطریقہ بہاؤ الدّین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کر کے راہ کو آسان بنا دیا بموجب ایں آیۃ کریمہ۔

"یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ" (پارہ 2، سورۃ البقرۃ، آیت 185)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ تم دشواریوں میں مبتلا ہو۔

سخت ریاضتوں سے منع کر کے ہم کم ہمت لوگوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے اور اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) میں بغیر محنت کے صرف اکابر (رحمتہ اللہ علیہم) کی توجہات سے فیض حاصل ہوتا ہے اور سالک ہر مقام سے بہرہ ور ہوتا ہے سبحان اللہ خواجۂ خواجگان رحمتہ اللہ علیہم کی شان بھی عجیب ہے کہ زبان اس کے بیان قاصر ہے۔

سکّہ کہ در یثرب وبطحا زدند	نوبت آخر بہ بخارا زدند

ترجمہ:

جس کا سکہ یثرب بطحا میں چل رہا ہے جن کی نوبت بخارا میں بج رہی ہے

(دارلمعارف، ص، 77)

نقشبند کا لقب اور اس کی حقیقت

حضرت شیخ المشائخ سلطان العارفین خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی جانب نقشبند کا لقب غیب وآسمانی تھا اور سلسلہ سے منسوب بعض بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) نے اس کی دو وجوہ بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ آپ (حضرت شیخ المشائخ سلطان العارفین خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) جب کسی طالب کو ذکر قلبی کی تعلیم فرماتے تو اُس کے قلب پر اللہ کا نقش بٹھا دیتے تھے اور یہ اس درجہ قوی ہوتا کہ عوارض قلیلہ سے زائل نہ ہوتا آپ (حضرت شیخ المشائخ سلطان العارفین خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) یہ اپنے بعد اپنے خلفاء کبار کے سپرد فرما گئے یہاں تک کہ آج تک کیلئے یہ اس سلسلہ کا معمول بن گیا دوسری وجہ بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) نے یہ بیان فرمائی کہ آپ (حضرت شیخ المشائخ

سلطان العارفین خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) ابتدا ہی میں ہر مرید رشید کے قلب کے آئینہ پر اپنے کامل تصرف اور مکمل توجہ سے نقوش کونیہ کی راہ بند فرما دیا کرتے تھے اور اس طرح صورتوں کا نقش ذکر قلبی میں مخل نہ ہوا کرتا تھا۔

نقش بند است کہ از یک نظرش تا دم حشر	در مرایائے خواطر نہ فتد نقش صور

آپ (حضرت شیخ المشائخ سلطان العارفین خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) نقشبند ہیں کہ آپ (حضرت شیخ المشائخ سلطان العارفین خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک نظر کی برکت سے دلوں کے آئینہ میں تادم حشر صورتوں کا نقش نہ پڑا کرتا تھا۔

(نسیمات القدس، ص، 31)

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت اور القاب

یہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) حضرت امیر المومنین سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں چنانچہ حضرت امیر المومنین سیدُنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے حضرت شیخ المشائخ شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک اِسے صدّیقیہ کہتے تھے اور حضرت شیخ المشائخ شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شیخ المشائخ خواجہ خواجگان عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تک طیفوریہ او رحضرت شیخ المشائخ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شیخ المشائخ خواجہ سیدی بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک خواجگانیہ کہلاتا تھا اور حضرت شیخ المشائخ خواجہ سیدی بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عالی امام ربّانی مقبول یزادنی مجدّ دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اور حضرت امام ربّانی مقبول یزدانی مجدّ دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے نقشبندیہ مجدّدیہ کہلاتا ہے انسان پر لازم ہے کہ اپنے آقا و مولا کریم جلّ جلالہٗ کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے باز رہے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک اخلاص کا حکم دیا جسے حدیث جبریل علیہ السلام میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے یہ دوام عبودیت یا دوام آگاہی فناء و محبت ذاتیہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اس لئے صوفیاء کرام نے فناء و محبت ذاتیہ کی تحصیل کے لئے مختلف طریقے بیان کئے ہیں جن میں طریقۂ (عالیہ)

نقشبندیہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) کا مدار متابعت سنت ﷺ کے التزام اور بدعت سے اجتناب پر ہے اور ذکر اذکار بھی اگر ہیں تو وہی جو ماثورہ (قرآن وحدیث میں) ہیں۔ حضور سیّد المرسلین ﷺ نوع بشر بلکہ ملائکہ سے بھی اکمل الاکملین ہیں ظاہر وباطن اور صفات جبلّی وکسبی میں اور علم واعتقاد وعمل وعبادات اور عادات ومعاملات میں جو شخص حضور سیّد المرسلین ﷺ سے جس قدر زیادہ مشابہت پیدا کرے اُسے اُسی قدر کامل جاننا چاہئے اور جو شخص مشابہت میں ان اشیاء میں سے کسی چیز میں قاصر ہے اسے اُسی قدر ناقص جاننا چاہئے کمال اتباعِ سنت جو حضرات نقشبندیہ (رحمتہ اللہ علیہم) نے اختیار کیا ہے اُس کے سبب سے وہ دوسروں پر سبقت لے گئے ہیں اور کمال متابعت کی وجہ سے یہی کمال مشابہت اُن کی افضلیت کی دلیل ہے وہ عمل پر عزیمت کو حتی المقدور ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور رخصت پر عمل تجویز نہیں کرتے۔ اور احوال ومواجید کو احکام شریعہ کے تابع رکھتے ہیں اور اذواق ومعارف کو علوم دینیہ کے خادم سمجھ کر جواہر نفیسہ شرعیہ کے عوض میں وجد وحال کے جوز ومویز کو نہیں لیتے اور صوفیہ کے ترّہات پر مغرور نہیں ہوتے اِسی واسطے اُن کا وقت وحال دوام واستمرار پر ہے نقش ماسوا ان کے دل سے اس طرح محو ہو جاتا ہے کہ اگر ہزار سال ماسوا کے حاضر کرنے میں تکلف کریں تو حاضر نہ ہو سکے وہ تجلّی جو دوسروں کیلئے مثل برق کے ہے ان بزرگوں (نقشبندیوں رحمتہ اللہ علیہم) کیلئے دائمی ہے وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ترجمہ: وہ مرد کے غافل نہیں کرتی اُن کو سوداگری اور نہ خرید وفروخت خدا عزوجل کی یاد سے (سورۃ نور 37) ان کی صفت ہے۔

حضرت شیخ المشائخ خواجہ سیدی بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ رب العزّت میں دعا کی تھی کہ الٰہی مجھے ایسا طریقہ عطا ہو۔ جو اقرب طرق اور البتہ موصل ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ المشائخ خواجہ سیدی بہاالدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول فرمائی اور ان کو سلوک پر جذبہ کی تقدیم کا الہام ہوا دوسرے طریقوں میں سلوک کو جذبہ پر مقدم کرتے ہیں یعنی پیر اپنے مرید کو پہلے ریاضات (اربعین و بیدار و گرسنگی وغیرہ) کا حکم دیتا ہے۔ اور ان ریاضتوں سے

مرید کے عناصر و نفس کو مصفا کرتا ہے جب مرید اپنے نفس و عناصر کی طہارت اپنے سے باہر عالم مثال میں دیکھتا ہے مثلاً ستارے یا ہلال یا ماہ ناقص یا بدر کامل یا آفتاب تو اس وقت شیخ اُس مرید کو فناء و تصفیہ نفس و عناصر کی بشارت دیتا ہے اسے سلوک کہتے ہیں اور سیر کو سیر آفاقی کہتے ہیں کیونکہ طالب اپنے سے خارج عالم مثال میں جو منجملہ آفاق ہے اپنا احوال و انوار دیکھتا ہے اِس کے بعد شیخ محض اپنی توجہ سے مرید کے لطائف عالم امر (قلب۔۔روح۔۔سر۔۔خفی۔۔اخفی) کے تزکیہ میں مشغول ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ فناء وبقاء حاصل کر لیتا ہے اسے جذبہ کہتے ہیں اور اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں کیونکہ اس سیر میں طالب جو کچھ (استنارت و ترقی وصول باصل و فناء) دیکھتا ہے اپنے اندر دیکھتا ہے بناء بر توجیہ حضرت شیخ المشائخ غوث یزادنی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس سیر کو سیر انفسی اس واسطے کہتے ہیں کہ انفس اسماء وصفات باری تعالیٰ کے ظلال وعکوس کے آئینے ہو جاتے ہیں نہ یہ کہ سالک کی سیر سیر انفس میں ہوتی ہے یہاں حقیقت میں ظلال اسماء کی سیر ہے انفس کے آئینوں میں طریقۂ (عالیہ) نقشبندیہ میں جذبہ کو سلوک پر مقدم کرتے ہیں اور ابتداء لطائف عالم امر (قلب۔۔روح۔۔سر۔۔خفی۔۔اخفی) سے کرتے ہیں سلوک جذبہ کے ضمن میں اور سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طئے ہو جاتی ہے حضرت شیخ المشائخ غوث یزادنی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی توضیح وتشریح یوں فرماتے ہیں کہ سلوک اور جذبہ وتصفیہ سے مقصود نفس کا اخلاقی رویہ اور اوصاف رزائلہ سے پاک کرنا ہے انفس کی گرفتاری اور مرادات نفس کا حصول سب سے بڑی برائی ہے آفاق کی گرفتاری انفس کی گرفتاری کے سبب سے ہے کیونکہ جس چیز کو کوئی شخص دوست رکھتا ہے اپنی دوستی کے سبب سے دوست رکھتا ہے مثلاً اگر فرزند و مال کو دوست رکھتا ہے تو اپنے فائدے کے لئے دوست رکھتا ہے چونکہ سیر انفسی میں محبت خدا تعالیٰ کے غلبہ کے سبب سے اپنی دوستی زائل ہو جاتی ہے اس لئے اس کے ضمن میں فرزند و مال کی دوستی بھی زائل ہو جاتی ہے پس ثابت ہوا کہ اپنی ذات کی گرفتاری کے دور ہو جانے سے دوسروں کی گرفتاری بھی دور ہو جاتی ہے اس طرح سیر انفسی کے ضمن میں سیر آفاقی بھی قطع ہو جاتی ہے اس صورت میں سیر انفسی اور سیر آفاقی کے معنی بھی بلا تکلف درست رہتے ہیں کیونکہ

حقیقت سیر انفسی میں بھی ہے۔ اور آفاق میں بھی انفس کے تعلقات کا قطع بتدریج انفس میں سیر ہے۔ اور آفاق کے تعلقات کا قطع جو سیر انفسی کے ضمن میں ہوتا ہے آفاق میں سیر ہے دیگر مشائخ (رحمتہ اللہ علیہم) نے جو ان دونوں کے معنی بیان کئے ہیں ان میں تکلف ہے پس طریقہ (عالیہ) نقشبندیہ میں راہ اقرب ہوا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کی بدایت مندرج ہے واضح رہے کہ سیر انفسی و سیر آفاقی دونوں ولایت کے رکن ہیں شہود انفسی کو کمال بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے سے باہر شہود یافت نہیں مگر حضرت شیخ المشائخ غوث یزادنی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلوب جو بیچون و بیچگون ہے آفاق و انفس سے باہر ہے آفاق و انفس کے آئینوں میں اس کی ذات اور اسماء و صفات کی گنجائش نہیں ان میں جو ظاہر ہوتا ہے وہ ظلال اسماء و صفات ہے بلکہ اسما وصفات کی ظلّیت بھی ان دونوں سے باہر ہے چونکہ آفاق و انفس و سلوک و جذب سے باہر ولایت اولیاء کا گزر نہیں اس لئے اکابر نقشبندیہ (رحمتہ اللہ علیہم) نے بھی آفاق و انفس اور سلوک و جذب سے باہر ولایت اولیاء کا گزر گاہ نہیں اس لئے اکابر نقشبندیہ نے بھی آفاق والنفس اور سلوک و جذب سے باہر کی خبر نہیں دی ہے اور کمالات ولایت کے مطابق فرما دیا ہے کہ اہل اللہ فناء و بقاء کے بعد جو کچھ دیکتے ہیں اپنے میں دیکھتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے "وَفِي اَنفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُونَ" مگر الحمدُ للہ کہ ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) نے اگرچہ انفس سے باہر کی خبر نہیں دی مگر وہ گرفتار انفس بھی نہیں وہ انفس کو بھی آفاق کی طرح "لا" کے تحت میں لاکر اُس کی نفی کرتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ المشائخ خواجہ سیدی بہاء الحق بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور جو کچھ سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے حقیقت کلمہ "لا" سے اُس کی نفی کرنی چاہئے۔

نقشبند ند و لے بند بہر نقش نیند	ہر دم از بوالعجبی نقشِ دگر پیش آرند
نقشبندانے ولیک از نقش پاک	نقش ماہم گرچہ پاک از لوح خاک

نقشبند کہلاتے ہیں مگر کسی نقش میں بند نہیں ہیں اپنے کمال اور بوالعجبی سے ہر ساعت نہایت

عمدہ نقش پیش کرتے ہیں نقشبند کہلاتے ہیں لیکن ہر نقش سے پاک ہیں اگر چہ ہمارا نقش بھی لوح خاک سے پاک ہے۔

طریقۂ (عالیہ) نقشبندیہ کے اقرب ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ (رحمتہ اللہ علیہم) کا وسیلہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ ہیں ظاہر ہے کہ وسیلہ جس قدر زیادہ قوی ہوگا راہ وصول اقرب ہو گا۔ اور قطع منازل بہت جلدی ہو جائیگا وہ جو اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابر کی عبارت میں واقع ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بلند و بالا ہے بالکل درست ہے کیونکہ اُن کی نسبت (یعنی دوام حضور یا دوام آگاہی) حضرت امیر المومنین سیدّ ناصدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے جو پیغمبروں علیہم السلام کے بعد افضل البشر ہیں اور حضرت امیر المومنین سیدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آگاہی یقیناً سب آگاہیوں سے ارفع و اعلیٰ ہے یہ طریق (عالیہ نقشبندیہ) البتہ موصل ہے عدم وصول کا احتمال یہاں نہیں پایا جاتا کیونکہ اس راہ کا پہلا قدم جذبہ ہے جو وصول کی دہلیز ہے سالک کے وصول کا مانع یا جذب محض ہے جس میں سلوک نہیں یا سلوک محض بغیر جذبہ کے یہ دونوں مانع نہیں پائے جاتے کیونکہ اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) میں نہ سلوک خاص ہے نہ جذب محض بلکہ جذبہ ہے متضمن سلوک۔ لہٰذا اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) میں وصول کا سدراہ سوائے طالب کی سستی کے اور کوئی چیز نہیں طالب صادق اگر پیر کامل کی صحبت میں رہے اور شرائط طلب جو اکابر (بزرگوں رحمتہ اللہ علیہم) سلسلہ نے قرار دی ہیں بجالائے تو امید ہے کہ البتہ واصل ہوگا اگر پیر ناقص سے کسی کا پالا پڑ جائے تو چونکہ وہ خود واصل نہیں دوسرے کو کیسے واصل بنا سکتا ہے اس صورت میں طریق (عالیہ نقشبندیہ) کا کیا قصور ہے۔

حضرت قبلہ درویشاں زبدۃ الواصلین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلۂ عالیہ (نقشبندیہ) کی تاریخ میں ایک نیا دور پیدا کر دیا ہے ولایت کبریٰ کے اوپر کے تمام مقامات آپ (حضرت قبلہ درویشاں زبدۃ الواصلین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) ہی پر منکشف ہوئے ہیں اور آپ (حضرت قبلہ درویشاں زبدۃ الواصلین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے علوم و معارف جدید پر شریعت

کی مہر تصدیق ہے۔ چنانچہ آپ (حضرت قبلہ درویشاں زبدۃ الواصلین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) مکتوب ۲۶۰ جلد اوّل میں اپنا طریق (عالیہ نقشبندیہ) بیان کر کے یوں رقم طراز ہیں۔

"یہ ہے بیان اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) کا بدایت سے نہایت تک جس کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس حقیر (حضرت قبلہ درویشاں زبدۃ الواصلین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو ممتاز فرمایا اس طریق کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جو متضمن اندراج نہایت در بدایت ہے اس بنیاد پر عمارتیں اور محل بنائے گئے اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا بخارا اور سمرقند سے بیج زمین ہند میں جس کا مایہ خاک یثرب و بطحا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے بویا گیا وراس کو سالوں آب فضل سے سیراب رکھا گیا اور تربیت احسان سے پرورش کیا گیا جب وہ کھیتی کمال کو پہنچی تو یہ علوم و معارف کا پھل لائی"۔

ایک اور مکتوب (مکتوب ۲۸۱ جلد اوّل) میں آپ (حضرت زبدۃ الواصلین مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ "اس طریق (عالیہ نقشبندیہ) میں ایک قدم رکھنا دوسرے طریقوں (عالیہ قادریہ عالیہ چشتیہ عالیہ سہروردیہ وغیرہ) کے سات قدموں سے بہتر ہے وہ راستہ جو بطریق تبعیت و وراثت کمالات نبوت کی طرف کھلتا ہے اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) سے مخصوص ہے دوسرے طریقوں (عالیہ قادریہ عالیہ چشتیہ عالیہ سہروردیہ وغیرہ) کی نہایت کمالات ولایت کی نہایت تک ہے وہاں سے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ کھلا نہیں"۔

(مشائخ نقشبندیہ، ص، 488)

نقشبندیہ طریقہ عروۃ الوثقیٰ ہے

حضرت عندلیب گلشن راز خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارا طریقہ عروۃ الوثقیٰ ہے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی سنت ایسی نہیں ہے جس پر ہمارا عمل نہ ہو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے جس کی ہم پیروی نہ کریں جو شخص ہمارے طریقہ سے روگردانی کرتا ہے اس کے ایمان کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور آپ (حضرت عندلیب گلشن راز خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔ حضرات

مشائخ نقشبندیہ (رحمتہ اللہ علیہم) کا مقولہ ہے کہ سلوک کے راستہ میں ابتداء میں قبولیت اور آخر میں یافت ہوتی ہے قبولیت (۱) یعنی مرید مشائخ کی نظروں میں مقبول ہو جائے (۲) قبولیت سے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اصحاب حقیقت کی معرفت مرید کے دل میں پیدا ہو جائے یافت یعنی حق تعالیٰ جلّ جلالہٗ کا وصال حاصل ہو جائے۔ (یعنی معرفت)

(حیات باقی باللہ، ص، 12)

چار نہریں عالیہ نقشبندیہ۔۔ عالیہ قادریہ۔۔ عالیہ چشتیہ۔۔ عالیہ سہروردیہ

حضرت شیخ المشائخ فرید عصر شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسرار الٰہیہ کی چار نہریں (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ۔۔ عالیہ قادریہ۔۔ عالیہ چشتیہ۔۔ عالیہ سہروردیہ) اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) مجدّدیہ میں جاری ہیں انہی کی دو نہر نقشبندی ایک نہر قادری نصف چشتی اور نصف سہروردی ہیں۔

(درالمعارف، ص، 143)

نقل ہے کہ ایک روز آپ (صوفی باصفا حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) مجلس میں تشریف فرماتھے اور اُس وقت اس مجلس کی عجیب حالت ہو رہی تھی کہ ہر ایک شخص ایک محویت اور لذت توحید میں مستغرق تھا ایک شخص نے اربعۂ طریقت کی فضیلت بیان کر کے کہا کہ حضرت امام مجدد الف ثانی الشیخ احمد کابلی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے تو نقشبندی سلسلہ کو بہت ہی فضیلت دی ہے باوجود یہ کہ آپ سلسلہ قادریہ اور چشتیہ اور سہروردیہ میں بھی خلیفہ تھے تو حضور نے فرمایا اسکا عروج اوروں سے آگے ہے اور اس میں وصل عریانی ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور کچھ اپنے مشاہدے کی بات بھی آپ ارشاد فرمائیے۔ یہ دلائل تو کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں آپ سکوت فرما کر درود خوانی میں مشغول ہو گئے۔ کیونکہ حضور کی عادت مبارک تھی کہ لوگوں سے ملتے وقت مجلس میں اندازہ رکھتے اور جس قدر لوگوں سے بات کرتے اُسی قدر درود شریف پڑھ لیتے تھے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ ایک فضیلت نقشبندی سلسلہ کی عالم رویٔا میں یہ دیکھی تھی کے ایک دفعہ زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہوئی۔ دیکھا کہ میں آپ کے حضور میں بیٹھا ہوں اور آپ کہ سینے مبارک سے چار نہریں نکلی ہیں اور تمام عالم میں جاری ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تشریف وہاں فرما ہیں، منجملہ اُن کی ایک نہر اتنی بڑی ہے کہ وہ اکیلی ہی اُن تینوں کے برابر ہے اور سید المرسلین ﷺ نے مجھے اس بڑی نہر میں بیعت فرمایا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس نہر کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا نقشبندی نہر یہی ہے۔ جس وقت بیعت کی، قبولیت کے واسطے فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ طفیل اپنے میاں صاحب (پیر) کے اس طریقہ کی بیعت کو قبول کیا آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا یہی نہریں ہیں جو قیامت تک میری امت کے اولیاء میں جاری اور میرے تک پہنچاتی رہیں گی۔

(ذکر خیر ص252)

نقشبندیوں ہوشیار لمحہ بہ لمحہ

حضرت خواجہ سلطان طریقت سیدی کعبہ صفا بزرگ بہاؤالدّین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے کھانے پینے کہنے سننے چلنے خرید وفروخت عبادت کرنے نماز پڑھنے قرآن شریف پڑھنے کتابت کرنے سبق پڑھنے وعظ کرنے غرضیکہ پلک جھپکنے میں بھی خدائے وحدہٗ لاشریک سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی	شاید کہ نگاہ کند آ گاہ نباشی

یعنی: ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس دوست سے غافل نہ ہو شاید وہ نظر لطف کرے اور تجھ کو خبر نہ ہو۔

(سیرت مجدد الف ثانی، ص123ز)

تمام کمالات نقشبندیوں کے حوالے کر دیں گے

حضرت عالی امام ربانیؒ مقبول یزدانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم الشیخ (وحید دوران شیخ العرفاء عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ) کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دائرہ (سلوک واحسان) کا مرکز اور اس بادیہ کی شاہراہ اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے حوالے کر دی گئی ہے اور اس کی نسبت کو تمام نسبتوں سے اُوپر بتایا کرتے تھے اور یہ بھی

فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند ہم نے اس طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) کے اکابر کے رسائل سے ان کے طور طریقے اور ان کے اسرار معلوم کیئے۔ لیکن ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ اللہ پاک اس سلسلے کے راہ نما اور کارشناسا کو ہمارے شہر میں پہنچا دے یا ہم ہی اُس کے شہر میں پہنچ جائیں تا کہ اس کی صحبت کی برکتوں سے ہم اقتباس انوار (حاصل) کرسکیں۔

(زبدۃ المقامات، ص،174)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو چھوڑ کر دوسرے سلسلہ میں مرید ہونا

حضرت سیدی قیوم اول مجدد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ایک دن مشائخ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم کی غیرت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اس اثناء میں اس بات کا بھی ذکر درمیان میں آیا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جنھوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں (نقشبندیوں) رحمتہ اللہ علیہم کی جماعت میں داخل کیا ہے (یعنی مرید ہوئے) یا اُن کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے اور انہوں نے (یعنی صوفیاء نقشبند رحمتہ اللہ علیہم نے) فرمایا اور پھر بلا وجہ و بے سبب ان بزرگواروں رحمتہ اللہ علیہم (نقشبندیوں) سے تعلق کاٹ لیا اور ظن وگمان سے دوسرے کے دامن کو جا پکڑا ہے اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سنام کا بھی ذکر ہوا تھا یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لمحہ تک ہوتی رہی ہوگی اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی بعدازاں خدا نہ کرے کہ فقیر (حضرت تاج الاولیاء شیخ العرفاء مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارا طریقہ (نقشبندیہ مجدّدیہ) دعوت اسماء کا طریق نہیں ہے اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کے بزرگواروں رحمتہ اللہ علیہم نے ان اسماء کے مسمیٰ میں فنا ہونا اختیار کیا ہے اور ابتداء ہی سے ان کی توجہ شریف احدیت صرف کی طرف ہے اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا	میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو

(مکتوب، ج، 1، ن، 202 س)

نقشبندی حضرات، مرید اور خلفائے، اپنے پیرو کے سامنے اپنے خواب اور واقعات پر بھروسہ نہیں کرتے صوفیاءِ نقشبند رحمتہ اللہ علیہم اپنے وقائع کا کوئی اعتبار نہیں انہوں نے یہ بیت (شعر) اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

چوں غلام آفتابم ہم از آفتاب گوئم	نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گوئم

میں آفتاب کا غلام ہوں ہر بات آفتاب کے متعلق ہی کہوں گا میں نہ رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں بیان کروں۔

(مکتوبات معصومیہ، فضائل نقشبندیہ، ص، 9،)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بعض دوستوں کو جلد اثر نہیں ہوتا اس کا علاج

اس بلند طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کے کچھ طالب ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود ان کی سیر کی ابتداء عالم امر سے ہوتی ہے تاہم وہ جلد اثر پذیر نہیں ہوتے اور لذّت وحلاوت جو جذبہ اور کشش کا ہراول دستہ ہے اپنے اندر جلدی پیدا ہی نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم امر عالم خلق کی نسبت کمزور ہوتا ہے اور یہی ضعف و کمزوری جلد اثر پذیری میں رکاوٹ اور سدّ راہ ہوتی ہے اثر پذیر ہونے میں یہ تاخیر اور دیر اس وقت تک موجود رہتی ہے جب تک ان میں عالم امر عالم خلق پر غلبہ اور قوت حاصل نہ کرلے اور معاملہ برعکس نہ ہوجائے اس ضعف کا علاج اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) کے مناسب یہ ہے کہ مکمل تصوف والا مرشد (کامل مکمل شیخ) پورے تصرف (توجہ) سے کام لے اور دوسرے طریقوں (سلسلہ عالیہ قادریہ ۔عالیہ چشتیہ۔ عالیہ سہروردیہ وغیرہ) کے مناسب اس مرض کا علاج یہ ہے کہ پہلے تزکیہ نفس کیا جائے اور ریاضات و مجاہداتِ شاقہ موافق شریعت اختیار کئے جائیں (مدنی تاجدار حضور پرنور علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ) یہ بات بھی ذہن میں ہونی چاہئے کہ

دیر سے اثر پذیر ہونا استعداد کے ناقص ہونے کی علامت نہیں مکمل استعداد والے گروہ کے متعلق بھی یہ ممکن ہے کہ اس بلا میں مبتلا اور گرفتار ہو۔

(مکتوب، ج،1، ن145، س)

نقشبندیوں کی قدرت اور طاقت

بزرگ صوفیاء نقشبند رحمتہ اللہ علیہم جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل قدرت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آ گاہی بخش دیتے ہیں اس طرح نسبت کے سلب (لے لینے) کے لئے بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی التفات (توجہ) سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے غیظ وغضب اور اولیاءِ کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے غیظ وغضب سے بچائے۔ (آمین)

(مکتوب ن221 ج2 س)

اپنے خلیفہ پر یقین اور ایک ہفتہ میں ولایت فنا فی للہ بقا باللہ ولایت خاصہ

حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص مرید نے جو کہ سیّد زادہ تھے نہایت تضرّع اور نیاز مندی سے آپ (حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خاص توجہ کیلئے التماس کی تو آپ (حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ انشاء اللہ جب وہ (حضرت سردار اولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) سرہند شریف سے آئیں گے تو میں (حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) ان سے التماس کروں گا کہ تمہارا کام ایک ہفتے میں پورا کر دیں اور درجہ ولایت تک تم کو پہنچا دیں لیکن اس ارشاد کے بعد اتفاق یہ ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے حضرت (حضرت سردار اولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی ملاقات نہ ہو سکی آخر جب ہمارے حضرت (حضرت سردار اولیاء شہباز لامکانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی تشریف آوری حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی

باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد دہلی شریف میں ہوئی اور جب آپ (حضرت سردار اولیاء شہباز لامکانی مجدّ د الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد (توجہ کے متعلق) سنا تو آپ (حضرت سردار اولیاء شہباز لامکانی مجدّ د الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اگر صدق دل سے اور پورے اعتقاد سے آ ؤ تو (انشاء اللہ) حضرت شیخ الاسلام زبدۃ الواصلین خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق تمہارا کام ایک ہفتے میں پورا کرادوں گا لیکن افسوس کہ اس شخص کو پھر یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔

(حضرات القدس ص 43)

فائدہ صوفی: اب اگر ہمارے مرشدِ گرامی (مدّ ظلہٗ العالی) کسی کو ایک ہفتے میں ولایت یا کسی خاص درجے تک پہنچادیں اور ارشاد خط دے دیں تو حاسدین کو حسد ہوتا ہے کہ ایک ہفتے میں آدمی کو پیر بنا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں حاسدین سے نجات عطا فرمائے (آمین) اور ہمیں صوفیاء نقشبند رحمتہ اللہ علیہم اور خصوصی اپنے پیر و مرشد سے محبت اور اعتقاد کامل عطا فرمائے (آمین) صوفیاء نقشبند کو وہ لوگ جانتے ہیں جو فیض اور برکات سے مستفیض ہوں اور جن کو فیض اور برکات ملی ہوں۔

جنوبی ایشیا میں میتھوڈسٹ چرچ کے بشپ جان اے سبحان نے حضرت عالی امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے

یہ شخص لوگوں پر اس حد تک اثر انداز ہوا کہ ایک زمانہ تھا جب کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ دوسرے سلاسل پر چھا جائے گا اس سلسلے کی اہمیت کا اندازہ روز کے اس بیان سے ہوتا ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تاریخ صرف اس لئے دل چسپ نہیں کہ اس نے اسلامی فکر میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ اس کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اس نے ہندوستان کے سیاسی انقلابات کو بے حد متاثر کیا۔

(سیرت امام ربانی، ص، 121)

اپنے کمال کے حصول اور سلوک کی تکمیل کی خبر بھی دے دی

حضرت مولانا محمد یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے عالموں میں سے تھے قطب الاقطاب حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تربیت حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے فرمادی تھی۔ سلوک طے کرنے کے زمانے میں ان کی موت کا وقت آگیا اور وہ جان کنی کے عالم میں تھے کہ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) ان کے سرہانے پہنچ گئے اور ان کے سلوک کی تکمیل کیلئے توجہ فرمائی اور ان کو اس معاملے میں اطلاع بھی دے دی اور ہر لمحہ ان کا حال بھی دریافت فرمارہے تھے اور وہ بھی اپنی ترقیات اور تلقیات جو آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی توجہ سے حاصل ہورہی تھیں آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کررہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے تصرف (توجہ شریف) سے ان کا کام تکمیل کو پہنچ گیا اور انھوں نے بھی اپنے کمال کے حصول اور سلوک کی تکمیل کی خبر بھی دے دی بس اسی دم ان کا انتقام ہوگیا (حقیر حضرت علامہ شیخ المشائخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو) فخر حاصل ہے کہ آپ (حضرت شیخ کبیر امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے برسوں کا کام ایک آن میں (اس شخص کیلئے) مکمل کردیا کریموں پر نہیں کام مشکل، کرم ہو آپ کا اک لحظہ بھی تو بہتر ہے ہزار سال کی تسبیح اور نوافل سے۔

(حضرات القدس، ص، 180)

سلطان وقت (شاہ جہاں) کا بڑا بیٹا (دارا شکوہ) جو شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن

حضرت خواجہ قیوم ثانی مقبول یزدانی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ جب حرمین الشرفین کے متبرک مقامات پر پہنچے تو ان مقامات کی محبت کا آپ (حضرت خواجہ قیوم ثانی مقبول یزدانی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) پر اتنا غلبہ ہوا کہ دیار ہند کی طرف واپس جانے میں خاصا توقف اور تردّد فرمایا جب قافلہ کے مدینہ منوّرہ سے روانہ ہونے کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہ قیوم ثانی مقبول یزدانی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ روضہ منوّرہ پر حاضر ہوئے کہ سرور کائنات (مدنی

تاجدار ﷺ) کی مرضی مبارک معلوم کریں کہ بندہ کی درگاہ معلّیٰ پر اقامت منظور ہے یا وطن واپسی تو کمالِ رضا کے ساتھ واپسی کا امر ہوااور رخصت کا واضح اشارہ فرمادیااسی اثناء میں حضرت خواجہ قیوم ثانی مقبول یزدانی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں آیا کہ سلطان وقت (شاہ جہاں) کا بڑا بیٹا (داراشکوہ) جو شریعت مصطفےٰ ﷺ کا دشمن اور متشرع اصحاب خصوصاً سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک اور خاندان حضرت عالی امام ربّانی قبلہ درویشاں مجدّ دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عداوت رکھتا ہےاوراس جماعت کونقصان پہنچانے کے در پے ہے تو تردّد ہوا اس لئے معاملہ میں آپ (حضرت خواجہ قیوم ثانی مقبول یزدانی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) نے جناب معلّیٰ (حضورانور ﷺ) میں التجا کی فرماتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوا کہ حضرت رسالت مآب خاتمیت علیہ الصلوٰ ۃ والتّسلیمات دست مبارک میں برہنہ تلوار لئے ہوئے ظاہر ہوئے اور داراشکوک کے قتل کیلئے اشارہ فرمایاچنانچہ آپ (حبیب کبریا ﷺ) نے جواشارہ فرمایا تھا ایسا ہی ہوااس واقعہ سے چندسال قبل حضرت خواجہ قیوم ثانی مقبول یزدانی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مسرّ ت وشادمانی کیساتھ روضۂ حضرت مجدّ دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف میں اس معاملہ کے ظہور کی امیر المؤمنین اورنگ زیب کو بشارت دی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کا مشاہدہ کیا گیا تھا یہ حضرت قبلہ (حضرت خواجہ قیوم ثانی مقبول یزدانی محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کی کرامت بھی ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ) کا معجزہ بھی ہے۔

(حسنات الحرمین، ص، 252)

آپ کی طبیعت سنبھلنی شروع ہوگئی

حضرت مولانا مقیم رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر سلسلہ سہروردیہ میں بڑے راسخ تھے اچانک اتنے سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہوگئے حضرت مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ مذکوران سے سسرالی رشتہ رکھتے تھے ایک باران کی عیادت کو آئے ان سے اشارۃً

فرمایا منت مانو کہ اگر حق سبحانہ، وتعالیٰ تمہیں شفاء بطور کرامت دے دے تو تم سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ہو جاؤ گے انہوں نے بخوشی قبول فرمالیا اس روز سے آپ کی طبیعت سنبھلنی شروع ہوگئی یہاں تک کہ کامل صحت نصیب ہوئی چنانچہ اس منت اور عہد کی رو سے آپ نے حضرت مولانا محمد امین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی صحبت کی برکت سے ان بزرگوں (نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم) کی نسبت شریفہ حاصل کی۔

(نسیمات القدس، ص،105)

خلیفہ حضرات کیلئے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ہدایت کی صلاحیت کے باوجود سلسلہ کا کام نہ کرنا

خلیفہ حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ !(حضرت شیخ المشائخ) حاجی خضر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خلوت میں بلوا کر اجازت ارشاد اور خلافت عطا فرما کر نُور کیلئے روانہ فرمادیا وہاں میں نے محض حکم کی تکمیل میں کچھ لوگوں کو ذکر کا طریقہ بتایا لیکن میرا دل مسند مشیخت (مرید کرنے) پر بیٹھنے کو راغب نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ کچھ عرصے کے بعد حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوا تو حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف سے معلوم فرمالیا کہ مجھے اس کام میں سرگرمی نہیں ہے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ ہدایت دینے کی صلاحیت کے باوجود تم نے ہدایت دینے سے تم نے اپنے آپ کو الگ کیوں رکھا'' چنانچہ حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کیلئے تاکید فرمائی اور اصرار بھی فرمایا تو میں مجبوراً اس کام میں سرگرمی سے مصروف ہوگیا۔

(فضائل نقشبندیہ، ص، 31)

اس بات سے مسند ارشاد حضرات عبرت پکڑیں اور لوگوں کی اصلاح کریں تاکہ فیض و برکات زیادہ حاصل ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیر بزرگوں کے فرمان پر عمل کرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین اور جو آمین کہے خدا اُس کو بھی کامیاب فرمائے۔

وصل اعدام تجھ سے گر ہو جائے۔ شاہ مردوں کا کام مرد دانائی سے ہو جائے

مشائخ رحمتہ اللہ علیہم کے طریقوں میں سب سے زیادہ قرب والا اور سب سے بلند طریقہ احراریہ نقشبندیہ کا ہے کہ اوّل ان کا داخلہ ادراک بسیط میں ہے جو خلقیت پر جہت حقیقت کا غلبہ ہے اور انوار ذات کی تجلی کا محل ہے اور ایک خاص جہت کا ظہور ہے اس معنی کے ابتدائی حصے کو جو کہ ادراک مرکب کی مغلوبیت ہے اور وصل کی صبح سعادت کی سفیدی ہے حضور و آ گاہی کہا جاتا ہے اور جب کشش اور انجذاب کے غلبوں میں سارے ادراکات رخصت ہو جائیں بلکہ آ گاہی کی صفت کا بھی شعور نہ رہے تو اس کو فنا اور فنائے فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس نسبت کے تواتر کے وجود کو عدم کہتے ہیں بلکہ اس نسبت متواترہ کے ظہور کو عظیم سمجھتے ہیں۔

وصل اعدام اگر توانی کرد	کار مردان مردتانی کرد

ترجمہ اول:

وصل اعدام تجھ سے گر ہو جائے شاہ۔۔۔۔مردوں کا کام سر ہو جائے

ترجمہ دوئم:

وصل اعدام تجھ سے گر ہو جائے۔۔۔ شاہ مردوں کا کام مرد دانائی سے ہو جائے

نقشبندی مشائخ صحیح معنوں میں شریعت کے عالم و مبلغ ہیں

نقشبندی مشائخ (رحمتہ اللہ علیہم) پیر خرقہ پیر کلاہ وشجرہ نہیں ہوتے وہ صحیح معنوں میں شریعت کے عالم و مبلغ ہوتے ہیں اسلئے شریعت کے مرشد اور طریقت وسلوک کے رہنما ہوتے ہیں لیکن دوسرے سلاسل (عالیہ قادریہ عالیہ چشتیہ عالیہ سہروردیہ وغیرہ) میں ایسا نہیں ہوتا ان کے حلقے میں تعلیم وتسلیم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

(ایمانیات، ص، 169)

ایک ہفتہ میں فنا اور ایک ماہ میں سلوک باطن

حضرت قیوم ثانی شمس العارفین خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سالک کوئی بھی آپ (حضرت قیوم ثانی شمس العارفین خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس صرف ایک ہفتہ رہنے سے فنا حاصل کر لیتا اور ایک ماہ میں باطنی سلوک ختم کر کے خلافت لے لیتا۔

(روضۃ القیومیہ، ج،2،ص،266)

فائدہ صوفی: اس دور جدید میں ہمارے مرشد و مربی مدظلہٗ العالی بھی اسطرح لوگوں کو ہفتہ مہینہ سہ ماہ سال میں فارغ کر دیتے ہیں اور خلیفہ بنا لیتے ہیں تو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پیر صاحب تو اتنی جلدی سے خلافت دیتے ہیں اور ہمارے پیر تو مجاہدہ اور ریاضات وغیرہ کرواتے ہیں اور پھر بھی سو میں سے کسی ایک کو خلیفہ بناتے ہیں میرے بھائی اس میں اعتراض کی کیا بات ہے جس کے پاس جتنا فیض ہوگا اتنا دوسروں کو دیگا جو خود ہر چیز سے صاف ہوگا تو دوسروں کو کیا دیگا۔ (نثار الحق نقشبندی)

خوارق کرامات پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے ولایت بڑی نعمت ہے

بزرگ شہباز لامکانی خواجہ بہاء الدین والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولایت بڑی نعمت ہے ولی کو چاہئیے کہ اپنے آپ کو ولی سمجھے تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کر سکے ولی محفوظ ہوتا ہے عنایت الٰہی اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑتی اور بشریت کی آفت سے اس کو محفوظ رکھتی ہے خوارق و کرامات کے ظاہر ہونے پر کوئی اعتماد نہیں کرنا چاہئے معاملہ استقامت سے متعلق ہے اس لئے استقامت کا طالب بن کرامت کا طالب نہ بن کیونکہ استقامت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کرامت نفس کی طلب ہے۔

(سیرت مجدد الف ثانی، ص،36)

فائدہ صوفی: اب زیر غور بات یہ ہے کہ ولی کو چاہئے کہ اپنے آپ کو ولی سمجھے ولی کس کو کہتے ہیں ولی وہ ہے جو شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پابند ہو قلب روح سر خفی اخفیٰ نفسی قالب حاصل کیا ہو جیسے کہ اس سے پہلے صفحات میں گزرا ہے اب ہمارے (مرشد) مربی مدظلہ العالی کسی

کو کہیں کہ یہ خدا کا ولی ہے تو لوگوں پر شاق گزرتا ہے کہ اپنے مریدوں کو ولی بناتے پھرتے ہیں میرے بھائی ہم اس ولی کی بات نہیں کرتے جیسے کہ تبلیغی جماعت کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو ولی کہتے ہیں میں تو اس ولی اللہ کی بات کرتا ہوں جو خدا کا حقیقی دوست ہو شریعت کا پابند ہو۔قلب۔۔۔۔روح سر۔۔۔۔۔خفی۔۔۔۔۔اخفی۔۔۔۔نفسی۔۔۔۔قالب ۔۔۔۔نفی اثبات ۔۔۔چھتیس (۳۶) مراقبات اور آگے کے مقامات طے کر چکا ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی امان میں رکھے۔(آمین)(نثار الحق نقشبندی)

مریدین حضرات غیروں کی رفاقت ومحبت سے پرہیز کرے

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم بلا جواز عزلت نشینی پر زور نہیں دیتا حضرت امام ربانی کاشف رموزات سبحانی الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عزلت سے مراد یہ ہے کہ غیروں کی رفاقت ومحبت سے پرہیز کیا جائے نہ کہ ہم خیال دوستوں سے حضرت شیخ المشائخ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

عزلت از اغیار باید نے زیار

ترجمہ: غیر سے دوری نہ ہرگز یار سے

حضرت شیخ المشائخ خواجہ بزرگ بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمرازوں کی رفاقت اختیار کرنا اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) میں سنت مؤکدہ کے برابر ہے (حضرت مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عزلت مراد یہ ہے کہ غیروں کی رفاقت ومحبت سے پرہیز کیا جائے نہ کے ہم خیال دوستوں سے۔حضرت عالی امام الطریقہ قطب الارشاد خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں عافت (مصیبت) اور صحبت سے انکی مراد طریقت ہے موافقت کرنے والوں کی صحبت ہے نہ کہ مخالفین طریقت کی صحبت۔

(مکتوب ن265 ج2ز)(ایمانیات،ص،170)

خلوت وصحبت ایک دوسرے کی ضد ہیں

حضرت خواجہ سلطان طریقت سیدی کعبہ صفا بزرگ بہا ؤ الدّین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارا طریقۂ عالیہ (نقشبندیہ) سب سے ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور خلوت وصحبت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

(سیرت مجدد الف ثانی، ز، 123)

سلسلہ عالیہ قادریہ افضل ہے یا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ افضل ہے

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تمام سلاسل میں سلسلۂ (عالیہ) قادریہ افضل ہے یا (سلسلہ عالیہ) نقشبندیہ جب کہ سلسلہ (عالیہ) قادریہ کی ابتداء حضرت سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ہے اور آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں یعنی حسینی سیّد ہیں اور آپ (سلطان العارفین غوث یزادنی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کا ارشاد ہے ''قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل اولیاء اللہ'' جس پر تمام اولیاء کاملین نے اپنے سر کو خم کر دیا اور تسلیم کیا؟

بینو اتوجروا السائل محمد اسلم نعیمی

الجواب: سلسلۂ (عالیہ) قادریہ کی ابتداء سیّدنا (امیر المومنین) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور سلسلہ (عالیہ) نقشبندیہ کی ابتداء سیّدنا (امیر المومنین) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے سلسلۂ (عالیہ) نقشبندیہ افضل ہے اسلئے کہ اس میں اتباع شریعت کی بہت تاکید ہے اور قادری سلسلہ کی انتہا (عالیہ) نقشبندیہ کی ابتداء ہے سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی افضلیت اپنے ہمعصر اولیاء کرام پر ہے نہ کہ کل پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کتبہ فقیر عبداللہ نعیمی عفی عنہ

(فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، ج، 1، ص، 359)

لہٰذا طریقت کی محافظت انتہائی ضروری ہوئی

میرے مخدوم ومکرم! طریقت میں بھی کوئی نئی بات نکالنا اس فقیر (حضرت شمس

العارفین قطب العارفین الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کی جائے ''برکات طریقت'' اسی وقت تک جاری وساری رہتے ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ کی جائے اور جب کوئی نئی بات طریقت میں پیدا ہو جائے تو اس طریقت کے فیوض وبرکات کی راہ بند ہو جاتی ہے لہٰذا طریقت کی محافظت انتہائی ضروری ہوئی اور طریقت کی مخالفت سے پرہیز کرنا بھی ضروریات میں سے ہو گیا پس آپ جس جگہ بھی ہوں اور جس سے بھی اپنے طریقے کی مخالفت دیکھیں تو نہایت سختی اور سرزنش کے ساتھ اس کو روکیں اور اس طریقت کی ترویج وتقویت میں کوشش کریں۔

(مکتوب ن 267، ج2ز)

ہمیں خواب میں دیکھا ہے۔عرض کی ہاں۔حضرت عالی امام الطریقہ بہاء الدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کافی ہے

حضرت عالی امام الطریقہ بہاء الدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بزرگ کو لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ذکر مامور میں بہت کم مشغول ہوتا ہے (حضرت عالی امام الطریقہ بہاء الدین عرف والرین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کوئی ڈر نہیں اور پوچھا کہ کبھی ہمیں خواب میں دیکھا ہے عرض کی ہاں (حضرت سیدی امام الطریقہ بہاء الدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کافی ہے حضرت شیخ المشائخ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ 'نفحات میں فرماتے ہیں کہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) سے کچھ بھی رابطہ ہے امید ہے کہ وہ آخر کار ان سے مل جائیگا اور یہی رابطہ (تصور شیخ محبت شیخ) اس کی نجات اور ترقی درجات کا سبب ہوگی نیز حضرت خواجہ (حضرت سیدی امام الطریقہ بزرگ خواجہ بہاء الدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) نے عنایت فرمائی ہے کہ اس کی برکت سے نازل شدہ بلا دور ہو جائیگی نیز حلقت المعارف میں لکھتے ہیں کہ صادق اور مستقیم طالب علم کی روح شریعت میں اگرچہ ہستی نہ ہو بلکہ ان معاملات میں متوسط بھی ہو اور نہ ہی درجہ کمال کو پہنچی ہو لیکن موت کے بعد کامل واصلوں میں مل جائیگی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء

نہیں مرتے نیز آدمی اسی کے ہمراہ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جن سے تشبیہ ڈھونڈتا ہے وہ انہی کا ہو جاتا ہے۔

(مقامات احمدیہ ص 95)

وصل عریانی کا دم مارا نہ بلکہ مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی

اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ رحمتہ اللہ علیہم کی نہایت اگر میسر ہو جائے تو وصل عریانی ہے جس کے حاصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے نہ امیدی کا حاصل ہونا ہے پس اس سے سمجھ لے کیونکہ ہمارا کلام وہ اشارات ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بھی بہت تھوڑے سمجھتے ہیں اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ اس گروہ میں سے بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کے قائل ہوئے ہیں لیکن اگر دونوں دولتوں کو جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے ان کے جمع ہونے کو جمع ضدّین خیال کریں۔

(مکتوب، ج،2،ن،221س)

مردوں کو بھی اپنی نسبت عطا فرما دیا کرتے تھے

حضرت علامہ مولانا مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے تھے کہ میرے والد نے (انتقال کے وقت) وصیت کی تھی کہ میری نعش کو حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جانا اور عرض کرنا مجھے سلسلے میں داخل فرمالیں آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ بھی تھا کہ مردوں کو بھی اپنی نسبت عطا فرما دیا کرتے تھے میں والد صاحب کے انتقال کے بعد ان کی وصیت پر عمل کیا والد صاحب کا جنازہ آپ (حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں نماز جنازہ کیلئے لایا اور والد صاحب کی وہ التماس بھی عرض کی فرمایا کہ کل حلقۂ ذکر میں معلوم کر لینا چنانچہ دوسرے دن جب میں حلقۂ ذکر میں بیٹھا ہوا تھا مجھے استغراق ہو گیا میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور میرے

والد صاحب اس حلقۂ ذکر میں حضرت شیخ الاسلام کاشف اسرار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ذکر میں مشغول ہیں۔ میں خدا کا شکر بجالایا۔

(حضرات القدس، ص، 216)

مرید کو وفات کے بعد خدا کا ولی بنایا

حضرت اقدس (حضرت تاج الاولیاء شیخ العرفاء رضی الدین بقاباللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے مریدوں کا مرید جان محمد جب فوت ہوگیا تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا تھا کہ جان محمد تمہیں معلوم ہے کہ مراقبہ اور ذکر قلبی کے پابند نہ تھے اب مردوں میں تمھاری کیا حالت ہے اس نے عرض کی کہ خوشحال ہوں جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو سیدی (حضرت تاج الاولیاء شیخ العرفاء رضی الدین بقاباللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے آ کر مجھے اولیاء میں داخل کردیا۔ یہ ہیں کامل اولیاء جو موت کے بعد بھی نسبت اور ولایت دینے پر قدرت رکھتے اور اللہ تعالیٰ ہمیں صوفیاء نقشبند (رحمتہ اللہ علیہم) کے ساتھ استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

آتش دوزخ سے آزاد ہے۔ مجھے بشارت دی گئی ہے

شیخ مجدّد (حضرت ابو معصوم جاں نثارِ سنّتِ مصطفےٰ مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ میرے سلسلہ کے تمام مرید اور خادم جو قیامت تک مجددیہ احمدیہ طریقہ میں داخل ہوں گیا اس کی مجھے اطلاع کی جا چکی ہے اور سب کا نام مجھے بتادیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو کوئی بھی مجددی سلسلہ میں ہے آتش دوزخ سے آزاد ہے مجھے بشارت دی گئی ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام آخر الزمان مبعوث ہوگا تو وہ تیرے سلسلہ کی نسبت میں ہوگا۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، 159)

جو کوئی اس راہ روشن (طریقہ بسلسلہ نقشبندیہ) پر ہوگا میں نے ان سب کو بخش دیا

بصیرت کے واقعات میں سے ہے کہ جب حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۵۲ھ) کی عمر آخر ہوئی بعض اصحاب (یعنی مریدین اور خلفاء حضرات) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم حضرت خواجہ (حضرت شیخ المشائخ خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ)

کے سرہانے موجود تھے نیک عمل کرنے کی وصیت کی اور فرمایا کہ اے میرے دوستوں تم کو خاص طور سے بشارت ہو حق تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ملی ہے کہ جوکوئی اس راہ روشن (طریقہ بسلسلہ نقشبندیہ) پر ہوگا میں نے ان سب کو بخش دیا کوشش کرو کہ اس راہ (طریقہ عالیہ نقشبندیہ) پر چلو اور اس طریقہ (عالیہ نقشبندیہ) سے دور نہ ہوجاؤ کچھ دیر بعد غیب سے آواز ئی ''اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آ کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے۔''

(عارف نامہ،ص،25)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (مجدّدیہ) کی بخشش

ایک دن صبح کے حلقے میں آپ (حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) مراقب تھے اور آپ (حضرت غوث یزدانی محبوب ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) پر اپنے اعمال کی خامی کا تصوّر غالب تھا اور انکسار وتضرّع کا غلبہ تھا۔حدیث پاک ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' (جو خدا کیلئے تواضع کرتا ہے خدا اسے بلند کرتا ہے) کے مصداق اللہ تعالیٰ'' غَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُيُوْبِ ۸ کی طرف سے خطاب ہوا کہ ''میں نے تم کو بخش دیا اور اس کو بھی جو تمہارا وسیلہ اختیار کرے بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک سب کو بخش دیا'' اور اس بشارت کے اظہار کا حکم بھی دے دیا ہے۔

(حضرات القدس،ص،114)

صوفی باصفا حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالی میں ایک شخص کریم بخش نامی مجذوب (یہ وہ کریم بخش نہیں جو حضرت صاحب علیہ الرحمہ کا خادم تھا) حضرت صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لوگوں کو کثرت سے مرید ہوتے دیکھ کر کہنے لگا کہ حضرت لوگوں کو دُباتے ہی جارہے ہیں یعنی جو آتا ہے اسی کو بیعت کرلیتے ہیں اُن ہی میں فاسق وفاجر ہوتے ہیں حضرت صاحب اتنے لوگوں کو کس طرح بخشوائیں گے اور شاید کچھ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تمام دن اُسے یہی خیال رہا دوسرے دن

صبح کو اس مجذوب نے آ کر عرض کیا کہ حضور میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے اس سے میرا سارا شبہ مٹ گیا آپ نے فرمایا دیکھ لیا بس ہوگئی تسلی اچھا جا اب اپنا کام کر وہ جانے لگا تو میں نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ ہمیں تو کچھ پتا ہی نہ لگا بتا تو سہی یہ کیا بات تھی اُس نے کہا میں نے تو خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے اور حضرت شاہ صاحب ایک بہلی میں سوار ہیں اور آپکے پیچھے سینکڑوں بہلیاں سوار پیادے (پیدل) آپ کے مرید چلے جاتے ہیں یہ سارا گروہ حضرت خواجہ قادر بخش صاحب علیہ الرحمہ کے پاس پہنچا پھر وہ اپنے پیر کے پاس گئے اور وہ اپنے پیر کے پاس اسی طرح ہوتے ہوتے یہ تمام سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور آپ اُس تمام گروکو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں لے گئے پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب وکتاب ہوا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شفاعت کی پھر ایک شخص نے آواز دی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم ہے کہ جس شخص نے اس خواجہ توکل شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور کریگا وہ بخشا گیا اور اس کے سلسلہ کی شفاعت منظور ہو چکی ہے اور یہ سارا سلسلہ ہی بخشا ہوا ہے حضور نے تبسم کیا اور فرمایا اللہ ایسا ہی کرے جیسا تو نے دیکھا ہے پھر فرمایا جاؤ جو بات ہونی تھی ہوئی۔

(ذکر خیر، ص248)

غیب کی خبر

حضرت عندلیب گلشن راز مقبول یزدانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ہ جو شخص بھی ہمارے طریقے (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) میں داخل ہوا اور داخل ہوگا قیامت تک بالواسطہ اور بلا واسطہ مردوں میں سے ہو یا عورتوں میں سے وہ سب میری نظروں میں لائے گئے اور ان کا نام نسب مولد اور مسکن بھی مجھے بتایا گیا اگر چاہوں تو سب کو بیان کرسکتا ہوں۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، 159)

ایک روز صبح کے وقت میں (صوفی باصفا حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) حاضر خدمت ہوا، فرمایا مولوی صاحب یہ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کیا کلام

ہے میں نے عرض کیا حضور یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور تمام آیت یوں ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (پارہ 11، سورۂ یونس، آیت 62) فرمایا اچھا، اس سے پہلے اولیاء اللہ کا لفظ بھی ہے میں نے عرض کیا ہاں حضور ہے پھر فرمایا اس کے معنی کیا ہوئے میں نے عرض کیا حضور اس کے یہ معنی ہیں کہ جو اولیاء اللہ ہیں اُن پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم ہے فرمایا اس خوف وغم کے نہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ میں نے عرض کیا حضور اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ اولیاء اللہ ہیں انہیں عذاب قبر، حشر، قیامت، میزان پُل صراط، دوزخ وغیرہ کا کچھ خوف اور غم نہیں ہے۔ فرمایا یہ سارا تو لَا خَوْفٌ میں آچکا کیونکہ اُنہیں کوئی خوف جو نہ ہوا پھر غم کا ہے کا باقی رہ گیا میں نے عرض کیا حضور اس کا مطلب آپ جانتے ہونگے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب عذاب قبر، قیامت، میزان، حساب وکتاب، پُل صراط وغیرہ کا کچھ خوف نہ رہا اور وہ بلا حساب بخشے گے تو خوف تو ہر طرح کا جاتا رہا مگر غم اس بات کا رہا کہ دیکھئے اجر وثواب اور جنت میں مراتب بھی پورے ملتے ہیں یا کسی قدر کمی بیشی ہوتی ہے۔ یعنی اس امر کا غم رہتا ہے کہ اجر وثواب اور مراتب بھی پورے ہی ملیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہیں ان مراتب اور اجر وثواب کے بارے میں بھی کسی طرح کا غم نہ ہوگا۔ پھر فرمایا ہمیں تین تین دفعہ یہ آواز آئی ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی تجھے اس گروہ میں داخل کر دیا جن کہ بارے میں یہ آیت ہے تجھے نہ خوف ہوگا اور نہ کسی طرح کا غم ہوگا۔ ہم نے تجھے بے حساب بخش دیا میں نے عرض کیا حضور یہ بشارت خاص حضور ہی کہ واسطے ہے یا آپ کے ملنے والوں کے واسطے بھی۔ فرمایا یہ بشارت ہمارے ملنے والوں کے واسطے بھی ہے اور جو ان کے ملنے والے ہوں گے اُن کے واسطے بھی اور جو کوئی ہمارے سلسلہ میں قیامت تک ہماری نسبت حاصل کرے گا اور ہمارے طریقہ کا پابند رہے گا اُن سب کے واسطے یہ بشارت ہے اس بات کا حکم بھی اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گیا تھا۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک سے بھی اسکی تصدیق ہوگئی۔ اور پھر حضرت امام مجدد الف ثانی الشیخ احمد کابلی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے دفتر (ارشادات) میں ہمیں ان سب کے

نام لکھے ہوئے دکھائے جو قیامت تک ہمارے سلسلہ میں داخل ہو کر ہماری نسبت حاصل کریں گے۔اور ہمارے طریقہ کے پابند رہیں گے اور اس بشارت میں داخل ہیں۔

(ذکر خیر،ص 311)

پہلے مریدوں کو بہشت میں پہنچائیں گے بعد میں پیر صاحب جائیں گے

حضرت تاج الاولیاء شیخ العرفاء رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں لکھا ہے حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔کہ جب ہمارے خواجہ (حضرت تاج الاولیاء شیخ العرفاء رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کو دفن کیا گیا بہشت سے ایک دریچہ کھلا اور نورانی حوروں نے اندر آ کر سلام عرض کیا کہ ہم آپ (حضرت تاج الاولیاء شیخ العرفاء رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) ہی سے ہیں حضرت خواجہ (حضرت تاج الاولیاء شیخ العرفاء رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے میرا عہد و پیان ہو چکا ہے کہ جب تک میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف نہ ہوں گا اور اپنے سارے مریدوں کی شفاعت نہ کرلوں گا کسی کی طرف ہرگز ہرگز متوجہ نہ ہوں گا۔

(مقامات احمدیہ،ص،96)

حضرت سرتاج اولیاء مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں عصاء لئے ہوئے پل صراط پر کھڑے ہیں

ایک نیک بخت کا بیان ہے کہ میں نے واقعہ صحیحہ میں قیامت اور پل صراط کو خوفناک دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ سیّدی (حضرت قبلہ درویشاں سرتاج اولیاء مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) ہاتھ میں عصاء لئے ہوئے پل صراط پر کھڑے ہیں طریقے (عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ) کا جو مخلص ومحبّ آتا ہے اسے بجلی کی طرح گزار دیتے ہیں اور جو منکر آتا ہے اس سے تغافل کرتے ہیں (یہاں تک) کہ نقشبندی مرید (مریدین) گروہ کے گروہ سب گزر گئے۔

(مقامات احمدیہ ملفوظات معصومیہ،ص،94)

بہشت میں نقشبندی دوسرے طریقہ سے پہلے جنت میں جائینگے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت عندلیب گلشن راز مقبول یزدانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کو باقی طریقوں سے افضل بنایا اور اس طریقہ مجدّدیہ والے باقی طریقہ والوں کی نسبت بہشت میں پہلے داخل ہوں گے۔

(روضۃ القیومیہ، ص، 426)

حضرت شیخ المشائخ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دعا فرماتے ہیں

ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی یاالٰہی۔ زندگی میں نزع میں اور قبر میں اس نسبت شریفہ (نقشبندی مجددی طریقہ میں) مشرف رکھنا اور حشر ونشر میں بھی اسی نسبت (نقشبندیہ مجددیہ) کے ساتھ محشور فرمانا (آمین)

بس کنم خود زیرزا ایں بس است	بانگِ دو کردم اگر درده کس است
در دنیا بدحال پختہ ہیچ خام	پس سخن کوتاہ باید والسلام

میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں خود کو ان (نقشبندیوں) کے زیر فرمان کردوں اگر دس میں سے کوئی ایک ہے تو میں اسی کا نعرہ ماروں اور فرمایا کاملین کے مرتبہ کو ناتجربہ کار و ناپختہ کیا سمجھے پس گفتگو مختصر کر کے والسلام کہنا ہی بہتر ہے۔

ازیں در نہ داریم روئے گزرا	گرچہ از دو عالم گزر کردہ ایم
بیان نمکہائے ایں میکسار	حوالہ بریش جگر کردہ ایم

ترجمہ

نہ جائیں گے اس در کو ہم چھوڑ کر۔ کہ ہم ہیں دو عالم کو دیکھے ہوئے

نمک سب جو اس میکساری میں تھے وہ زخم جگر کے حوالے ہوئے

(در معارف فیض نقشبند، ص، 89)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْعِلْمُ لَایَحِلُّ عَنْهُ صَدٌّ

ترجمہ: علم سے اعراض کرنا حلال نہیں۔

حضرت سیدنا مولانا خواجہ عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اے گرانمایہ مرادِ دانشور	کہ ترا علم دیں بود معلوم
مستعد را از اں مشو مانع	مستحق را از اں مکن محروم

ترجمہ:

ہر اک انساں کو حق ہے علم کی دولت سے ہو فائز
کسی کو روکنا اس سے نہیں اسلام میں جائز

وَاِذَاسَمِعُوْامَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی
اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ
(پارہ 7، سورۃ المائدہ، آیت 83)

ترجمہ: یعنی اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول ﷺ کی طرف بھیجا گیا ہے۔
تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس سبب سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا

نواں باب
وجد کے ثبوت
کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین

حضرت شیخ المشائخ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں کہ مسئلہ: اگر کسی کو وجد میں مرتعش (جس کے عضو بے ساختہ حرکت کرتے ہوں) سی کیفیت ہو یعنی وجد میں اس کی اپنی حرکت ارادی کو دخل نہ ہو یہاں تک کہ اسے خبر تک نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے اور جب حرکت ہو تو اسے روکنا مشکل ہو جائے تو ایسے شخص کو وجد جائز ہے۔ اس کی مثال چھینک والے کی ہے کہ جیسے وہ چھینک کے وقت مجبور محض ہوتا ہے ایسے ہی بلا تکلف وجد کرنے والا۔

(روح البیان، پارہ، 21، ص، 257)

حال، وجد اور استغراق۔ ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوئی یہ وجد ہے اس کا غلبہ حد درجہ کا استغراق ہے۔ اور یہ حد درجہ ہونا حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ "نَظَرَ اِلَی اللّٰہِ" سے تشبیہ دی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف دیکھنے کا وقوع اس دنیا میں ہوتا تو ہرگز ہوش وحواس اسے بجا نہ رہتے۔

(عمدۃ السلوک، ص، 105)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بزرگو! تم اس خانقاہ میں ذکر اللہ عزوجل کرتے، اور وجد کرتے، اور نشاط میں حرکت کرتے ہو تو جو علماء (دولت سے) محجوب ہیں یوں کہتے ہیں کہ درویش ناچ رہے ہیں، اور عارفین کہتے ہیں کہ درویش (اللہ عزوجل کو) یاد کر رہے ہیں، پس جس کا وجد جھوٹا اور نیت فاسد ہے اور اس کا ذکر محض زبان سے ہو، اور (دل کی) نگاہ اغیار کی طرف اٹھی ہوئی ہو، وہ تو واقعی ناچنے ہی والا ہے جیسا کہ علماء (ظاہر) کہتے ہیں، ایسے لوگوں کی نسبت علماء کی بات سچی ہے اور جس کا وجد سچا ہو، اور نیت اچھی ہو، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہو، "اَلَّذِیْنَ

یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَہٗ'' (پارہ23 سورۃ الزمر، آیت18) یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو بات کو سن کر لفظوں پر نہیں رہتے، بلکہ مطلب اور مراد کا قصد کرتے ہیں۔

(البیان المشید، ص،120)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَرَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا (پارہ15 سورۃ الکہف، آیت14)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا، جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے وجد، سنگِ اختیار اور آہنِ نیازمندی کے درمیان، آتشِ سوزاں کی مانند ہے۔

وہ تین طرح کا ہے

(1) نفس کیلئے

(2) دل کیلئے

(3) روح کیلئے

وہ وجد کہ نفس کو لاحق ہوتا ہے، عقل پر چھا جاتا ہے، اس سے صبر و سکون درہم برہم ہو جاتا ہے، وہ اسرارِ الٰہی کو فاش کر دیتا ہے۔ (یہ باطنی وجد ہوتا ہے)

وہ وجد کہ دل کو لاحق ہوتا ہے، انسانی قوت پر غالب آ جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے انسان کا وجود حرکت میں آتا ہے، وہ نعرہ زنی کرتا ہے، اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتا ہے۔ (یہ وجد بھی معنوی ہے) وہ وجد کہ روح کو لاحق ہوتا ہے، اس میں انسان کو اللہ تعالیٰ سے فی الفور حظِ وافر نصیب ہوتا ہے، اس کا نفس حقیقتِ ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے، اس کی روح اس عالم سے منقطع ہونا چاہتی ہے (یہ وجد شہودی ہے کیونکہ اس میں حق تعالیٰ بندے پر نگاہ ڈالتا ہے)

(صد میدان، ص183)

حضرت آفتابِ تصوف ابو القاسم الجنید بن محمد الزجاج رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ جب وہ قصائد، اشعار اور گانا سنتے، (قوالی) ہیں تو خوشی سے جھومتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس لئے یہ انھوں نے خود بنائے ہیں۔ نیز اس لئے کہ وہ محبوب کا کلام ہے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ وہ لوگوں کے اموال سے محروم ہے۔ فرمایا اس لئے کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے

اللہ تعالیٰ ان کیلئے پسند نہیں فرماتا تا کہ وہ مخلوق کی طرف مائل ہو کر حق سبحانہ وتعالیٰ سے منقطع نہ ہو جائیں۔ پس ان پر کرم فرماتے ہوئے انھیں صرف اپنی طرف قصد کی توفیق عطا فرمائی۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی،ص ،200)

شیخ المشائخ شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کیفیت وجد کے تیزی سے آنے اور عجلت تمام رخصت ہونے میں ایک نکتہ دقیقہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پوشیدہ ہے وہ اس طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو نہ بچاتا اور ہر قلب پر مالا یطاق کیفیت وجد کو دیر تک طاری رہنے دیتا تو عقلیں بکھر جاتیں اور جانیں تلف ہو جاتیں۔

(کتاب اللمع فی التصوف،ص،514)

حضرت شیخ المشائخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا قول! وجد خصوصی درجات میں سے پہلا درجہ ہے اور تصدیق غیب کو کہتے ہیں جس کا مزا جو چکھ لے اور جس کا نور جس کے قلب کو منور کردے اس سے ہر شک وریب رخصت ہو جاتا ہے۔آپ (حضرت شیخ المشائخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) ہی نے یہ بھی فرمایا! کہ وجد کے سامنے جو چیز حجاب بنتی ہے وہ دنیوی علائق اور آثار نفس ہیں اور جب نفس ان تمام آلاشوں اور اسباب سے پاک ہو تو مشاہدہ کرتا ہے باطن پاکیزہ ہوتا ہے اور بندہ وہ کچھ دیکھ لیتا ہے جس سے اس کا قلب خالی تھا۔ اور یہی وجد ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف،ص،500)

حضرت شیخ المشائخ صبیحی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس شخص کو وجد آئے اس کے لیے واجب ہے کہ اگر اس کا وجد صحیح ہو تو وہ اپنے وجد کی حالت میں (لغزشوں سے) محفوظ ہو اور اس کی زبان پر کوئی برائی کا کلمہ جاری نہ ہو۔ کہا گیا ہے کہ وجد صفات باطن کا سر (راز) ہے۔ جیسا کہ طاعت صفات ظاہر کا۔ صفات ظاہر حرکت وسکون اور صفات باطن احوال واخلاق ہیں۔

(آداب المریدین،ص،110)

شیخ طریقت شیخ عبدالقادر عیسیٰ شازلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ذکر میں جھومنا ذکر میں حرکت کرنا مستحسن ہے اس سے بدن چست رہتا ہے یہ شرعاً جائز ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ اہل حبشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے رقص کر رہے (جھوم رہے) تھے۔ اور اپنی زبان میں کچھ پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں پڑھ رہے ہیں محمد عبد صالح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اس وجدانی حالت سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس حالت پر برقرار رکھا اور آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کسی فعل کا برقرار رکھنا ہی شریعت ہے (مسند امام احمد) اس حدیث میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اجتماعی طور پر جھومنا جائز ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں جھومنا جائز ہے۔ ذکر میں جھومنا ناجائز رقص نہیں بلکہ جائز ہے۔ اس سے جسم تر و تازہ اور چست رہتا ہے۔ اور حضور قلبی میں مدد ملتی ہے۔

(تصوف کے حقائق، ص، 124)

(۱) وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (پارہ 7، سورۃ المائدہ، آیت 83) ترجمہ: یعنی اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس سبب سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔

قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آجانا اور دلوں کا نرما جانا یہی جذبہ اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکور سے ظاہر ہے۔

(عمدۃ السلوک، ص 107)

(۲) ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا'' (پارہ 9، سورۃ الاعراف، آیت 143) پھر جب اس کے رب عزوجل نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے۔

(۳) ''فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پس جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اپنا نور ڈالا تو ان کا بدن اللہ تعالیٰ کے خوف سے مضطرب ہوا۔ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اور موسیٰ علیہ السلام اپنی ہویت سے فانی ہو کر عین حق سے حق کو دیکھا''۔

(روح البیان، ص، 93 پارہ، 9)

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا تعالیٰ کی تجلی کے پرتو سے بے ہوش ہو جانا کمال جذبہ و وجد کی دلیل ہے۔ سالک بھی خدا تعالیٰ کی تجلی کے پرتو کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس پر وجد اور بے ہوشی چھا جاتی ہے۔ اور بعض وقت اس حال کے کمال غلبہ میں محو ہو جاتا ہے جس کو استغراق کہتے ہیں اور بھی بہت سی آیتیں وجد و حال پر دلالت کرتی ہیں مثلاً ''اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ'' (پارہ 23، سورۃ الزمر، آیت 23)

اللہ عزوجل نے عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب عزوجل سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں اور دل نرم (اور تابع) ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ سب حالتیں وجد کی ہیں۔

(عمدۃ السلوک، ص 107)

حدیث شریف میں آتا ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 41) ترجمہ: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی کے سی طاری ہو گئی یہ کیفیت بھی صفات واجدین میں سے ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 502)

مفسر قرآن علامہ الصوفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں جلد 10، پارہ 23، صفحہ 154 پر اس آیت مبارکہ میں لکھا ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ج ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ط (پارہ 23، سورۃ الزمر، آیت 23) ترجمہ: جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتے پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ عزوجل کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

یعنی اللہ عزوجل کی رحمت اور عموم مغفرت کا جب وہ ذکر کرتے ہیں تو اس ذکر کی وجہ

سے ان کے دلوں میں سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ ذکر اللہ عزوجل کے ساتھ رحمت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اصل تو رحمت یہی ہے اللہ عزوجل کی رحمت عضب پر غالب ہے۔ الیٰ ذکر اللہ میں الیٰ بمعنی لام ہے یعنی اللہ عزوجل کے ذکر کی وجہ سے لیکن ذکر کے اندر چونکہ سکون و اطمینان کا مفہوم داخل ہے اس لئے بجائے لام کے الیٰ کہا گیا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن مجید میں آیت وعید کا ذکر آتا ہے تو مومنوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جلد بدن سکڑ جاتی ہے۔ اس میں انقباج پیدا ہو جاتا ہے اور جب آیات وعدہ کا ذکر آتا ہے تو کھانوں کا انقباض جاتا رہتا ہے کھالیں نرم ہو جاتی ہیں اور دلوں میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔

پہلے کتاباً کی صفت مثالی بیان کی تھی یونہی اس میں فرماں برداروں کے لئے وعدہ ثواب اور نافرمانوں کے لئے وعید عذاب کا بار بار ذکر ہے۔ اس آیت مبارکہ میں وہ اثر بیان کر دیا جو وعدہ وعید سے مومنوں پر پڑتا ہے۔

حضرت سیدنا مفسر قرآن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ عزوجل کے خوف سے بندہ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے سوکھے پتے۔ رواہ لطبرانی بسند ضعیف درداہ البغوی۔ بغوی کی دوسری روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے جب اللہ عزوجل کے خوف سے بندہ کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اللہ عزوجل اس کو دوزخ کے لئے حرام کر دیتا ہے۔

ایک شبہ: بعض عاشقان الٰہی قرآن سننے سے بیہوش ہو جاتے ہیں کیا ایسا ہونا کوئی پسندیدہ صفت ہے امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو سخت بُرا کہا ہے اور اس سلسلہ میں امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کیا ہے کہ اللہ عزوجل کے خوف رونگٹے کھڑے ہو جانا اور بدن کا لرز جانا اولیاء اللہ کی صفت ہے اللہ عزوجل نے ان کی یہی صفت بیان کی ہے اولیاء اللہ کی یہ صفت بیان نہیں کی کہ قرآن مجید سننے سے ان کی عقلیں جاتی رہتی ہیں اور بیہوش ہو جاتی ہیں۔ یہ کیفیت اہل بدعت کی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف سے ہوتی ہے ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تو ان کی کیا حالت ہوتی تھی۔ حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ان کی حالت وہی ہوتی تھی جیسی اللہ عزوجل نے بیان فرمائی ہے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے میں نے کہا کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب قرآن مجید ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑتے ہیں۔ حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (جواب میں) فرمایا میں شیطان مردود سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتی ہوں۔

حضرت امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک عراقی شخص گر پڑا ہے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا دریافت فرمایا اس کی کیا حالت ہے ہے لوگوں نے کہا اس شخص کے سامنے جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ عزوجل کا ذکر سنتا ہے تو بیہوش ہو کر گر جاتا ہے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بھی اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں لیکن گرنہیں پڑتے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ شیطان بعض لوگوں کے اندر گھس جاتا ہے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تو ایسا نہیں کرتے تھے یہ فعل ان کا نہ تھا۔

شبہ کا جواب: میں کہتا ہوں (حضرت علامہ الصوفی قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ) جب برکات اور تجلیات کی بارش بکثرت ہوتی ہے لیکن صوفی کا حوصلہ تنگ اور استعداد کمزور ہوتی ہے تو بیہوشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ظرف وسیع (ہمت زیادہ) تھے اور صحبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے استعداد قومی (مضبوط) تھی اس لئے باوجود برکات کی کثیر بارش کے ان پر بیہوشی طاری نہیں ہوتی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ دوسروں کو یہ چیز میسر نہیں اس لئے دو وجہوں سے ان پر بیہوشی طاری ہو جاتی ہے۔

۱۔ یا نزول برکات ہی کم ہوتا ہے۔

۲۔ یا ان کا ظرف تنگ ہوتا ہے اور حوصلہ میں سمائی نہیں ہوتی۔

تعجب ہے کہ امام محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے صوفیوں کو بُرا کہا جن پر قرآن مجید سننے سے بیہوشی طاری ہو جاتی ہے وہ بھول گئے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔

حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ
(پارہ 22، سورۂ سبا، آیت 23)

امام محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں خود ہی حضرت سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت سے مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔ کہ جب اللہ عزوجل کسی بات کا ارادہ کرتا ہے اور وحی کے الفاظ فرماتا ہے تو اللہ عزوجل کے خوف سے آسمانوں میں ایک شدید لرزہ آجاتا ہے۔ آسمان والے اس کو سن کر بیہوش ہو جاتے اور سجدہ میں گر پڑتے ہیں پھر سب سے پہلے سر اُٹھانے والے حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام ہوتے ہیں۔ (الحدیث مبارکہ)

بخاری شریف نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایسی ہی حدیث مبارکہ نقل کی ہے لیکن الفاظ (میں کچھ تغیر ہے) اور الفاظ اس طرح ہیں جب اللہ عزوجل آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو اسکے کلام کو سُن کر عاجزی کے ساتھ ملائکہ اپنے بازو پھڑ پھڑاتے ہیں۔ (وہ ایسی آواز ہوتی ہے)۔ جیسے پتھر کی چٹان پر زنجیر لگنے سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں کی وہ ہیبت دور ہو جاتی ہے۔ تو (بعض ملائکہ بعض) سے کہتے ہیں تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا وہ جواب دیتے ہیں (جو کچھ فرمایا) حق ہے (الحدیث مبارکہ) ایک اور آیت مبارکہ میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بیہوش ہو جانے کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا . (پارہ 9، سورۂ الاعراف، آیت 143)

ترجمہ: پھر جب اس کے رب عزوجل نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ شیطان کچھ لوگوں کے خون کے اندر گھس جاتا ہے اسی طرح حضرت سیدہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اعوذ باللہ پڑھنا تو ظاہر ہے کہ ان کے حوصلے قوی ظرف وسیع تھے جن کے اندر تمام تجلیات کی سمائی تھی اس لئے ان کی اور ان جیسے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیہوشی کی حالت نہیں ہوتی تھی۔ جب ان بزرگوں نے دو آدمیوں کو بیہوش پایا تو (ان پر چونکہ کبھی یہ حالت طاری نہیں ہوئی تھیں اس لئے) خیال کر لیا کہ یہ فریبی

ہیں۔مکر سے بیہوش بنے ہیں اس بات کی تائید اس قصہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت سیدنا علامہ ابن سیر بن کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کچھ لوگ قرآن کریم سن کر بیہوش ہو جاتے ہیں تو فرمایا ایسے آدمی کو کسی چھت کے کنارے پر نیچے کو پاؤں لٹکا کر بٹھایا جائے پھر قرآن مجید پڑھا جائے۔ اگر وہ سن کر بیہوش ہو کر نیچے گر پڑے تو سمجھ لو سچا ہے حضرت علامہ امام ابن سیر بن رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے بھی معلوم ہوتا کہ آپ اکثر اس طرح کے آدمیوں کو بناوٹی اور مکار خیال کرتے تھے۔

تنبیہ: ملائکہ سے انسان کی استعداد زیادہ قوی اور حوصلہ زیادہ وسیع ہے اس کے ثبوت کے لئے آیت مبارکہ اِنِّیْ جَاعِلٌ" فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً سے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ تک کافی ہے اسی وسعت حوصلہ اور قوت استعداد کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا آیت مبارکہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَلْاَرْضِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَاوَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَ حَمَلَھَا الْاِنْسَانُ (پارہ 22،سورۃ الاحزاب، آیت 72) یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے جب بھی وحی (کا کلام) سُنا تو ان پر غشی طاری ہوگئی لیکن آدمی کی حالت ایسی نہیں ہے اگر (عروج کے بعد) انسان کا نزول بھی مکمل ہو جائے تو سواء کسی نادر مثال کے عام طور پر ایسے عارفوں کی حالت میں کوئی تغیر نہیں آتا اور اگر نزولی حالت کامل نہ ہو ناقص ہو تو اکثر حالات میں تغیر آجاتا ہے (اور ناقص النزول عارف کلام اللہ سن کر بیہوش ہو جاتا ہے)۔

جب صوفی (حالات) سُکر (بیخودی) میں ہوتا ہے اور شعر وغناء میں محبوب (اللہ عزوجل کی حمد و محبوب کی نعت یا مشائخ کی منقبت) کا ذکر سنتا ہے تو اکثر اس کی حالت بگڑ جاتی ہے (رقص وجد کرتا ہے لوٹتا ہے تڑپتا ہے بیہوش ہو جاتا ہے) اس لئے صوفیہ سماع (نعت منقبت وغیرہ) کو پسند کرتے ہیں لیکن قرآن مجید تو شعر وغناء سے بہت زیادہ بلند مقام رکھتا اس کو سُن کر حالت میں کوئی تغیر نہیں آتا اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے یا سننے کے وقت ذاتی صفات وتجلیات سے تعلق رکھنے والی برکات کا اتنی کثرت سے فیضان ونزول ہوتا ہے کہ جو صوفی اپنے مقام پر رُکے ہوئے ہیں اور احتباس کی حالت میں ہیں ان کی رسائی بھی ان برکات تک نہیں ہو پاتی۔یہی احتباس گانا سننے (سماع نعت، منقبت) کے وقت تو ان کی حالت میں تغیر

پیدا کر دیتا ہے اور قرآن مجید سننے کے وقت حالت میں کوئی تغیر نہیں آتا لیکن جو صوفی افق اعلیٰ پر پہنچ گئے ہوں اور مَقَامَ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (پارہ 27، سورۃ النجم، آیت 8، 9) تک ان کی رسائی ہوگئی ہو ان کی حالت میں تغیر (بیہوشی کی حد تک نہیں بلکہ) صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی طرح ہو جاتا ہے آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ذکر رب عزوجل سے دلوں میں سکون واطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔

فائدہ صوفی: مکتوبات شریف میں ج 1 ن 26 بنام دانش مند شیخ مولانا حاجی محمد لاہوری کی طرف مجدد اعظم الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ثابت ہوا کہ ابرار (کیونکہ مشتاق جس چیز کا شوق رکھتا ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے لیکن وہ چیز اس سے گم ہوتی ہے یعنی حاصل نہیں ہوئی ہوتی اور یہ ابرار کی صفت ہوتی ہے مقربین کی نہیں) ہی مشتاق ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مطلوب کو گم کرنے والے محبّ ہیں اور ابرار سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو مقربِ واصل (صاحبِ وصال) نہ ہو۔ خواہ وہ راہِ سلوک کی ابتدا میں ہو یا وسط میں سے رائی کے دانہ کی برابر باقی رہ گیا ہو۔ کسی نے فارسی میں کیا اچھا کہا ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
درونِ دیدہ اگر نیم مواست بسیار است

ترجمہ: نہیں ہے قابل برداشت ہجر یار تھوڑا بھی۔
گوارا آنکھ کر سکتی نہیں ہے بال آدھا بھی۔

حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قاری کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھ رہا ہے اور رو رہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن اب ہمارے دِل سخت (چونکہ آپ رضی اللہ عنہ واصلین مقربین میں سے ہو گئے تھے اس لئے شوق وجدو غیر باقی نہیں رہا تھا۔ پس بظاہر آپ رضی اللہ عنہ کہ اس قول میں زم کا پہلو نکلتا ہے لیکن حقیقت میں یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مدح کا مظہر ہے) ہو گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا مدح بما شبہ الازم (ایسی تعریف جو مذمت کت مشابہ ہو) کے طور پر ہے۔ اور میں (مجدد اعظم الشیخ احمد فاروقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) نے

اپنے شیخ (حضرت سیدنا قطب الارشاد خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔ بیشک منتہی وصل بسا اوقات اس شوق وطلب کی تمنا کرتا ہے جو اس کو ابتداء میں حاصل تھا۔

حضرت سیدنا شفی اصبحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ سے حق کیلئے اور پھر حق کیلئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا ہو اور بوجھا ہو۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کروں گا، میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا ہوگا اور بوجھا ہوگا اور پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک چیخ ماری۔ یہ کیفیت بے تابی کی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کم وکاست بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گئی، ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر ان کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے۔ کہ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے، پھر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بڑے زور سے ایک چیخ ماری، پھر ان کو افاقہ ہوا پسینہ منہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کروں گا میں اور آپ اس مکان میں تھے۔ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا۔ بجز میرے اور آپ کے۔ پھر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بڑے زور سے چیخ ماری پھر آگے کو جھک کر منہ کے بل گر پڑے۔ میں ان کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رہا پھر افاقہ ہوا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا (روایت کیا اس کو ترمذی نے)۔

فائدہ صوفی: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بڑے زور سے چیخ مارنا۔ بیہوش ہو جانا اور پسینہ آجانا وجد وحال کی کھلی دلیل ہے۔

حضرت شیخ المشائخ احمد بن مقاتل عکی رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا میں ایک مسجد میں حضرت شیخ المشائخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ امام صاحب نے یہ آیت پڑھی۔ "وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ" (پارہ 15، سورۂ بنی اسرائیل، آیت 86) ترجمہ: اگر ہم چاہتے تو

یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔ آیت سنتے ہی انھوں نے ایک ایسی (چیخ) ماری کہ مجھے ڈر ہوا کہ مبادا ان کی روح پرواز کر گئی تھوڑی دیر بعد میں نے ان کو دیکھا کہ ان پر کپکپی طاری تھی اور بار بار یہی کہہ رہے تھے کہ احباب ہی کو اس طرح مخاطب کیا جاتا ہے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 471)

مکتوبات صدی میں حضرت شیخ المشائخ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے درویش وفقیر امیروں کے اعتبار سے پانچ سو سال پیشتر جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ خوشخبری سنکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے اور فرمایا یہاں کوئی ہے کہ شعر سنائے؟ ایک بدوی نے کہا "ہاں ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ھات ھات" (آؤ آؤ) اس نے یہ شعر پڑھے۔

ترجمہ: میرے کلیجے پر محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کیلئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا مگر ہاں وہ محبوب جو مہربانی فرمائے اسی کے پاس اس کا منتر اور تریاق ہے۔

یہ سن کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تواجد فرمایا اور جتنے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) وہاں تھے سب وجد کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ردائے (چادر) مبارک دوش (کندھے) مبارک سے گر پڑی۔ جب اس حال سے فارغ ہوئے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کتنی اچھی ہے آپ کی یہ بازی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "مَهْ يَا مَعَاوِيَهُ لَيْسَ بِكَرِيْمٍ مَنْ لَّمْ يَهْتَزَّ عِنْدَ سَمَاعِ ذِكْرِ الْحَبِيْبِ" ترجمہ: دور ہوا ے معاویہ وہ شخص کریم (یعنی سخی و بامروت) نہیں ہے جو دوست کا ذکر سنے اور جھوم نہ اٹھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کر دیئے گئے۔

(مکتوبات صدی، ص، 569)

حضرت شیخ المشائخ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں قصہ کہہ رہے تھے، کسی نے نعرہ مارا

موسیٰ علیہ السلام نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا، حق سبحانہ نے مناجات کے وقت فرمایا "بِحُبِّی صَاحُوْا وَبِحُبِّی نَاحُوْا وَبِوَجْدِی رَاحُوْا فَلَمْ تُنْکِرُ عَلٰی عِبَادِیْ" وہ میری محبت میں نعرہ مارتے ہیں میری محبت میں روتے چلاتے ہیں اور میرے قرب سے راحت پاتے ہیں۔ تم ان کو مت جھڑکا کرو۔

(مکتوبات صدی، ص، 570)

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی (سورۃ الاعراف، ج، 5، ص، 84) ذیل آیت "وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا" (پارہ 9، سورۃ الاعراف، آیت 155) لکھتے ہیں۔ ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے اشراف اور بااثر لوگوں سے ستر آدمی چن لئے ۔ جو کہ استعداد اور صفائی اور ارادہ اور طلب اور سلوک والے تھے۔ پس جب انھیں جسم کا کانپنا لاحق ہوا۔ وہ کانپنا جو کہ فنائیت کی آواز کی ابتداء میں ہوا کرتا ہے۔ جس وقت انوار (وتجلیات) وارد ہوتے ہیں۔ اور تجلیات صفات کی سیروں کا ظہور ہوتا جو کہ جسم کی حرکت ہوتی ہے۔

اور اکثر و بیشتر یہ حرکت سالکین کو ذکر اور قرآن کے سننے اور دوسری اثر کرنے والی بات کے وقت عارض (لاحق) ہوا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جسم کے اعضاء جدا جدا ہو جاتے ہیں اور تحقیق ہم (حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ خالدین (سلسلہ خالدیہ نقشبندیہ) میں جو کہ اہل طریقہ نقشبندیہ ہیں اور اکثر ان کو نماز میں اس حال میں چیخنے کی حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ (یعنی نماز میں خالدیہ سلسلہ والے چیخ و پکار کرتے ہیں) تو بعض لوگ اپنی نماز اس وجہ سے دوبارہ پڑھتے ہیں اور بعض لوگ دوبارہ نہیں پڑھتے اور ان پر لوگ اعتراض کرنے لگے۔ میں (حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ) نے بعض اعتراض کرنے والے لوگوں سے سنا جو کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت شعور اور عقل کے ساتھ ہو تو یہ بڑی بے ادبی ہے۔ (کہ نماز میں آدمی چیخ رہا ہو) اور قطعاً نماز اس سے باطل ہو جاتی ہے اور اگر یہ حالت لاشعوری اور بے عقلی میں ہو تو پھر اس حالت میں آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سالکین اس حالت کے بعد دوبارہ وضو نہیں کرتے۔

میں (حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ) اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ ان کی یہ

حرکت غیر اختیاری ہے۔اور عقل وشعور بھی برقرار رہتی ہے اور یہ حالت چھینک اور کھانسی کی طرح ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا اور نماز بھی باطل نہیں ہوتی۔

پس کوئی دور نہیں کہ ان کی یہ حالت بھی تجلیات غیر اختیاری کا اثر ہو جو کہ ذکر کی گئی ہے اور اس حالت کے غیر اختیاری کا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حالت شعور کے بغیر پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے مرتعش (جس شخص پر کپکپی کا مرض ہوتا ہے) کی حرکت بھی غیر اختیاری ہوتی ہے۔لیکن اس کا شعور یعنی عقل برقرار ہے (انتہی)

ہدایہ شریف میں ہے اگر کوئی شخص نماز میں آہ آہ کر لے یا اواو کر لے یا روئے بلند آواز سے تو اگر یہ سب کچھ جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ تو خشوع کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔(انتہی)

فقط حضرت علامہ مولانا علی بن حسین الواعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رشحات میں لکھتے ہیں۔اور اس نے کہا کہ ظاہری علماء میں سے ایک عالم ہمارے شیخ کے پاس آیا تھا اس نے کہا کہ رقص وسماع کرنے والوں کا حال دو حالتوں میں ہوتا ہے یا تو وہ شعور رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے اگر وہ شعور رکھتے ہیں تو باوجود شعور کے حرکت ورقص کرنا اور بیخودی کا اظہار کرنا نہایت برا عمل ہے اور اگر وہ شعور نہیں رکھتے تو شعور میں آنے کے بعد بغیر طہارت (وضو وغیرہ) نماز پڑھتے ہیں تو یہ بہت ہی برا عمل ہے اس دانا شخص کے جواب میں ہمارے شیخ نے فرمایا کہ اس کی خرابی کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ عقل مسلوب ہو جاتی ہے پاگلوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے دوسرا یہ کہ عقل مستور ہو جاتی ہے ایسا بے ہوش لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اس گروہ کی رقص وسماع کے وقت بے شعوری سے عقل نہ مسلوب ہوتی ہے اور نہ مستور ہوتی ہے بلکہ اس بے شعوری کا سبب یہ ہے کہ اس موقع پر عقل کلی عالم الٰہی سے اس عقل پر جزوی طور پر قابض ہو جاتی ہے اور سالک کے وجود کی ملکیت پر قابض کر کے حاکم ہو جاتی ہے ۔اس عقل کلی کی طاقت وقدرت یہ ہے کہ وہ بدن کی تدبیر وضبط کی بجائے عالمی کی تدبیر وضبط کرتی ہے اس حالت میں ظل میں اس کی حمایت اور تدبیر ہوتی ہے اور وہ عقل کلی تدبیر کر کے

اس مقام پر حفاظت ونگرانی کرتی ہے اس موقع پر وضو میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اس مقام پر مرید صادق اس کی طبیعت اور احکام سے مکمل باہر آجاتا ہے اور وہ بشری ضرورتوں سے آزاد ہو جاتا ہے پس اس وقت نیا وضو کرنے کی قطعی طور پر ضرورت نہیں ہوتی۔

(ہدایت السالکین، ص، 261 سے 263)

بحر العلوم واقف مذاہب اربعہ حضرت شیخ المشائخ عبدالرحمٰن جزیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''**الانین والتاوہ والتافیف والبکاء اذا اشتملت علی حروف مسموعۃ فی مسئلۃ الخشیۃ**'' نماز میں آہ، اُہ اُف کرنا اور اس طرح رونا کہ حروف مسموعہ پر مشتمل ہو تو یہ چیزیں نماز کو فاسد کرتی ہیں۔ مگر جب یہ حالت اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہو یا ایسی مرض کی وجہ سے ہو جس میں حالات مذکورہ کے منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور عدم فساد صلوٰۃ کا حکم بابت خشیت حنفیہ۔ حنابلہ اور مالکیہ کے مابین متفق ہے۔

(مرشد کامل کی ضرورت کیوں، ص، 167)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر کسی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کہا اور اتنی اونچی آواز سے رویا جس سے حروف حاصل ہوں۔ پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو تو نماز صحیح اور کامل ہے۔ اگر یہ حالت درد یا مصیبت کی وجہ سے ہے تو پھر نماز فاسد ہے۔ اگر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اوہ کیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر نماز میں رو پڑا اور بغیر آواز کے آنسو بہہ پڑے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ انین کا معنی یہ ہے کہ وہ آہ آہ کہے اور تاؤہ کا معنی یہ ہے کہ اوہ کہے جیسا کہ تتارخانیہ میں ہے۔

(مرشد کامل کی ضرورت کیوں، ص، 168)

مفسر جلیل حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے اس وجد کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا تو آپ نے اس کی یوں وضاحت فرمائی: مسئلہ۔۔ صوفیائے کرام کی جماعت جب ذکر کیلئے جمع ہو چکی ہو پھر ایک شخص مجلس سے ذکر کرتے ہوئے اٹھ جائے اور انوار الٰہیہ کے ورود کی وجہ سے یہ حالت اس سالک پر مداومت سے طاری ہو جائے۔ پس یہ

کام اس سالک کیلئے جائز ہے یا نہیں، خواہ اختیار سے اٹھتا ہے یا بے اختیار ہو کر۔ نیز اس سالک کو اس حال سے منع کرنا چاہیئے یا نہیں اور کیا اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیئے یا نہیں؟

جواب: اس سالک پر اس حال میں کوئی اعتراض اور انکار نہیں۔ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال کیا گیا تو انھوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا اور مزید فرمایا کہ سالک کو اس حال سے منع کرنا کسی کیلئے جائز نہیں اور منع کرنے والے کو سرزنش کرنا لازمی ہے۔ حضرت علامہ برہان الدین انباسی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور فرمایا یہ سالک صاحب الحال مغلوب ہے اور منکر محروم ہے۔ کیونکہ اس نے تواجد کی لذت حاصل نہیں کی اور منکر کو عشق حقیقی کا مشروب نصیب نہیں۔ خلاصہ یہ کہ صوفیائے کرام کے حال کو تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔ اسی طرح بعض ائمہ احناف اور مالکیہ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ سب نے اس سوال کے جواب پر اتفاق کیا ہے۔ جس میں کسی مخالفت کی گنجائش نہیں میں (مفسر جلیل حضرت شیخ الشیوخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ کیونکر کھڑے ہو کر ذکر کرنے سے یا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہونے سے منع کیا جائے گا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ '' (پارہ 4، سورۂ آلِ عمران، آیت 191) عقل مند وہ لوگ ہیں جو کھڑے ہو کر بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت امہات المؤمنین سیدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر لحہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اسی طرح اگر سالک نے قیام کے ساتھ رقص کیا یا چیخ و پکار کی تب بھی اس پر کوئی اعتراض یا انکار نہ ہوگا کیونکہ یہ حالت شہود اور مواجید کی لذت کی بنا پر طاری ہوتی ہے اور حدیث شریف میں (حبشہ سے واپس آ کر خیبر کی فتح کے بعد) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا رقص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ثابت ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ آپ (حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے اخلاق اور شکل مجھ سے مشابہ ہیں۔ پس اس خطاب کی لذت سے انھوں نے رقص کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان پر کوئی انکار ظاہر نہیں فرمایا۔

(مرشد کامل کی ضرورت کیوں، ص، 170، 171)

حضرت شیخ المشائخ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو وجد کی حالت میں اس قدر تقویت حاصل ہو جاتی تھی کہ چودہ یا پندرہ دن تک بغیر کھائے پئے گذار دیتے تھے۔ شدید سردی کے باوجود ان کے جسم سے پسینہ بہتا رہتا اور انھوں نے ایک قمیص پہنے ہوئی تھے جب آپ سے اس بارے میں سوال کیا جاتا تو کہتے مجھ سے سوال مت کرو کیونکہ اس وقت تم میری بات کو سمجھ نہیں سکتے۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 509)

علامہ سید اسرار بخاری صاحب فرماتے ہیں وجد: ایسی حقیقی کیفیات جو اس وقت قلب پر وارد ہو جبکہ قلب شہود (مشاہدہ حق تعالیٰ) میں فانی ہو۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 113)

حضرت شیخ المشائخ ابوالملیح رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ جب وہ ذکر اللہ عزوجل کرتے تو وجد میں آجاتے اور فرماتے کہ مجھے اس پر وجد آتا ہے کہ حق تعالیٰ مجھے یاد کرتے ہیں کیونکہ وہ فرماتے میں کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا نیز ان کا قاعدہ تھا کہ جب وہ راستہ میں چلتے ہوتے اور کسی وجہ سے خدا عزوجل کی یاد سے غفلت ہو جاتی تو پھر لوٹتے اگر ایک منزل طے کر چکے ہوتے اور دوبارہ یادالٰہی کے ساتھ چلتے اور فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ جس جس زمین پر چلوں قیامت میں تمام میرے ذکر اللہ عزوجل کی شہادت دیں۔

(احوال الصادقین، ص، 201)

حضرت علامہ مولانا شیخ ابن مہذب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''عجائب واسطہ'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپ کے خلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک سو تھی۔ عراق کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ نہ ہوں۔ اور عقیدت مند مریدوں کا تو کوئی شمار نہ تھا۔ جب آپ سنہ ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو آقائے دوجہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت پناہ کے روضۂ مقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے، گنبد خضرا کے قریب پہنچ کر آپ نے با آواز بلند کہا ''السلام علیک یاجدی'' فوراً روضہ اطہر سے ندا آئی کہ ''وعلیک السلام یاولدی'' اس نداء مبارک کو سن کر آپ پر وجد طاری

ہوگیا، آپ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے سب نے آواز کو سنا۔

(البیان المشید، ص، 34)

فائدہ صوفی: دورِ جدید میں اگر ہمارے پیر و مرشد (مدظلہ العالی) سالک کو قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفسی، قالب، نفی اثبات، مراقبات، اور دیگر مقامات طے کروا کر ارشاد خط دیں تو لوگوں کو اعتراض ہوتا ہے کہ یہ پیر صاحب (مدظلہ العالی) تو خلفاء بناتا رہتا ہے۔ میرے بھائی! اوپر کی عبارت کو پڑھ لو اور توبہ کرو کہ ان کے تو اسی ہزار ایک سو خلفاء ہمارے پیر صاحب (مدظلہ العالی) کے ابھی تو چوبیس ہزار پانچ سو خلفاء ہوئے ہیں (1998 میں)۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس فیض کو جاری وساری رکھے لاکھوں اور کروڑوں خلفاء بنے۔ حضرت صاحب (مدظلہ العالی) کا سایہ ہم پر قائم اور دائم رہے۔ (آمین۔ آمین۔ آمین)

صاحب رشحات فرماتے ہیں حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن رحمۃ اللہ علیہ پر جب خاص کیفیت طاری ہوتی اس وقت جو کوئی آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالتا بے ہوش ہو جاتا۔ جس مریض پر آپ توجہ فرماتے فوراً تندرست ہو جاتا۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، 84)

حالتِ وجد میں رونا، چلانا، لوٹنا، شیخ کا بوسہ لینا

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں: جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا حافظانِ حدیث امام ابو ذراعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضر خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ اپنا جمال مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے، امام (علی رضا رضی اللہ عنہ) نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹا لیں خلق کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں دو (۲) گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے، پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے، کوئی روتا ہے،

کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چُومتا ہے اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو گئے۔

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج جلد 9 مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جب خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سارے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کچھ دیر تک وجد میں مشغول رہے۔ جب وجد کی کیفیت سے باہر آئے تو مرید آپ کے لباس کے ٹکڑے تبرک کے طور پر لینے لگے۔

(خزینۃ الاصفیاء ص 29)

حضرت شیخ المشائخ سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ اتنی زور سے چمٹ گئے کہ وہ ستون ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 193)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ مولانا شمس الدین محمد اسد رحمۃ اللہ علیہ آپ کو حال اور وجد کامل تھا۔ یہ کیفیت تھی کہ جب سماع کی مجلس میں آپ کی حالت بدلتی تو چیخیں نعرہ مارا کرتے۔ جس سے اہل مجلس پر بھی اثر ہو جاتا اور سب کا وقت خوش ہوتا۔

(نفحات الانس ص 487)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ میر برہان شیخ الشیوخ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، جب بزرگ والدین نقشبند سرتاج اولیاء بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر توجہ کی تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت جذب وسکر میں رہتے۔ لوگوں سے قطع تعلق ہو گیا اور کسی کے پاس آرام وسکون نہ ملتا۔

(خزینۃ الاصفیاء ص 72)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ تین شبانہ روز سے پتھر پر بیٹھے آواز بلند اللہ عزوجل اللہ عزوجل کرر ہے ہیں اور کھانا پینا سب بند کر رکھا ہے۔ لیکن نماز اپنے صحیح وقت میں

ادا کر لیتے حضرت سیدنا شیخ المشائخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مندوں نے کہا کہ یہ تو فنائیت کی دلیل نہیں بلکہ ہوشیاری کی علامت ہے کیونکہ فانی کو نماز کا ہوش باقی نہیں رہتا حضرت سیدنا شیخ المشائخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ ان پر عالم وجد طاری ہے اور صاحب وجد خدا عزوجل کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 255)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوستوں کا وجد خدا عزوجل کا ایسا راز پنہاں ہے جس کو کسی قیمت پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 249)

حضرت سیدنا شیخ کبیر خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار (امام طریقہ بہاء الحق عرف والدین رحمۃ اللہ علیہ) کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو توجہ کرتے تھے۔ میں بیخود پڑ گیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تھے، میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے جاؤں۔ لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ بڑی محنت سے خواجہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو۔ (نفحات الانس ص 442)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ کا کا ابو الفقیر بستی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ابو قصر کے سب مرید ایسے تھے کہ نعرے بڑے مارا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں اپنے پیر کی حکایات بیان کرتے تھے۔

(نفحات الانس ص 369)

حضرت سیدنا شیخ ابو عبد اللہ باکو رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، استاد امام اور ابو عبد اللہ باکو کے سامنے گئے۔ جب بیٹھے تو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے استاد امام سے کہا کہ ان حضرت سے کہئے کہ مجھ سے دل صاف کر لیں۔ ابو عبد اللہ باکو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس وقت خوش ہوں گا کہ جمعرات کو میرے پاس آؤ۔ اور پھر نہ آؤ۔ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت مشائخ اور بزرگوں (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی نظر آپ پر پڑی ہے۔ ہم ان نظروں کی وجہ سے آتے ہیں۔ نہ آپ کے لئے جب شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہی تو تمام حاضرین سے رونا اور

چیخنا شروع ہو گیا۔ شیخ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی رو پڑے اور وہ انکار رنجش دل سے جاتی رہی۔ بلکہ صاف دل ہو گئے سب لوگ خوش ہو کر اٹھے۔ جب شیخ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ انکار نہ رہا۔ تو وہ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کو جایا کرتے۔ لیکن ابھی ان کے رقص وسماع پر سخت انکار کرتے۔ اور کبھی کبھی اس کا اظہار بھی کر دیتے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیبی ان کو کہہ رہا ہے: قوموا و ارقصوا لله ۔یعنی کھڑے ہو جاؤ اور اللہ عزوجل کے لئے رقص کرو۔ جب بیدار ہوئے تو کہنے لگے: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ یہ خواب شیطانی ہے دوبارہ سو گئے۔ تو پھر ہاتف کہتا ہے قوموا و ارقصوا لله۔ یعنی کھڑے ہو اور خدا عزوجل کے لئے رقص کرو پھر بیدار ہوئے اور لاحول پڑھنے لگے۔ ذکر کرنے لگے۔ اور چند سورہ قرآن پڑھیں۔ تیسری بار سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا تب معلوم کیا کہ یہ خواب شیطانی نہیں ہے۔ اور یہ اسی انکار کے سبب ہے۔ کہ جو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ پر کرتا ہوں صبح تو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر آئے جب خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ حجرہ میں کہتے تھے قوموا و ارقصوا لله شیخ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ خوش ہو گئے اور وہ ان کا انکار بالکل جاتا رہا۔

(نفحات الانس ص 353)

فائدہ صوفی: بزرگان دین مریدین کے وجد جذب رقص کا مذاق نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ ادب محبت صحبت کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت سیدنا محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حالات میں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وجد یہ ہے کہ روح ذکر کی حلاوت میں اور نفس لذت طرب میں مشغول ہو جائے اور سر سب سے فارغ ہو کر صرف حق تعالیٰ کی ہی طرف متوجہ ہو۔ نیز وجد شراب و محبت الٰہی ہے کہ مولا اپنے بندوں کو پلاتا ہے۔ جب بندہ یہ شراب پی لیتا ہے تو اس کا سبک اور ہلکا ہو جاتا ہے اور جب اس کا وجود ہلکا ہو جاتا ہے تو اس کا دل محبت کے بازوؤں پر اڑ کر مقام حضرت القدس میں پہنچ کر دریائے ہیبت میں جا گرتا ہے۔ اسی لئے واجد (وجد کرنے والا) گر جاتا ہے۔ اور اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

(قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادر گیلانی، ص 223)

حضرت خواجہ سیدنا حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک روز حضرت گھر سے باہر آئے اس وقت کیفیت عروج پر تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر ایک کسان کھڑا تھا جونہی اس پر کیمیا اثر نظر پڑی کسان علم لدنی سے مالا مال ہو گیا اور متبحر علماء میں شمار ہونے لگا۔

(خزینۃ الاصفیاء ص 84)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، مجلس میں تشریف رکھتے تو انتظار کی کیفیت طاری ہوتی جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کا انتظار کرتا ہے۔ اہل محفل میں سے کوئی جب اللہ عزوجل کا نام زبان پر لاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سنتے ہی مدہوش ہو جاتے اور زمین پر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے۔

(خزینۃ الاصفیاء ص 210)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شاہ محمد صادق قلندر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، ایک دن پیر طریقت میر نازک نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی چھت پر چڑھے۔ اذان کہی اور عین اسی حالت اذان میں آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ چھت سے زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

(خزینۃ الاصفیاء ص 258)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء ابوسعید خزار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، یعنی وجد اس شخص کو خوش کرتا ہے جس کی خوشی وجد میں ہوتی ہے۔ لیکن جب خدا عزوجل مل جائے تو وجد جاتا رہتا ہے بیشک میرا وجد مجھ کو خوش کیا کرتا تھا۔ لیکن اب وجد سے مقصود تھا (یعنی خدا تعالیٰ) اس نے وجد کے شوق سے مجھ کو غافل کر دیا۔ (نفحات الانس ص 86)

حضرت شیخ المشائخ شیخ محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ سردی کے موسم میں ادنیٰ لباس پہننے کی ضرورت محسوس نہ فرماتے یہ نتیجہ تھا حرارت شوق اور طپش باطنی کی گرمی کا۔ محبت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جب بھی لفظ ''اللہ عزوجل'' آپ کے کان میں پڑتا بے ہوش ہو جاتے۔

(خزینۃ الاصفیاء، ص، 269)

حضرت شیخ المشائخ شاہ درگاہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے

قرأت میں "یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (پارہ2، سورۃ البقرۃ، آیت165) پڑھی ۔یہ آیت سنتے ہی ان کے دل سے محبت کی آگ کا لاوا ابل پڑا۔آپ (حضرت شیخ المشائخ شاہ درگاہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کے جسم مبارک میں تھوڑی سی حرکت ہوئی۔فوراً پہلے امام اس کے بعد تمام مقتدی وجد میں آگئے۔جب مسجد سے "ھاؤ ،ھو" کی آواز اٹھی تو اہل محلّہ جمع ہو گئے اور مسجد میں قدم رکھتے ہی ان پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔غرضیکہ جو کوئی بھی مسجد میں قدم رکھتا مدہوش ہو جاتا اور زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپتا۔یہ فیضان محبت الٰہی کا کرشمہ تھا جو وہاں بارش کی طرح برس رہی تھی۔

(خزینۃ الاصفیاء،ص،274)

حضرت شیخ المشائخ خلف بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت غوث صمدانی یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں تھا۔ایک شخص کو وجد ہوگیا۔دوسرے نے شیخ سے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔آپ نے جواب دیا کہ اس نے خدا عزوجل کی بات سنی۔وحدانیت کا راز اس کے دل میں کھل گیا۔انسانیت کی صفت محو ہوگئی۔

(نفحات الانس،ص،64)

تمام ماوراءالنہر خراسان کے علاقہ میں آپ (حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ) کے تصرف کی کیفیت طالبین اور زائرین میں مشہور تھی۔جو شخص آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیتا وہ گر پڑتا۔اس کو غیبت بیخودی کی دولت حاصل ہو جاتی۔ایسا سنا گیا ہے۔کہ ایک دن صبح کے وقت آپ گھر سے باہر نکلے۔آپ پر کیفیت غالب ہوئی۔جس شخص کی نگاہ آپ پر پڑتی سب کو بیخودی کی کیفیت ہوتی۔اور گر پڑتا۔اس سلسلہ کے ایک بزرگ عزیز نے جن کی خدمت میں میں جایا کرتا تھا۔اس کی بابت پوچھا،آپ نے فرمایا کہ اس درویش کا کام اس سے بڑھ کر نہیں۔کہ ہمیشہ حضرت شیخ المشائخ خواجہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا تصور رکھتا ہے۔اور اسی کو یاد رکھتا ہے۔اس نگاہداشت کی برکت سے ان کے جذبہ کی صفت اس میں اثر کرگئی ہے۔

(نفحات الانس،ص،427)

حضرت شیخ المشائخ الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ المشائخ مولانا علاؤالدین خلوتی رحمۃ اللہ علیہ بروسہ میں تشریف لائے تو جامع مسجد کبیر میں ممبر پر وعظ کیلئے بیٹھے تو آپ کا وعظ سننے کیلئے ایک جم غفیر ہوا اور منتظر تھے۔ کہ آپ کا وعظ مبارک ہو اور ہم سنیں آپ نے وہاں صرف ایک بار کہا اللہ لوگوں پر وجد طاری ہو گیا۔ اور رقص کرنے لگے اور دھاڑیں مار کر رونے لگے یہاں تک کہ آہ و بکا کا تانتا بندھ گیا۔

(تفسیر روح البیان، پ،3، ص،13، 14)

حکایت: ایک دن ایک پیر آیا ایک نے اس کو پہچان لیا کہ وہ حضرت شیخ المشائخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ بزرگ لوگ آئے اور درس کی درخواست کی آپ نے قبول نہ کیا وہ بہت اصرار کرنے لگے اور منبر رکھا گیا تاکہ آپ وعظ کریں۔ آپ منبر پر چڑھے اور دائیں طرف اشارہ کیا اور کہا اللہ اکبر اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور کہا "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَر" یعنی خدا عزوجل کی رضامندی بہت بڑی ہے۔ بائیں طرف اشارہ کیا اور کہا "فَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى" یعنی خدا عزوجل بہتر ہے اور بڑا باقی رہنے والا ہے۔ لوگ ایک دم شور مچانے لگے اور چند شخص وہیں فوت ہوئے استاد اس شور میں منبر پر سے اتر پڑے اور چل دیئے۔ اس کے بعد ان کی تلاش کی گئی تو نہ ملے۔ (نفحات الانس، ص323)

حکایت: قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ یہ تھا کہ جس شخص کو بیعت کیلئے قبول فرماتے تو پہلے اس سے توبہ کراتے اور اگر اس طالب میں عشق ومحبت کا جذبہ زیادہ دیکھتے تو اسے رابطہ اور نگہداشت کے طریقہ پر اپنی صورت کا بہ حقیقت جامعہ امر فرماتے اس طرح یعنی اس احضار اور نگہداشت صورت (تصور شیخ) سے طالب کو بہت کچھ کشائش حاصل ہوتی۔ چنانچہ حضرت خواجہ برہان جو خواجگان دہبیدی رحمۃ اللہ علیہ میں سے تھے اور اپنے بزرگوں سے نسبت اور اجازت حاصل کئے ہوئے تھے۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں آئے اور آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) سے مستفیض ہونے کے خواہش مند ہوئے۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کو نگاہ

داشت صورت (یعنی تصور شیخ) کیلئے ارشاد فرمایا وہ سخت متعجب ہوئے اور اپنے رفیقوں سے کہنے لگے کہ یہ طریقہ تو ان لوگوں کیلئے مناسب ہے جو اس راہ میں پہلے پہل قدم رکھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کرم فرما کر مراقبہ اعلیٰ کیلئے ارشاد فرمادیں تو بہتر ہوتا۔ ان کے دوستوں نے کہا جو کچھ حکم ہوا ہے۔ اس کی تعمیل چاہئیے اور خواہ مخواہ کی فضول باتوں سے احتراز کرنا چاہئیے۔ چونکہ ان (حضرت خواجہ برہان رحمۃ اللہ علیہ) کی عقیدت درست تھی اس لئے وہ نگہداشت صورت شریفہ میں مشغول ہوگئے۔ ابھی دوروز ہی گذرے تھے کہ ان پر نسبت عظیم غالب ہوگئی اور غلبہ سُکر اس قدر رہا کہ باوجود سنجیدگی اور بڑھاپے کے وہ زمین سے قریب دو گز اوپر اچھل جاتے تھے۔ اور ہر طرف دیوار اور درختوں سے خود کو ٹکراتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جوان لوگ جو انھیں پکڑے ہوئے تھے ان کی قوت ان کی نگہداشت (تصور شیخ) کے مقابلے میں ہیچ ہوگئی۔ پھر جو کچھ دیکھا وہ دیکھا۔

(زبدۃ المقامات، ص، 44،)

حکایت: ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک کی ایک رات کو ہمارے حضرت غوث یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم کے ہاتھ ایک پیالہ فالودہ کا قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ چونکہ وہ خادم ایک پہاڑی آدمی بھولا بھالا تھا۔ قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے خاص پر پہنچ کر دروازے کی زنجیر پیٹنے لگا۔ قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو بیدار نہیں کیا اور خود ہی باہر آکر فالودہ کا پیالہ اس خادم سے لیکر دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے عرض کیا کہ مجھے بابا کہا کرتے ہیں۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ چونکہ تم ہمارے شیخ احمد کے خادم ہو اس لئے ہمارے ہو۔ اس خادم کے واپس ہوتے ہی اس پر سُکر اور نسبت کا جذبہ غالب ہوگیا اور وہ روتا پیٹتا، گرتا پڑتا ہمارے حضرت غوث یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت (مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اس نے بہت

جذب و مستی کے عالم میں عرض کیا کہ میں ہر جگہ شجر و حجر زمین و آسمان میں ایک بے رنگ نور دیکھتا ہوں۔ جو بے نہایت ہے۔ اور اس کو بیان نہیں کرسکتا۔

(زبدۃ المقامات، ص،45)

صاحب زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ المشائخ قطب وقت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میری بچی کی ایک دایہ تھی کئی مرتبہ اس سے کہا گیا کہ آپ کی مرید ہو جائے لیکن اس نے انکار کیا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے اس بچی کو اس دایہ کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ الشیوخ خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس بچی کو گود میں لے لیا اور پیار کرنے لگے۔ بچی اپنا ہاتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ ریش مبارک میں لے گئی تو اس کے ہاتھ میں ایک بال آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بچی ہم سے ایک بار گاہ لے رہی ہے۔ اسی زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا اور وہ بال ابھی تک تبرک اور یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔

مرا از زلف تو موئے پسند است	فضولی می کنم بوئے پسند است

ترجمہ:

تیری زلفوں کے بال اچھے ہیں کیسے   مہکتے ہیں وہ (مہکے مشک جیسے)

جب وہ دایہ گھر کو واپس ہوئی تو ابھی ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ اس پر مستی و بیخودی (سُکر) کے اثار شروع ہونے لگے اور وہ ان جذبات کو ضبط نہ کرسکی اس لیے شور مچانے لگی اور بے ہوش ہوگئی اور اس کے بائیں پہلو سے حرکت قلبی اس قدر تیز ہونے لگی کہ سبھی لوگوں (یعنی عورتوں) نے معائنہ کیا۔ ایک عرصے کے بعد اس کو ہوش آیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا اور تو نے کیا دیکھا۔ اس نے جواب دیا کہ ہر گھڑی حضرت خواجہ (شیخ الشیوخ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) ایک مہیب صورت میں ظاہر ہوئے تھے یہاں تک کہ میں بے ہوش ہوگئی۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا سوائے اس کے کہ میں اپنے دل کو اللہ اللہ کہنے والا پاتی ہوں۔

(زبدۃ المقامات، ص،46)

فائدہ صوفی:

۱۔ بزرگوں کے بال مبارک تبرک کے طور پر رکھنا اور اُن سے فیض حاصل کرنا ثابت ہے۔

۲۔ جیسے مرد حضرات کو وجد جذب سُکر یہ حالات ہوتے ہیں اس طرح عورتوں کو بھی ہوتی ہے۔

۳۔ لطائف حرکت کرتے ہیں دیکھوں غور کرو اور اس کو ریا کاری نہ سمجھو کتنی عورتوں نے اُس اللہ کی ولیاں کی قلب (دل) کا منظر دیکھا ہوگا۔

۴۔ تصور شیخ کی برکت انسان پر سلوک آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کے حقیقی گروں کے ساتھ انس ومحبت صحبت اور فیضان حاصل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

حکایت: ایک دن ایک فوجی شخص آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) طہارت کیلئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ اس فوجی کا خادم دروازے کے باہر گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ طہارت کے وقت آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی نظر کیمیا اثر اس خادم پر کئی مرتبہ پڑی۔ آپ (قطب الاقطاب سیدنا حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) جب مسجد میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ وہ خادم اس قدر جذب اور بیخودی میں مبتلا ہوا ہے کہ گھوڑوں کے درمیان گیند کی طرح لڑھکتا پھرتا ہے۔ شام سے رات کے کچھ حصے تک اسی طرح اضطراب میں رہا۔ پھر یکایک جنونی کیفیت میں وہ بازار کی طرف جا نکلا اور وہاں سے جنگل کی طرف چلا گیا اور پھر اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو سکی۔

(زبدۃ المقامات ص، 45، 46،)

یعنی حضرت شیخ المشائخ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کو دوسرے بھی دیکھ لیتے تو ان کے قلوب پر اس قدر جذب ومستی کا غلبہ ہو جاتا کہ وہ غلبہ سکر کی وجہ سے اپنے کپڑے پھاڑ دیتے تھے۔ اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔ اس حد تک دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی تیس چالیس آدمی یکبارگی ہوش کھو بیٹھتے اور زمین پر گر پڑتے۔

یہ جذب ومستی کی حالت دیکھ کر بعض مشائخ وقت کے مریدین بھی سیدنا شیخ المشائخ حضرت اقدس میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ استفاضہ میں داخل ہوئے اور بہت سے مفسدین کی

اصلاح ہوئی بکثرت ہوشمندوں نے بادۂ بیخودی وجذب کا جام نوش کیا۔

(سیرت مجدد الف ثانی، ص785)

حقیقی، طبعی اور شیطانی وجد کی علامات

حضرت سیدنا علامہ مولانا محدث دہلوی شاہ عبدالحق نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فقہ وتصوف میں تحریر فرماتے ہیں کہ صاحبِ وجد اگر وجد کے دوران ایسا مطلب محسوس کرے جو اسے علم، عمل یا حال کا فائدہ دے۔ اس کے ساتھ ہی وہ آرام اور لیٹنے کی رغبت محسوس کرے تو اس کا وجد حقیقی اور معنوی ہے۔ اگر اس کی توجہ اشعار کی موزونیت اور خوش آوزی کی طرف ہو تو اس کا وجد طبعی ہے۔ خصوصاً اگر نفس میں اضطراب اور گرمی واقع ہو۔ اور اگر فقط حرکت ہی پیشِ نظر ہو تو شیطانی ہے۔ خصوصاً اگر اس کے بعد اضطراب پیدا ہو۔ یعنی جسم میں سخت گرمی محسوس ہو جیسے آگ کا شعلہ لپک جائے اس لئے وجد کی مکمل تحقیق ضروری ہے ورنہ اس کے سبب (سماع) کا ترک کرنا ہی سلامتی کے طلبگار دیندار کے لئے ضروری ہے۔

شرح: حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قاعدے میں صحیح اور فاسد حال اور وجد کی علامات اور نشانیاں بیان کی ہیں فرماتے ہیں کہ اگر وجد والے کو اس کے وجد میں کوئی ایسا معنی حاصل ہو جو اسے ظاہری اعضاء یا دلوں کے اعمال کا فائدہ مند علم اور معرفت دے یا ایسا حال اور صفت دے جو سیر وسلوک میں اس کے لئے مفید ہو۔ اس کے ساتھ ہی اسے آرام اور لیٹنے کی طرف میلان محسوس ہو تو اس کا وجد حقیقی اور معنوی ہے۔ کیونکہ وہ اس وجد سے اپنے مقصد میں فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اگر اس کی توجہ کلام موزوں اور اچھی آوازوں کی طرف ہے اور اسے کوئی ایسا مطلب حاصل نہیں ہوتا جو علم، عمل یا حال کا فائدہ دے تو یہ سماع اور وجد طبعی ہے۔ آواز کی دل کشی، عمدگی اور باقی حواس کی لذت آفریں چیزوں کی طرف طبیعت کو اس آواز کا سننا اچھا لگتا ہے اس طرح نغمہ اور ترنم روح حیوانی کو متاثر کر جاتا ہے۔ ترنم کی اصل تاثیر روح حیوانی میں ہے حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نغمہ اور ترنم کی اصل اور بالذات تاثیر روح حیوانی میں ہے روحِ انسانی اس سے منزہ ہے اس کی شان صرف محویت، استغراق اور علم ومعرفت

ہے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ فرمائے۔ بعض ارباب سماع ووجدان نے فرمایا کہ مطلب کا سمجھنا اور اس کا استنباط مریدین کے سماع کا حصہ ہے منتہی کا ذوق اور وجد نفس آواز سے ہے۔ اس کی ذات میں حق کی جلوہ گری ہوتی ہے نہ تو معانی کا فہم اس کی ذات میں جلوہ گر ہوتا ہے اور نہ ہی اشعار اور منظوم کلام سے سمجھا جانے والا مطلب۔ اور اگر وجد والا کلامِ موزوں اور آواز کی تاثیر سے محض حرکت پاتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں تو یہ وجد شیطانی ہے۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ماخوذ ہے: وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (پارہ 15 سورۂ بنی اسرائیل آیت 64) (شیطان کو فرمایا) اور ڈگمگا دے ان میں جس کو تو ڈگمگا سکتا ہے اپنی آواز سے۔ خصوصا! سننے والے کو اضطراب اور جھنجھناہٹ لاحق ہو اور جسم میں آگ کا شعلہ سا لپک جائے (اَلشِّنَّۃُ، شین کے نیچے زیر اور نون مشدد، پانی کا پھینکنا اور اس کا بکھیر دینا) کیونکہ شیطان انسانوں پر اپنا شر پھینک دیتا ہے۔ آگ کے شعلے کا شیطان سے ہونا ظاہر ہے۔ جب سماع میں یہ معاملہ ہے کہ کبھی اس کا تعلق حقیقت سے ہوتا ہے کبھی طبیعت سے اور کبھی شیطان سے۔ تو اس کی تحقیق اور فرق کرنا ضروری ہے اور اگر فرق نہ ہو سکے (کہ کونسا وجد حقیقی ہے اور کونسا طبعی اور شیطانی؟) اور فرق کرنا ہے بھی مشکل۔ تو اس کے سبب یعنی سماع کا ترک کرنا سلامتی کے طالب ہر دیندار کے لئے اولیٰ اور افضل ہے۔

(فقہ و تصوف ص 179 سے 181)

حضرت سیدنا علامہ شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اسی قسم سے رقص و غیرہ ہے مثلاً کپڑوں کا پھاڑنا، سینو پر ہاتھ مارنا، زمین پر گر جانا اور لوٹ پوٹ ہونا جو شخص کسی طرح بھی شریعت کی مخالفت کا ارادہ نہ کرے اور جو کچھ وہ کرے اس کے علاوہ کچھ کرنا اس کے بس میں نہ ہو۔ بلکہ اس سے غیر اختیاری طور پر افعال سرزد ہوں۔ اس کی حرکتیں (رقاصاؤں کی طرح) منضبط نہ ہوں تو وہ معذور ہے اور معذور پر نہ مؤاخذہ ہے اور نہ ہی عتاب ہے۔

(فقہ و تصوف ص 178)

فائدہ صوفی: مختلف سلاسل کے اولیاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے یہاں بھی ایسے وجد جذب رہا ہوں سُکر، بے ہوش کے واقعات بکثرت ملتے ہیں حضرت پیر پیراں سیدنا غوث الاعظم عبد

القادر جیلانی اور سیدنا میر تصوف آفتاب ولایت ابوعلی دقاق (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی توجہات سے بعض لوگوں کا وجد میں وصال پانا بھی مروی ہے یاد رہے کہ جو وجد تواجد ناجائز امور پر مرتب ہو وہ درست نہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہ‘

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنِیْ اِجْتِنَابَہ‘

اے اللہ! ہم پر حق کی حقانیت واضح کر اور ہمیں اس کی اتباع عطا فرما

اے اللہ! ہم پر باطل کا بطلان واضح کر اور ہمیں اس سے اجتناب عطا فرما

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین

حضرت سیدنا
مولانا عبد الرحمن جامی
نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

تا خدا دوست گیردت با خلق	یک دل و یک زبان و یک رُو باش
شاد طبع و شگفتہ خاطر زہی	نرم خوی و کشادہ ابرو باش

ترجمہ

خدا رکھتا ہے اس کو دوست جو ہنس مکھ ہو خوش خو ہو

شگفتہ جس کی فطرت ہو کشادہ جس کا ابرو ہو

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِی حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَنْفَعُنِی حُبُّهٗ عِنْدَکَ.... الخ

ترجمہ: اے میرے اللہ مجھ کو اپنی محبت اور اس کی محبت

جس کی محبت میرے لئے تیرے نزدیک نفع بخش ہو عنایت کر۔ (آمین)

دسواں باب
تصورِ شیخ
کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

(تصورِ شیخ) رابطہ کی سنّیت اور اولِویّت روزِ روشن کی طرح ثابت ہے

(۱) سورہ یوسف کی آیت چوبیس میں ہے "لَوۡلَآ اَنۡ رَّاٰی بُرۡھَانَ رَبِّہٖ" اگر یہ نہ ہوتا کہ دیکھتے قدرت اپنے رب عزوجل کی اس آیت کی تفسیر میں عبدالرزاق ابن جریرابن منذرابن ابی حاتم ابوالشیخ اور حاکم نے حضرت سید (عبداللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی تصیح کی ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی حاکم نے اس کی روایت کی ہے۔ کہ اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت سیدنا ابن عباس سعید مجاہد جریرابن سیرین حسن قتادہ ابو صالح ضحاک ابن اسحاق وغیرہ ہم رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انگلی دانت سے پکڑے ہوئے ہیں اور یہی رابطہ (تصورِ شیخ) ہے۔

(۲) سورہ توبہ کی آیت ایک سوبیس میں ہے "یَآ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ" ترجمہ: اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ عزوجل سے اور ہو ساتھ سچوں کے اس آیت شریفہ سے صادقین کی معیت (ساتھ رہنا بیٹھنا) مطلوب ہے ان کے حضور میں معیت ظاہری ہے اور غیبوبت میں ان کا خیال معیت باطنی اور معنوی ہے جس کو حضرات خواجگان رابطہ (تصورِ شیخ) کہتے ہیں۔

(۳) ترمذی نے اس مبارک دعا کی روایت کی ہے اَللّٰھُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنۡ یَنۡفَعُنِیۡ حُبُّہٗ عِنۡدَکَ.... الخ ترجمہ: اے میرے اللہ مجھ کو اپنی محبت اور اس کی محبت جس کی محبت میرے لئے تیرے نزدیک نفع بخش ہو عنایت کر۔ (آمین)

محبت دل کے تعلق اور لگاؤ کو کہتے ہیں اس مبارک دعا میں اللہ عزوجل سے دل کا لگاؤ اور ہر اس شخص سے دل کا لگاؤ جو موصل الی اللہ ہو مطلوب ہے محبت جتنی زیادہ ہوگی "کَاَنَّکَ تَرَاہُ"

گویا کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھتے ہو۔ کی کیفیت بیشتر حاصل ہوگی جو درجۂ احسان کا اعلیٰ تر مقام ہے۔
(۴) بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں عرض کی کہ کسی کو ایک جماعت سے محبت ہے لیکن وہ ان جیسا نہیں آپ (حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' جو شخص جس سے محبت رکھتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہے یعنی جس کا خیال دل میں رہے گا اسی کے ساتھ اس کا حشر ونشر ہوگا یہی تصور ہے اور یہی رابطہ۔ (اسی کو تصور شیخ کہتے)
(۵) حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا سے پردہ (کرنے کے بعد) کے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خوردسال تھے حلیہ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری طرح حافظۂ خیال میں ثبت نہ تھا بڑے ہوکر انہوں نے اپنی والدہ (محترمہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں سے کہا جو حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارکہ بیان کرنے میں یکتا تھے''اَنَا اَشْتَهِی اَنْ یَصِفَ لِیْ مِنْهَا شَیْئاً اَتَعَلَّقُ بِهٖ'' میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا کا کچھ بیان کریں تاکہ اس سے میرا تعلق ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارکہ میرے خانۂ قلب کو مجلّٰی ومطہر ومنور کرتا رہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

بہ چہ تسکیں بدہم دیدۂ و دل را کہ مدام
دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

ابن ماجہ اور طبرانی نے نیک بندوں کی یہ نشانی روایت کی ہے''اذا رُأوْ ذُکِرَ اللّٰہ'' وہ جب دیکھے جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ یاد آئے اور بغوی کی روایت حدیث قدسی کی ہے''اولیائی من عبادی الذین یذکرون بذکری و اذکر بذکرھم'' میرے بندوں میں سے اولیاء وہ ہیں کہ میری یاد کے وقت ان کی یاد اور ان کی یاد کے وقت میری یاد آتی ہو یعنی وہ مبارک ہستی جس کی فنا اور بقا اللہ ہی سے ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کا ذریعہ ہے جس کو ایسا ذریعہ ملے وہ خوش نصیب ہے اور حضرت سیدُنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسی سعادت کو حاصل کرنا چاہا حضرات

صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اس دولت عظمیٰ اور سعادت علیا (اعلیٰ) سے پوری طرح آراستہ و پیراستہ تھے وہ جس وقت اپنے محبوب احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر شریف کرتے تھے بے ساختہ ان کی زبان پر "کَأَنِّیْ اُنْظُرُ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ" آتا تھا یعنی گویا کہ میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں۔ ان عاشقان پاک باطن کی آنکھوں کے سامنے وہی خیال مبارک تھا جو ان کے نگار خانۂ دل میں ہمہ وقت محفوظ رہتا تھا۔

(حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین، ص، 58)

تصور شیخ شرک نہیں۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے

حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے نسبت رابطہ (تصور شیخ) کی مشق کے بارے میں لکھا تھا کہ اس حد تک غالب ہوگئی ہے کہ نماز میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہے اور اگر بالفرض اس کی نفی کرنا چاہے تو وہ رابطہ (تصور شیخ) نفی نہیں ہوتا، اسکے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں اے محبت کے نشان والے طالبان حق جل وعلا اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں مگر ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے ایسی کیفیت والا شخص صاحب استعداد اور کامل مناسبت والا ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ شیخ مقتدا کی تھوڑی سی صحبت سے اس کے تمام کمالات کو جذب (حاصل) کرے اور رابطہ (تصور شیخ) کی نفی کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ تو مسجود الیہ ہے نہ کہ مسجود لہ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے اس قسم کی دولت کا ظہور سعادت مندوں کو حاصل ہوتا ہے تا کہ وہ تمام احوال میں صاحب رابطہ (مرشد) کو اپنا وسیلہ جانیں اور تمام اوقات میں اسی کی طرف متوجہ رہیں نہ کہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی (یعنی تصور شیخ سے بے نیاز) جانتے ہیں اور اپنی توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ (مرشد) سے ہٹا لیتے ہیں اور اپنے معاملے کو خراب کر لیتے ہیں۔

(مکتوب، ج، 2، ن 30 ز)

(تصور شیخ) سے زیادہ قریب ترین طریق کوئی نہیں ہے

جاننا چاہیئے کہ مرید کو تکلف اور بناوٹ کے بغیر اپنے شیخ (پیر و مرشد) کے ساتھ

رابطہ (تصورشیخ) کا حاصل ہونا پیراور مرید کے درمیان اس کامل مناسبت کی علامت ہے جو افادہ واستفادہ (فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے) کا سبب ہے اور وصول الی اللہ کیلئے رابطہ (تصورشیخ) سے زیادہ اقرب ترین طریق کوئی نہیں ہے دیکھیں کس سعادت مند کو اس دولت سے بہرہ مند کرتے ہیں غوث المحققین شیخ کبیر حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''فقرات'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق
صحبت شیخ ذکر سے بہتر

اس کو بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے یعنی رہبر کا سایہ مرید کیلئے ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ (ابتدا میں) مرید کو ابھی مذکور (حق جل وعلا) کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہیں ہے۔ کہ (جس سے) وہ ذکر کے طریق سے پورا پورا نفع حاصل کرسکے۔

(مکتوب، ج،1،ن 187ز)

مرشد کی صورت

اگر ذکر (الٰہی) کرتے وقت پیر کی صورت (تصورشیخ) بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہیئے اور قلب میں نگاہ رکھ کر ذکر کرنا چاہیئے۔

(مکتوب، ج،2،ن،190ز)

(تصورشیخ) نظر قلبی امراض کو شفا بخشی ہے

جاننا چاہئے کہ اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کا سلوک ایسے شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پروابستہ ہے جس نے سیر مرادی سے اس راہ کو طے کیا ہو اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو اس کی نظر قلبی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی امراض دور کرتی ہے۔

(مکتوب، ج،2،ن،260)

عجائب وغرائب کے ظہور کا یہی ذریعہ ہے

جاننا چاہیئے کہ تمام طریقوں میں رابطہ (تصورشیخ) کا راستہ تمام راستوں کی نسبت بہت ہی نزدیک راستہ ہے اور عجائب وغرائب کے ظہور کا یہی ذریعہ ہے حضرت عروۃ الوثقیٰ

قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بغیر رابطہ (تصور شیخ) اور بغیر فنا فی الشیخ کے تنہا ذکر وصل تک نہیں پہنچاتا لیکن تنہا رابطہ (تصور شیخ) آداب صحبت کی رعایت کے ساتھ کافی ہوتا ہے۔

(ہدایت الطالبین، ص، 31)

''ھذا حرامٌ'' یہ تو حرام ہے

(حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب) ابھی دو سال کا واقعہ ہے کہ دہلی میں ایک جگہ نجد و، کویت اور شام کے چار فضلا کے ساتھ ہندوستان کے چار علماء کا اجتماع تھا اس مختصر لیکن مؤقر اجتماع میں میری (حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی صاحب) شرکت بھی ہوئی ہندوستان کے علماء میں سے دو صاحبان کا تعلق طریقہ طیبہ چشتیہ سے تھا مجھ کو بعد میں معلوم ہوا کے کویت کے فاضل کا تعلق حضرات مشائخ کے کسی سلسلہ سے تھا اس پاکیزہ اور باوقار محفل میں سلاسل مبارکہ کا ذکر آیا اور فاضل کویت نے رابطہ (تصور شیخ) کے متعلق کچھ کہا فاضل نجد نے رابطہ (تصور شیخ) کے متعلق دریافت کیا اور جب ان کو معلوم ہوا کہ رابطہ تصور شیخ کو کہتے ہیں تو انہوں نے کہا ھذا حرام'' یہ تو حرام ہے میں نے ان سے کہا (یہ عربی) جناب من رابطہ (تصور شیخ) تو حضرات صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا معمول رہا ہے وہ سالہا سال بعد حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ذکر شریف کرتے وقت کس شوق ومحبت سے کہا کرتے تھے'' کانی انظر الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم '' گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں جس وقت وہ یہ الفاظ فرماتے تھے وہ اس مبارک خیال کو دیکھا کرتے تھے جو ان کے نہان خانہ دل میں محفوظ تھا یہی وہ رابط (تصور شیخ) ہے جو موصل الی اللہ ہے وہ حضرات نقشبندیہ اس پر عامل ہیں میری بات سن کر فاضل نجد خاموش بیٹھ گئے ان کے بُشرہ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کی خاموشی جامہ تفکر پہنے ہوئے ہے اور فاضل کویت کے چہرے پر آثار مسرت ظاہر تھے۔ حسن اتفاق سے دوسرے دن ایک بڑے اجتماع میں یہ دونوں صاحبان بہت مسرت سے ملے اور کچھ علمی گفتگو ہوئی۔

تصور ہے وہ نسخۂ کیمیا	کہ جس نے مس دل کو کندن کیا
تصور ہے بوئے سوز و گداز	ہے مہر و محبت ہی راہ نیاز
تصور ہے معمول مردان دیں	جو سمجھے تھے کونوا مع الصادقین
تصور ہے شمع فروزان راہ	زہے قول عاشق کانی اراہ
تصور نے ان کے کیا یہ اثر	کھلا لی مع اللہ کا وہ بستہ در
تصور ہے بے شک وہ راہ وصول	پہنچتی ہے جو بارگاہ رسول
ہوا جو گرفتار عشق نبی	وہ دوزخ سے یکسر ہوا ہے بری
جو نار محبت کا ہو سوختہ	نہ ہوگا وہ دوزخ کا اندوختہ
قتیل وفا پر ہو رحمت مدام	بہشت بریں ہوگا اس کا مقام
نہ اس میں خفا ہے نہ تنکیر ہے	مع من احب کی یہ تفسیر ہے

(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین 59،60)

تعجب ہے کہ مولوی سید احمد بریلوی نے

(اپنی کتاب) صراط مستقیم میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور کو ہی فساد نماز کا سبب قرار دیا ہے (نعوذ باللہ) حضرت مجددؒ (شمس العارفین تاج اولیاء شیخ احمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایسے لوگوں کو "بے دولت" فرمایا ہے

(حضرت مجدد الف ثانی، 103م)

تصورِ شیخ کا احسن طریقہ

حضرت خواجہ عبداللہ امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جو (جو حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی) نفحات الانس میں مذکور ہے اسی سلسلے میں وہ حضرت شیخ تاج صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اس شخص کا تصور کریں جس سے یہ نسبت حاصل کی ہے حضرت شیخ تاج صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں پس چاہیئے کہ تو شیخ کی صورت کو اپنے دائیں مونڈھے پر اپنے خیال میں رکھے اور اپنے مونڈھے سے اپنے دل کی طرف ایک لمبا امر سوچے اور حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

اس امر پر لائے اور اس کو اپنے دل میں رکھے پھر توقع ہے کہ اس کے ذریعے تجھے غیبت (روحانی مقامات) کا حصول ہو جائیگا۔

(زبدۃ المقامات، ص، 121)

جس کو اللہ تعالیٰ تصور شیخ نصیب کرے

حضرت سیدنا شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوسرے رسالے میں لکھا ہے۔ کہ قریب ترین راہ الٰہی ذکر حق ہے جس کی بہتری صورت یہ ہے کے تصور پیر کرے اور جس کو اللہ تعالیٰ تصور شیخ نصیب کرے۔ اس سے زیادہ بہتر اور کوئی کام نہیں ہے۔ مرید اگر کوئی اور ریاضت نہ کرتا ہو لیکن صرف گوشے تنہائی میں بیٹھ کر تصور شیخ کرے تو یہی اس کو اللہ عزوجل تک پہنچا دیتا ہے مبتدی کے لئے تصور شیخ ضروری ہے اس لئے کہ عالم الٰہی وہ عالم معنوی ہے جس کو دیکھنا ممکن نہیں ہے البتہ صاحب کمال کی صورت زیر نظر رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ انسان کامل کی ذات دراصل اللہ عزوجل کی ذات ہے اور اس کے کمالات کا مظہر ہے۔

(اخبار الاخیار ص 575)

قطب الارشاد مولوی عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات میں لکھا کہ

اس سلسلہ کہ ایک بزرگ عزیز نے جن کی خدمت میں میں جایا کرتا تھا اس کی بابت پوچھا آپ نے فرمایا کہ اس درویش کا کام اس سے بڑھ کر نہیں کہ ہمیشہ خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ کی صورت کا تصور رکھتا ہے اور اسی کو یاد رکھتا ہے۔ اس نگاہداشت کی برکت سے ان کے جذبہ کی صفت اس میں اثر کر گئی ہے۔

(نفحات الانس ص 427)

اس بزرگ سے تلقین ذکر ہوئی ہو

(جس شخص سے ذکر لیا ہو) اس کی صورت (تصور شیخ) کا تصور اپنے دل کے اندر دل کے مقابلہ میں رکھنا خطرات کے دور کرنے کیلئے پوری طرح مؤثر ہے اور شیخ کی صورت کے اسی تصور کو ذکر رابطہ کہتے ہیں۔

(ہدایت الطالبین، ص، 23)

محال است سعدی کہ راہ صفا	تواں رفت جز درپئے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سراج السالکین حاجی عبدالعزیز نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تصور شیخ کے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا

طریق احضار ورابطہ آنچہ نزدیک تر ازادب بودا آنست
کے خود را در خدمت پیر احضار کند نہ آنکہ پیر را نزدِ خویش حاضر سازد۔

ترجمہ: آدب سے قریب تر تصور شیخ اور پیرومرشد کے احضار ورابطہ کا طریقہ یہ ہے کہ خود کو تصور میں پیرومرشد کی خدمت میں حاضر سمجھے نہ یہ کہ شیخ طریقت کو اپنے پاس بلائے۔

(نسماتُ القدس، ص292)

اللہ تعالیٰ ہمیں حق وصداقت کے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔
آمین آمین آمین

حضرت سیدنا
مولانا عبد الرحمن جامی
نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

بتو نعمت زدست ہر کہ رسد	نہ بمید اں شکر کو بی پائے
کے بشکر خدا قیام کند	تارک شکر بندگان خدائے

ترجمہ

وہ انساں جو نہیں منت پذیر انساں کے احسان کا
ادا حق اس سے ہوسکتا نہیں ہے شکر یزداں کا

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ

ترجمہ :ہوجاؤ صادقوں کے ساتھ۔

گیارھواں باب

پیر طریقت کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

صاحب زبدۃ المقامات تحریر فرماتے ہیں حضرت قبلہ درویشاں الشیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں فرمایا کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ. ترجمہ: ہوجاؤ صادقوں کے ساتھ۔ ایک ایسا فرمان ہے کہ بارگاہ خداوندی میں اللہ (تعالیٰ) کے دوستوں کی مدد اور اس کے واقفوں (عارفوں) کی مصاحبت کے بغیر رسائی دشوار ہے اگرچہ نیک اعمال لاکھ ہی ہوں۔

(زبدۃ المقامات، ص150)

مرشد وہ شخص ہو جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سختی سے کاربند ہو اور صحیح العقیدہ ہو اس کے اعمال سے فسق و فجور کی بو نہ آئے بلکہ حدیث قدسی کے مطابق کہ "میرا بندہ وہ جسے دیکھ کر میں یاد آجاؤں" وہ ایسی ہی شخصیت کا مالک ہونا چاہئے پھر اسکی وضاحت حق تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ بھی کردی فرمایا!" وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا " (پارہ15، سورۃ الکہف، آیت28) ترجمہ: اور نہ پیروی کر اس (بدنصیب) کی، جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور وہ لگا ہوا ہے اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے، اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔

مرشد کامل ذاکر ہوتا ہے اور جو کوئی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی یاد سے غافل ہے وہ خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی راہنمائی کیا کرے گا وہ تو خود نفس امّارہ کے پیچھے لگا ہوا ہے وہ کسی دوسرے کو نفس مطمئنہ تک کس طرح پہنچا سکتا ہے پس حکم ہوا ہے کہ ایسے شخص کی بات بالکل نہ مانی جائے نہ اس کی صحبت اختیار کریں جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی یاد سے غافل ہے اور اپنے نفس کا بندہ بن چکا ہے۔ جو شخص صاحب بصیرت ہو اس کی راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں تو بلاتا ہوں صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف بصیرت پر میں اور (وہ بھی) جو میری اتباع کرتے ہیں۔ قُلۡ ھٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ

اَدْعُوْآ اِلیٰ اللّٰہِ عَلیٰ بَصِیْرَۃٍاَنَا وَمَنِ ا تَّبَعَنِیْ (پارہ13،سورۂ یوسف،آیت108)۔

جو شخص صاحب نسبت ہواور کسی بزرگ کی صحبت میں رہ کر کسب فیضان کیا ہواور باقاعدہ بیعت کرنے کی اجازت حاصل کی ہواور بیعت کا یہ سلسلہ معلم انسانیت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو پس ایسی شخصیت کی بیعت کی جاسکتی ہے اور اسے مرشد کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے! یٰآ اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًاوَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِیْرًاoوَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (پارہ22،سورۂ الاحزاب،آیت45) ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور (بروقت) ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اذن سے اور روشن آفتاب۔

تبلیغ اسلام کی دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کیلئے جہاں اور بہت سی باتیں ضروری ہیں وہاں اذن الٰہی بھی بہت ضروری ہے۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم اور اذن کے تحت لوگوں کو رجوع الی اللہ کی دعوت دیتے تھے اور یہ اذن درجہ بدرجہ سلسلہ در سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتا ہوا مرشد کریم تک پہنچتا ہے۔

(آئینۂ تصوف،ص،134،135،136)

اصطلاح تصوف میں ''مرشد''

اصطلاح تصوف میں ''مرشد'' سے مراد وہ مرد کامل ہے جو اپنی ایمانی بصیرت سے مرید کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرے اور اپنی نگرانی میں منزل مقصود تک پہنچائے۔

فتاویٰ حدیثیہ میں حضرت علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کو طریقت وسلوک میں معارف تک رسائی سے قبل ضروری ہے کہ وہ ایک ایسے شیخ کے احکام کی تعمیل کرے جو شریعت اور طریقت کا جامع ہو ایسا شیخ طبیب اعظم ہے جو احکام ربانی اور معارفِ ذوقیہ کی مناسبت سے ہر بدن و نفس کو وہی کچھ عطا کرے گا جو اس کے مزاج کی درستی کیلئے مناسب ہو اور جس میں اس کیلئے شفا ہو۔

(تصوف کے حقائق،ص،42)

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" کے بعد "صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کے ذکر کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ شیخ کی رہنمائی کے بغیر مرید کی ہدایت و مکاشفہ کے مقام تک رسائی نہیں ہوسکتی کیونکہ بیشتر لوگوں پر نقائص اور عیوب کا غلبہ ہے اور اکثر لوگ حق کے ادراک اور صحیح وغلط کے درمیان امتیاز سے قاصر ہیں لہٰذا ناقص کیلئے ایسے کامل کی ضرورت ہے جس کی پیروی کی جاسکے اور جس کے عقل کے نور سے ناقص کی عقل قوی ہو جائے تاکہ کمال اور سعادت کے مرتبے تک رسائی ہوسکے۔

(تصوف کے حقائق، ص42)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے لئے کون سا ہم نشیں بہتر ہے فرمایا وہ جس کے دیکھنے سے تمہیں اللہ عزوجل کی یاد آئے۔ جس کے کلام سے تمہارے عمل میں اضافہ ہو اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

(تصوف کے حقائق، ص، 40)

صحبت شیخ کے بارے میں صوفیاء کرام نے جو اس قدر تاکید فرمائی ہے یہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ صوفیاء کرام کا کوئی قدم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باہر نہیں ہوتا شیخ کی ذاتی توجہ کی بھی مرید کو ضرورت ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم دونوں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تم میں کوئی بیگانہ تو نہیں؟ ہم نے عرض کی نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ارشاد فرمایا! "دروازہ بند کردو اور اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کچھ دیر ہم نے اپنے ہاتھو کو بلند رکھا، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک نیچے کیا اور فرمایا "الحمد لله" اے اللہ عزوجل تو نے مجھے اس کلمے کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اور اس کلمہ کا حکم دیا۔ اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمے پر پکار ہے گا وہ

جنت میں داخل ہوگا اور تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا پھر فرمایا! اے فرزندان اسلام! تمھیں خوشخبری ہو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھیں بخش دیا" (یہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاص صحبت تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تنہائی میں اپنے دو مریدوں پر نظر کرم فرمائی اور دعا سے نوازا)

(آئینۂ تصوف، ص 145)

حضرت سیدنا شیخ حسینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر حسینی میں فرماتے ہیں:

(1)	در طریقت رہبر دانا گزیں	زانکہ راہ دور است و رہزن در کمیں
(2)	رہبرے باید بمعنی سر بلند	از شریعت و ز طریقت بہرہ مند
(3)	اصل و فرع و جز و کل آموختہ	شمع از نورِ علم افروختہ
(4)	ظاہرش از علم کسبی با خدا	باطنش میراث دار مصطفیٰ
(5)	ہر کہ از دست عنایت بر گرفت	روز اوّل دامن رہبر گرفت
(6)	ہر در زنداں خود رائے فتاد	بند او را سالہا نتواں کشاد
(7)	اے سلیم القلب دشوار است کار	تا نہ پنداری کہ پندار است کار

ترجمہ:

(1) طریقت میں دانا (کامل) کی تلاش کر اس لئے کہ راستہ دور اور رہزن چھپے بیٹھے ہیں

(2) ایسے رہبر کی تلاش کرو جو حقیقت میں سر بلند اور شریعت وطریعت سے بہرہ ور ہو۔

(3) وہ اصل وفرع اور جز وکل کامل کا حامل ہو اس نے نور علم سے شمع روشن کی ہو۔

(4) اس کا علم کسبی از خدا ہو اس کا باطن دار مصطفیٰ کی میراث ہو۔

(5) جس کو دست عنایت الٰہی کی مدد ہوئی اس نے روز اوّل سے رہبر حاصل کرلیا۔

(6) وہ خود رائی کے گڑھے میں پھنسا اس کا تالہ سالوں تک نہ کھلے گا۔

(7) اے سلیم القلب یہ کام بہت دشوار ہے یہ نہ سمجھنا کہ یہ کوئی خیالی بات ہے۔

سبق: سالک پر لازم ہے کہ وہ مرشد کا دامن تھامے اسے توحید اور بقا بعد از فنا کی واقفیت نصیب نہ ہو اس کے دامن کو چمٹا رہے اس لئے کہ صرف علم فرمان کا حصول نجات نہیں بخشتا

جب تک کہ حقیقت حال کا تحقق نہ ہواس لئے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ: سب سے بد بخت وہ شخص ہوگا جس کی زندگی پر قیامت قائم ہوگی یعنی علم توحید سے واقفیت تو حاصل کر لی لیکن نفس کو فنائیت نصیب نہ ہوئی۔ ایسا شخص زندیق ہوتا ہے جو فنا نہ پا سکا اور زندگی کے گورکھ دھندوں میں لگا رہا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاصی اور فحش سے بچائے۔ (آمین)

(تفسیر روح البیان ج5 ص102)

ان پڑھ ولی اللہ نہیں ہوسکتا یہ ان کی غلط فہمی ہے:

مفسر قرآن صوفی باکمال علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں بعض لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ ان پڑھ ولی اللہ نہیں ہوسکتا یہ ان کی غلط فہمی ہے یہ دراصل شان ولایت کے بجائے شانِ نبوت پر حملہ ہے اس لئے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب امام الانبیاء ہو کر نبی امّی ہو سکتے ہیں تو ان کا امتی (ان پڑھ) بھی ولی ہوسکتا ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا اگر اللہ تعالیٰ کا اسے ولی بنانا ہوتا تو اسے عالم بناتا۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث نقل کر کے انہی امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ ہی اس کا کہیں ثبوت ملتا ہے۔ سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء الٰہی کی شرح کرتے ہوئے لفظ حکیم پر لکھا ہے کہ جسے ذاتِ حق کا عرفان نصیب ہو وہ حکیم ہے۔ اگرچہ اسے علوم وفنون مروّجہ بظاہر حاصل نہ ہوں بلکہ ان کے بیان میں اسے کمی اور سخت کی بلکہ برعکس باتیں کرتا ہو۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ ان پڑھ بھی ولی اللہ ہوسکتا ہے۔

صاحب روح البیان حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: واضح ہو کہ علم الحال یعنی علوم رسمیہ کا ہونا ولی اللہ کی ولایت کے لئے شرط نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ بخشتا اور اسے اپنی طرف سے علمِ یقین سے نوازتا ہے۔

(تفسیر روح البیان پارہ 11 ص225-226)

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ (پارہ 14، سورۂ الحجر، آیت 47) اور ہم نکال دینگے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ (وغیرہ) تھا۔ اس آیت کی تفسیر ضیاء امت پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دنیا میں دو نیک آدمی بھی بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے کھچے کھچے رہ سکتے ہیں دل میں ایک دوسرے کے متعلق حسد اور منافرت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے باعث شکر رنجی بلکہ جنگ و جدال تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے کا جب حکم ملے گا تو دلوں کو حسد و بغض کی آلائشوں سے پاک کر دیا جائے گا اور سب نیک بندے باہم شیر و شکر ہو جائینگے۔ حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میں عثمان، طلحہ، زبیر (رضی اللہ عنہم) انہی لوگوں میں سے ہوں گا۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج2 ص543)

فائدہ صوفی: صوفیاء کرام (رضی اللہ عنہم) اور پیر صاحبان کے خلیفوں میں بھی اس قسم کہ واقعات ملتے ہیں انشاء اللہ ان کا بھی یہی حال ہوگا جو ہمارے اکابر کے ساتھ ہوگا۔

حکایت: سیدنا شیخ المشائخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی حج کے راستہ میں سواری گم ہوگئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس راہ پر ایک لڑکا ملا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تو اس نے سواری کا پورا پتہ بتایا جب سواری مل گئی تو اس لڑکے نے حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ اے شیخ آپ کیا کھاتے اور پہنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو کی روٹی کھاتا ہوں اور اُون کا کپڑا پہنتا ہوں تا کہ شہوت نفسانی کا زور ٹوٹے لڑکے نے کہا اے شیخ کھاؤ اور پہنو جو مرضی میں آئے لیکن حلال کے مال سے ہو پھر لڑکے نے پوچھا آپ رات کو کہاں گزارتے ہیں آپ نے فرمایا جھونپڑے میں اس نے کہا کسی پر ظلم نہ کرو۔ پھر جہاں مرضی آئے گزارو۔ حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر تو لڑکا نہ ہوتا تو میں تجھ سے کچھ حاصل کرتا اس پر وہ ہنس پڑا اور کہا آپ تو بڑے غافل ہیں۔ میں نے دنیا کی باتیں سنائی ہیں تو تم قبول کرتے چلے گئے اور دین کی بات آئی تو میرے کلام سے نفرت کر رہے ہیں اب گھر جاؤ تمہارا حج قبول نہیں۔

حضرت سیدنا شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فرو باید کرد اندر گوش	در نوشتہ است پند بر دیوار

نصیحت کو کان میں جگہ دو اگر وہ دیوار پر لکھی ہو۔

بزرگی بعقل است نہ بسال

بزرگی ایک اور شے ہے بزرگی بڑی عمر کا نام نہیں۔

(تفسیر روح البیان ج 1 پارہ 2 ص 251)

حضرت سیدنا عارف کامل ابوتراب نخشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو قلب اللہ تعالیٰ سے اعراض سے مایوس ہو، تو اسے بے شمار خرابیاں گھیر لیتی ہیں۔

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد	میلش اندر طعنہ پاکان زند

ترجمہ: جب خدا عزوجل کسی کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہے تو اس کا میلان طبع اولیاء پر طعن زنی کا کر دیتا ہے حضور سیدنا ولی نعمت عارف شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء کی محبت سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مقام محبت اور رضائے الٰہی کی اسے ہدایت بخشتا ہے۔ جس کے لئے چاہتا ہے لیکن ظالمین معاندین کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا۔ کیونکہ ان کے ازل سے تالے بند ہیں۔

(روح البیان پارہ 26 ص 29)

حضرت سیدنا حقائق البقلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے۔ کہ جب تم اولیاء اللہ کے گھروں میں داخل ہو تو اعتقاد صحیح لے کر ان کی تعظیم و تکریم بجالاؤ اس طرح سے تم بھی اہل کرامت سے ہو جاؤ گے۔ وہاں کی حاضری پر اپنی سلامتی کے لئے دعا مانگو اس لئے کہ ان کے آستانے کرامتِ حق و رحمتِ الٰہی کے مرکز ہیں۔

صوفیم و معتقد صوفیان	کیست چو من صوفی نیک اعتقاد

ترجمہ: میں صوفی ہوں اور صوفیہ کا معتقد ہوں اور میرے جیسا خوش اعتقاد صوفی ہے کون؟

(روح البیان ج 18 ص 301)

حکایت: ایک شخص رو رو کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتا ہے کہ اسے کوئی ایک نماز مقبول نصیب ہو۔ ایک دن اس نے حضرت سیدنا شمس العارفین حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نماز پڑھی لیکن دل میں کہا کہ ان کی تو قرأت اچھی نہیں۔ اس کے بعد نماز میں مشغول ہوا رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تجھے ایک نماز مقبول نصیب ہوئی لیکن افسوس کہ تو نے اس کی قدر نہ کی۔

(تفسیر روح البیان ج 21 ص 14)

عاقل پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو خواہشات سے روکے اور اسے سیدھا چلانے کی سوچے اور اس بزرگ کا دامن پکڑے جو عقل و نقل کے لحاظ سے ایسے راستوں کا واقف اور عارف ہو۔ مثنوی شریف میں ہے:

رہرو راہ طریقت ایں بود	کہ او با حکام شریعت میسرود

ترجمہ:

راہِ طریقت پر وہ چلتا ہے جو احکامِ شریعت کی پابندی کرتا ہے اور وہ پیرومرشد جو راہ شریعت کے خلاف چلتا ہو اس سے دور بھاگنا ضروری اور لازمی ہے۔

اس لئے کہ وہ تو بانجھ عورت کی طرح ہے۔ بانجھ عورت سے اسی کا تعلق ہوگا جو خود بیکار ہوگا ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق کی درخواست کرتے ہیں کہ جمیع حالات میں اہل (دِل) مکاشفات و مشاہدات کے طریقہ پر ثابت قدمی کی توفیق بخشے۔

(روح البیان ج 17 پارہ 17 ص 64)

حضرت سید سراج السالکین مفسر قرآن الشیخ اسماعیل حقی البروسوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان پارہ نمبر 10 صفحہ نمبر 289 پر اس آیت میں۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ط وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (پارہ 10، سورۃ التوبۃ، آیت 74) میں اشارہ ہے کہ بعض مریدین خواہشات نفسانی اور نفوس لمّارہ اور شیطان کی شرارت کے غلبہ سے اپنے مشائخ اور اولیاء کے کمالات و فضائل کا انکار اور ان اعتراض اور ان کی

شان میں کفریہ کلمات بکتے ہیں یعنی اولیاء کے کمالات وفضائل کا انکار اوران پر اعتراضات کرنا منافقین (بدبختوں) کا کام ہے ایسے لوگ اگرچہ بظاہر اور زبانی طور (پر) اسلام کا دم بھرتے اور اولیاءکرام کی کرامات وفضائل کا اقرار کرتے ہیں۔لیکن قلبی طور (پر) اور حقیقۃً اولیاءکرام کے منکر ہیں جب اولیاءاکرم ایسے بدبختوں کی خبث باطنی کی خبر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اندرونی طور (پر) اللہ والوں کے دشمن ہوتو وہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اولیاءکرام کے منکر نہیں ہیں اور نہ ہی ہم ان کے گستاخ ہیں۔اوران کی شان میں کمی کرتے ہیں اوران کا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اولیاے کرام کی پیروی کے بغیر یا وقت سے پہلے ہی مسند مشیخت پر بیٹھیں اور عوام پر اپنا سکہ بٹھائیں۔ان کے لئے ایسا ہونا مشکل ہے۔

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پارہ10،سورۃالتوبۃ،آیت74) اور وہ مشائخ پر صرف اس حیثیت سے اعتراض کرتے ہیں کہ مشائخ نے انہیں ولایت کے مراتب سے روشناس کرایا اور آثار رشد وہدایت سے انہیں بہرہ ور فرمایا۔لیکن چونکہ یہ ازلی بدبخت تھے۔اپنی پست ہمتی ولایت کے انوار وتجلیات نہ بچا سکے بلکہ شیطان نے انہیں اپنی اچھی کارگزاریوں پر ابھار کر دارین کی بہبودیوں (سعادتوں) سے محروم رکھا اس لیے وہ دارین میں اندھے، بہرے اور گونگے رہے فَاِنْ يَّتُوْبُوْا اگر وہ عجز وانکسار اور الحاح وزاری کر کے اپنے مشائخ (اولیاءکرام) سے معافی لے کر ولایت کی راہوں پر واپس آئیں۔خَيْرًا لَّهُمْ تو ان کے لیے بھلائی ہے کہ ولایت کی غیرت اور ارتداد کی سزا سے نجات پالیں گے اس لیے کہ ولایت کی غیرت اور ولایت کے ارتداد کی سزا بہت سخت ہے۔اس سے بچنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ کسی کامل کا دامن مضبوطی سے تھام لے اس میں اس کی نجات ہے اور بس۔

وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا اور اگر وہ اللہ والوں (مشائخ) کی ولایت کا انکار کریں اور انہیں نہ مانیں۔ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (پارہ10،سورۃالتوبۃ،آیت74) دنیا و آخرت کی سزا ایسے بدبخت کو یوں نصیب ہوگی کہ اس سے ولایت کا جوہر چھین لیا جائے گا مسئلہ یاد رہے کہ شریعت کے مرتد کا گناہ بہت بڑا ہے اس لیے اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے (اللہ تعالیٰ بچائیں آمین آمین آمین)۔

کامل مرشد کی بیعت توڑنے کی سزا:

بیعت توڑنے کی سزا جہنم ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہے گا نہ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت میں کلام کرے گا اور نہ نظر کرم سے دیکھے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت سیدنا سلطان الاولیاء سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ اس کی آخرت کی سزا ہے اور دنیا کی سزا وہ ہے جو حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد (مرید) کے لئے فرمایا جس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کے بعد مخالفت کی اس کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: **دعوا من سقط من عین الله**۔ اسے چھوڑوں جو اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے گر گیا۔

(روح البیان پارہ 26 ص 240)

ملفوظِ، حضرت شیخ کبیر سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدیق کا مرتبہ پا کر اور کوئی ہزار سال اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے لیکن بدقسمتی سے صرف ایک گھڑی روگردانی کرے تو تمام مراتب ضایع ہو کر سخت سزا کا مستحق ہو جائے گا یعنی ہزار سالہ عبادت و ریاضت ضایع ہوگی اور سزا کا استحقاق مزید براں۔

فائدہ: طریقت کے مرتد کی دنیوی سزا یہ ہے کہ اس سے قلب کی صدق و صفائی چھین لی جائے گی اور اسے طلبِ حق کے دروازے سے ہٹا دیا جائے گا اور اس کے آگے ہزاروں پردے لٹکا دیئے جائیں گے اسی معنوی ذلّت و خواری میں مبتلا کیا جائے گا اور اس پر ہوا و ہوس کو مسلّط کیا جائے گا اس کے اخلاص کو ریاء اور حرص علی الدنیا اور جاہ و جلال اور حشمت و وجاہت کی طلب میں تبدیل کیا جائے گا اور اس کی آخرت کی سزا یہ ہے کہ اس کے دل پر حسرت و ندامت کو مسلّط کر کے اسے دائمی جدائی و مفارقت کی آگ میں جلایا جائے گا یہ نارِ ہجراں الٰہی وہی ہے جو بدبختوں کے قلوب کو جھلس دے گی۔

وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ (پارہ 10، سورۃ التوبۃ، آیت 74) میں اشارہ ہے کہ جو شیخ کامل ولی اللہ کی ولایت کا مردود ہے اس کا دنیا میں کوئی حامی و مددگار نہیں اگرچہ عالم دنیا کے تمام مشائخ اولیاء کرام اس کے لئے سفارش کریں اور اپنے شیخ سے مردود ہو چکا ہے تو وہ اگرچہ ہزاروں مشائخ کی ارادت کا دم بھرے یا بے شمار اولیاء کرام کی خدمت کرے تب بھی اپنی بدبختی سے نہیں نکل

سکے گا اور نہ ہی اسے کوئی کامل اس بدبختی سے نکال سکے گا ہاں اللہ تعالیٰ چاہے تو مالک ومختار ہے۔

(تفسیر روح البیان ج10 پارہ 10 ص289)

مولانا سیدنا شیخ المشائخ سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ذکر ہیں: جب میں حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور ان واقعات کو بیان کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم سے بیعت کرو۔ اور ہماری ارادت کی قید میں آجاؤ میں نے کہا وہ بزرگ کہ جن سے میں نے یہ طریقہ لیا ہے ابھی زندہ ہیں۔ آپ امین ہیں اگر آپ جانتے ہیں کہ اس گروہ کے طریقہ میں جائز ہے تو میں ایسا ہی کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ استخارہ کرو میں نے کہا مجھے اپنے استخارہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ آپ استخارہ کریں فرمایا کہ تم بھی استخارہ کرو۔ ہم بھی کرتے ہیں جب رات آئی میں نے استخارہ کیا تو دیکھا کہ خواجگان کا ایک گروہ ایک پیر کی زیارت گاہ پر کہ جہاں شیخ مولانا زین الدین اس وقت موجود تھے آتے تھے درختوں کو اکھیڑتے ہیں۔ دیواروں کو گراتے ہیں اور ان پر غضب وقہر کے آثار ظاہر ہیں۔ میں نے بیان کیا کہ یہ پوری شان اس پر ہے کہ میں دوسرے طریقہ پر نہ آؤں۔ تب مجھے تسلّی ہوگئی اور پاؤں پھیلا کر آرام سے سوتا رہا۔ جب صبح کے وقت شیخ کی مجلس میں آیا تو بغیر اس کے کہ میں اپنا واقعہ آپ سے عرض کروں۔ فرمایا کہ طریقہ ایک ہی ہے اور سب ایک ہی طرف لوٹتے ہیں۔ اسی طریقہ پر مشغول رہو اگر کوئی واقعہ یا مشکل پیش آئے تو ہم کو کہو جس قدر ہم سے ہو سکے گا مدد کریں گے۔

(نفحات الانس ص434)

فائدہ: اویسی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں اسی لئے ہم اہلسنت (صوفیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اپنے شیخ کی ارادت پر کسی ولی کامل کی ارادت وعقیدت کی ترجیح کے روادار نہیں۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی مظہری مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الطالبین صفحہ 49 پر تحریر فرمایا نفع محسوس ہونے پر اس شیخ (طریقت) کو نہ چھوڑے مسئلہ اگر کسی شخص کی ولایت ثابت ہو اور مرید اس کی صحبت کی تاثیر اپنے اندر محسوس بھی کرلے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی

صحبت کوغنیمت سمجھے اوراس کے فیض کا دامن مضبوط پکڑ رکھے اوراس کے عشق اوراس کی محبت کو اپنے دل میں پیوست کرلے اوراللہ عزّوجلّ سے اس (شیخ طریقت) کی محبت کے راسخ ہوجانے کی درخواست کرے۔اوراس کے حکم (کردہ اعمال واشغال وظائف شریعت کے مسئلہ سنت پر چلنا تھا) کی بجا آوری اورمنع (حرام وغیرہ) کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کی پوری پوری کوشش کرے اورہمیشہ اس کی خوشنودی (یعنی رضا) کا طالب بنارہے اورہمیشہ (اس بات کی) احتیاط برتے کہ اپنی طرف سے کوئی حرکت ایسی ہونے نہ پائے جواس کی ناراضگی کا موجب ہوجائے کیونکہ اس کی خوشنودی (ربانی) اورفتوحاتِ (باطنی ترقی) کادروازہ بند ہوجاتا ہے۔

حکایت: حضرت سیدنا لقمان علی نبین السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: جب تم ذکر کرنے والوں کو دیکھوتو ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ اس لئے کہا گر تم عالم دین ہوتو تجھے تیرا علم نفع دے گا اوراگر تو جاہل ہے تجھے وہ تعلیم دیں گے اگران پراللہ تعالیٰ کی رحمت برسے گی تو تجھے بھی اس سے حصہ نصیب ہوگا اگرتمہارا گزرایسی قوم سے ہوجوذکرِ الٰہی سے محروم ہیں توان کے پاس نہ بیٹھنا اگرتم عالم دین ہوتو تیراعمل اس سے نفع نہ دے گا اگرتم جاہل ہوتو الٹا اس کی صحبت سے جہل اورگمراہی میں اضافہ ہوگا بلکہ جب ایسے لوگوں پراللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا توتم بھی اس کے ساتھ بیٹھنے سے مارے جاؤ۔اے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ذکرکرنے والوں سے بنا۔

(تفسیر روح البیان ج1 پارہ2 ص26)

اس حکایت کے حاشیہ پرفیض احمد اویسی مدظلہ العالی صاحب تحریرفرماتے ہیں:

صحبتِ صالح ترا صالح کند	صحبتِ طالح ترا طالح کند

ترجمہ:

نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی، برے کی صحبت تجھے برابنائے گی۔

اسی لئے ہم اہلسنت بدمذاہب کی یاری دوستی سے عوام بلکہ خواص کوسختی سے روکتے ہیں۔خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔

ترجمہ: یاد آنے کے بعدظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (پارہ ،سورۃ الانعام،آیت68)

اور سرورِ کون و مکان ﷺ نے بد مذاہب سے دور رہنے کی یوں تاکید فرمائی اگر بیمار ہوں تو ان کی طبع پُرسی نہ کرو اگر مر جائیں ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو اگر ملیں تو انہیں سلام نہ کرو۔ الحمد للہ یہی طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ چنانچہ حضرت امیر ملت ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے ہر زمانے کے ایمان والوں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفوں دشمنوں کے ساتھ بائیکاٹ کرتے رہے حالانکہ ایمانداروں کو دنیاوی طور پر ان کے مخالفوں کی احتیاج بھی ہوتی تھی لیکن وہ مسلمان کی رضا کو اس پر ترجیح دیتے ہوئے بائیکاٹ کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنی رضا جوئی کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج10 ص290)

یارِ بد بدتر زمارِ بد

برے کی صحبت زہریلے سانپ سے بھی بدتر ہے۔

(ترجمہ فیوض الرحمٰن حاشیہ پر اویسی جلد 1 ص26)

حضرت الصوفی امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 187 پر کہ

اپنے نفس سے مخلوق کے حقوق کا مطالبہ کرے۔

اور درویش کی ایک شان یہ ہے کہ اپنے نفس سے تو مخلوق کے حقوق کا مطالبہ کرے (اور ان کے ادا کرنے کی کوشش کرے) اور مخلوق سے اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے (نہ اس کی خواہش کرے کہ لوگ اس کے حقوق ادا کریں) اس کے پاس مریدوں میں سے اگر کوئی شخص اس کی مجلس میں آنا کم کردے اور پاس آنا اور بار بار آمد و رفت کرنا چھوڑ دے تو اس سے مکدر (رنجیدہ) نہ ہو، کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس شیخ کی صحبت مریدوں کے لئے مفید تھی تو انہوں نے خود ہی اپنے کو خیر (و برکت) سے محروم کر دیا یا مضر تھی تو اچھا ہوا وہ اس کے ضرر سے بچ گئے۔ (تو پھر شیخ ان سے کیوں مکدر رہوتا ہے اس کا انہوں نے کیا نقصان کیا)۔

اور بعض اکابر رضی اللہ عنہم (کے مطابق جو منقول ہے کہ انہوں) نے ایسے لوگوں سے تکدر (ظاہر) کیا جنہوں نے ان کی (صحبت) خیر و برکت کو چھوڑ دیا تھا تو ان کا تکدر محض اس وجہ سے تھا کہ اس خیر و برکت کے چھوڑنے سے وہ مرید پریشانیوں میں مبتلا ہو گیا تھا اس کی ذات سے تکدر نہ تھا۔

فائدہ صوفی: (خلاصہ یہ کہ وہ حضرات محض شفقت کی وجہ سے رنجیدہ ہوتے تھے کہ افسوس یہ مرید راستہ طے کرتا تھا پیچھے ہٹ گیا باقی اس کے علیحدہ ہو جانے سے ان کو کوئی بغض وعناد اسکی ذات سے پیدا نہ ہوتا تھا)

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعاف میں لکھا ہے کہ مرید صادق بُرے لوگوں کی صحبت سے زیادہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہ کر خراب ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ بُرے لوگوں کی برائی کا علم ہوتا ہے۔ اس لیے ان سے پرہیز کیا جاتا ہے مگر نیک لوگوں کی نیکی سے دھوکا ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ انسان صلاحیت پسندی کے جذبے کے ماتحت ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مگر بعد میں ان میں باہمی محبت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ خدا عزوجل کی محبت وصحبت کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ اس طرح راہ طلب میں فتور اور حصول مقصد کے راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ایک طالب صادق کو یہ نکتہ اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔ تا کہ وہ صحبت کے صاف ترین اثر کو قبول کرے۔ اور ان باتوں کو چھوڑ دے جو اس کے مقصد کی راہ میں حائل ہوں۔

حضرت شیخ المشائخ شفیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ لوگ مجھے نیک اور صالح کہتے ہیں۔ مجھے کیسے پتہ چلے کہ میں صالح ہوں یا نہیں۔ حضرت شیخ المشائخ شفیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے باطن کو صلحاء کے پاس ظاہر کر و وہ پسند کریں تو سمجھ لینا کہ تو نیک ہے ورنہ نہیں، دوسرے یہ کہ دنیا کو اپنے دل پر پیش کر اگر وہ ٹھکرا دے تو جان لے کہ تو نیک ہے۔ تیسرے یہ کہ موت کو اپنے نفس پر پیش کر اگر وہ اسے چاہنے لگے تو جان لے کہ تو نیک ہے ورنہ نہیں اور اگر یہ تینوں باتیں تجھ میں جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حضور بہت ہی عاجزی کر کہ کہیں تیرے عمل میں ریا نہ گھس آئے اور تیرے اعمال کو غارت کر دے۔

(تنبیہ الغافلین، ص، 22)

حضرت شیخ المشائخ ابوالعباس حمزہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کو اولیاء اور مشائخ کی صحبت مہذب نہ بنائے۔ اس کو اور کوئی نصیحت مہذب نہیں بنا سکتی۔

(نفحات الانس، ص، 170)

حضرت شیخ المشائخ ابو عبد اللہ السنجری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اولیاء کی تین علامات ہیں۔ بلند ہو کر تواضع کرنا، قدرت مال کی رکھ کر زہد اختیار کرنا قوت ہوتے ہوئے انصاف کرنا اور یہ بھی کہا ہے۔ جو واعظ کہ اس کی مجلس سے تونگر و درویش ہو کر نہ اٹھے۔ اور درویش تونگر ہو کر تو وہ واعظ نہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مریدوں کیلئے زیادہ فائدہ مند نیک بختوں کی صحبت ہے۔ ان کے افعال اور اخلاق کی پیروی کرنا۔ دوستان خدا کی قبروں کی زیارت کرنا۔ اور یاروں اور فقیروں کی خدمت بجالانا۔

(نفحات الانس، ص، 129)

حضرت شیخ المشائخ ابو بکر عطوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد شیخ کبیر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی ایسے کو دیکھو کہ اس گروہ صوفیہ کا معتقد ہے اور ان کی باتیں قبول کرتا ہے۔ تو اس سے ضرور کہدو کہ مجھے دعا میں یاد رکھو۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ عباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ المشائخ شیخ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ ہے کہتے تھے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ایسے شخص کے ساتھ جو گروہ صوفیہ کا دوست ہے بھلائی کرو۔

(نفحات الانس، ص، 211)

حضرت شیخ المشائخ ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بزرگوں کی صحبت بطریق عزت نہیں کرتا۔ اس پر ان کے فائدے اور برکتیں حرام ہو جاتی ہیں۔ ان کے نور کا کچھ حصہ بھی اس پر ظاہر نہیں ہوتا۔

(نفحات الانس، ص، 228)

حضرت شیخ المشائخ ابو عبد اللہ رود باری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ یعنی تصوف یہ ہے

تکلف کو چھوڑنا اور پاکیزگی کا برتاؤ۔ اور بڑائی کا دور کرنا۔

(نفحات الانس، ص، 294)

حضرت شیخ الشیوخ ابوالفضل محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے بیٹا جو کچھ تمہارے دل میں گذرا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ ہر حکم کیلئے ایک سبب ہوا کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سردار کے بچہ کو ملک کا تاج دے تو پہلے اس کو توبہ دیتا ہے۔ اور کسی دوست کی خدمت میں مشغول کرتا ہے۔ تاکہ خدمت اس کی بزرگی کا سبب بن جائے۔

(نفحات الانس، ص، 346)

حضرت شیخ المشائخ محمد جلال الدین محمد البلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحبت پیاری شے ہے۔ یعنی ناجنسوں کے ساتھ صحبت نہ رکھو۔ اور کہا کہ اس بارہ میں میرے شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ مرید مقبول کی علامت یہ ہے۔ کہ ہرگز بیگانہ مردوں کی صحبت میں نہ جا سکے۔ اگر اتفاقاً کبھی بیگانہ صحبت میں جا پھنسے تو ایسا بیٹھے جیسا منافق مسجد میں جا بیٹھتا ہے۔ اور بچہ مکتب۔ قیدی قید خانہ میں اخیر مرض میں اپنے اصحاب سے کہا کہ میرے فوت ہونے سے غم ناک نہ ہونا کہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی روح نے ڈیڑھ سو سال کے بعد حضرت شیخ الشیوخ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر تجلی کی۔ اور اس کی مرشدی بنی۔ جس حالت میں کہ رہو میرے ساتھ رہنا۔ اور مجھے یاد کرنا۔ تاکہ میں تمہارا مددگار معاون بنوں۔

(نفحات الانس، ص، 492)

حضرت غوث جہانیہ سیدنا ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا استاد و مرشد کے وسیلے کے بغیر کوئی بندہ خدا تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص ابتداء میں استاد و مرشد کی اتباع نہیں کرتا وہ جب تک کسی کامل استاد و مرشد کو اپنا راہنما نہیں بنا لیتا اس وقت تک طریقت سے محروم رہتا ہے۔ اور مزید فرمایا: مرشد کی مخالفت مرشد کے تعلق کو منقطع کر دیتی ہے۔ اور جو مرید اپنے مرشد کے قول و فعل پر معترض ہوتا ہے اس کے لئے مرشد کی صحبت بے سود ہے۔ اور مرشد کی نافرمانی کرنے والے کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوتی فرمایا کہ سوئے بے ادبی ایک ایسا شجر ہے جس کا ثمر مردود ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 417)

حضرت سراج السالکین سیدنا ذوالنورین مصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے ایک شخص اولیاء کرام کو خبطی تصور کرتا تھا تو اپنی انگشتری (انگوٹھی) دے کر فرمایا کہ اس بھٹیارے کی دکان پر ایک دینار میں فروخت کر دو لیکن بھٹیارے نے کہا کہ اس کی قیمت تو زیادہ مانگتا ہے کچھ کم کر۔ پھر جب سنار کے یہاں پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی اور جب اس شخص نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ جس طرح بھٹیارہ انگشتری کی قیمت سے آشنا نہیں اسی طرح تم بھی مراتب اولیاء سے نا آشنا ہو۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 94)

حضرت سیدنا علی بن بندار الحسین الصوفی الصیرفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس گروہ کی بڑی نسبت پیروں کا دیدار ہے اور ان کی صحبت میں رہنا۔ مزید فرمایا پیروں کا دیدار اس گروہ کے نزدیک فرض ہے کیونکہ یہ لوگ پیروں کی زیارت سے وہ بات حاصل کرتے ہیں جو اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہو سکتی (حدیث قدسی ہے) (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) میں بیمار ہوا تھا تو نے میری بیمار پُرسی نہیں کی تھی۔ مزید فرمایا الٰہی یہ کیا بات ہے کہ تو نے اپنے دوستوں سے کی ہے جو شخص ان کو ڈھونڈتا ہے وہ تجھ کو پالیتا ہے اور جب تک تجھ کو نہ دیکھا ان کو نہیں پہچانا۔

(نفحات الانس ص 131)

حضرت سیدنا مقبول یزدانی داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جاہل صوفی وہ ہوتا ہے جو صحبت پیر سے محروم ہو اور اس نے کسی بزرگ سے کبھی ادب نہ کیا ہو لوگوں کے درمیان اچھل پڑا ہو۔ بغیر زمانہ کی سختی برداشت کئے سبز پوش بن گیا ہو اپنی کور چشمی سے وہ اہل تصوف کی مجلس میں سما جاتا ہے اور پاس حرمت چھوڑ کر مسرت و انبساط میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی حماقت کی وجہ سے سب کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے اور اس طرح حق و باطل کی تمیز کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔

(کشف المحجوب ص 67)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے گروہ درویشاں لوگ تمہیں باخدا سمجھتے ہیں اور خدا عزوجل کے نام پر تمہاری عزت کرتے ہیں دیکھو خلوت کی حالت میں تم اس سے کس کیفیت میں ہوتے ہو۔ یعنی جب خلقت تمہیں درویش سمجھتی ہے اور تمہیں حق پرست جانتی ہے تو تم حق درویشی کس طرح ادا کرتے ہو۔ اگر لوگ تمہیں تمہارے دعویٰ کے خلاف کسی اور نام سے پکاریں تو تمہیں بُرا نہیں ماننا چاہئے کیونکہ تم بھی دعویٰ کی صداقت کے ساتھ انصاف نہیں کرتے کمترین درجہ کا آدمی وہ ہے جسے لوگ سچا درویش تصور کریں اور وہ درویش نہ ہو۔

(کشف المحجوب ص 80)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ صفحہ نمبر 211 پر لکھا کہ (مسند مشخیت وارشاد کے لئے اس وقت تک تیار نہ ہو جب تک اپنے خاص مریدوں کو نہ پہچان لے)

اور درویش (کامل کی یہ بھی شان ہے کہ وہ مسند مشخیت وارشاد کے لئے اس وقت تک تیار نہیں ہوتا جب تک اپنے ان مریدوں کو نہیں پہچان لیتا جو روز ازل سے اس کے مرید ہو چکے ہیں چنانچہ حضرت شمس العارفین سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ہی فرمایا ہے کہ میں اپنے مریدوں کو روز ازل سے پہچانتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ کون میرے ہاتھ سے کامیاب ہوگا، اور مجھے معلوم ہے کہ اس وقت کون میرے دائیں طرف تھا اور کون میرے بائیں طرف تھا۔

جب تم نے یہ بات جان لی تو اب سمجھ لو جو شخص اس درجہ کا ہو اسے یہ حق ہے کہ اپنے مریدوں کو دوسرے مشائخ کے پاس جانے سے روک دے، کیونکہ راسخین کا کشف بہت ہی کم غلط ہوتا ہے یَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ (پارہ 13، سورۃ الرعد، آیت 39) ترجمہ: اور حق سبحانہ وتعالیٰ جو چاہتے ہیں لکھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں۔

اور جس شیخ طریقت کو یہ درجہ حاصل نہ ہو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنی عزت قائم رکھنے کے لئے مخلوق پر اس بات میں تنگی کر دے جس میں (فی نفسہ ان کے لئے) وسعت ہے،

اور یوں چاہئے کہ یہ سب مرید میری ہی طرف منسوب رہیں کسی اور کی طرف منسوب نہ ہوں
وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (پارہ 12، سورۂ یوسف، آیت 21)
ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ اپنے کاموں پر پورا غالب ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے)۔

اور (یاد رکھو!) بندہ کے ہاتھ سے مخلوق کو جتنا نفع مقدر ہو چکا ہے وہ تو ضرور پہنچ کر رہے گا (پھر اس تنگی کی کیا ضرورت ہے)" فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ" (پارہ 14، سورۂ النحل، آیت 61) ترجمہ: جب ان کا وقت آ جائے گا تو اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے، (پس تم اپنے مریدوں کو سب مشائخ کے پاس جانے کی اجازت دے دیا کرو، پھر جس کی تقدیر میں تمہارے ہاتھ سے کامیاب ہونا ہے وہ جھک مار کر یہیں آئے گا کہیں نہیں رہ سکتا اور جو دوسری جگہ رہ گیا سمجھ لو اس کے مقدر میں تمہارے ہاتھ پر کامیابی نہ تھی۔

اور دنیا سے کوئی نفس اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک اپنے مقسوم کو پوری طرح وصول نہ کر لے گا (پس مطمئن رہو کہ جتنا نفع پہنچانا تمہارے لئے مقدر ہے تم اس کو پہنچا کر مرو گے، پھر کسی مرید کے دوسرے کے یہاں چلے جانے سے کیوں دل گیر ہوتے ہو؟)

اور ناقصین کو اس تنگ گیری میں یہ بات ڈالتی ہے کہ وہ اپنے کو صاحب کمال اور عارف کامل سمجھ لیتے ہیں (اس لئے کاملین کی طرح یہ بھی اپنے مریدوں کو دوسرے مشائخ کی زیارت سے روکنے لگتے ہیں) حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے، کیونکہ جس کو خدا تعالیٰ کی کامل معرفت ہوتی ہے اس پر اپنے مریدوں کی حالت مخفی نہیں رہا کرتی۔ پس (ان کو بے شک روکنے کا حق ہے مگر) ان جیسے (ناقصوں) کا دوسروں سے اپنے متعلقین کو روکنا تو محض جہالت کی بناء پر ایک نیک کام سے ان کو روکنا ہے، اگرچہ حقیقت میں روکنے والا حق تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اگر ان مریدوں کی قسمت میں دوسرے مشائخ سے ملاقات (لکھی) ہوتی تو اس کا وقوع ضرور ہوتا کیونکہ مخلوق میں باہم اجتماع اور افتراق کے اوقات بھی خاص تقدیر کے موافق ہیں۔ پس ان روکنے والوں سے تو محض ان کے قصد پر مواخذہ ہے ورنہ ہوتا وہی

ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ چاہتا ہے۔

غرض ناقص کو یہ بات جائز نہیں کہ وہ اکابر اولیاء کی مشابہت اختیار کرنے لگے جو اپنے بعض مریدوں کو دوسرے مشائخ سے اس لئے روکتے تھے کہ کشف صحیح سے ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کو ہمارے سوا کسی کے ہاتھ سے نفع نہ ہوگا۔ اور اپنے کو ان جیسا سمجھ کر انہی کی طرح اپنے مریدوں کو دوسروں سے روکنے اور بدون اس کے کہ اس کو لوگوں کے متعلق جن کو روک رہا ہے کشف صحیح سے کچھ معلوم ہوا ان احکام (واقوال سے استدلال کرنے لگے جو اکابر نے اپنے رسائل میں اس قسم کے ارشاد فرمائے ہیں (جن میں مریدوں کو مختلف مشائخ کی زیارت سے روکا گیا ہے خوب سمجھ لو۔

اور جاننا چاہئے کہ صاحب ارشاد کی شرط یہ ہے کہ وہ تلقین وارشاد میں اس بات پر اعتماد کرے جو حق سبحانہ وتعالیٰ اس کے قلب میں القا فرما دیں۔ پس وہ اپنے پاس رہنے والوں میں سے ہر ایک کو وہ بات بتلا دے جس کو اس کی استعداد قبول کرتی ہو۔

اور جو شخص محض بزرگوں کے اقوال کا مطالعہ کر کے یکساں طور پر ہر شخص کو بتلا دیا اور سنا دیا کرے وہ صاحب ارشاد نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے ذوق سے کچھ نہیں کہتا کہ دوسروں کے ذوق کا ناقل ہے۔ اور اسی وجہ سے شب معراج میں نماز کی تعداد کے متعلق پچاس سے پانچ تک تخفیف ہو جانے کی درخواست کرنے کے لئے تمام انبیاء میں سے خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی نے بار بار گفتگو کی (کہ پچاس نمازیں بہت زیادہ ہیں اس میں کمی کی درخواست کیجئے چنانچہ پانچ رہ گئیں) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت ان باتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جانتے تھے اور اس لئے کہ ان کو بنی اسرائیل کے تجربہ سے اس کا ذوق حاصل ہو چکا تھا تو انہوں نے ذوق وتجربہ کے ساتھ گفتگو فرمائی۔

جب تم یہ بات سمجھ گئے تو اب جانو کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اقوال (واحوال) بیان کر دینا ارشاد وتلقین میں داخل نہیں خواہ وہ مرید کی حالت کے مناسب ہوں یا نہ ہوں۔ اور بعض مرید شیخ کے پاس جا کر اپنے ان بھائیوں سے (جو مجلس میں حاضر نہ ہوئے ہوں) یوں

کہتے ہیں کہ افسوس آج تم سے وہ حکایتیں فوت ہوگئیں جو عقل کو خیرہ بنائے دیتی تھیں۔

اور یہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ہم ان حکایتوں (اور باتوں) کے سننے ہی سے سالک ہوگئے، حالانکہ ان کو ان باتوں کا ذوق بھی حاصل نہیں ہوا کیونکہ کاملین کی باتوں کا کسی قدر ذوق اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو ان کے درجہ میں ہو (پورا ذوق اس کو بھی نہیں ہوتا) کیونکہ دو شخص ایک ذوق میں (کامل طور پر) متحد نہیں ہوسکتے۔

اور ہمارے (مرشد کریم) شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر درویش عمر نوح میں ریگستان عالج کے ریت کی شمار کے برابر صوفیہ کے کتابوں کا مطالعہ کرے جب بھی وہ محض مطالعہ سے صوفی نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہوجائے (یعنی کبھی نہیں ہوسکتا) اور جس شخص کے دل میں حق تعالیٰ نے ایسا نور نہ ڈالا ہو جس سے وہ حق و باطل میں امتیاز نہ کرسکے وہ اس دروازہ (مشیخیت میں داخل ہونے) کے قابل نہیں۔ ”یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا“ (پارہ9، سورۃ الانفال، آیت 29) ترجمہ: اے! ایمان والو! اگر تم اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے واسطے (حق و باطل میں) تمیز (کرنے کی قوت) پیدا کردیں گے۔

(پس شیخ کو تقویٰ کا اہتمام کرنا چاہئے اس سے اس کے قلب میں خاص نور پیدا ہوگا (صرف مطالعہ سے کچھ نہیں ہوسکتا) اور اس کا (یعنی بزرگوں کے اقوال بیان کرنے پر اکتفا کا) تمام تر سبب یہ ہوتا ہے کہ بعض ناقصین جب زمانۂ (دراز) تک اپنے مشائخ کی صحبت رہ چکتے ہیں اور پھر بھی کشود کار نہیں ہوتا اور اجازت نہیں ملتی تو ان کو اپنی مشیخت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ان کی نیت بخیر ہوتی ہے، مگر وہ ہنوز ناقص ہونے کی وجہ سے ایسی آفات نفسانیہ میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں، جن سے عموماً کوئی (ناقص) بھی نہیں بچ سکتا۔

تو اب وہ (اپنی مشیخیت جمانے کے لئے) ناقص مریدوں کی تربیت شروع کردیتے ہیں اور مشائخ متقدمین کی کتابوں اور رسالوں کا اختصار کرکے (تصوف میں دو چار کتابیں لکھ مارتے اور) ان کو اپنی طرف منسوب کرلیتے ہیں اور (شاگردوں) مریدوں کو

ان کی نقل کا حکم کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ان پر ہمارا نام لکھ دو اور (اس طرح ان کو) اس وہم میں ڈال دیتے ہیں کہ یہ سب (مضامنین ہماری طرف سے ہیں اور یہ) ہمارا ہی کلام ہے، حالانکہ اتنا کام تو ہر نجومی اور زبان داں کر سکتا ہے اور وہ (مرید) ان کی باتوں کو سن کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا شیخ علم وہبی و علم لدنی سے باتیں کرتا ہے۔

حالانکہ یہ سب باتیں وہی ہیں جو ان ناقص مشائخ نے رسالہ قشیریہ یا عوارف المعارف وغیرہ (کے مطالعہ) سے یاد کرلی ہیں، مگر (چونکہ مریدوں اور شاگردوں کے پاس یہ کتابیں نہیں ہیں اس لئے ان کو خبر نہیں ہوتی کہ یہ مضامین شیخ نے اپنی طرف سے بیان نہیں کئے، بلکہ صوفیہ کی کتابوں سے یاد کر لئے ہیں) اور اگر مریدوں کے پاس یہ کتابیں ہوں بھی تو یہ (ناقص) مشائخ ان کے مطالعہ سے مریدوں کو نہ خود ان کے ضرر کے خوف سے بلکہ محض اس لئے منع کر دیتے ہیں کہ مبادا ان کو ان مضامین پر اطلاع ہو جاوے جو یہ ان کے سامنے بیان کیا کرتے تھے پھر (کتابوں میں یہی مضامین دیکھ کر) ان کا اعتقاد شیخ سے کم ہو جائے (اور اس کی پوری قلعی کھل جائے)۔

پس خدا ﷻ اس شخص پر رحم کرے جو اپنی حالت کو پہچان کر (اپنے نقص کا) اعتراف کرے، اور مثل مشہور میں کہا گیا ہے، "**ما هلك امرو عرف قدره**" کہ وہ شخص ہلاک نہیں ہوسکتا جو اپنی قدر کو پہچان لے اور جو صاحب ارشاد ایسا ہو کہ اگر تمام کتب نقلیہ گم ہوجاویں تو وہ محض کتاب اللہ اور سنت نبویہ سے احکام (سلوک) اور آداب (طریق) کے استنباط کی قوت نہ رکھتا ہو وہ صاحب ارشاد (بنانے کے قابل) نہیں

اور جاننا چاہئے کہ عارفین اس بات کو جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ رات دن تغیر و تحویل میں ہیں (یعنی قلوب کو بدلتے اور پلٹتے رہتے ہیں) کیونکہ ہر دن نئے حالات پیش آتے رہتے ہیں جن کو حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں اسی لئے عارفین شیخ طریق کو (محض) کتابوں سے ارشاد و تلقین کرنے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ ہر زمانہ کے لئے نیا طریقہ اور نئے آدمی ہیں (اور ہر زمانہ کے آدمیوں کو اسی زمانہ کا طریقہ نافع ہوسکتا ہے نہ کہ پہلا طریقہ) اور بشر کا

کلام اپنے مخاطبین کے لئے ان کی موجودہ قابلیت کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے (ہر انسان کا کلام ساری مخلوق کے لئے مفید نہیں ہوسکتا بس یہ شان تو کلام اللہ عزوجل وکلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ہے کہ وہ ساری مخلوق کے لئے یکساں مفید ہوتا ہے۔

پس اب مریدوں کے سامنے ان باتوں کے بیان کرنے سے کیا فائدہ جو کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا شیخ المشائخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کیونکہ ہر زمانہ میں دلوں کی بیماریاں نئی نئی پیدا ہوتی ہیں اس لئے ہر زمانہ کے آدمیوں کے امراض ان سے پہلے قرن والوں کے امراض سے جدا ہیں، (جیسا کہ امراض جسمانی بھی ہر زمانہ میں نو بنو پیدا ہوتے جاتے ہیں چنانچہ اطباء ظاہری مشاہدہ کرتے رہتے ہیں بلکہ ہمارے (مرشد کریم) شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہر وقت میں نیاء مرض پیدا ہوتا ہے بلکہ ہر سانس کی حالت دوسری سانس سے جدا ہے جیسا کے اہل اللہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ مردان کاملین کا درجہ ہے جو کے اصحابہ نفوس قدسیہ ہیں (وہی اس کا مشاہدہ کرسکتے ہیں) خدا تعالیٰ ان سب سے راضی ہوں۔ پس یہ حضرات ہر شخص کو اس کے مناسب حصہ دیتے ہیں (سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکتے)۔

اور وہ یہ بھی پہچان لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ پر کون کامیاب ہونے والا ہے اور کون نہیں اور وہ اپنے مرید کی (تربیت و) نگہبانی اس وقت سے کرتے ہیں جب کے وہ (ماں باپ کی) پشتوں میں تھا جیسا کہ ہمارے (مرشد کریم) شیخ طریقت اپنے شیخ مرشد کے ساتھ اور سیدی شیوخ شیخ محمد بن ہارون کو سیدی راز دار حقیقت شیخ ابراہیم دسوقی کے ساتھ اور سیدی قدوۃ الاولیاء ابوالسعود بن ابی العشائز (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو حضرت سیدی تاجدار ولایت حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور حضرت قبلہ مقبول یزدانی شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سراج السالکین شیخ عبدالرحیم قناوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی واقعہ پیش آیا (کہ آخر الذکر نے اول الذکر کی تربیت اس کی پیدائش سے پہلے فرمائی تھی) خدا تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اس کو سمجھ جاؤ (اور جلدی سے کمال کا دعوی نہ کرو) کیونکہ کاملین کی یہ شان ہوتی ہے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے) اور خدا عزوجل تم کو ہدایت کرے اور وہی نیک بندوں کی تربیت کرتا ہے۔

حضرت سید مقبول یزدانی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مواقع النجوم و مطالع اہل الاسرار والعلوم میں لکھا ہے: علم عقائد وفقہ کی تحصیل کے لئے علماء (اہلسنت) ظاہر کی ضرورت ہے۔ اسی طرح علم باطن کی تحصیل کے لئے علمائے (مشائخ اہلسنت) باطن کی ضرورت ہے کوئی شخص اپنے امراض کا علاج ماہر و تجربہ کار شیخ کے بغیر نہیں کرسکتا خواہ اسے اخلاق و وعظ کی ہزاروں کتابیں یاد ہوں۔ ایسا عالم اگر مرشد کامل کے بغیر راستہ میں قدم رکھے۔ تو اس کا حال ایسا ہے کہ کسی نے طب کی کتابیں یاد کرلیں۔ مگر مطب میں بیٹھ کر تجربہ نہ کیا۔ اس کو اگر کوئی تدریس کرتے سنے گا تو سمجھے گا کہ بڑا طبیب ہے۔ مگر جب کسی مریض کو اس کے سامنے لا کر تشخیص مرض اور اس کا علاج دریافت کرے گا تو کہے گا کہ بڑا جاہل ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

نفس را نکشد بغیر از ظل پیر	دامنِ آں نفس گش محکم بگیر

(مشائخ نقشبندیہ ص486)

حضرت سیدنا محبوب سبحانی غوثِ صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور ملاقات۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی درویش ملاقات کے لئے آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی آمد کی اطلاع دی جاتی تھی آپ رحمۃ اللہ علیہ تھوڑا سا دروازہ کھول کر خلوت خانے سے نکلتے تھے اور اسے مصافحہ اور سلام کر کے سیدھے اپنے خلوت کدہ میں واپس آجاتے تھے۔ درویش کے پاس بیٹھا نہیں کرتے تھے لیکن جب کوئی غیر درویش (عام آدمی) آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے آتا تھا تو اس وقت آپ خلوت خانے سے نکل کر اس کے پاس بیٹھتے تھے ایک درویش کو آپ کا یہ رویہ ناگوار گزرا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ درویش کے پاس تو بیٹھتے نہیں اور جو درویش نہیں ہوتا اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ درویش کا یہ خطرہ بذریعہ کشف آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوگیا تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ درویش اور فقیر کے ساتھ ہمارا ربط اور قلبی تعلق ہے وہ ہمارے اہل سے ہے اور ہمارے اس کے درمیان مغائرت نہیں ہے۔ پس اس کے ساتھ ہمارا یہ دلی تعلق کافی ہے۔

اور دلی موافقت پر ہم اکتفا کرتے ہیں اور یہ معمولی ملاقات کافی ہے لیکن جو فقراء میں سے نہیں ہے تو اس کے ساتھ ظاہری رسوم وطرز معاشرت کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ یہ ظاہری رسوم نہ برتی جائیں تو اس کو وحشت ہوگی۔ پس ایک طالب حقیقت کا یہ فرض ہے کہ شیخ کے ساتھ حد وادب کالحاظ رکھتے ہوئے اپنے ظاہر وباطن کو آراستہ کرے۔

(عوارف المعارف ص603)

حضرت سیدنا شیخ کبیر سلطان الاولیاء خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ پیر کون ہوتا ہے۔ پیر وہ ہے کہ جس کام میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرضی نہیں اس سے وہ جاتی رہے اور جو کچھ سرور کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہیں ہوا وہ اس میں نہ رہے بلکہ وہ اور اس کی سب ضروریات جاتی رہیں اور وہ ایسا آئینہ ہو جائے کہ اخلاق واوصاف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا اس میں کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں صفات نبویہ سے موصوف ہونے کے سبب حق سبحانہ تعالیٰ کے تصرف کا مظہر بن جائے اور خدائی تصرف سے مستعد لوگوں کے باطن میں تصرف کرے اور اپنے سے پورے طور پر خالی ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ مقصود کے لئے کھڑا ہو جائے۔

(نفحات الانس ص441)

حضرت سیدی امام الصوفی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ صفحہ 290 میں لکھا کہ خلافت (یا ارشاد خط) ملنے کے بعد مطمئن نہ ہو جائے:

اور درویش کی شان یہ ہے کہ اگر اس کو اپنے شیخ سے یا کسی اور کی طرف سے ارشاد وتلقین کی اجازات ہو جائے تو اس سے مطمئن (اور بے فکر) نہ ہو جائے کیونکہ یہ اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی ضمانت نہیں کرتی کہ اس پر (کبھی قہر نہ ہوگا یا یہ حالت سلب نہ ہوگی کہ اس پر اعتماد کر کے بے فکری کی جائے اور فرض کرلو کہ اجازت اس بات کی ضمانت بھی کرلے جب بھی بے فکری جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں ہوسکتی تو یہ اجازت اپنی ضمانت کے پورا کرنے پر قادر نہیں اور جس شخص نے ارشاد الٰہی: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ

فِیْ شَانٍ اور یَمْحُوْ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتَابُ (پارہ 13، سورۃ الرعد، آیت 39)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر وقت نئی شان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں۔ اور جو چاہتے ہیں قائم رکھتے ہیں اور اصلی علم ان ہی کے پاس ہے کے معنی سمجھ لئے ہیں وہ اس بات کی حقیقت کو سمجھ لے گا۔

اور جو لوگ اجازت (وخلافت) کے صحیح ہونے یا نہ ہونے میں جھگڑا کرتے ہوں یہ ان کے نزاع سے مکدر نہ ہوگا کیونکہ اجازت کے بعد بھی شب و روز وہ اپنی حالت کو کبھی ترقی اور کبھی تنزل میں دیکھے گا پس تنزل کے وقت تو یہ کسی شیخ کا محتاج ہے جو اس کی تکمیل کرے اور ترقی کے وقت اذن جدید کا محتاج ہے (کیونکہ پہلی اجازت تو تنزل کی وجہ سے کالعدم ہو چکی ۱۲) خلاصہ یہ کہ انسان کو ایک حال پر قرار نہیں رہتا جس پر اعتماد کیا جا سکے اور اس میں وہی شخص منازعت (جھگڑا) کرے گا جس کا دل اندھا ہوا۔ اور مجھے ایک درویش کے متعلق یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے اس کی اجازت (وخلافت) میں جھگڑا کیا (اور بعض نے یہ کہا کہ تجھ کو شیخ نے اجازت نہیں دی) تو اس نے قاضی مالکی کی عدالت میں اس کو ثبوت دیا اور قاضی سے اس نزاع واختلاف کے رفع کرنے کا فیصلہ چاہا اور خدا کی قسم اس مسکین نے طریق کو کچھ بھی نہیں سمجھا۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صحبت سنت موکدہ ہے ہر روز یا ہر دوسرے روز اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔ اور ان کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اگر ظاہری دوری کا اتفاق ہو تو ہر مہینے یا ہر دوسرے مہینے اپنے ظاہری و باطنی حالات کو خطوط کے ذریعہ سے عرض کرنا چاہئے۔ اور اپنے مکان میں ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے تا کہ غیبت کلی واقع نہ ہو۔

(مشائخ نقشبندیہ ص139)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کوئی مکمل علوم پر دسترس حاصل کر کے اولیاء کرام کی صحبت میں رہے پھر بھی اس وقت تک اس کو اولیاء کرام کا رتبہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کسی مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق

ریاضت نفس نہ کرے کیونکہ ادب سیکھنے والوں کو پہلے خدمت وصحبت کے فوائد سے آگاہ کیا جاتا ہے اور ممنوعہ چیزوں سے روک کر اعمال کی برائیوں سے واقف کرایا جاتا ہے۔فریب نفس وخود بینی پر اس کو تنبیہ کی جاتی ہے کیونکہ جو شخص ان افعال پر کار بند نہیں ہوتا وہ ایسا غافل ہے جس کی اتباع کسی چیز میں نہ کرنی چاہئے اور جو خود ہی راستی سے آگاہ نہ ہو اس سے راستی کی امید رکھنا بے سود ہے۔اور جو ادب ہی سے ناواقف ہو اس سے ادب طلب کرنا مہمل اور بے معنی ہے۔اور جو شخص صحبت میں رہنے کے باوجود مرشد کا ادب نہیں کرتا وہ مرشد کے فیوض وبرکات سے محروم رہتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 421)

حضرت سیدنا سراج السالکین ابوعمرو دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کہ جس طرح پیغمبروں علیہم السلام پر آیات اور معجزات کا اظہار فرض ہے اسی طرح اولیاء پر کرامات کا چھپانا فرض ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں۔

(نفحات الانس ص 176)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحبت مرشد کا اجر ایک سو رکعت نفل سے بھی فزوں تر ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص 391)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خلیل آقا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو شخص کہ خدا عزوجل کی رضا مندی کے لئے میری خدمت کرے وہ مخلوق میں بزرگ ہوگا۔

(نفحات الانس ص 414)

حضرت سیدنا شمس العارفین خواجہ خیرجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے خرقانی (حضرت سیدنا شیخ المشائخ غوث یزدانی ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ) سے الحمدللہ سُنی تھی کہ وہ اُمّی تھے الحمدللہ وہ اچھی طرح پڑھ نہ سکتے تھے لیکن وہ سردار اور زمانہ کے غوث تھے۔

(نفحات الانس ص 383)

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا درویشوں کی دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔زبان مبارک سے فرمایا۔کہ درویشوں کے پاس آگ بھی ہے اور پانی بھی۔(یعنی رحم بھی اور قہر بھی) (ہشت بہشت، ص، 511)

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مریدوں کو جو نعمت حاصل ہوتی ہے وہ سب پیر کی برکت سے حاصل ہوتی ہے اس لئے جو کچھ پیر سے سنے ہمہ تن گوش ہوکر سنے اور اس پر عمل کرے۔ تا کہ نعمت اس سے ضائع نہ ہو جائے۔

(ہشت بہشت ص 573)

آپ (حضرت شیخ الشیوخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار مبارک پر حضرت غوث صمدانی امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ خدا رسیدہ لوگوں کی حیات وممات دونوں مساوی ہوتی ہیں اس لئے میں اس مزار پر کسی مسئلہ کا جواب دینے میں ندامت محسوس کرتا ہوں کہ مرنے کے بعد بھی میں آپ سے اتنی ہی حیا رکھتا ہوں جتنی حیات میں تھی۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 247)

حضرت شیخ الشیوخ عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اتباع سنت کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ضروری ہے۔ اور خادم بن کر اولیائے کرام کی تعظیم کرنی لازمی ہے۔ فرمایا کہ اقوال صوفیاء پر عمل پیرا ہونے سے نور حاصل ہوتا ہے لیکن بے عمل لوگوں پر ان کے اقوال کا کوئی اثر نہیں۔ فرمایا کہ نفس کی برائیوں سے وہی واقف ہوسکتا ہے جو خود کو ہیچ تصور کرلے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 261)

حضرت غوث یزدانی ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر عبادت کا ثواب معین ہے لیکن اولیاء کرام کی عبادت کا ثواب نہ مقرر ہے نہ ظاہر بلکہ خدا عزوجل جتنا اجر دینا چاہے گا دے دیگا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے جس عبادت کا اجر خدا کے دین پر موقوف ہو اس کے برابر کون سی عبادت ہوسکتی ہے لہٰذا بندوں کو چاہیئے کہ خدا عزوجل کے محبوب بن کر ہر وقت اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص، 354)

حضرت غوث یزدانی ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مومن کی زیارت کا ثواب ایک سو حج کے مساوی اور ہزار دینار صدقہ دینے سے بھی افضل ہے اور جس کو کسی مومن کی زیارت نصیب ہو جائے اس پر خدا عزوجل کی رحمت ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص 365)

حضرت شیخ المشائخ شیخ ابو العباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید مرشد کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے اور اس آئینہ میں اسی طرح دیکھا جا سکتا ہے جیسے مرید نور ارادت سے مشاہدہ کرتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص 391)

حضرت شیخ المشائخ ابو بکر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انسان کیلئے خدا عزوجل کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا دوست ہوں اور اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا کر دونوں عالم کی مرادیں پوری کروا سکیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص 407)

میں (ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ) تم کو سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے (فرائض و) واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد ان کی صحبت (یعنی اللہ والوں) اختیار کرو، کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے، (جس سے دل کی تمام بیماریاں جاتی رہتی ہیں) دین کی چوٹی ان ہی کے پاس ہے صدق (سچائی) وصفاء (صفائی) ذوق (درد دل) ووفا (وفاداری)، اور دنیا و آخرت سب الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا انہی کا کام ہے۔ اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلس جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں، یہ تو صرف، شیخ (کامل) عارف کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں، جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے ہمت کو بڑھائے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا	دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(البیان المشید، ص 141)

شیخ الاسلام (ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ المشائخ ابو جعفر حداد رحمۃ اللہ علیہ مصر میں تھے۔ ستر سال تک لوہار کا کام کرتے رہے۔ ہر روز ایک دینار اور دس درہم کماتے۔ لیکن اس میں سے اپنے کام میں کچھ نہ لاتے سب درویشوں پر خرچ کر دیتے۔

(نفحات الانس، ص، 191)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے دین کو ذریعہ کسب نہ بناؤ، مثلاً صلحاء وفقراء کی سی صورت اس نیت سے نہ بناؤ کہ ہمیں بزرگ سمجھ کر لوگ دیں گے، حالانکہ تم بالکل کورے ہو اور تمہارا دل گندگی سے آلودہ ہے۔ یاد رکھو کہ دوسرے کا دیا ہوا مال تمہیں اس وقت حلال ہے جب کہ تمہاری چھپی ہوئی حالت ایسی نہ ہو کہ اگر دینے والا اس سے آگاہ ہو جائے تو ہرگز نہ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر تم نے صورت بزرگوں سی بنائی اور تمہارے دل میں خواہشاتِ نفسانی کا ہجوم ہے، اور ظاہر ہے کہ دینے والے نے جو کچھ تم کو دیا ہے، وہ صرف تمہاری صورت دیکھ کر دیا ہے کہ اس کو تمہاری باطنی گندگی کی بالکل خبر نہیں، تو اگرچہ علمائے شریعت، جو ظاہری انتظام کے متکفل (ذمہ دار) ہیں، اس مال کو حلال بتائیں گے، مگر صاحبِ بصیرت، ضرور حرام کہے گا اور اس کو استعمال میں لانے کی ہرگز اجازت نہ دے گا۔

(تبلیغ دین، ص59)

امام الصوفی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 251 پر کہ نہ کسی سے سوال کرے اور نہ کسی کا ہدیہ بلاوجہ رد کرے

اور درویش کی شان یہ ہے کہ نہ کسی سے سوال کرے نہ کسی کا ہدیہ (بلاوجہ) رد کرے اور نہ آئندہ کے لئے ذخیرہ جمع کرے۔ خاندان شاذلیہ کا یہی طریقہ ہے اور جس چیز کے متعلق ہم کو حلت کا گمان غالب ہوتا ہے اس میں ہمارا بھی اس وقت تک یہی طریقہ ہے (کہ نہ ہم سوال کرتے ہیں نہ رد کرتے ہیں) اور ہم کو امید ہے کہ اس کو نعمت میں ہمیشہ ترقی حاصل ہوتی رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور حضرت سیدی امام الصوفیہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مجھے ڈھول اور بانسری بجا کر دنیا کمانا زیادہ پسند ہے اس سے کہ دین کے ذریعہ دنیا حاصل کروں یہ تو ان کا حال ہے جن کو دین حاصل ہے اور ان کی حالت معتقدوں کے اعتقاد کے موافق واقع ہیں درست ہے اور جس کی یہ حالت ہو کہ لوگ تو اس کی خدمت دین داری کی وجہ سے کرتے ہوں اور یہ اس سے کورا ہو، اس کا تو کھانا، پہننا سب حرام اور سخت حرام ہے۔ اس کو خوب سمجھ جاؤ۔

مریدوں کے مال سے اپنا خیال اٹھا لے

اور درویش کی شان یہ ہے کہ اس کے مریدوں کے پاس جو کچھ دنیا کا ساز و سامان ہے اس سے اپنا خیال اٹھا لے اور جہاں تک ممکن ہو اپنی حاجت کو مریدوں سے چھپائے اور ان پر اپنا فکر نہ ڈالے۔

چنانچہ امام المرسلین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعض دفعہ بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ (اور کسی سے اپنا حال ظاہر نہ فرماتے) اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھوک پیاس کی خبر محض چہرہ کی زردی دیکھ کر ہوتی تھی۔

اور درویش کو اپنے مال دار مریدوں کے سامنے تعریض و کنایہ کے طور پر بھی اپنے حاجت ظاہر کرنے سے احتیاط لازم ہے۔ جیسے ان کے سامنے پنیر یا لکڑی کا بھاؤ دریافت کرنا، یا عمامہ اور پٹکہ اور جوتہ اور زنانہ رومال۔ اور بھوں کی ٹوپی کی قیمت پوچھنا، جس سے معتقدین یہ سمجھیں گے کہ شاید درویش کو ان چیزوں کی ضرورت ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان کے پاس خریدنے کو کچھ نہیں تو لامحالہ وہ ان چیزوں کے خرید کر لانے میں جلدی کریں گے۔ تو اس صورت میں گویا شیخ نے صراحتہً سوال کیا۔

اور جاننا چاہئے کہ درویش کا اپنے پاس رہنے والے فقراء کی ضرورتوں کو تعریضاً ظاہر کرنا خاص اپنی اور اپنے اہل و عیال کے ضرورتوں کے متعلق تعریض کرنے سے اخف ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ بازار کے کتے اور شکاری کتے میں مناظرہ ہوا۔ بازاری کتے نے شکاری کتے سے کہا کہ تو میری طرح کوڑی پر پڑے ہوئے ٹکڑوں سے کیوں قناعت نہیں کرتا۔ اور امراء وسلاطین کی صحبت سے الگ ہو کر راحت و آزادی کیوں نہیں اختیار کرتا، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ پھر بھی تیری عزت و خاطر کرتے ہیں۔ اور مجھے دھتکارتے اور ذلیل کرتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) شکاری کتے نے کہا کہ میں گو امراء وسلاطین کے سر ہوں، مگر میں دوسروں کے لئے شکار کرتا ہوں اس لئے معزز ہوں اور تو اپنے لئے شکار کرتا ہے اس واسطے ذلیل و حقیر ہے اور تجھے کوڑیوں پر دھکے دیئے جاتے ہیں۔

اور عزیز من! اگر تم اپنے پاس آنے والے دوستوں کی امداد قبول کرنے سے چارہ ہی نہ ہو تو لوگوں کے دلوں میں اپنے متعلق اس قسم کا خیال ہرگز نہ ڈالنا کہ میں دست غیب سے کھانے پر قادر ہوں اور اشیاء کی حقیقت بدل سکتا ہوں (کہ مٹی کو سونا بنا دوں اور پانی کو دودھ کر دوں) لیکن محض ادب کی وجہ سے میں نے یہ طریقہ چھوڑ دیا ہے خواہ واقع میں تم اس دعوے میں حق پر ہو یا باطل پر (ہر حال میں اس سے احتیاط کرو) کیونکہ اس کا ضرر بہت سخت ہے اور مریدوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تم اولیاء کی حکایت بیان کر کے جن کے ہاتھوں سے حقائق اشیاء پلٹ گئی ہیں یوں کہو کہ یہ کچھ کمال نہیں، بلکہ نقص ہے۔ کاملین سے اس قسم کے تصرفات ظاہر نہیں ہوتے (جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہم کامل ہیں اس لئے ہم ایسے تصرفات نہیں کرتے) خوب سمجھ لو۔ **واللہ یتولی هداک وهو یتولی الصالحین.**

سراج السالکین سیدنا شیخ ابو طالب عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقراء اور سالکین کا طریقہ تھا کہ مختلف شہروں میں جاتے تا کہ علماء اور صالحین کی ملاقات حاصل ہو، ان کی زیارت کر کے برکت اور ادب حاصل کریں۔ علماء حضرات مختلف شہروں میں جاتے تا کہ علم حاصل کر کے لوگوں تک پہنچائیں اور انہیں راہِ حق بتائیں۔ اور جب اہل عمل اور سالکین ناپید ہو جائیں تو پھر جہاں دین کی سلامتی، اصلاحِ قلب اور سکونِ نفس دیکھے، وہیں اقامت کر لے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ سفر کر کے کسی بدتر حالت و مقام میں جا پڑے اور پہلی جگہ واپس نہ آ سکے۔

(قوت القلوب، جلد دوئم، ص432)

حضرت سیدنا امام حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے "اللہ عزوجل کی قسم، مومن کا عمل موت سے ڈرے ختم نہیں ہوتا۔ اللہ عزوجل کی قسم، وہ مومن نہیں جو ایک ماہ یا دو ماہ یا سال دو سال عمل کرے بلکہ مومن وہ ہے جو کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلے اور اللہ کی گرفت سے ہمیشہ ڈرتا رہے۔" ایمان یہ ہے کہ شدت ہو۔ یقین میں عزم ہو صبر میں اجتہاد و محنت ہو اور زاہد میں علم۔

(قوت القلوب، جلد اوّل، ص358)

حضرت شیخ المشائخ سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی کامل اسی وقت مرتبہ کمال کو پہنچتا ہے جبکہ اس کا کلام ظاہر شریعت کو داغدار نہ کرے کیونکہ رحمت اللعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی شریعت پر امین بنایا ہے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص،40)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اور علماء جو بھی انبیاء علیہم السلام کے آثار کی پیروی کرتے ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ستائے جائیں جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کو ستایا گیا اور ان کے متعلق جھوٹ بہتان کی باتیں کی جائے۔ جس طرح ان کے مقتداؤں کے متعلق کی گئیں تاکہ ان کی طرح وہ بھی صبر کریں۔ اور مخلوق خدا عزوجل پر رحم کرنے کی عادت اپنائیں۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص،60)

حضرت شیخ المشائخ الشیخ عدی بن مسافر الاموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو اپنے شیخ سے نفع نہیں لے سکتا مگر جبکہ اس کے متعلق تیرا عقیدہ ہر اعتقاد سے اوپر ہوگا۔ اس وقت وہ تجھے اپنی حضوری میں کرلے گا اور اپنے غائب ہونے پر تیری حفاظت فرمائیگا۔ اور اپنے اخلاق کے ساتھ تیری اصلاح کریگا۔ اور اپنے احوال کے ساتھ ادب سکھائے گا۔ اپنے انوار سے تیرے باطن کو منور فرمائیگا۔ اور اس کے متعلق تیرے اعتقاد میں کمزوری ہوگی تو اس میں ان چیزوں میں سے کسی کا مشاہدہ نہیں کریگا۔ بلکہ تیرے باطن کی ظلمت تجھ پر عکس ڈالے گی۔ تو اس کی صفات کا مشاہدہ کریگا۔ جو کہ تیری صفات ہیں تو کبھی بھی اس سے نفع نہیں پائیگا۔ اگرچہ اولیاء میں اس کا اعلیٰ مقام ہو۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص،289)

حضرت شیخ المشائخ ابراہیم الدسوقی القرشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مرید کیلئے شیخ حکیم (ڈاکٹر) ہے۔ تو جب مریض حکیم (ڈاکٹر) کے کہے پر عمل نہیں کرتا تو اسے شفا نہیں ملتی جب سے ہم نے اپنی ہمتیں اس کی طرف صرف کی ہے اس نے ہمیں ماسوا سے بے نیاز کر دیا ہے ہم ابلیس لعین کو کبھی خاطر میں لاتے ہی نہیں

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص،351)

حضرت کاشف اسرار محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیرے استاد (شیخ) کی خدمت تیرے باپ کی خدمت پر مقدم ہے کیونکہ تیرے باپ نے تجھے گدلا کیا اور تیرے استاد نے تجھے صاف کیا تیرے باپ نے تجھے نیچے کیا جبکہ تیرے استاد نے تجھے اونچا کیا تیرے باپ نے تجھے گارے اور پانی میں ملایا جبکہ تیرے استاد نے تجھے اعلیٰ علیین رفعت بخشی۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 391)

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ان ذاکرین سے جو میرے پاس رہتے تھے نفرت ہوگئی تھی اور میں نے ان کو چھوڑ دینا کا قصد کیا تو اسی رات خواب میں حضرت شیخ المشائخ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے صبر کئے رہو اور اچھی نصیحت سے ان کی ہر وقت خبر گیری کرتے رہو اور اس شخص کی طرح مت بنو جس کی بکریاں دشوار گذار زمین میں منتشر ہوگئیں۔ اور وہ غصہ ہو کر ان کو جنگل میں بھیڑیئے کے واسطے چھوڑ آیا تا کہ وہ ان کو پھاڑ کھاوے۔

(ہم سے عہد لیا گیا، ص، 78)

حضرت سیدی امام الصوفی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ صفحہ 270 میں لکھا کہ مریدوں کی کثرت سے کوئی بزرگ یا شیخ نہیں بن جاتا:

اور عزیز من! اگر مریدوں کے مجمع کی کثرت سے ہی آدمی شیخ و بزرگ بن جایا کرے تو بازی گر (اور دھوکا باز، کیمیاء گر) سب سے پہلے بزرگ اور شیخ ہونا چاہیے (کیونکہ ان کے پاس سب سے زیادہ شاد گردوں کا مجمع ہوتا ہے) چنانچہ میرے باز دوستوں نے ایک بازی گر کے حلقہ کی شمار کی تو اس میں تین سو سے زیادہ آدمی موجود تھے کے اتنی مقدار کوئی شیخ بھی اپنی مجلس ذکر میں جمع نہیں کر سکتا ہاں کوئی خوشی کی تقریب ولیمہ وغیرہ ہو تو اور بات ہے پس یہ سب دھوکا کی چیزیں ہیں خوب سمجھ لو۔

اور خبردار! اپنی نسبت یہ بات کبھی نہ کہنا کہ فلاں شخص کو مجھ سے نفع ہوا ہے کیونکہ ان

باتوں میں تمہاری ہلاکت ہے اور جب تک تم اپنے گرد جمع ہونے والے آدمیوں کے تعلق کو ویسا ہی اپنے ساتھ نہ سمجھو جیسا کہ بازار والوں کو دوسرے شیخ کے مریدوں کے تعلق کو اپنے ساتھ سمجھتے ہو اس وقت تک تم دھوکا اور فتنہ میں مبتلا ہو کیونکہ تم ہدایت خلق میں اپنا کچھ دخل سمجھتے ہو اور اگرچہ وسائط وآلات کا ہونا ضروری اور لابدی ہے لیکن (اپنے کو واسطہ وآلہ سمجھنا) یہ ایسی بات ہے جس کے ساتھ انسان کی عقل وفہم غائب ہو جاتی ہے پس خوب سمجھ لو اور ان بلاؤں سے بچنے کا پورا اہتمام کرو۔

حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طریقت میراث نہیں ہے، بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ میرے پیارے! تیرا یہ گمان ہے کہ یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے، تیرے دادا سے سلسلہ بسلسلہ چلی آرہی ہے، تیرے پاس بکر وعمر کے نام سے آجائے گی، تیرے شجرہ نسب میں داخل ہو جائے گی، تیرے خرقہ کے گریبان پر، تیرے کلاہ پر منقش ہو جائے گی، تو نے اس سرمایہ کو (طریقت) سمجھ لیا ہے، کہ اونی لباس ہو، ایک کلاہ ہو، ایک لاٹھی ہو، ایک گدڑی اور بڑا سا عمامہ ہو، بزرگوں کی سی شان وصورت ہو۔ نہیں خداوعزوجل کی قسم اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تیرے دل کو دیکھتا ہے، تیرے دل میں خداوعزوجل کے اسرار اور اس کے قرب کی برکت کیونکر ڈالی جائے کہ وہ تو کلاہ اور خرقہ اور تسبیح اور عصا اور ٹاٹ (پالان) کے حجابوں میں (گرفتار ہو کر) اللہ تعالیٰ سے غافل ہو رہا ہے، یہ عقل کس کام کی جو نور معرفت سے کوری ہے؟ یہ سر کس کام کا جو جوہر عقل سے خالی ہے؟ اے مسکین! تو نے اس جماعت جیسے کام تو کئے نہیں اور ان کا لباس پہن لیا۔

(البیان المشید، ص، 89)

حضرت ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر تجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی تو ماں باپ، دادا چچا اور (لمبا) کرتہ اور کلاہ اور تحت وزینہ سب سے الگ ہو جاتا ہے اور خداوعزوجل کی قسم خداوعزوجل (کو ڈھونڈھنے) کیلئے ہمارے پاس آتا۔ پھر اچھی طرح ادب حاصل کر کے یہ لباس پہنتا، اور میرا گمان تو یہ ہے کہ حسن ادب (حاصل

ہو جانے) کے بعد تو اپنے نفس کو اس لباس اور تمام فضولیات سے جو (اللہ تعالیٰ سے) غافل کرنے والی ہیں خود ہی الگ کرلے گا۔

(البیان المشید، ص،90)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے مسکین! تو (اس وقت) اپنے وہم پر چل رہا ہے، اپنے خیال پر راستہ طے کر رہا ہے، اپنے جھوٹ اور عجب و غرور کے ساتھ چل رہا ہے، انانیت (اور تکبر) کی ناپاکی لادے ہوئے ہے، سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ (تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا) تواضع کا علم سیکھ! حیرت کا سبق پڑھ! مسکنت اور انکسار کا علم حاصل کر! ارے بیہودہ! تو نے تو تکبر کا علم حاصل کیا، اور بڑائی کا سبق پڑھا ہے، (بتلا) ان سب سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ (بس یہ حاصل ہوا کہ) تو آخرت (والوں) کی سی ظاہری صورت بنا کر اس مردود دنیا کو حاصل کر رہا ہے، تو نے بہت ہی برا کیا، تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی گندگی کو گندی چیز کے عوض خرید رہا ہو (کیونکہ دنیا کیلئے آخرت والوں کی صورت بنانا بھی دنیا بلکہ بدترین دنیا ہے) تو آپ ہی اپنے کو کیونکر دھوکہ دے رہا ہے؟ اور اپنے متعلق اور اپنے ہم جنسوں کے متعلق کس طرح جھوٹی باتیں کرتا ہے؟ (کہ اپنے کو اللہ والا کہتا ہے اور اپنے مریدوں کو طریقت کا سالک بتلاتا ہے، حالانکہ نہ تو اللہ عزوجل والا ہے اور نہ تیرے مریدوں کو کچھ اللہ کے راستہ کا پتہ)۔

(البیان المشید، ص،90)

حضرت سیدی امام الصوفی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ صفحہ 291 میں لکھا کہ انسان کو اس زمانے میں اپنی طرف سے ارشاد و تلقین کا کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ اجازت ہونے کے باوجود بھی (اقوال، افعال اور احوال میں بیداری) سے کام لے:

اور درویش کی شان یہ ہے کہ جو اقوال و احوال اس سے صادر ہوتے ہیں ان میں تیقظ اور بیداری سے کام لیتا ہو پس اپنے پاس بیٹھنے والوں کے سامنے وہی (بات اور وہی حال) ظاہر کرتا ہو جس کو ان کی استعداد قبول کرتی ہو۔

جب یہ بات سمجھ گئے تو اب سنو! کہ اس زمانہ میں مشیخت اور ارشاد و تلقین کا دروازہ کھولنا مناسب نہیں کیونکہ تمام حضرات عارفین اس دروازہ کو بہت عرصہ سے بند کر چکے ہیں جیسے سیدی شیخ ابراہیم اور سیدی ابوالعباس غمری اور سیدی محمد بن عنان اور سیدی منیر رحمۃ اللہ علیہم۔

سیدی محمد غمری کی جماعت نے ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے سیدی ابوالعباس غمری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی کہ اب آپ تربیت مریدین (اور ارشاد و تلقین) کا کام اپنے ہاتھ میں لیں تو سیدی ابوالعباس نے اس اعراض کیا لوگوں نے بار بار اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو بتلاؤ کہ خالص خدا کا طالب کہاں ہے؟ (اور کون ہے؟) اس پر کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ آگے بڑھے (اور اپنے کو پیش کرے) بلکہ سب پیچھے ہٹ گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے دلوں میں سچائی کے خلاف بعض باتیں موجود ہیں حالانکہ وہ ایسے طریق پر تھے جس پر آج کل کے مشائخ بھی نہیں چلتے وہ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے موٹے کپڑے پہننے والے تھے اور ان کی آپس میں حالت تھی کہ جس شخص کی زبان سے ایک بات بھی مباح نکلتی جس کے دونوں پہلو برابر ہوتے اس کو سب چھوڑ کر الگ ہو جاتے اور یوں کہتے تھے کہ مباحات میں مشغول ہونا ہی ہمارا طریق نہیں ہمارا طریق نہیں ہمارا طریق تو رات دن مجاہدہ میں مشغول رہنا ہے (پس افعال مستحبہ یا سنن و واجبات و فرائض کے سوا کوئی کام نہ کرنا چاہئے) یہ تو اس جماعت کی حالت تھی مگر شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بھی کسی کو طریقت کا اہل نہیں سمجھا۔

اسی طرح سیدی محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے جن کی (ولایت کی) بشارت سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ نے (ان کو پیدا ہونے سے پہلے) دی تھی جب ان سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت حجرۂ شریفہ کی خدمت آپ کے بعد کس کے سپرد ہوگی؟ فرمایا بلاد مشرق سے ایک شخص ظاہر ہوگا جس کا نام محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ ہے اور ظاہر ہے کہ اولیاء اولیاء کی بشارت کرتے ہیں تو حالانکہ سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت پر ان کے وجود سے بھی پہلے شہادت دی تھی مگر بایں ہمہ شیخ محمد بن

عنان نے (تربیت وارشاد سے) انکار کیا اور قسم کھا کر فرمایا کہ میں طریق الٰہی کو نہیں جانتا غرض محمد بن عنان رحمۃ اللہ علیہ نے اس دروازہ کو بند کردیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس زمانہ میں شہرت سے کچھ نفع نہیں۔

اسی طرح اور مشائخ نے بھی اس دروازہ کو بند کردیا ہے کیونکہ وہ کامل تھے اور حق تعالیٰ کے سامنے مؤدب تھے وہ مخلوق میں تقدیر کے تصرفات کا مشاہدہ کرتے تھے اس لئے وہ اس چیز کے کامل کرنے کا قصد نہ کرتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناقص کرنا چاہا ہے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب اللہ تعالیٰ نے وجود کو ہر طرف سے کم کرنے کا قصد فرمالیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے "اَوَلَمْ یَرَوْ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَامِنْ اَطْرَافِھَا" (پارہ13، سورۂ الرعد، آیت 41) ترجمہ: (کیا ان لوگوں نے دیکھا نہیں کہ ہم زمین کو تمام جوانب سے کم کرتے آرہے ہیں) اس کے سوا اور بہت سی آیات واحادیث ہیں۔

اور شیخ محمد شناوی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت نے ان کی وفات کے بعد اس فقیر سے تلقین و ارشاد کی درخواست کی میں نے انکار کیا انہوں نے اصرار کیا اور شیخ کا ارشاد بیان کیا کہ وہ فرما گئے ہیں کہ میرے بعد فلاں شخص میرا خلیفہ ہے (یعنی شیخ عبدالوہاب شعرانی)۔

مجھ پر یہ بات گراں ہوئی کیونکہ میں اپنی حالت کو خود جانتا تھا (مگر شیخ کی بات کو رد بھی نہ کرسکا) غرض میں نے ایک جماعت کو کچھ تلقین کیا تو میں دیکھتا تھا کہ حالت یہ ہے کہ میں ایک جوتے کو خوب مضبوط گا سیتا ہوں مگر جب سلائی ختم ہوجاتی ہے تو وہ خود بخود کھل جاتا اور جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہوجاتا ہے، میں نے اس کی وجہ دریافت کی اور معلوم ہوا اب کام ختم ہوچکا، اللہ تعالیٰ (ہمارے) شیخ پر رحمت (کی بارش نازل) فرمائے (انہوں نے جو مجھ کو اپنا خلیفہ ظاہر کیا) یا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں حسن ظن غالب تھا یا ان کو زمانہ آئندہ کا کشف ہوا ہو تو شاید آئندہ کچھ حالت پیچھے کو لوٹ جائے (اور سلف صالحین کا نمونہ نظر آئے) ورنہ یہ فقیر تو شیخ کا مرید بننے کے بھی لائق نہیں۔

میں نے ایک دفعہ آسمان وزمین کے درمیان ایک لوح (تختی) دیکھی جس میں

کچھ لکھا ہوا تھا من جملہ اس کے ایک یہ بات لکھی ہوئی تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ۶۶۴ھ سے ہر چیز کے وجود کو کم کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے۔

اب جو شخص بغیر بصیرت کے اس دروازہ کے (کھولنے کے) درپے ہے وہ اگر مسند ارشاد تلقین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے لئے ابتلاء (وامتحان) نہیں سمجھتا تو وہ اس کو کو پورا کرنا چاہتا ہے" وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ " (پارہ12، سورۂ یوسف، آیت21) ترجمہ: حالانکہ خدا ہی کی بات غالب ہوتی ہے مگر بہت لوگ نہیں جانتے۔ لیکن یہ شخص دھوکے میں ہے کیونکہ وہ (حقیقت سے) محجوب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس پر بھی عالم وجود کی موجودہ حالت کو منکشف کردیتے۔ جیسا کہ عارفین وکاملین پر منکشف ہوا کرتی ہے تو وہ زمین میں زندہ گڑھ جانے کی تمنا کرتا اور اس دروازہ کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا اسی لئے تم دیکھو گے کہ شیخ ہزاروں آدمیوں کو بلکہ اس سے زیادہ کو تلقین وتعلیم کرتا ہے اور ان میں سے ایک بھی کام کا نہیں بنتا جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہے اور عزیز من! ٹھنڈے لوہے پر چوٹ لگانے سے کیا نفع؟ جس کے گرم ہونے کی آئندہ بھی امید نہیں۔

اور یہ خوب سمجھ لو کہ ہم نے جو کچھ خطرہ بیان کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ذکر و تلقینِ ذکر کو چھوڑ دیا جائے جیسا کہ بعض ناقصین کو اس تقریر سے یہ وہم پیدا ہوا ہے بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ (از خود ارشاد وتلقین کے دروازہ کو کھولنے کا قصد نہ کرو اور) جس پر بغیر اس کی طلب کے یہ دروازہ کھول دیا جائے (مثلاً شیخ اس کو اجازت وخلافت دے کر ارشاد وتلقین کا امر کرے) تو اس کو چاہئے کہ اس کو اپنے حق میں ایک بلا سمجھے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میں مشیخت وتلقین وارشاد کا اہل نہیں ہوں اور اس میں میری ہلاکت (کا خطرہ) ہے اور مریدوں کو تو تلقین ذکر سے انشاء اللہ خیر و برکت ہی حاصل ہوگی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں اور اپنے کو حقیر سمجھتے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔

اور جان لو کے شیخ اپنے معتقدوں اور تعظیم کرنے والوں کے سامنے صرف زبان سے اتنا کہہ دینا کافی نہیں کہ میں تو اس کام کا اہل نہیں یہ بھی ایک بلا ہے جو ہم لوگوں پر نازل

ہو رہی ہے (کہ زبان سے اپنی نااہلیت ظاہر کرنے کو کمال سمجھتے ہیں) کیونکہ اس سے تو مخلوق کو اس کا اعتقاد پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ شیخ کی تواضع کو تو دیکھو کہ باوجود اس کمال و جلالت کے اپنے کو کتنا حقیر سمجھتے ہیں بلکہ دل سے اپنے نہ اہل سمجھو۔ اور سمجھنا چاہئے کہ اگر یہ شخص اس دعوے (نااہلیت) میں سچا ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھ سے یہ منصب واپس لے لیا جائے اور تضرع وزاری کے ساتھ دعا کرتا کہ مجھے اس سے عافیت دی جائے اور فقراء و سالکین کی بھی خوشامد کرتا کہ اس کے لئے (اس سے) عافیت کی دعا کریں۔ ان وسائس کو سمجھ لو۔

اور جان لو کہ آج کل جو شخص مشیخت کا دروازہ کھولتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مدرس غروب آفتاب کے وقت مکتب کھول کر بیٹھے اور بچوں کا انتظار کرنے لگے (کہ اب پڑھنے آئیں گے) تو ان کو تعلیم دوں گا (سو ظاہر ہے کہ اس وقت کون پڑھنے آتا ہے اور کون اس سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے یہی حال آج کل دروازہ مشیخت کھولنے والوں کا ہے) کیونکہ ہم لوگ قیامت کی دہلیز میں (داخل ہو چکے) ہیں اور ہر چیز اپنے موقعہ سے نکل چکی ہر کام قرب قیامت کی وجہ سے نااہلوں کے سپرد ہو چکا ہے جیسا وہ لوگ اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں جن کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے۔

غور کرو جس وقت کشتی کنارے پر آلگتی ہے تو اس کی رسیاں کھول دی جاتی ہیں اور پردے لپیٹ کے باندھ دیئے جاتے ہیں اور مسافر بھی اپنے وطن کے نشانات دیکھ کر سامان باندھ لیتے اور بکھرے ہوئے اسباب کو لپیٹ لیتے ہیں اور ان کا تمام نظام جو سفر کی حالت میں تھا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ تو اب مشیخت کا بازار گرم کرنے والے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کشتی کنارے پر لگ جانے کے بعد یوں چاہے کہ مسافروں کا سامان اسی طرح جمارہے جس طرح سفر کی حالت میں تھا اور اب بھی وہ اسی نظام پر قائم رہیں جس پر پہلے قائم تھے کہ ہر شخص کا بسترہ اور سامان اسی جگہ پر لگا رہے جہاں سمندر کے بیچ میں لگا ہوا تھا یقیناً اس کو سب لوگ بے وقوف سمجھیں گے اور کوئی بھی اس کی بات نہ مانے گا۔

پس جو شخص اس زمانہ میں جو ہر برائی کا سرچشمہ اور ہر بھلائی کا خاتمہ مشیخت کے درپے ہو اس کی یہی حالت ہے اور عوام بھی ایسے شخص کو بے وقوف سمجھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں فلاں شخص پیر بن گیا ہے تو گویا مشیخت اور پیری بھی کوشش سے حاصل ہونے لگی اور (وہ بھی سچ کہتے ہیں کیونکہ) ان کا مشاہدہ یہ ہے کہ آج کل کے (اکثر) مشائخ (اعمال میں) سست کاہل اور شریعت وحقیقت سے جاہل ہیں اس لیے آج کل (کوشش سے) پیر بن جانا بہت آسان ہو گیا کیونکہ ان کا مدار زیادہ تر دعووں پر رہ گیا ہے (کہ جو زیادہ باتیں بنائے لمبے چوڑے دعوے کرے وہی پیر ہے)۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت لوگ حقیقی مشائخ کی بھی بے وقعتی کرنے لگے اگرچہ وہ حقیقت میں کیسے ہی قابل واہل ہوں جس کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کا ناقص رکھنا منظور ہے اس لئے ان کے رابطہ اعتقاد کو فاسد کر دیا اب وہ مشائخ کاملین کے کلام سے نفع حاصل نہیں کر سکتے تاکہ امر مقدور پورا ہو جائے **وَإِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ** (پارہ 21، سورۂ لقمان، آیت 22)۔

ترجمہ: اور اللہ ہی کی طرف ہے سب کاموں کی انتہا۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ آج کل درجۂ ولایت کی تحصیل سے یہ امر مانع نہیں ہے۔ کہ کوئی شیخ سلوک وتربیت کا اہل ہی نہیں بلکہ اس کا سبب وہ ہے جس کو جاننے والے جانتے ہیں اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام نے بہت لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا مگر بہت کم لوگوں نے ان کی اطاعت کی حالانکہ انبیاء علیہم السلام معصوم بھی تھے اور سچے بھی تھے (پس کیا یہاں بھی کسی کو یہ کہنے کا منہ ہے کہ مخلوق کو درجۂ ولایت اس لئے حاصل نہ ہو کہ مزکی کامل موجود نہ تھا ہرگز نہیں؟)۔

پس اگر کسی شیخ کے ہاتھ سے کسی کو بھی کامیابی حاصل نہ ہو اور سامعین کے قلوب پر اس کے کلام کا اثر نہ ہو تو اس کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ اگر اس واعظ کا کلام صدق دل سے ہوتا ستو مخلوق کے قلوب پر اس کا اثر ضرور ہوتا (کیونکہ تاثیر نہ ہونے کا سبب واعظ کا عدم

اخلاص ہی نہیں بلکہ سامع کی ناقابلیت بھی ہے) خوب سمجھ لو۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے سب بھائیوں اور دوستوں اور سب مسلمانوں کو حسن خاتمہ عطا فرمائے (آمین) کیونکہ صرف اسلام کے درجہ پر موت آجانا گو اس سے زیادہ کچھ نہ ہو یہ بھی اس زمانہ میں بڑی نعمت ہے جس کے برابر کوئی نعمت نہیں اور جو شخص بے ہودہ دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اور دھوکہ میں ہے وہ اپنے احوال کو (پہلے زمانہ کے عام) مسلمانوں کی حالت کے بھی مطابق نہ پائے گا مؤمنین اور عارفین کے احوال تو بہت دور رہے جن میں وہ اپنے کو شمار کرنا چاہتا ہے خوب سمجھ لو۔

اور میں نے جو وسائس اور دھوکے اور مردودیت ومطرودیت کی علامتیں بتلائی ہیں ان میں غور کرو اللہ تعالیٰ سے اس تقریر پر عمل کی توفیق مانگو اور اپنے خیر خواہ کی اس نصیحت کو قبول کر لو کیونکہ تم آجکل کے مشائخ میں سے کسی کو اس راستہ کی طرف ہدایت کرنے والا نہ پاؤ گے چنانچہ مشاہدہ ہے (کہ امراض قلب ووسائس نفس پر مطلع نہیں کرتا) اور اگر تم اس نصیحت کو قبول نہ کرو گے تو اس کا وبال تم ہی پر عائد ہوگا۔ میں نے تم کو چند علامتیں بتلا کر دوسری علامات پر متنبہ کر دیا ہے۔

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (یادرکھ!) عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہو جائے، (اب سن لے دنیا خدا عزوجل کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے، تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیوں کر ہو سکتا ہے) ایک مرید نے پانی نکالنے کیلئے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا، اس نے برتن کو کنویں ہی میں لوٹ دیا اور (حق تعالیٰ سے) عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم میں تیرے سوا کسی اور چیز کو نہیں چاہتا (اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔) اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے۔ مریدوں کے مال پر نظر رکھنا۔ اور لوگوں سے نذرانہ اور ہدیہ وصول کرنے کیلئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے۔ جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے

مزدوری کر کے غذا حاصل کرنی چاہئیے۔

(البیان المشید، ص،91)

حضرت سیدنا ردیف کمالات شیخ المشائخ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

با ہر کہ نشستی وتشد جمع دلت	وزتو نہ رھید زحمت آب وگلت
زنہار زصحبتش گریزاں می باش	ورنہ نہ کند روح عزیزاں بحلت
از صحبت وے گر تبرانہ کنی	ہرگز نہ کند روحِ عزیزاں بحلت

ترجمہ:

اگر تو جس شخص کے ساتھ بیٹھے اور اس کی صحبت سے تجھے دل کا سکون حاصل نہ ہوا اور تجھے

سے ''آب وگل'' (بری صحبتیں) دور نہ ہوں

اگر تو اس کی صحبت سے بے زار ہو کر اس سے علیحدہ نہ ہو جائے گا۔

تو علی عزیزاں کی روح ہرگز تجھے معاف نہیں کریگی۔

(رسالہ محبوب العارفین ص43)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیت کرے نہ وہ جو تنہا باتوں ہی سے تربیت کرے اور جو شخص حال ومقام دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیت کرتا ہو اور زبان سے بھی روک ٹوک کرتا نصیحت کرتا، علوم ومعارف بیان کرتا رہتا ہو) وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔

(البیان المشید، ص،116)

اپنے بھائیوں کی زیارت کرتے رہا کریں

ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے سب بھائیوں کی خواہ وہ مخلص ہو یا مخلص نہ ہو زیارت کرتے رہا کریں جب تک ہم کو پیادہ (پیدل) چلنے کی قدرت ہو اس وقت سواری وغیرہ نہ ہونے کی وجہ اس کی ملاقات نہ چھوڑیں۔''ان المحب لمن یھواہ زوار'' کیونکہ محبت رکھنے والا اپنے دوستوں کی زیارت بکثرت کیا کرتا ہے۔

مجنون لیلیٰ سے کہتا ہے

ولو قطعوا رجلی مشیت علی العصا	ولو قطعوا اخری حبیب و حبیب

اگر دشمن میرا پیر کاٹ ڈالیں گے تو لاٹھی کے سہارے چلوں گا۔اور اگر دوسرا بھی کاٹ ڈالیں تو گھسیٹتا ہوا پہنچوں گا

اس بارے میں باوجاہت درویش بہت سستی اور غفلت کرتے ہیں انھوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کی زیارت وملاقات بالکل ترک کردی۔اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ہم کو کہیں آنے جانے اور مخلوق سے ملنے اور ملانے کی عادت نہیں۔چنانچہ اکثر لوگوں کی زبان سے میں نے یہ عذر سنا ہے۔مگر دوستوں کی ملاقات چھوڑنے کیلئے یہ عذر کچھ بھی نہیں۔

اور بعض لوگوں نے مجھ سے یہ عذر بیان کیا کہ میں نے ملنا،ملانا صرف اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔کہ مبادا (کہیں) میرے شاگرد اور مرید نہ سمجھے کہ اگر فلاح شخص ہمارے پیر سے مرتبہ میں بڑھا ہوا نہ ہوتا تو یہ خود اس کی زیارت کو کیوں جاتے جبکہ وہ ان کی زیارت کو کبھی نہیں آتا۔پھر اس خیال کے بعد میری صحبت سے فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔اور یہ بھی ایک عذر بارد ہے شرعی سنتیں ایسے بہانوں سے چھوڑی نہیں جاسکتیں۔منشا ان سب کا علوم شریعت میں کم مشغول ہونا ہے۔

فائدہ صوفی: (اے کاش تمام سالکین اور خلفاء حضرات امام شعرانی کے بیان سے عبرت حاصل کریں۔اور سنتوں کی بہاریں اپنائیں)

(ہم سے عہد لیا گیا،ص،156)

حضرت قدوۃ الاولیاء شیخ الشیوخ شیخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف صفحہ 438 پیر لکھتے ہیں کہ (حضرت شیخ المشائخ) ابومعاویۃ الاسود رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے مرے تمام (پیر) بھائی مجھ سے بہتر ہیں۔لوگوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے۔فرمایا ان میں سے ہر ایک مجھے اپنی ذات سے افضل سمجھتا ہے اور جو کوئی مجھے اپنی ذات سے افضل سمجھے وہ مجھ سے بہتر ہے۔ایک شاعر نے ان خیالات کو اس طرح منظوم کیا ہے۔

ترجمہ:ا۔ تم اس کی تواضع کرو جو تمہاری تواضع کو بیوقوفی نہیں بلکہ تمہاری فضیلت سمجھتا ہو۔
۲۔ اس آدمی کی دوستی سے کنارہ کشی اختیار کرو جو ہمیشہ اپنے دوستوں پر اپنی بڑائی جتاتا ہے۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صوفیہ کے آداب میں سے ایک چیز یہ ہے کہ وہ اپنے ہم جنس اور ایسے شخص کی صحبت اختیار کرتے ہیں جن سے بھلائی پہنچ سکے۔ ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے کہ وہی لوگ صحبت کے لائق ہیں جو تمھارے عقیدے کے موافق ہوں اور جن کو تم بزرگ اور قابل احترام سمجھتے ہو۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے "ولا تُؤْ مِنُوْ آاِلاَّ لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَکُمْ" (پارہ3، سورۂ ال عمران، آیت 73) (اور تصدیق نہ کرو بجز انکے جو تمھارے دین کی پیروی کرتے ہیں) اور ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرے جو اس کے مذہب کا مخالف ہو اگرچہ اس کا قرابتدار ہی کیوں نہ ہو غور کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو جب انھوں کہا میرا لڑکا میرے اہل وعیال میں سے ہے تو کس طرح جواب دیا: "اِنَّہ' لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہ' عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ" (پارہ 12، سورۂ ھود، آیت 46) (وہ آپ کے اہل وعیال میں سے نہیں ہے بلکہ وہ ناپسندیدہ عمل کرنے والا ہے) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰہُ وَ رَسُوْلَہٗ" (پارہ 28، سورۂ المجادلۃ، آیت 22) (تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف کو دوست رکھیں گے) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! "اے اللہ عزوجل کسی بدکار کو مجھ پر احسان کرنے کا موقع نہ دے کہ جس کی وجہ سے میرا دل اس سے محبت کرنے لگے"۔

(آداب المریدین، ص، 59)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب آداب المریدین ص 76 میں لکھا کہ کہا گیا ہے کہ جب تم کسی انسان کی صحبت اختیار کرو تو اس کی عقل کو اس کے دین سے زیادہ پرکھو کیوں کہ دین اس کے لیے ہے اور عقل تمہارے لیے

ہے اور ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو جس کی ہمت اور توجہ دنیا، نفس اور خواہشات میں لگی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''اس شخص سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے منہ پھیر چکا ہے اور سوائے دنیوی زندگی کے کچھ نہیں چاہتا'' نیز فرمایا! ''اور اس کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہوگیا''۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب آداب المریدین ص 85 میں لکھا ہے کہ والدین اور استاذ کی رضامندی کے اور اجازت کے بغیر سفر نہ کیا جائے کیوں کہ اس صورت میں وہ عاق (نافرمان) ہوگا اور سفر کی برکتوں سے محروم رہے گا۔

حضرت شیخ المشائخ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انوار قدسیہ صفحہ 267 میں (فقراء) صوفیہ کو چاہیئے کہ تواضع اختیار کریں:

اور عزیز من! تم کو اپنی نسبت یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ میں تو صرف عوام کے نزدیک درویش ہوں فقراء صادقین کے نزدیک میرا کچھ بھی درجہ نہیں اور (سمجھ لو کہ) آدمیوں میں بہتر وہ ہے جو گم نام ہو کہ اپنے نام کو اہل مشیخت کی فہرست ہی سے مٹا چکا ہو کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کے فقر اسی وقت تک نور ہے جب تک فقیر اس کو چھپاتا رہے (اور جس نے ظاہر کرنے کا قصد کیا اس کے پاس ظلمت کے سوا کچھ نہیں رہتا، ہاں اگر کسی کو اللہ تعالیٰ چمکادیں باوجودیکہ وہ اپنے کو چھپانا ہی چاہتا تھا تو یہ نعمت موہوبہ ہے اس سے نور میں کمی نہیں ہوتی بلکہ ترقی ہوتی ہے)۔

حضرت شیخ المشائخ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حضرت مقبول یزدانی شیخ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی چیز علماء وصلحاء کی اولاد کے لیے اس سے زیادہ نافع نہیں کہ ان کے لیے ان کے پیٹھ پیچھے دعا کی جاوے اور ان کے معاملہ کو خدا عزوجل کے سپرد کیا جاوے کیونکہ ان کی تربیت اس طور پر ہوتی ہے کہ وہ اپنے باپ پر ناز کرتے ہیں۔ اور

اگر ماں ہوتی ہے تو وہ ان کی مدد کرتی ہے نیز وہ لوگوں کی اس تعظیم پر اکتفاء کرتے ہیں۔ جو ان کے باپ کی وجہ سے ان کی کیجاتی ہے۔ ان وجوہ سے اکثر ان کو فضائل علمیہ وعملیہ حاصل کرنے کی رغبت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ علم وریاضت میں مشغول ہو کر ہم جس جاہ کے حاصل کرنے کی زحمت گوارا کرتے وہ ہم کو ہمارے باپ کی بدولت حاصل ہوگئی۔ لہٰذا اب ہمیں کسی محنت ومشقت کی ضرورت نہیں۔ اور یہ خیال کر کے وہ علم و عمل سے کورے رہ جاتے ہیں بخلاف عام آدمیوں خاص کر کسانوں کی اولاد کے کہ وہ آنکھ کھول کر حکام اور ان کے سپاہیوں کی طرف سے مار پیٹ قید اور دیگر اقسام کی توہین دیکھتے ہیں۔ اور ان سے وہ سخت توہین کے ساتھ خراج لیتے ہیں۔ اور اس وقت وہ کوئی ایسا چارہ کار سوچتے ہیں جو ان کو اس بلا سے آزاد کر دے۔ تب حق تعالیٰ ان کو علم اور قرآن میں مشغول ہونے کا الہام فرماتے ہیں اور تعلیم میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پھر جس قدر لوگ ان کی تعظیم کرتے ہیں اسی قدر علم اور مجاہدہ کی طرف ان کی رغبت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ پڑھتے پڑھتے شیخ الاسلام یا شیخ طریق ہو جاتے ہیں۔ اور سیدی شیخ احمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے کو ہر خلوت کے موقع پر چالیس روز تنہا چھوڑتے تھے اور دروازہ بند کر کے چالیس روز تک نہ کھولتے تھے اور کہتے تھے کہ بیٹا اگر معاملہ میرے قبضہ میں ہوتا تو میں معرفت طریق میں کسی کو بھی تجھ پر مقدم نہ کرتا بلکہ سب سے اکمل تجھ ہی کو بناتا مگر کیا کیا جائے کہ سب کچھ خدا عزوجل کے اختیار میں ہے اور وہی جس کو جس قدر چاہتا ہے دیتا ہے پس میں (امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ بعض علماء وصلحاء کی اولاد میں جیسے شیخ تقی الدین اور شیخ سراج الدین کی اولاد اس قاعدہ کی مخالفت کی گئی اور ان کی اولاد نہایت کامل ہوئی ہے علیٰ ہذا ہمارے زمانہ کے علماء وفقراء کی ایک جماعت میں اس کی مخالفت کی گئی ہے جیسے سیدی محمد بن البکری الرملی وسیدی عبدالقدوس بن الشناوی وسیدی علی بن الشیخ محمد منیر وسیدی محمد بن الشیخ ابی الحسن الغمری اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات جن کا ہم نے طبقات العلماء الصوفیہ میں ذکر کیا ہے جس کا نام ہم نے لواقع الانوار فی طبقات الاخیار رکھا ہے کہ یہ لوگ اپنے آباء کی طرح علم وعمل میں کامل

ہیں خدا عزوجل مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی کثرت کرے۔اور ہم کو ان کی برکات سے نفع بخشے۔(آمین ثم آمین)

(احوال الصادقین ،ص،19،20)

حضرت شیخ المشائخ جگر مجددی مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اپنی بد خلقی سے پیروں کو بدنام نہیں کرنا چاہیئے اگر کوئی تمہارے طریقہ کی طرف آئے تو اس سے خدمت لینے کی بجائے خود اس کی خدمت کرو ہاں اگر وہ محبت کے غلبہ سے خود تمہاری خدمت کرے تو دوسری بات ہے۔

مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیر حق تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صوفیہ کے علوم و معارف اگر کتاب وسنت کے مطابق ہیں تو مقبول ورنہ مردود۔

مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کے ساتھ بعض وعناد رکھنا زہر قاتل ہے۔

مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ناقص پیر کی صحبت زہر قاتل اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک ہے۔

مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شدید ریاضتوں سے بھی وہ بات میسر نہیں آتی جو بزرگوں کی صحبت سے مل جاتی ہے۔

حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قیوم اول الشیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مکتوبات نمبر 20 ج 2 میں فرماتے ہیں کہ ولایت خاصہ تک منازل کا طے کرنا اعمال شریعت (محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ وابستہ ہے۔ ذکر الٰہی جل شانہ جو اس راہ کا عمدہ طریقہ ہے۔وہ ماموراتِ شرعیہ سے ہے۔اور مناہی شرعیہ سے بچنا بھی اس راہ کی ضروریات میں سے اور فرائض کی ادائیگی (حق تعالیٰ کا) مقرب بناتی ہے۔اور راہ بین وراہ نما (راستے کا جاننے والا اور راستہ دکھانے والا) پیر و مرشد کی تلاش بھی جو وسیلہ ہو سکے مامور شرعی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے "وابتغوا الیه الوسیلة" اس (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو۔

مختصر یہ کہ شریعت (محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ خواہ شریعت کی صورت ہو یا شریعت کی حقیقت کیونکہ ولایت ونبوت کے تمام کمالات کی اصل وبنیاد "احکام شرعیہ" ہیں۔ ولایت کے کمالات صورت شریعت کے نتائج ہیں۔ اور نبوت کے کمالات حقیقت کے ثمرات ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شیخ سنت کو نہ اپنا سکا اس کی تابعداری درست نہیں خواہ وہ ہزار کرامتیں دکھائے۔

(تصوف کے حقائق، ص،300)

حضرت سیدنا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب بات کی تو یہ بھی فرمایا: یہ جان لو کہ جس نے میرے کسی ولی کی بے عزتی کی یا اُسے ڈرایا اس نے مجھ سے جنگ کے لئے للکارا اور اپنے آپ کو پیش کر کے مجھے اس کی طرف دعوت دی۔ میرے لئے سب سے زیادہ تیزی میں حرکت میں لانے والی چیز میرے اولیاء کی مدد ہے جو مجھ سے جنگ کرتا ہے کیا وہ سمجھتا ہے کہ وہ میرا مقابلہ کر پائے گا؟ یا جو مجھ سے دشمنی کرتا ہے کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے بے بس کر دے گا؟ یا جو مجھے للکارتا ہے کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ میرے ہاتھ سے نکل جائے گا؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ میں (اپنے اولیاء کے لئے) دنیا وآخرت میں انتقام لینے والا ہوں اور ان کی مدد اپنے علاوہ کسی اور کے ذمے نہیں سونپتا۔

یہ بھی جاننا چاہئے کہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے مترادف ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا: میرے ساتھیوں کے بارے میں خبردار رہنا انہیں نشانہ نہ بنالینا۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفت میں لے لے۔

(گنجینہ حکمت ص 472-473)

اولوالامر کی اطاعت واجب ہے

"اے مومنوں! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولوالامر کی۔ پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہت بہتر اور اچھے انجام والی بات ہے"۔

حضرت سیدنا امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے: حضور ﷺ نے حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ ایک قبیلہ کی طرف لڑنے کیلئے بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت سیدنا عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب قبیلہ کو حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آمد کی اطلاع ملی تو ایک کے سوا سب بھاگ گئے۔ یہ ایک شخص اسلام لے آیا اور حضرتسید نا عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے خیمہ میں داخل ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ کیا مجھے میرا اسلام لانا نفع دے گا؟ حضرت سیدنا عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: ہاں ضرور تیرا ایمان تجھے فائدہ دے گا۔ جب اگلی صبح ہوئی تو حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے اور اس کے مال واسباب دونوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ دیکھ کر حضرتسید نا عمّار رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے خالد رضی اللہ عنہ! اسے چھوڑ دیجئے، میں اس کو امان دے چکا ہوں۔ یہ سن کر حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بولے: امیر میں ہوں اور امان تم دیتے ہو۔ حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، میں نے امان دی ہے۔ دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ حتیٰ کہ دونوں حضور سرور کائنات ﷺ کے حضور حاضر ہوئے۔ گفتگو سن کر آپ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی دی گئی "امان" کو درست قرار دیا اور اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: اے عمار رضی اللہ عنہ! آئندہ کیلئے امیر کی اجازت کے بغیر کسی کو امان مت دینا۔ حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مناظرانہ انداز میں گفتگو کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ حضور سرور کائنات ﷺ کے سامنے ہو رہا تھا۔ جناب عمار نے حضرت خالد کو سخت الفاظ کہے۔ جس سے حضرت سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگے: یا نبی اللہ ﷺ!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام کو اس بات کی اجازت دے رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں میری بے عزتی کرے؟ خدا کی قسم اگر آپ کی حرمت وعزت کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا۔ حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ ہاشم بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے خالد رضی اللہ عنہ! عمار رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے سے رک جاؤ۔ جس نے حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اپنا غضب نازل کرے گا اور جس نے حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ پر لعنت کی اس پر خدا لعنت کرے گا۔ اس کے بعد حضرت سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اٹھ کر جانے لگے۔ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ اللہ کیلئے مجھ سے راضی ہو جاؤ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ جس میں اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا۔

اسی مضمون کو صاحب حسینی نے اسباب النزول کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

آیت کریمہ کا مضمون واضح ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم دیا۔ اور پھر اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا۔ یعنی مسلمانوں میں سے جو حکومت کرتا ہے اس حاکم کی اطاعت کا حکم دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اگر تمہارا اور تم میں سے کسی حاکم کے درمیان جھگڑا ہو جائے۔ تو اسے ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کرو۔ اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم حیات ظاہری کے ساتھ بجسد ہ موجود ہوں تو ان کی بارگاہ میں تنازع لے جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ فرما دیں گے۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے (پردہ) یا انتقال کر چکے ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ سے فیصلہ کراؤ۔ جو فیصلہ کریں اس پر عمل کرو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھگڑے کا لوٹایا جانا تمہارے لئے دنیا میں بہتر ہے اور اپنی عاقبت وانجام کے اعتبار سے بھی نہایت عمدہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ حاکم وامیر کی اطاعت لازم ہے۔ لیکن اختلاف اس میں ہے کہ "اولوالامر" سے مراد کون ہیں؟ اکثر حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اس سے مراد مسلمانوں کے امراء اور ان کے خلفاء ہیں۔ یہ قول مشہور قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد فوج کا سپہ

سالار ہے۔ کیونکہ آیت کا شان نزول یہی بتاتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں (امراء، خلفاء، فوجی حکمران) کی اطاعت واجب ہے۔ لیکن مطلقاً نہیں بلکہ جب یہ لوگ عادل رہیں اور حق پر ہوں۔ یہ شرط اس لئے ضروری ہے۔ کیونکہ یہ آیت اپنی سابقہ آیت سے متصل ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے امانت کو اس کے حق دار کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جس میں عدل و انصاف کا حکم بھی دیا ہے۔ اور یہ خطاب بعض مفسرین کرام کے نزدیک مملکت کے والیوں کیلئے مخصوص تھا۔ اس کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو حکم دیا۔ کہ تم ان (اولوالامر) کی اطاعت کرو۔ پھر حکم دیا کہ جھگڑے کے وقت اسے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف لوٹاؤ۔ تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کی اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب یہ خود حق پر ہوں۔ اور اگر حق کے خلاف چلیں تو ان کی اطاعت کا حکم ختم۔ کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "**لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق**" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

حکایت: مسلمہ بن عبدالملک بن مروان نے ابوحازم کو کہا: کیا تمہیں ہماری اطاعت کرنے کا حکم **وَاُولِی الاَمْرِ مِنكُمْ** کے الفاظ قرآنی سے نہیں دیا گیا؟ جناب ابوحازم نے جواب دیا: کیا تم سے اطاعت کا منصب چھین نہیں لیا گیا جب تم نے حق کی مخالفت شروع کر دی؟ جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ** (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 59) یعنی جھگڑے کی صورت میں فیصلہ اللہ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنفس نفیس یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت مبارکہ کی طرف رجوع کرو۔ فی المدارک۔

اعتراض: اگر کہا جائے کہ یہ بات تمہارے مؤقف کے خلاف ہے۔ کیونکہ تم کہتے ہو کہ ظالم بادشاہ کی تقلید جائز ہے۔ اس کے خلاف خروج و بغاوت درست نہیں اور فسق و فجور کی بناء پر کسی کو امامت سے معزول نہیں کیا جا سکتا؟ آخری بات میں اگرچہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہے۔ لیکن پہلی دو میں وہ بھی یہی مؤقف رکھتے ہیں۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ یہ بات اس وقت صحیح ہوتی ہے جب حق کے ساتھ فیصلہ کیا جانا ممکن ہو۔ اور اگر ناممکن ہوتو پھر صحیح نہیں۔ اور ہم نے جو اس کی صحت کا حکم لگایا ہے وہ اس حال میں ہے کہ جب فیصلہ حق کے ساتھ ہوتا ہو۔ اس لئے اب فسق عام ہو چکا ہے۔ اور ائمہ کی طرف سے ظلم کی روش عام ہو چکی ہے۔ اور خلفائے راشدین اور سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) کے بعد ایسے امراء بکثرت آئے اور آ رہے ہیں۔ پھر خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کے بعد کے زمانہ والے سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) ایسے حاکموں کی حکومت تسلیم کرتے رہے۔ ان کی ماتحتی میں رہے۔ ان کی اجازت سے جمعہ اور عیدین قائم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان پر خروج یا ان سے بغاوت کرنے کا مشورہ نہ دیتے۔ دیکھیں حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کی، جب کہ حق پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ تابعین (رضی اللہ عنہم) نے حجاج بن یوسف کی تقلید و اتباع کی۔ حالانکہ یہ ظالم حکمران تھا۔ اس کی صاحب ہدایہ نے تصریح کی۔ علاوہ ازیں حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حکمران اگر ظالم و فاسق ہوتو اس کا معزول کیا جانا درست ہے۔ لیکن ان کے مسلک کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ امام کو فسق کی وجہ سے معزول نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسے معزول کر دینے اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ امام بنا کر بٹھانے سے ملک میں فتنہ و انتشار پھیلنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ امام خواہ فاسق ہی کیوں نہ ہو اس کی شوکت رعب لازماً ہوتا ہے۔ ہاں قاضی کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ اگر قاضی فسق و فجور کا عادی ہو جائے۔ تو امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی معزولی ضروری ہے۔ کیونکہ اس کی معزولی سے گڑبڑ کا خطرہ نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی کی شوکت، رعب و دبدبہ بالکل معمولی سا ہوتا ہے۔ شرح عقائد میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ صاحب کشاف نے ظالم حکمرانوں کی اطاعت کا خوب رد کیا ہے۔ اور انتہائی سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ کیونکہ صاحب کشاف کا مذہب "اعتزال" ہے۔ اور معتزلہ اس بات میں نہایت سخت رویہ کے قائل ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اُولِی الْاَمْرِ سے مراد شریعت مطہرہ کے علماء ہیں۔ گویا

اللہ تعالیٰ نے آیت میں جاہل لوگوں کو حکم دیا کہ علماء کی اطاعت کریں۔ اور علماء کو حکم ہے کہ وہ مجتہدین کی اطاعت کریں۔ اطاعت مجتہدہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (پارہ5، سورۃ النساء، آیت 83) اور اگر وہ اس معاملہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنے میں صاحبان امر کی طرف لوٹاتے البتہ اسے وہ لوگ جانتے ہیں جو ان میں سے اس کے استنباط و اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ توجیہ اللہ تعالیٰ کی اس قول فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ (پارہ5، سورۃ النساء، آیت 59) سے ضعیف سمجھی جاتی ہے۔ اس کہ اس کا معنی یہ ہے: اگر تم اور اولی الامر کسی امر میں جھگڑ پڑو۔ لیکن ایک مجتہد کے حکم میں اس کے مقلد کو جھگڑا کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ہاں اگر یوں کہا جائے کہ آیت کریمہ کا معنی یہ ہے اے اولی الامر اگر تم دوسرے اولی الامر سے اختلاف کر بیٹھو۔ یعنی اولی الامر کا باہم اختلاف ہو جائے۔

مختصر یہ کہ منکرین قیاس نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ "قیاس" حجت نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کی صورت میں کتاب اور سنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ قیاس کی طرف رجوع کرنے کا نہیں۔

ہم اس استدلال کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تمہیں شبہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اختلافی امر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اسے کتاب اور سنت کی طرف لوٹاؤ۔ یہ رد یا لوٹانا ان دونوں پر قیاس کر کے ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ لہٰذا قیاس کی حجیت ہونے پر لفظ "رد" دلالت کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کے بعد "رد" کا حکم دیا۔ تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ احکام تین اقسام کے ہوئے۔ ایک وہ جو کتاب اللہ کے ظاہر سے ثابت ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سنت کے ظاہر سے ثابت ہوتے ہیں۔ اور تیسرے وہ جو ان دونوں پر "رد" کرنے سے قیاس کے طریقہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں ہمارے مؤقف کی دلیل ہے۔ کہ "قیاس" حجت ہے۔ هكذا في البيضاوي. (بیضاوی میں اسی طرح ہے)۔

حق بات یہ ہے کہ کہ اُولِی الْاَمْرِ سے مراد ہر حکمران ہے۔ خواہ وہ بشکل امام ہو یا امیر وسلطان، حاکم ہو یا عالم، مجتہد ہو یا قاضی، مفتی ہو یا کوئی صاحب مرتبہ۔ ہر تابع کو اپنے متبوع کی اطاعت کرنی ضروری ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اطاعت اس کے مرتبہ کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ مطلق ہے۔ لہٰذا خصوص کی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اسے مقید نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں ایک بات خاص طور پر جاننا ضروری ہے وہ یہ کہ خلافت کاملہ یقیناً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ختم ہو چکی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک قول کا مقتضیٰ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم یصیر ملکا عضوضا**" میرے بعد خلافت تیس سال تک چلے گی۔ پھر بادشاہت آ جائے گی۔ لیکن "خلافت ناقصہ" بعد میں چلتی رہی۔ کیونکہ خلفائے بنی عباس بھی خالفت ناقصہ کے ساتھ متصف رہے۔ اور "امامت" بھی معدوم ہو چکی۔ کیونکہ ہمارے دور میں اس کی شرائط موجود نہیں۔ اس لئے کہ کم از کم شرط یہ ہے کہ "امام" قریش میں سے ہونا چاہیے۔ اور یہ شرط اس دور میں اکثر مقامات میں معدوم ہے۔ لیکن سلطنت اور امارات باقی ہے۔ اس زمانے میں ہم پر ان کی اتباع و اطاعت لازم ہے۔ کیونکہ اولی الامر کی اطاعت کا تقاضا یہی ہے۔ اور **اولی الامر** کی اطاعت اس آیت کریمہ سے واجب ثابت ہوتی ہے، جو مطلق ہے۔ ان کی اطاعت واتباع اس لئے واجب نہیں کہ یہ امام یا خلیفہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیرات احمدیہ ص 417)

امام الصوفی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ صفحہ نمبر 27 میں لکھا امیر اور غریب کے پیر میں فرق

اس لئے ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ کا ارشاد ہے "**شیخ الامیر طبل کبیر و شیخ الفقیر عبد حقیر**" امیر کا پیر تو بڑا ڈھول ہے اسی طرح امیروں کا پیر مشہور تو بہت

ہوتا ہے، مگر اندر سے خالی ہوتا ہے اور غریب کا پیر حقیر غلام ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انوار قدسیہ صفحہ نمبر **198** پر لکھا کہ اگر ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی جائے تو مکدر نہ ہونا چاہئے۔

اور درویش کی یہ شان ہے کہ جب وہ کسی کو ادب کی بات کا حکم کرتا یا کسی کام سے منع کرتا ہے اور وہ شخص جس کو حکم کیا یا منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی کرے تو یہ اس سے مکدر نہیں ہوتا (کیونکہ) حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ''**مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ**'' (پارہ 7، سورۃ المائدۃ، آیت 99) ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔ اور فرماتے ہیں ''**فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ**'' ترجمہ: پس آپ کے ذمہ پر پہنچا دینا ہے۔ اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے اور یہی منصب وارثان رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے تو ان کا کام بھی صرف سمجھانا اور نصیحت کر دینا ہے۔ اس کے بعد چاہئے کوئی عمل کرے یا نہ کرے اس سے ان کو بحث نہ ہونی چاہئے، پھر مخالفت حکم کے وقت تم مکدر کیوں ہوتے ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں **ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا** (پارہ 11، سورۃ التوبۃ، آیت 118) ترجمہ: پھر خدا عزوجل نے ان پر توجہ کی تا کہ وہ بھی خدا عزوجل کی طرف توجہ کریں اس سے معلوم ہوا کہ پہلے حق سبحانہ وتعالیٰ توجہ فرماتے ہیں پھر بندہ کو توجہ کی توفیق ہوتی ہے) پس جب خدا تعالیٰ بندہ میں گناہ کو پیدا کرتے رہیں گے۔ اس وقت تک ممکن نہیں کہ وہ گناہ سے توبہ کر سکے پھر جب حق سبحانہ وتعالیٰ بندہ میں گناہ کا پیدا کرنا چھوڑ دیں۔ اس وقت وہ بالضرور توبہ کر لے گا، اور اس لئے قیامت میں جب اہل حقوق دوسروں سے اپنے حقوق وصول کر لیں گے، اس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوگی، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں نے ہی بندوں کی زبان کو ان باتوں کے ساتھ گویا تھا جو (غیبت و بہتان وغیرہ کی قسم سے ہے) انہوں نے کہی تھیں اور میں نے ان کے دلوں میں وہ خیالات پیدا کئے تھے جن پر انہوں نے اقدام کیا۔ تو سبحان اللہ وہ کیسے حاکم عادل باریک بیں اور دانا ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں کوئی ان سے ان کے افعال پر باز پرس نہیں کر سکتا۔

اس مضمون کو سمجھ جاؤ۔ اور جان لو کہ امتثال حکم کا معاملہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف راجع ہے

اگر حق سبحانہ وتعالیٰ نے بندہ کے لئے امتثال کو مقدر کیا ہے تو وہ ضرور حکم کی تعمیل کرے گا ورنہ کسی حکم کرنے والے کی قدرت میں یہ بات نہیں کہ دوسرے سے اپنے حکم کی تعمیل کرالے جب کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا۔

جب تم نے یہ بات سمجھ لی تو اب نرمی اور رحمت کے ساتھ کیا کرو، تحقیر و تذلیل کے ساتھ کسی کو حکم نہ کیا کرو، کیونکہ مخلوق تقدیروں کے جاری ہونے کا محل ہے۔ (جس کے مقدر میں جو کچھ ہے وہ اس پر جاری ہو کر رہتا ہے) اور جس کام میں وہ شخص مبتلا ہے جس کو تم نے کوئی حکم کیا یا کسی کام سے منع کیا تھا اس کام کا سرزد ہونا تم سے بھی ممکن ہے (پھر کس لئے دوسروں کو حقیر سمجھتے ہو) بلکہ شفقت و رحمت سے حکم کرنا چاہئے اس کا اثر یہ ہوگا کہ) کہ جب تمھارے قلب میں اس پر رحم ہوگا تو دوسرا بھی انقیاد سے پیش آئے گا اور تمھاری نصیحت کا مشکور ہوگا، کیونکہ اس کے قلب نے تمہارے قلب کی شفقت و رحمت کا ادراک کرلیا ہے بخلاف اس صورت کے جب کہ تم نفسانیت اور تحقیر و بے رحمی کے ساتھ حکم کرو۔ اس وقت ادھر بھی نفسانیت ہی کا جواب ملے گا۔ اب دو نفسوں کا مقابلہ ہوگا تو بجز انکار اور عدم التفات کے کچھ حاصل نہ ہوگا، چنانچہ بکثرت اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اس کو خوب سمجھ لو۔

حضرت سیدنا
مولانا عبد الرحمن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

مسلم آنکس بود بقول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	گرچہ عامی بود و گر عالم
کہ بہر جا بود مسلمانے	باشد از قول و فعل او سالم

ترجمہ:

ترا قول اور فعل ایذا نہ دیتا ہو جو مسلم کو

تو اے مسلم پہنچ جاتا ہے تو اسلام کی لم کو

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ لَا یَرْحَمُهُ اللّٰهُ

ترجمہ: جو آدمیوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا

حضرت سیدنا

مولانا عبد الرحمن جامی

نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

رحم کن رحم زانکہ بر رُخ تو	وررحمت جُز از تو نکشاید
تا تو بر دیگراں نہ بخشائی	ارحم الرّاحمین نہ بخشاید

ترجمہ:

نہ آیا رحم جس کو بے کسوں اور ناتوانوں پر
لگائی مہر اس نے حق کی رحمت کے خزانوں پر

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْمٌ

(پارہ 12، سورۂ یوسف، آیت 76)

ترجمہ: ہر علم والے سے بڑھکر دوسرا صاحبِ علم موجود ہے

بارھواں باب
مریدین کی اصلاح
کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہِ الکریم
وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

مرید کا بیان

مادۂ اشتقاق کے اعتبار سے مرید وہ ہے جس میں ارادہ پایا جائے جیسے علم والے کو عالم کہا جاتا ہے۔ مگر صوفیاء کی اصطلاح میں مرید وہ ہے جس کا اپنا کوئی ارادہ نہ ہو۔ لہٰذا جو شخص اپنے ارادہ سے علیٰحدگی اختیار نہیں کرتا، وہ مرید نہیں کہلا سکتا حالانکہ اشتقاق کے اعتبار سے جس کا ارادہ نہ ہو وہ مرید نہیں کہلا سکتا۔ (رسالۂ قشیریہ، ص، 404)

حقیقت مرید

''مرید'' اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے ارادے کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں محو کردے اور اپنے مرشد کی راہنمائی میں ہر طرف سے کنارہ کش ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ حیات انسانی کی یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ انسان جس فن یا علم سے نا آشنا ہوتا ہے تو اس کو جاننے کیلئے وہ کسی ماہر فن استاد کی طرف رجوع کرتا ہے تاکہ اس کی راہنمائی اور دستگیری سے اس میں کمال حاصل کر کے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لے۔ جب دنیاوی امور میں بغیر راہنما کے کامیابی کا حصول ممکن نہیں تو دینی اور روحانی امور میں بغیر راہنما اور استاد کے کس طرح کامیابی ممکن ہے؟

وہ طریقہ جس کے اندر رہ کر تربیت حاصل کی جاتی ہے وہ طریقت ہے اور جس کی راہنمائی میں شریعت کی پیروی کی جائے وہ مرد کامل مرشد کی ذات ہے اور مرشد اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں میں سے ہوتا ہے اور مخلصین کی وہ جماعت صوفیاء کرام اور اولیاء عظام کی برگزیدہ اور پاکیزہ جماعت ہے اور یہی اہلسنت والجماعت ہے سیدھی سی بات ہے کہ اس میں نہ کوئی فلسفانہ موشگافی ہے اور نہ کوئی الجھاؤ۔

(آئینۂ تصوف، ص، 127,126)

پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مرید کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو مگر وہ ہمیشہ یہی سمجھے کہ علم میں شیخ و مرشد مجھ سے بہت آگے ہے۔

مرید اپنے شیخ کی خوشنودی حاصل کرے کیونکہ مرید کے دل میں شیخ کی جس قدر محبت زیادہ ہوگی اسی قدر فیض کی زیادتی ہوگی۔

(آئینۂ تصوف، ص، 146)

شمس العارفین شیخ الشیوخ عمر بن شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف ص 415 میں لکھا کہ مرید کے لیے یہ مناسب ہے کہ جب شیخ کے بارے میں اُسے کوئی دشواری پیش آئے۔ تو وہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو یاد کرے کہ کس طرح حضرت خضر علیہ السلام ایسے کام کرتے تھے۔ جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام ناپسند کرتے تھے۔ مگر جب حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو اپنے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراضات دور ہو گئے۔ لہٰذا اگر اپنی کم علمی کی وجہ سے شیخ کا کوئی فعل اُسے ناگوار معلوم ہو تو (سمجھ لے) شیخ علم و حکمت کی زبان سے اس کی توجیہ پیش کر سکتا ہے۔

شمس العارفین شیخ الشیوخ عمر بن شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف ص 424 میں لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کوئی کام کرتے تو اس پر ثابت قدم رہتے۔ لہٰذا شیخ کو بھی کبھی مرید کے حال سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ اگر وہ تمام مال کو صرف کر دے تو وہ روحانیت کے ایسے درجہ کو پہنچ سکتا ہے کہ اس کے بعد اس کا مال کی طرف رُخ بھی نہیں ہوگا لہٰذا ایسے موقع پر وہ مرید کو اجازت دے سکتا ہے کہ وہ تمام مال صرف کر دے جس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا تمام مال قبول کر لیا تھا۔

آجکل تو ماشاء اللہ مریدین حضرات پیر سے ملاقات کے وقت نذرانہ، ہدیہ بھی نہیں پیش کرتے تو تمام مال تو بہت دور کی بات ہے۔ جبکہ ہدیہ دینا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے لہٰذا جو ہدیہ نہیں دیتا وہ تارک السنّت ہے۔

حضرت عارف باللہ شیخ عبد القادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اعتراض سے بچنا مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ تربیت کیلئے شیخ کے طریقہ کار پر کوئی اعتراض نہ کرے کیونکہ

تربیت کے واسطے شیخ اپنے علم وخبر اور تجربہ کی بناء پر مجتہد کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔اسی طرح مرید کیلئے یہ مناسب نہیں کہ شیخ کے ہر تصرف کو پرکھے ایسا کرنے سے اس کا شیخ پر اعتماد کمزور ہو جائے گا۔شیخ کے ساتھ اس کا قلبی اتصال ختم ہو جائے گا،شیخ اور اس کے درمیان روحانی استعداد کا رشتہ ختم ہو جائے گا اور وہ شیخ کے سبب حاصل ہونے والے خیر کثیر سے محروم رہ جائے گا۔

حضرت علامہ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس نے مشائخ پر اعتراضات کے دروازے کو کھول دیا اور ان کے احوال وافعال میں نظر و بحث کرنے لگا تو یہ اس کی محرومی اور برے انجام کی علامت ہے

(تصوف کے حقائق،ص،67)

حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں جس نے مشائخ کیلئے تاویل وتوجیح کا دروازہ کھولا اس کے احوال سے صرفِ نظر کی،ان کے معاملے کو اللہ عزوجل کے حوالے کیا اور اپنی اصلاح نفس کو مقصود بنایا اور مجاہدہ میں مشغول ہوا ایسا مرید بہت جلد مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

(تصوف کے حقائق،ص،67)

حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں بہت سے لوگ جنہیں توفیق نصیب نہیں ہوتی،وہ تربیت میں سختی دیکھ کر شیخ میں نقائص وعیوب نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔صاحب توفیق کو اس سے مکمل طور پر پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ نفس تو آدمی کی ہلاکت کے درپے ہے لہٰذا کبھی بھی شیخ سے اعراض میں نفس کی تابعداری نہیں کرنا چاہیئے۔

(تصوف کے حقائق،ص،70)

حضرت محبوب سبحانی یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔مرید کیلئے سخت ترین چیز مخالفین سے میل جول ہے۔ (رسالہ قشیریہ،ص، 407)

حضرت شیخ المشائخ یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔جب تو کسی مرید کو دیکھے کہ وہ ان امور پر عمل کر رہا ہے۔جو شریعت میں رخصت کہلاتے ہیں اور دنیا داری میں پھنسا رہتا ہے تو اس سے (طریقت میں) کچھ بن نہ سکے گا۔

(رسالۂ قشیریہ،ص،407)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ مرید اور مراد میں کیا فرق ہے؟ فرمایا: مرید کو اس کا علم چلاتا ہے اور مراد کی نگہبانی حق سبحانہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ مرید (پیادہ چلتا ہے اور مراد" اڑ کر جاتا ہے لہٰذا پیدل چلنے والا اڑ کر جانے والے کے مرتبہ تک کب پہنچ سکتا ہے؟)

(رسالۂ قشیریہ، ص، 409)

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مشائخ کی خدمت مال و جان و تن سے کرو۔ اور ان کے افعال پر انکار نہ کرو۔ کہ ان کا منکر ہر گز خلاصی نہ پائے گا۔

(فیض الکریم، ص، 29)

حضرت سیدنا مقبول یزانی داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا مرید کے لئے سب سے اہم چیز ہم نشینی ہے اور لامحالہ ہم نشینی کے حقوق کی پاسداری فرض ہے مرید کے لئے تنہائی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لئے سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابلیس تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا: اگر تین آدمی باہم مشورے کر رہے ہوں تو چوتھا باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ المختصر مرید کے لئے تنہائی سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔

حکایات میں آیا ہے کہ حضرت سیدنا شیخ الشیوخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ وہ درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے اور اب اس کے لئے تنہائی ہم نشینی سے بہتر ہے۔ اس نے گوشہ تنہائی اختیار کر لیا اور جماعت مشائخ سے روگرداں ہو گیا۔ رات کے وقت اس کے پاس ایک اونٹ لایا جاتا اور اسے کہا جاتا چلو بہشت جانا ہے۔ وہ اونٹ پر سوار ہوتے اور پر فضا مقام پر پہنچ جاتے خوبرو لوگوں کی معیت میں عمدہ کھانے اس کے لئے مہیا کئے جاتے۔ صبح تک وہ وہاں رہتا پھر اسے نیند آ جاتی اور بیدار ہوتا تو اپنے زاویہ (تکیہ) میں ہوتا۔ رفتہ رفتہ انسانی غرور اس کے دل و دماغ پر مسلط ہو گیا اور تکبر نے اسے پوری طرح جکڑ لیا اور وہ اپنے اوپر اس حالت کے وارد ہونے کا دعویدار ہو گیا۔ حضرت سیدنا شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو وہ اس کے زاویہ پر تشریف لائے اور دیکھا کہ وہ غرور اور تکبر میں

مبتلا ہے۔ حال دریافت کیا تو اس نے سب واقعہ بیان کر دیا حضرت سیدنا شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آج رات اس مقام پر جانا تو وہاں پہنچ کر تین بار پڑھنا **لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ ہنگام شب اسے پھر وہیں لے گئے۔ وہ دل میں حضرت سیدنا شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا منکر ہو رہا تھا۔ کچھ وقت گزرنے پر اس نے ازراہ آزمائش تین بار لاحول پڑھا۔ جملہ حاضرین میں ایک خروش اٹھا اور سب کے سب چلے گئے اور اس نے اپنے آپ کو ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا پایا اور اس کے گرد مردار جانوروں کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے توبہ کی الغرض مرید کے حق میں تنہائی سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔

(کشف المحجوب ص469)

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 71 پر کہ بزرگانِ دین (اولیاء اللہ) پر اعتراض کرنے کا نقصان۔

اور ہم نے مشاہدہ کیا کہ جس شخص نے صوفیہ پر بدون ان کے طریقہ میں داخل ہوئے اعتراض کیا ہے اس کے چہرہ پر پریشانی (اور بد رونقی) اور مردود و مطرود ہونے کی علامت ظاہر ہو جاتی ہے جو کسی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں رہتی (اور اگر طریقہ میں داخل ہونے کے بعد اعتراض کیا تب تو سلب ایمان کا قوی اندیشہ ہے) اور ایسے آدمی کے علم سے خدا تعالیٰ کسی کو نفع نہیں پہنچاتے بخلاف ان لوگوں کے جو صوفیہ سے اعتقاد رکھتے ہیں (کہ ان کے چہروں پر مقبولیت کے آثار ظاہر ہوتے اور ان کے علم سے مخلوق کو بے حد نفع ہوتا ہے)۔

اور شیخ الاسلام محی الدین ابوذکریا یحییٰ ابن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد شیخ مراکشی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دمشق سے باہر اس غرض سے جایا کرتے تھے کہ اُن کے سامنے بعض ایسے مسائل پیش کریں جو (درس وغیرہ کے وقت) نقل کرتے ہوئے ان کی سمجھ میں نہ آئے تھے۔ پس اگر حضرات صوفیہ اسرار شریعت کو علماء شریعت سے زیادہ سمجھنے والے نہ ہوتے تو شیخ الاسلام محی الدین امام نووی رحمۃ اللہ علیہ جلالت وصحت اعتقاد اور بزرگی کے باوجود (جو ان کو خود حاصل تھی) اپنے مرشد کریم آفتاب ولایت شیخ مراکشی رحمۃ اللہ علیہ سے احکام کے بارے میں رجوع

نہ کرتے (پس معلوم ہوا کہ صوفیہ کرام رضی اللہ عنہم احکام شرعیہ کو بھی سب سے زیادہ جانتے ہیں)۔
فائدہ صوفی: میرے عزیز دوستوں صحبت مرشد ساری عمر ضروری ہے۔ بغیر صحبت کے کمال حاصل کرنا مشکل ہے اور پھر طریقہ نقشبندیہ میں صحبت سنت موکدہ ہے۔

حضرت سیدنا امام طریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا طریقہ سب ادب ہی ادب ہے طلب راہ کی ایک شرط ادب ہے۔ ایک ادب حق سبحانہ کی نسبت ہے اور ایک ادب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہے۔ اور ایک ادب مشائخ طریقت کی نسبت ہے۔ حق تعالیٰ کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں بشرط کمال بندگی اسکے حکموں کو بجالائے اور ماسوا سے بالکل منہ پھیر لے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ادب یہ ہے کہ اپنے تئیں ہمہ تن (اپنی تمام کوششیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کے مقام میں رکھے اور تمام حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واجب خدمت کو نگاہ رکھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام موجودات اور حق سبحانہ کے درمیان واسطہ سمجھے۔ جو کوئی ہے اور جو کچھ ہے سب کا سر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ عزت پر ہے جو ادب مشائخ کی نسبت طالبوں پر لازم و واجب ہے وہ اس جہت سے ہے کہ مشائخ سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے سبب سے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف بلائیں پس درویش کو چاہئے کہ غیبت و حضور میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

(مشائخ نقشبندیہ ص 124)

حضرت سیدنا زبدۃ العارفین خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے بعد شہر مکہ سے مخاطب ہو کر لکھا

وَهَلْ اَنْتِ يَا مَكَّةُ اِلَّا وَادِ شَرَّفَکِ اللّٰهُ عَلَى الْبِلَادِ

"اے شہر مکہ! تو محض ایک وادی ہی ہے۔ اللہ عزوجل نے تجھے تمام شہروں پر فضیلت دی ہے۔"
نصیب درویش یہ ہے کہ دوستان حق تعالیٰ کی خدمت کرے تا کہ ان کے وجود مسعود کی برکت سے امن و سلامتی میں رہے۔ دین و دنیا کی بلاؤں اور شر سے مامون رہے۔ تو نے دیکھا اور جانا کہ رب کریم اپنے دوست اور محبوب کی خاطر دشمن کو محبوب کے شہریوں سے دور و باز رکھتا ہے اور اپنے محبوب کے پیروکاروں سے اگر مصائب و بلا کو دنیا میں اور عقبیٰ میں وہ دور فرماتا ہے تو اس کے کرم سے بعید نہیں

مثنوی

ترجمہ: ''تو پاک اور متبرک خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنا لیکن یہی سرمہ آنکھ جلاتا بھی ہے جلا تا بھی ہے اس محبوب کی خاک پا کو آنکھ کا سرمہ بنا، تا کہ تو اپنے نفس اور شیطان کو قابو کر سکے۔ کبھی اس شاگردی اور فقر کے باجود بھی تو سینے والی سوئی ہوتا ہے اور کبھی ٹکڑے کرنے والی ذوالفقار۔ پس چلتا رہ اطاعت وانقیاد میں خاموش رہ، کسی شیخ کامل کے زیر عاطفت یا امر استاد میں اگر چہ تو مستعد اور قابل ہے باوجود کہ تو کاہلی اور سستی سے لاف زنی کرے گا اور مسخ ہو جائے گا۔ تجھے اگر استعداد وامان میسر ہے تو پھر استاد گرامی، معلم اور شیخ شہر سے سرکشی کیسی! ہاں ہاں! لازماً ہر آئینہ شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے، ورنہ تو جہاں میں ابلیس ہو جائے گا۔ شیخ کامل اگر زہر خوری بھی کرے تو وہ شہد بن جاتا ہے۔ تو اگر شہد بھی کھائے تو وہ زہر کا اثر رکھتا ہے۔ جا دھیان کر! شیخ کا معاملہ بدل گیا ہے اور اس کا سارا معاملہ دل کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اسی لئے تو اس کی آگ بھی نور بن گئی ہے جو لطف نما ہے''۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص276)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ عمرو بن عثمان مکی صوفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، یعنی مروت یہ ہے کہ بھائیوں کی لغزش سے غفلت کی جائے۔ حضرت مقبول یزدانی شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مروت یہ ہے کہ اپنا مرتبہ ومال دنیا میں بھائیوں پر صرف کردے اور آخرت میں ان کو دعا سے خاص کردے۔

(نفحات الانس ص96)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ محمد واحمد ابناء ابی الورد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، یعنی ولی کی بابت (متعلق) آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ولی وہ ہے کہ جو اولیاء اللہ کا دوست ہو اور خدا عزوجل کے دشمنوں کا دشمن ہو۔ احمد بن ابی الورد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ولی میں تین چیزیں بڑھا دے تو وہ تین باتوں میں بڑھ جاتا ہے جب اس کے مرتبہ میں بڑھائے

(۱) تو وہ تواضع اور عاجزی میں بڑھ جاتا ہے۔

(۲) اور جب اس کا مال بڑھاتا ہے تو وہ سخاوت میں بڑھ جاتا ہے۔

(۳) اور جب اس کی عمر بڑھاتا ہے تو وہ عبادت میں زیادہ مجاہدہ کرتا ہے۔

(نفحات الانس ص146)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو عبداللہ السنجری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، کہ مریدوں کے لئے زیادہ فائدہ مند نیک بختوں کی صحبت ہے ان کے افعال اور اخلاق کی پیروی کرنا۔ دوستانِ خدا عزوجل کی قبروں کی زیارت کرنا اور یاروں اور فقیروں (پیر بھائیوں) کی خدمت بجالانا۔

(نفحات الانس ص129)

حضرت سیدنا سراج السالکین ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، مرید کا ادب یہ ہے کہ مشائخ کی عزت اور بھائیوں کی خدمت اور اسباب کے نکلنے اور اپنے نفس پر آداب شرع کی حفاظت کا التزام کرے۔

(نفحات الانس ص106)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کسی نے نصیحت کی درخواست کی۔ فرمایا اے بھائی! ایک دروازہ کو مضبوطی سے پکڑلو۔ تاکہ تمام دروازے تجھ پر کھل جائیں اور ایک آقا کے ہو کر رہو تاکہ تمام آقا تیرے آگے گردن جھکائیں۔

(سفینۃ الاولیاء ص170)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ آفتاب ولایت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اس کی ضروریات جل جائیں۔ اور اس کے مقصود ذات میں سے کچھ نہ رہا ہو۔ دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کے جمال کو دیکھ کر سب دلوں سے منہ پھیر لیا ہو۔ اس کا قبلہ پیر کا جمال ہو۔ اور پیر کی غلامی اور خدمت میں آزادی سے فارغ ہو گیا ہو۔ نیاز کا سر پیر کے آستانہ کے بغیر اور کہیں نہ رکھے بلکہ نیستی کی رقم اپنے وجود کی پیشانی پر بھیج دی ہو۔ پیر کے غیر کے وجود کے تفرقہ کے شعور سے چھوٹ گیا ہو۔

(نفحات الانس ص441)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو طالب خرزج بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ اس مرید کو کوئی فلاح نہیں جو استاد و پیر کی طرف سے خواری نہ اٹھائے۔اس کے تھپڑ نہ کھائے۔اس کی لعنک اللہ نہ سنے اور یرحمک اللہ نہ اٹھائی ہو۔ورد نا کامی سے زندہ نہ رہا ہو۔وہ خود چھوٹا ہوا ہو اور استاد اور پیر کی یعنی خلاصی نہیں پاوے۔حاصل کی ہو مرد، بے پدر (بغیر باپ کے) تو حرامزادہ ہوتا ہے اور بے پیر اور بے استاد لا یفلح ہوتا ہے یعنی خلاصی نہیں پاتا۔

(نفحات الانس ص 277)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابو الحسین بن نبان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں یعنی سعی (کوشش) کر کہ اپنے خواجہ کے دروازہ سے کسی حال میں جدا نہ ہو جائے۔کیونکہ وہ سب کی پناہ ہے مگر جو شخص اس آستانہ سے دور جا پڑا۔اس کو نہ کوئی قرار ہے نہ اس کا کوئی مقام ہے۔

(نفحات الانس ص 245)

حکایت: مریدین نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیں وصیت فرمائیے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دین پر مجتمع رہو اپنے اکابر کی مخالفت سے پرہیز کرو۔اور طاعت وعبادت کی ان سے اجازت لو۔اور ان کے مشورہ پر طاعات کرو اور اوراد و وظائف کرو۔اپنا جو سبق مرشد کریم عنایت کریں وہی کرو حسبِ استطاعت محتاجوں، مسکینوں اور ناداروں کی مدد کرو۔مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری محنت ضائع نہیں کرے گا

فائدہ: اگر کسی سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو رحمتِ الٰہی سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت قبولیت ہی قبولیت ہے۔

(تفسیر روح البیان ترجمہ ج 18 ص 306)

حکایت: حضرت سیدنا شیخ الشیوخ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا فرمایا مجھے سزا کے طور پر تیس سال تک کھڑے ہونے کی سزا ملی صرف اس لئے کہ میں نے ایک دن مبتدع (گمراہ بدعتی) کو نظر شفقت سے دیکھا تھا اور فرمایا گیا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو ایک دین کے مخالف کو نظر عنایت سے کیوں دیکھا۔

سبق آموز بات: یہ اس محدث اور بزرگ کی کہانی ہے جس پر محدثین کو ناز ہے پھر ایک معمولی کم فہم انسان پر کیا گزرے گی جو گمراہوں کی مجلسوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔

مسئلہ: بدمذہبی صرف انسانوں سے مخصوص نہیں بلکہ جنات وغیرہ میں بھی بدمذہب ہوتے ہیں

(روح البیان ج7 پارہ 8 ص 101)

عمدۃ المفسرین خواجہ محمد یعقوب ثم الچرخی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اے نیک بخت! جہاں تک تجھ سے ممکن ہو اس کے دوستوں کو دوست رکھ، یعنی مومنوں کو جو حقیقتاً دوستان حق ہیں اور بھر جو اس کے مخلص ترین دوست ہیں جو اولیاء اللہ ہیں، ان کو دکھ نہ دے تاکہ تو کہیں ہلاک و برباد نہ ہو جائے۔

بیت

"بسا اوقات ظاہری صورت نے کئی لوگوں کو گمراہ کیا۔ انہوں نے ظاہری صورت حال پر رویہ دکھایا مگر انجانے میں وہ اللہ عزوجل کے مقابل و مخالف ہو گئے۔ تو اس کے دوست و محبوب رکھ اور ان کی صحبت و ہم نشینی کا طلب گار رہ"۔

مثنوی

"اے کریم انسان! تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے حق کا سبق پڑھ۔ دیکھ کہ القائے شوق اور محبت میں آپ علیہ السلام کیا فرماتے ہیں میں چلتا رہوں تاکہ مجمع البحرین تک پہنچ جاؤں بحکم خداوندی، اتنی تگ و دو کے بعد جا کر میں کہیں سلطان زمن کا ساتھی بنو۔ میں اتنی وجاہت وسرفرازی اور اتنی اعلیٰ وارفع اور بلند مرتبت مسند نبوت پر فائز ہونے کے باوجود بحکم ربی متلاشی خضر علیہ السلام ہوا، پس اگر تجھے بھی خلعت زیبائی محبوبیت پہننا ہے تو اپنے آپ سے الگ و آزاد ہو، نفی ذات کر، میں سالوں تک پر و بال کے ساتھ محو پرواز رہا، سالوں تک نہیں بلکہ ہزراوں سال ان گنت و بے شمار، تو ان پاؤں کو زمین پر پڑا مت دیکھ اس لئے کہ عاشق یقین مرتبت تو دل پر چلتا ہے یعنی اس کی حکمرانی دلوں پر ہوتی ہے"۔

(تفسیر یعقوب چرخی، ص 207)

حضرت شیخ المشائخ سیدنا محمد بن احمد بن اسماعیل بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ان سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں کو زہد اور ترک دنیا کی طرف بلاتے ہو اور خود عمدہ عمدہ کپڑے پہنتے ہو۔ اور عمدہ کھانے کھاتے ہو یہ کیا بات ہے۔ آپ نے کہا جب تیرا حال خدا عزوجل کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ چاہئے تو نرم کپڑے اور عمدہ کھانا نقصان نہیں دیتا۔

(نفحات الانس ص 259)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید کے لئے مرشد کی خدمت اور اپنے بھائیوں کا ادب ضروری ہے اور تمام خواہشات نفس سے کنارہ کش ہو کر اتباع لازمی ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 403)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید مرشد کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے اور اس آئینہ میں اسی طرح دیکھا جا سکتا ہے جیسے مرید نور ارادت سے مشاہدہ کرتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 391)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مرید اپنے مرشد کی جس قدر خدمت کرتا ہے اس قدر اس کے مراتب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 370)

الصوفی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ صفحہ نمبر 45 میں لکھا ہے کہ طریق سلوک میں شیخ کی اتباع بہت ہی ضروری ہے

(اور اس راستہ میں شیخ کے اتباع کی بہت ہی ضرورت ہے) کیونکہ یہ غیبی راستہ ہے (جس کو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اس لئے) بدون رہنما کے یہ (کبھی) طے نہیں ہو سکتا اور (حضرت سیدنا شیخ کبیر) جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ میں دس برس تک (صوفیہ کرام کے) اس قول میں توقف (اور شک) کرتا رہا کہ ذاکر (اثنائے سلوک میں) ایک ایسے حال پر پہونچتا ہے کہ اگر (اس وقت) اس کے چہرہ پر تلوار ماری جائے تو اس کو (ذرا بھی)

احساس نہ ہو یہاں تک کہ (جب ہم کو خود یہ حالت پیش آئی تو اس وقت شک دور ہوا اور ہم نے اس بات کو (بعینہ) ویسا ہی پایا جیسا کہ مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا تھا اور جس شخص کو (کسی خاص حالت کا) ذوق حاصل ہو جاتا ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ ایسے شخص سے جس کو وہ ذوق نصیب نہیں ہوا یہ کہتا ہے کہ مجھ کو (فلاں حالت کا) ذوق حاصل ہے تو یقین کے ساتھ اس کی بات قبول نہیں کی جاتی، بلکہ محض تقلید کے طور پر مان لی جاتی ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شیخ کی مجلس میں مرید کے لئے بھی یہی آداب مقرر ہیں مرید کو چاہئے کہ شیخ کی مجلس میں بالکل خاموش بیٹھے اور شیخ کے روبرو اچھی اور عمدہ بات بھی اس وقت تک نہ کہے جب تک شیخ سے اجازت طلب نہ کرے اور شیخ کی طرف سے اجازت نہ مل جائے۔ شیخ کے حضور میں مرید کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر کے کنارے بیٹھا ہوا رزق کا منتظر ہو۔ وہ شیخ کی آواز پر اسی طرح گوش بر آواز رہے اور کلام شیخ کے ذریعے اپنے روحانی رزق کا انتظار کرتا رہے اس طرح اس کی عقیدت اور طلب حق کا مقام مستحکم ہوتا ہے۔ اور مزید فضل الٰہی کا مستحق بنتا ہے مگر جب وہ خود بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ جذبہ اس کو مقام طلب سے پیچھے ہٹا دیتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں انانیت ہے اور مرید کی ایک لغزش اور گناہ ہے (وَ ذٰلِکَ جِنَایَۃُ الْمُرِیْدُ)

(عوارف المعارف ترجمہ شمس بریلوی ص 595)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ ابوالمسعود رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد: حضرت سیدنا شیخ ابو المسعود رحمۃ اللہ علیہ الہام ربانی کے مطابق اپنے رفقاء سے ہمکلام ہوتے تھے اور فرماتے کہ میں بھی تمہاری طرح یہ کلام سن رہا ہوں ایک صاحب (مرید نے) جو اس مجلس میں موجود تھے اور اس نکتہ کو نہیں سمجھ سکتے تھے کہا کہ کہنے والا اپنی بات کو خوب جانتا ہے بھلا وہ سامع کی طرح کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو اس بات سے پہلے ناواقف تھا اسی عدم وقوف کی بنا پر وہ اس کی بات کو سنتا ہے یہ کہہ کر وہ اپنے گھر واپس آ گئے رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا

ان سے کہہ رہا ہے کیا غوطہ خور سمندر میں موتیوں کے لئے غوطہ نہیں لگاتا! مگر وہ اپنی تھیلی میں سیپیوں کو جمع کرتا ہے جن کے اندر موتی ہوتے ہیں۔ مگر اس وقت اس کو یہ موتی نظر نہیں آتے یہ موتی اس کو اس وقت نظر آتے ہیں جب وہ سمندر سے باہر نکل آتا ہے اور اس وقت وہ لوگ بھی ان موتیوں کے دیکھنے میں اس غوطہ خور کے برابر کے شریک ہوجاتے ہیں جنہوں نے غوطہ نہیں لگایا لیکن ساحل پر موجود ہیں۔ تب وہ سمجھ گئے کہ خواب میں یہ اشارہ شیخ ابوالمسعود رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی طرف ہے پس مرید کے لئے بہترین طرز ادب یہی ہے کہ شیخ کے حضور میں مکمل خاموشی اختیار کرے اور اس وقت تک گفتگو نہ کرے جب تک شیخ خود اس کے قول و فعل کی بھلائی اور بہتری کے لئے ابتدا نہ کرے۔

(عوارف المعارف ص 597)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک روز آپ نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تمہیں حضرت امام طریقہ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ایک نسبت حاصل ہوجائے اس کے بعد تم کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ اور اس کی صحبت میں بھی وہی نسبت پھر حاصل ہوجائے تو تم کیا کرو گے۔ کیا خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ دو گے پھر آپ ہی نے فرمایا کہ کسی دوسری جگہ سے اگر تمہیں وہی نسبت حاصل ہو تمہیں چاہیئے کہ ان کو حضرت سیدنا خواجہ بہاء الدین سے سمجھو۔ اور یہ حکایت بیان کی کہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں گیا وہ نہایت بھوکا تھا۔ اس نے اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کرکے کہا شیئاً للہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جو اس کا حال معلوم ہوا تو اپنے خادم کو حکم دیا وہ کھانا اس کے پاس لے گیا جب وہ درویش کھانا کھا کر فارغ ہوا تو پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کرکے کہا شکر اللہ قطب الدین حیدر۔ کہ آپ نے ہم کو کسی جگہ نہیں چھوڑا۔ جب خادم حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو آپ نے پوچھا کہ تم نے اس درویش کو کیسا پایا۔ خادم نے عرض کیا کہ وہ مہمل شخص ہے۔ کھانا تو آپ کا کھاتا ہے مگر شکر قطب

الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ کا کرتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مریدی اس سے سیکھنی چاہیئے کہ ظاہری و باطنی فائدہ جس جگہ پائے اسے اپنے پیر کی برکت سے سمجھے۔

(مشائخ نقشبندیہ ص154)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا طالب دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک مرید۔ دوسرا مراد۔

(۱) مرید وہ شخص ہوتا ہے جس کے دل میں پہلے سے جذب اور محبت اللہ تعالیٰ کی نہ ہو۔ لیکن وہ کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت ہو کر ذکر و شغل اور ریاضت و مجاہدہ کرتا ہوا بتدریج سلوک میں ترقی کرے۔ ایسا شخص بھی متقدمین اولیاء اللہ سے ریاضات و مجاہدات کرتا ہوا آخر میں واصل ہو کر محبوب بن جاتا ہے۔

(۲) مراد وہ ہوتا ہے جس کے دل میں ابتدا ہی سے جذب اور محبت اللہ تعالیٰ کی ہو۔ ایسے شخص کے لئے کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت ہونا ضروری ہے اور وہ بہت جلد واصل ہو کر اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ (مشائخ نقشبندیہ ص458)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پیر کے سامنے غیر کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے اور کسی کی طرف التفات نہ کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ التفات کسی کے خطاب کے جواب میں ہو۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آپ کے ایک مرید خاص سے خطاب کیا اس مرید نے بالکل اس کا جواب نہ دیا اور اس کی طرف التفات نہ کی۔ جب اس شخص نے خطاب میں بہت مبالغہ کیا تو حضرت محمد صدیق نے اپنے مرید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اس کو جواب میں یہ بیت کہہ دو:

من گم شدہ ام مرا مجوئید	از گم شدگاں سخن نگوئید

ترجمہ:

میں گمشدہ ہوں مجھے مت ڈھونڈو — گم شدگاہوں سے کوئی بات نہیں کہی جاتی

(مشائخ نقشبندیہ ص318)

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا انوار قدسیہ صفحہ نمبر 70 پر کہ مرید کے لئے صحبت شیخ (مرشد کریم ضروری ہے)۔

اور جاننا چاہئے کہ طالب علم کو علم پر عمل کرنا اور اس کے آداب بجالانا اور علم (کی برکت) سے انس و خیر نصیب ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ جماعت صوفیہ کا معتقد اور ان سے (ہمیشہ) ملتا جلتا نہ رہتا ہو اس کے بعد (بے شک) اس کو علم پر عمل کرنے کی توفیق ہوگی کیونکہ یہ حضرات اس کو ان وسائس پر تنبہ کریں گے جو کہ دل کو قبول خیر سے مانع ہوتے ہیں اس لئے کہ علم (بھی) نفس کے لئے ایک قوت ہے پس جتنا علم زیادہ ہوگا وہ اسی قدر نفس قوی اور متکبر اور خیر سے منکر ہوگا (تو عارفین اپنے خدام کو ایسے نسخے اور ترکیبیں بتلا دیتے ہیں جس سے علم کا زہریلا مادہ نکل جاتا ہے اور پاک صاف حصہ باقی رہ جاتا ہے)۔

اور حضرت سیدنا سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مذہب صوفیہ کے صحیح ہونے کی دلیل تمہارے سامنے یہ ہے کہ ان سے کرامات بکثرت ظاہر ہوتی ہیں (اگرچہ مقبولیت اور ولایت کے لئے کرامات کا ظہور کچھ ضروری نہیں نہ وہ اس پر موقوف ہے، مگر تاہم جس طرح معجزات نبی کی نبوت پر دلالت کیا کرتے ہیں اسی طرح کرامات ولی کی ولایت پر دلیل ہوتی ہے) اور فقہاء میں سے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے ہاتھ پر ایک کرامت بھی ظاہر ہوئی ہو، ہاں اگر (کوئی فقیہ) صوفیہ کے طریقہ پر چل چکا ہو (تو اس کے ہاتھ سے کرامات کا ظہور ہو سکتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ برکت محض علم کی نہیں ہے، بلکہ طریق صوفیہ پر چلنے کی برکت ہے) اور جو شخص کرامات اولیاء کی تصدیق نہیں کرتا وہ ان کی برکت سے محروم رہتا ہے۔

حضرت سیدنا شیخ المشائخ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت سے جمعیت کا فیض طلب کرو۔ اور مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کو

فاتحہ اور درود کے ثواب کا تحفہ پہنچا کر بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بناؤ کیونکہ ظاہر و باطن کی سعادت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر مبتدیوں کے لئے بغیر تصفیہ قلبی کے اولیاء کی قبروں سے فیض حاصل ہونا مشکل ہے اسی واسطے حضرت سیدنا امام طریقہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ کا مجاور ہونا قبروں کے مجاور ہونے سے بہتر ہے۔

(مشائخ نقشبندیہ ص318)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ عبد الخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدم رہو۔ جاہلوں سے بچو۔ اور جان مال سے مشائخ کی خدمت کرو۔ ان کی پیروی کرو اور ان کے سیر وسلوک کو نگاہ رکھو اور ان کے کسی کام سے انکار نہ کرو سوائے خلافِ شرع کے۔ اگر تم مشائخ کا انکار کرو گے تو کبھی کامیاب نہ ہو گے۔

(جواہر نقشبندیہ ص179)

ایک درویش حضرت سلطان المشائخ محبوب سبحانی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مفلسی کی وجہ سے حاضر ہوا فرمایا کہ کہہ دو اس وقت ہمارے پاس کچھ موجود نہیں۔ آج جو کچھ ملے گا تم کو دیدیا جائے گا۔ اس دن اتفاق سے کچھ نہیں آیا فرمایا کہ کل، اس طرح چند دن گزر گئے اور کہیں سے کوئی نذرانہ نہیں آیا۔ اپنے کفش مبارک اس درویش کو عطا فرمادیئے۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی عقیدت مند ہو گیا اور دہلی سے باہر چلا گیا راستہ میں امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ جو بادشاہ کے ساتھ کہیں گئے ہوئے تھے اور وہاں سے واپس دہلی آرہے تھے اس فقیر سے ملاقات ہوگئی امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اس درویش سے پوچھا کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا حال کچھ معلوم ہے؟ درویش نے کہا اچھی طرح ہیں۔ پوچھا کہ کوئی نشانی ان کی تیرے پاس ہے۔ کہا ہاں یہ آپ کے جوتے (مبارک) ہیں جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو عطا کئے ہیں۔ پوچھا ان کو فروخت کرتا ہے کہا ہاں پانچ لاکھ روپیہ جو سلطان محمد نے قصیدے کے صلہ میں خسرو کو دیئے تھے وہ سب آپ نے ان جوتوں کے عوض اس درویش کو دے دیئے۔ اور اپنے پیر کے جوتوں کو خرید لیا اپنے سر پر ان جوتوں کو رکھ کر سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

حاضر ہوئے سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خسرو! سستے خرید لئے۔

(سفینۃ الاولیاء ص136)

حضرت سیدنا نور محمد کنڈائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، جب بھی اپنے مرشد کریم خان حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوتے تو مرشد کے لئے پھل فروٹ سبزی ترکاری الغرض کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لے کر حاضر ہوتے تھے اور جب کبھی پیسے نہیں ہوتے تھے اس دن جنگل جا کر کلہاڑی سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور ان لکڑیوں کے تمام کانٹوں کو صاف کرتے تاکہ لنگر خانہ میں جلاتے وقت کسی خادم یا خادمہ کے ہاتھ کو کوئی کانٹا نہ چبھ جائے اور اس کو کوئی ایذا نہ پہنچ جائے۔

(سندھ کے صوفیاء نقشبند ج2، ص 375)

حضرت سیدنا ابراہیم قصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کے دنیا میں دو چیزیں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں ایک فقیروں کی صحبت دوسرا اولیاء اللہ کی محبت اور انکی خدمت۔

(سفینۃ الاولیاء ص22)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ سے اس فقیر عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ باوجود اس ریاضت، حال و مکاشفہ اور تصرفات جو آپ رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجہ کمال موجود تھے مشائخ پیروں) کی صحبت میں رہ کر اور کیا چیز حاصل کی۔ شیخ المشائخ شیخ عبد الوھاب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: جو کچھ مجھے ملا ہے وہ مشائخ کی صحبت بابرکت کا فیض ہے پھر تھوڑی دیر بعد کہا میرا مذہب اور میری اسلامی شریعت کی بقاء و قیام کا انحصار ہی ان بزرگوں کی برکات پر ہے۔ ابتدائی زمانہ میں ایسے مختلف حالات پیش آئے کہ میں کہتا اللہ ہی جانتا ہے میرا کیا حشر ہوگا اور کس جنگل میں حیران و پریشان پھروں گا لیکن بزرگوں کے طفیل اور ان کی صحبت کی وجہ سے میرا طریقہ دین اسلام مستحکم و مضبوط ہوا اور اصلی کام یہی ہے کہ آخرت کے کام درست ہو جائیں۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اے بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھا لاؤ۔ آپ نے دریافت کیا وہ طاق کس جگہ ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ طاق تو کجا میں نے آپ کے روبرو کبھی سر بھی نہیں اٹھایا اس وقت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تم مکمل ہو چکے لہٰذا بسطام واپس چلے جاؤ۔

(تذکرۃ الاولیاء ص104)

فائدہ: اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو اور مرشد کریم کی موجودگی میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے یا آپس میں باتیں کرنے سے یا آپس میں لڑائی جھگڑا کرنے سے پرہیز کریں اور مرشد کریم کے غیر موجودگی میں دنیاوی بات نہ کریں وعظ و نصیحت کریں صوفیاء حضرات جب ذکر کرے شیخ طریقت کے ساتھ تو شیخ کے ماتھے پر نظر کریں۔

حضرت سیدنا شیخ عبد الحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سالکان طریقت کو چاہئے کہ مشائخ کے اقوال پر اعتماد کرے اور کامل طور پر ان کے احکام پر کاربند رہے اگرچہ میں اس مسئلہ میں اختلاف رکھتا ہو لیکن اس کی بابت (متعلق) کوئی شک و شبہ نہ کرتے ہوئے پیر و مرشد کے حکم پر آمنا و صدقنا کہے اور مزید فرمایا یہ وہ راستہ ہے کہ اس میں شروع ہی سے پیر و مرشد کے کہے کو بے چون و چرا (کیوں؟ کیا؟ کیسے؟ کے بغیر) مانتا رہے۔ ورنہ آگے چل کر اس کے لئے نقصان کا سبب ہوتا ہے پہلے تو پیر و مرشد کی پیروی و اعتقاد میں مشغول رہے اور پھر رفتہ رفتہ ان کی صحبت اور اپنے ذوق و شوق فطرت سلیمہ کے مطابق تحقیق و یقین کے مرتبہ پر فائز ہو جائے۔

(اخبار الاخیار ص689)

ایک محقق عالم دین حضرت علامہ مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضوی جلد نمبر 24 میں تحریر فرماتے ہیں کہ پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، اس کی رضا کو اللہ عزوجل کی رضا

اس کی ناخوشی کو اللہ عزوجل کی ناخوشی جانے ، اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے ، اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے ، مال اولاد جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے ، اس کی جو بات اپنی نظر میں خلافِ شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے ، نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے ، دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب بھی پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے ، ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے ، اس کے حضور بات نہ کرے ہنسنا تو بڑی چیز ہے ، اس کے سامنے آنکھ کان دل ہمہ تن اُسی کی طرف مصروف رکھے ، جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے ۔ اس کے کپڑوں ، اس کے بیٹھنے کی جگہ ، اس کی اولاد اس کے مکان ، اس کے محلّہ ، اس کے شہر کی تعظیم کرے ۔ جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے دیر نہ کرے ، سب کاموں پر اسے تقدیم دے ۔ اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ میں نہ بیٹھے اس کی موت کے بعد بھی اُس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت و عافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے اور اگر انتقال ہو گیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ و درود کا ثواب پہنچائے ، اس کے دوست کا دوست ، اس کے دشمن کا دشمن رہے ۔ غرض اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کے علاقے کو تمام جہاں کے علاقے پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کاربند رہے وغیرہ وغیرہ جب یہ ایسا ہو گا تو ہر وقت اللہ عزوجل و سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرات مشائخ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں حشر میں میزان پر صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی ۔ اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحبِ سلسلہ حضور پُر نور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یا پھر نقشبندیوں کے امام خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا پھر خواجہ خواجگان معین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یا پھر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور پھر یہ سلسلہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور اُن سے حضرت سیدنا امام المرسلین رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن سے اللہ رب العٰلمین تک مسلسل چلا گیا ہے ، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو پھر اس کا حُسنِ

اعتقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت شیخ المشائخ شاہ مجا قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید ابو یوسف) کی طرف ایک مکتوب لکھا ہے۔ میری جان ۔مرید کیلئے تنہا رہنے سے صحبت بہتر ہے۔ کیونکہ تنہائی میں آفات ہیں۔اور صحبت میں حالات۔اور پیر کی ایک ساعت کی صحبت خلوت سے کئی درجہ بہتر ہے۔اور خلوت تب اختیار کرے۔جبکہ خلوت وصحبت اس لئے یکساں ہوا گر مرید اس مرتبہ تک نہ پہنچے اور خلوت کا طالب ہو جائے تو اس صورت میں خلوت اس کیلئے موجب آفت ہے۔میری جان۔مرید کو پیر کی صحبت نماز پنجگانہ وروزہ رمضان کی طرح فرض جاننی چاہئیے اور اس پر عمل کرنا چاہئیے۔تاکہ اس پر حالات منکشف ہوں۔

(فیض الکریم،ص،37)

زبدۃ العارفین حاجی حافظ عبد الکریم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا مرید کو لازم ہے کہ شیخ کے کلام میں جدال نہ کرے اگر حق بجانب مرید ہو شیخ ایسے کلام کو کسی مصلحت کے سوا نہیں کہتا اور جدال ایک قسم کا اعتراض ہے۔اور اعتراض شیخ سے حرام ہے۔اور جدال کرنے والا مرید مسخرہ شیطان ہوتا ہے۔اور ہوائے نفس میں غرق ہے اور اہل طریق کے نزدیک اس کی برائی ظاہر ہے۔فعل مباح میں جس نے شیخ سے منع کیا ہو۔علماء کے اقوال پر حجت لانا مرید کی بدبختی کی علامت ہے۔ایسا مرید ہرگز فلاح نہیں پاتا۔

(فیض الکریم،ص،31)

حضرت خواجہ خواجگان زبدۃ الواصلین معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس نے کچھ پایا وہ خدمت پیر سے پایا۔مرید پر لازم آتا ہے کہ وہ فرمان پیر سے سر مو(بال کے برابر) بھی انحراف نہ کرے، پیر جو فرمائے اسے گوش ہوش سے سنے نماز تسبیح اور اوراد کی جو تلقین کرے اس پر عمل کرے پیر مرید کو سنوارنے کیلئے اور اسے کمال تک پہنچانے کیلئے عمل کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

(ہشت بہشت،ص،75)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کوئی مرید ہونے کو آئے تو پیر میں اس قدر قوت باطنی ہونی چاہئیے کہ اپنے مرید کے دل کا زنگ اپنے نور معرفت

سے صاف کردے اگر یہ قوت نہیں ہے تو مرید نہ بنائے جو خود گمراہ ہے دوسروں کی رہبری کیا کریگا۔

(ہشت بہشت، ص، 222)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص سات دن والدین مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامہ میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور جو قدم اٹھاتا ہے اس کے بدلے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

(ہشت بہشت، ص، 337)

حضرت سیدنا زبدۃ العارفین خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے درویش! میں نے ایک بزرگ سے سنا ایک دن صدق سے اپنے پیر کی خدمت کرنا بے صدق کی ہزار سالہ خدمت کرنے سے بہتر ہے۔

مزید فرمایا اے درویش! جب تک تو درویشوں کی خدمت نہ کرے گا کبھی بھی کسی مقام پر نہ پہنچے گا۔

حضرت خواجہ خواجگان زبدۃ الواصلین معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے خواب کے کپڑے سر پر بیس سال اٹھائے رکھے حج میں ہمراہ لے گئے پھر جا کر انھیں یہ نعمت نصیب ہوئی۔

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی مرید۔ جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو۔ لیکن ورد وغیرہ بہت کم کرتا ہو۔ مگر شیخ کی محبت اس کے دل میں بہت ہو۔ اور پیر پر اس کا اعتقاد نہایت پکا ہو۔ اور دوسرا مرید جو طاعت و تسبیح اور اوراد وغیرہ بہت کرتا ہو۔ اور اس نے حج بھی کئی کئے ہوں۔ لیکن اس کا اعتقاد پیر کے حق میں درست نہ ہو۔ تو ان میں سے مرتبے میں کون افضل ہے؟ فرمایا جو پیر کا محبّ اور معتقد ہے۔ اس کا مرتبہ دوسرے سے افضل ہے۔

(ہشت بہشت، ص، 868)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاگرد کو اپنے استاد کے ساتھ علم دین حاصل کرنے کے سبب محبت ہے اور مرید کو اپنے مرشد سے راہِ طریقت معلوم کرنے کی

وجہ سے محبت ہے، بلکہ استاد کو اپنے شاگرد کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے وہ بھی اس بناء پر ہوتی ہے کہ دین کا سلسلہ اس کی وجہ سے مدتوں تک میرے ساتھ منسوب ہوکر جاری رہے گا اور مجھ کو آخرت میں صدقہ جاریہ کا اجر ملے گا۔اسی طرح اپنے خادم اور محسن کے ساتھ اسی نیت سے محبت ہوتی ہے کہ ان کی خدمت اور احسان کی وجہ سے فارغ البالی حاصل ہوتی اور اطمینان کے ساتھ عبادت و اطاعت کا وقت نصیب ہوتا ہے۔پس یہ سب اللہ عزوجل ہی کے واسطے محبت ہے کیونکہ کوئی دنیاوی غرض اس محبت سے مقصود نہیں ہے مگر پھر بھی چونکہ خاص اللہ عزوجل کی ذات مطلوب نہیں ہے، اس لئے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی اللہ عزوجل کے پیارے اور نیک بندے سے بغیر کسی دینی غرض کے صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ یہ شخص اپنے محبوب یعنی حق تعالیٰ کا محبوب ہے؛ کیونکہ معشوق کے کوچے کا کتا بھی دوسرے کتوں سے ممتاز ہوتا ہے، پھر بھلا کیسے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ سے محبت ہو اور اس کے محبوب بندوں سے محبت نہ ہو۔یاد رکھو کہ رفتہ رفتہ یہ تعلق یہاں تک قوی ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب بندوں کے ساتھ اپنے نفس کا سا برتاؤ ہونے لگتا ہے بلکہ اپنے نفس پر بھی ان کو ترجیح ہوتی ہے۔پس جتنا بھی یہ علاقہ مضبوط ہوگا اسی قدر کمال میں ترقی ہوگی۔

(تبلیغ دین، ص79)

حضرت عارف باللہ سیدی ابراہیم الدسوقی القرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرید اپنے شیخ کی بارگاہ میں میت کی صورت میں ہوتا ہے۔کوئی حرکت نہ کوئی کلام اس کے حضور اجازت کے بغیر گفتگو نہیں کرسکتا اور شادی سفر باہر جانا اندر آنا خلوت جلوت علم یا قرآن کریم یا ذکر یا خانقاہ میں خدمت میں مصروف ہونا وغیرہ سب کام شیخ طریقت کی اجازت کے بغیر نہیں کرنا۔پرانے بزرگوں اور بعد والوں کا اپنے مشائخ کے ساتھ یہی دستور تھا کیونکہ شیخ ہی سب کا والد ہے اور اولاد پر واجب ہے کہ اپنے والد کی نافرمانی نہ کرے اور نہ فرمانی کیلئے ہم کوئی ضابطہ نہیں دیکھتے جس کے ساتھ ہم اسے منضبط کردیں۔یہ مسئلہ تو تمام احوال میں جاری ہے اور اسے اہل طریق نے اسی طرح مقرر کیا ہے کہ وہ ایسے ہے جیسے غسل دینے والے کے

ہاتھوں میں میت تو اے بیٹے اپنے والد کی اطاعت کو لازم کر اپنے جسم کے والد سے مقدم سمجھ کیونکہ باطن کا والد ظاہر کے والد سے زیادہ نفع بخش ہے۔ کیونکہ وہ بیٹے کو ایک منجمد لوہے کے ٹکڑے کی صورت میں پکڑتا ہے اسے پگھلاتا ہے قطرات میں بدلتا ہے اور اس پر سر صنعت سے ایک سرڈالتا ہے اور اسے خاص سونا بنا دیتا ہے۔ اے بیٹے! اسے سن تجھے فائدہ ہوگا۔ کئی فقراء نے اپنے مشائخ کی صحبت اختیار کی حتیٰ کہ فوت ہو گئے مگر ادب نہ ہونے کی وجہ سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور بعض، بُغض وعناد کا شکار ہو گئے۔ ہائے افسوس مردوں کے روگردانی غیر موافق لوگوں کی صحبت اور مرید کے محالات پر کان دھرنے سے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 361)

حضرت شیخ المشائخ الشیخ محمد ابوالمواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کئی مرتبہ مرید سے مزید نعمتیں صرف اس لئے روک لی جاتی ہے۔ کہ اس نے اپنے شیخ کے قول اور فعل پر کیوں ،کس لئے، کہد یا کیونکہ یہ اہل طریقت کے نزدیک گناہ ہے جس کا شعور ہر ایک کو نہیں ہے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 551)

حضرت شیخ المشائخ الشیخ علی نورالدین المرصفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب مرید سے ایسی چیز واقع ہو جو کہ اس کے شیخ کے نزدیک قابل مذمت ہے اور وہی چیز غیر شیخ کے قابل تعریف ہے تو اہل طریقت کے نزدیک اس پر واجب ہے کہ اپنے شیخ کی کلام کی طرف رجوع کرے اس کے غیر کی کلام کی طرف نہیں۔ اور اگر مرید کیلئے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ اس کے شیخ کا کلام علماء کی کلام کے یا ان کے دلیل کے خلاف ہے تو اس پر اپنے شیخ کے کلام کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ اور اَولیٰ ہے جبکہ راسخین فی العلم سے ہو۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 641)

حضرت شیخ المشائخ الشیخ علی نورالدین المرصفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مرید اپنے شیخ کے حکم سے باہر ہو جاتا ہے اس کی مجلس سے تعلق توڑ لیتا ہے تو اگر اس کا سبب شیخ سے یا اس کی جماعت سے شرم ہے جو کسی لغزش میں اس کے گرنے یا کسی کوتاہی میں پڑنے کی وجہ سے تو

وہ طلاق رجعی کی طرح ہے۔پس شیخ کو چاہئیے جب رجوع کرے تو قبول کر لے۔کیونکہ شیخ کی حرمت اس مرید کے نفس میں باقی رہی ہے خصوصاً مرید اپنی کج روی کی حالت میں شیخ کی طرف انتہائی محتاج ہوتا ہے۔پس شیخ کو چاہئیے کہ اس مرید پر نرمی کرے سختی نہ کرے۔اور چھوڑے نہیں مگر جب شیخ اور مرید کے مابین قوت عہد کی وجہ سے اس پر اعتماد ہو۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی،ص، 641)

حضرت شیخ المشائخ الشیخ علی نور الدین المرصفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید کو حق نہیں پہنچتا کہ اپنے شیخ سے اس کی ناراضگی اور اسے چھوڑ دینے کی وجہ پوچھے بلکہ یہ سوئے ادب ہے اہل طریقت کے نزدیک مرید کیلئے جائز نہیں اپنے طرف سے کبھی بھی جواب دے جبکہ اس کے شیخ نے اسے کسی گناہ میں ملوث قرار دیا ہو کیونکہ شیخ وہ کچھ دیکھتا ہے جو مرید کو نظر نہیں آتا کیونکہ وہ طبیب ہے۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی،ص، 641)

حضرت شیخ المشائخ الشیخ محمد بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین آدمی اکثر فلاح نہیں پاتے۔اکثر تین آدمی فلاح سے محروم رہتے ہیں۔
شیخ کا بیٹا،اس کی بیوی،اس کا خادم۔

(۱) بیٹا تو اس لئے محروم رہتا ہے کہ وہ ایسے ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے کہ مریدین اس کے ہاتھ چومتے،اسے گردنوں پر بیٹھاتے اس سے برکت لیتے اور اس کے مطالبے پر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔تو اس کا نفس بڑا ہو جاتا ہے اور بچپنے سے ہی سرداری کی محبت میں پلتا ہے۔اب اس پر تاریکی کی صفات پے در پے وارد ہوتی ہے۔اس میں کسی واعظ کا وعظ اثر نہیں کرتا۔اور اکابر پر جرأت کرتا ہے اور اپنے اوپر ان کی بزرگی کی نفی کرتا ہے۔اور اگر با صلاحیت ہو کر آتا تو اپنے والد سے بڑھ جاتا اور اپنے والد سے ہر کسی سے زیادہ نفع حاصل کرتا۔

(۲) رہی اس کی بیوی تو شیخ کو شوہر کی نظر سے دیکھتی ہے نہ کہ ولایت کی نظر سے وہ سمجھتی

ہے کہ یہ خواہش میں اس کا محتاج ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کی نگاہ کو روشن فرماتا اور وہ اسے ولایت کی نظر سے دیکھتی تو ہر کسی سے پہلے اس سے نفع پاتی کیونکہ وہ دن رات اسی سے وابستہ رہتی ہے

(۳) اور خادم اس لئے محروم رہتا ہے کہ وہ شیخ کو بار بار دیکھتا ہے اس کے کھانے پینے اور سونے کے حالات پر اسے آگاہی ہوتی ہے۔ اسی لئے صوفیاء کرام نے فرمایا ہے۔ کہ شیخ کو خاص ضرورت کے بغیر اپنے مرید کے ساتھ مل کر کھانا پینا اور بیٹھنا نہیں چاہئیے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے دل سے اس کا احترام ختم نہ ہو جائے۔ پس اس کا دل برکت سے محروم ہو جائے۔ اور یوں صحبت کی برکت سے محروم رہے۔ اگر خادم اپنے شیخ کو تعظیم سے دیکھے تو دوسروں کی نسبت اسے زیادہ نفع اور کامیابی حاصل ہو۔

(برکات روحانی طبقات امام شعرانی، ص، 327)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین سے فرمایا کرتے تھے: اگر میں جانتا کہ دو رکعت نفل کی ادئیگی میرے لئے تمھارے ساتھ بیٹھنے سے افضل ہے تو میں تمھارے پاس نہ بیٹھتا۔

(کتاب اللمع فی التصوف، ص، 331)

جب شیخ کی طرف سے کسی مرید کے ساتھ مسلسل بے توجہی اور بے التفاتی رہے اور مرید کی معنوی تربیت و اصلاح نہ ہو رہی ہو تو کوئی دوسرا مرشد ایسے شخص کو بیعت کر کے تربیت معنوی کر سکتا ہے۔ اگر والدین کسی بچے کو ابتدائی بچپن میں جبکہ وہ ابھی ناسمجھ ہوتا ہے کسی بزرگ کا بیعت کروا دیتے ہیں۔ اس طرح بیعت تو ہو جائیگی لیکن یہ بیعت تبرک کہلائے گی جب وہ بچہ بالغ ہوتا ہے اور بیعت کی حقیقت کو جان لیتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو کسی دوسرے بزرگ کی طرف مائل پاتا ہے اور اسکی صحبت میں بیٹھ کر اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے تو وہ اس دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر سکتا ہے۔

(آئینۂ تصوف، ص، 147)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد الطالبین صفحہ نمبر 50 پر تحریر فرمایا: اپنے پیر کو افضل سمجھنے کا مفہوم:

مسئلہ: بعض صوفیاء اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیر کو دوسرے مشائخ سے افضل سمجھنے اور بعض کہتے ہیں کہ اس طرح کا اعتقاد باطل ہے اس لئے کہ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْم" ترجمہ: ہر علم والے سے بڑھکر دوسرا صاحبِ علم موجود ہے۔

فقیر (حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ) یہ کہتا ہے کہ فضیلت دینا دو طرح کا ہے ایک تو اپنا پیر بنا لینے کے اعتبار سے اور اس صورت میں فضیلت اس معنی میں ہے کہ اپنے پیر کو خود اپنے حق میں اوروں (پیروں) سے زیادہ نفع بخش (انفع) مانے۔ یہ (بالکل) صحیح ہے۔ دوسرے بے اختیاری سے افضل سمجھنا جو سکر (بیخودی میں) اور فرطِ محبت کا نتیجہ ہے کہ جب محبت کامل ہوگئی تو عاشق کو اپنی نگاہ میں غیر محبوب کے فضائل محبوب سے کم نظر آنے لگے۔ اس صورت میں وہ معذور ہے کیونکہ وہ نشۂ محبت میں چور ہے۔ ان دو تاویلات کے سوا فضیلت دینے کے کوئی اور معنی نہیں ہو سکتے۔

حضرت سیدنا زبدۃ العارفین شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے حقائق صفحہ 68 پر تحریر فرماتے ہیں مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ (اپنے مرشد) شیخ کی موجودگی یا عدم موجودگی۔ ہر حال میں شیخ کی تعظیم و تکریم کرے اور اس کی حرمت کی حفاظت کرے۔

حضرت علامہ شیخ ابراھیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس نے مشائخ کی حرمت کو چھوڑ دیا وہ جھوٹے دعوؤں میں مبتلا ہو کر بالآخر شرمندگی اُٹھاتا ہے۔

حضرت علامہ شیخ المشائخ محمد بن حامد ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر تمہیں کوئی ایسا مقام مل جائے جس کے بعد تیرے دل میں شیخ (طریقت) کی حرمت و لذت نہ رہے اور نہ ہی اس مقام والوں کی دل میں عزت رہے تو سمجھ لینا کے تم دھوکے میں ہو اور استدراج کا شکار ہو گئے ہو۔

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ

(کنز العمال ج،4 ص444، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور خوب سکھایا

تیرہواں باب
آداب مریدین
کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

مفسر قرآن حضرت علامہ حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ''یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا '' اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو اور اے وہ لوگو جو خدا عزوجل کی طرف راغب ہوئے ہو۔ ''لَاتُقَدِّمُوۡا '' آگے نہ بڑھاؤ اپنی باتوں کو ''بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ '' خدا عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بات کے آگے یعنی بات نہ کرو اس سے پہلے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے امر و نہی میں جلدی نہ کرو یا کتاب و سنت کی تاویل بیان کرنے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت نہ لے جاؤ، کہ وہ اس سے بہت زیادہ واقف ہے۔ ''وَاتَّقُوا اللّٰہَ '' اور کام میں بات میں حضور (آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے بڑھ جانے میں خدا عزوجل سے ڈرو ''اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ '' بیشک خدائے تعالیٰ تمہارے باتیں سننے والا ہے۔ ''عَلِیۡمٌ '' تمہارے افعال کو جاننے والا ہے۔ ''یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ' اے ایمان والو! لَا تَرۡفَعُوۡۤا آاونچی نہ کرو اَصۡوَاتَکُمۡ اپنی آوازوں کو ''فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ '' پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آواز کے اوپر کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو آداب مجلس کے طریقے سکھاتے ہیں یعنی جب بات کرو تو اپنی آواز کو حضور (آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے اونچی نہ کرو، ''وَلَا تَجۡھَرُوۡا '' اور کھل کر نہ بولو ''لَہٗ بِالۡقَوۡلِ '' آپ سے بات کو یعنی چلا کے آپ کو نہ پکارو ''کَجَھۡرِ بَعۡضِکُمۡ '' جیسے کھل کر بولتے ہیں بعض تم میں سے ''لِبَعۡضٍ '' بعض سے بلکہ اپنی آواز کو بہت نرم کرکے بات کرو تاکہ لوازم آداب کی رعایت کرتے رہو۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حضور (آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نام اور کنیت سے نہ بلایا کرو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کے خطاب کرو ''اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ '' تاکہ تمہارے عمل باطل نہ ہو اس جرأت اور بے ادبی کی وجہ سے ''وَاَنۡتُمۡ لَاتَشۡعُرُوۡنَ '' اور تمہیں خبر نہ ہو کہ تمہارے عمل بے ادبی کی وجہ سے

اکارت گئے۔ بزرگوں نے کہا ہے۔ ''مَنْ تَرَکَ الْاَدَبُ رُدًّا عَنِ الْبَابِ'' جس نے ادب کو چھوڑ دیا رد کیا گیا دروازے سے۔ ابلیس کی نولاکھ سالہ عبادت ایک بے ادبی میں ضائع ہوگئی۔

نگاہ دار ادب در طریق عشق و نیاز	کہ گفتہ اند طریقت تمام او ادب است

عشق و نیاز کے راستہ میں ادب کو نگاہ رکھ

کیونکہ کہتے ہیں کہ طریقت ساری کی ساری ادب ہے۔

(تفسیر حسینی الموسوم بہ تفسیر سعیدی، ج ، 2، ص 356)

حضرت علامہ جلال الدین محلی و علامہ جلال الدین سُیوطی (رحمۃ اللہ علیہم) فرماتے ہیں کہ انتہائی ادب کا تقاضا اور '' اِلَیْہِمْ '' یہ نکتہ ہے کہ یہ انتظار اس وقت تک رہنا چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باہر تشریف آوری تمہارے لئے ہی ہو ورنہ اگر تشریف تو لے آئے مگر دوسرے کام کیلئے یا دوسری طرف متوجہ ہو گئے تو پھر بھی صبر و انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ خروج اَلَیْہِمْ نہیں ہے جو غایت ہے صبر کی بلکہ توجہ اِلَیْہِمْ ہے جو کافی نہیں ہے ایسی صورت میں با ادب کھڑے رہو حتی کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف متوجہ ہو جائے یا قرائن سے معلوم ہو جائے کہ تمہاری ہی لئے تشریف آوری ہوئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پڑھنے اور سننے کے وقت بھی نیز قبر شریف کے پاس حاضری کے وقت بھی آداب نبوی ملحوظ رہنے چاہئیں حتی کہ خلفاء اور علماء ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ بھی درجہ بدرجہ انھیں آداب سے پیش آنا چاہیئے تا کہ جماعتی نظام قائم رہے۔ جو آنحضرت (آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متبع ہیں وہ ان احکام کے بھی متبع رہیں گے تاہم سوئے ادبی کا وبال اتنا نہیں ہوگا لیکن بلا ضرورت ایذا رسانی حرام ضرور ہے تاہم فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

(کمالین، جلالین شریفین، ج،6، ص، 241)

حضرت علامہ جلال الدین محلی و علامہ جلال الدین سُیوطی (رحمۃ اللہ علیہم) فرماتے ہیں کہ

لطائف آیات یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا میں شریعت کی پابندی اور ادب کی رعایت اور تقاضائے طبعی چھوڑ دینے کا ذکر ہے۔ "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ" یہ آیات اصل میں شیخ (طریقت) کے ادب واحترام کی ہیں۔ "لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ" اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کو اپنی رائے کے مطابق بنانے کی کوشش نہ کرے۔

(کمالین، جلالین شریفین، ج،6،ص،246)

حضرت شیخ المشائخ ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اکابر اور اولیاء بزرگوں کی مجالس کا ادب بہت بڑے اور اونچے مراتب تک پہنچاتا ہے اور دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب ہوتی ہے۔

جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب ضروری ہے۔ ایسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت مطہرہ پر عمل کرنے والے علماء (مشائخ) باعمل کا ادب بھی ضروری ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ" اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور خوب سکھایا۔

(روح البیان) کنز العمال ج،4 ص 444، مطبوعہ بیروت)

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا آدَابَھُمْ ترجمہ: اپنی اولاد کو تعظیم اور اچھے آداب سکھاؤ

(کنز العمال ج،6 ص 512، مطبوعہ بیروت)

صاحب معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ علماء دین اور دینی مقتداؤ کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئیے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ علماء اور مشائخ دین کا بھی یہی حکم کیونکہ وہ وارث انبیاء ہیں اور دلیل اس کی یہ واقع ہے کہ ایک دن حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تنبیہ فرمائی۔ اور فرمایا کہ کیا! تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو۔ جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء علیہم السلام کے بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بہتر اور افضل ہو۔

اس لئے علماء نے فرمایا کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا

چاہیئے۔ایک صفحہ آگے چل کر مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ کسی اپنے دینی مقتدا استاد یا مرشد کی ایذا رسانی ایسی ہی معصیت ہے جس سے سلب توفیق کا خطرہ ہوتا ہے۔اس طرح یہ افعال یعنی تقدم علی النبی اور رفع الصوت ایسی معصیت ٹھہریں کہ جن سے خطرہ ہے۔کہ توفیق سلب ہو جائے ۔اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچا دے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔اور کرنے والے نے چونکہ قصد اایذا کا ارادہ نہ کیا تھا اس لئے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا مرشد بنایا ہو تو اس کے ساتھ بھی گستاخی و بے ادبی کا بھی یہی حال ہے کہ بعض اوقات وہ سلب توفیق اور خذلان کا سبب بن جاتی ہے۔جو انجام کار متاع ایمان کو بھی ضائع کر دیتے ہیں (نعوذ باللہ منہ)۔

(معارف القرآن، ج،8،ص،100،102)

حضرت سیدنا پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ضیاء القرآن جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 577,588 میں تحریر فرماتے ہیں لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ادب واحترام کے درس کا آغاز لَا تُقَدِّمُوْا سے فرمایا جا رہا ہے۔حضرت سیدنا علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنا پیشوا یا امام (اپنے استاد یا پیر) کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر اور نہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو عرب کہتے ہیں۔

''فلا ن یقدم بین یدی امامه ''یعنی فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے۔

حضرت سیدنا علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس جملہ کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کی ہے۔''عن ابی عباس لا تقولو اخلاف الکتاب و السنة''

کہ کتاب (اللہ عزوجل) وسنت (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خلاف مت کہو۔حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے رب کریم اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے ''علی الرغم'' کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اس امر کا بھی اعلان کر رہا ہوتا ہے۔کہ آج کے بعد اس کی خواہش اس کی مرضی اس کی مصلحت خدا عزوجل اور اس

کے رسول کے حکم پر بلاّ مل (چوں چرا) قربان کر دی جائے گی۔ ''**لاتقدموا بین یدی الله ورسوله**'' کہ مختصر کلمات میں معانی اور مطالب کا بحر بیکراں موجزن ہے۔ یہاں ایک غور طلب ہے۔ **لاتقدموا** متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے میں خلاف ورزی ممنوع ہوتی۔ مفعول کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ کوئی عمل ہو، کوئی قول ہو زندگی کے کسی شعبہ سے اس کا تعلق ہو اس میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشاد سے انحراف ممنوع ہے۔ نیز اگر مفعول ذکر کر دیا جاتا تو سامع کی توجہ ادھر بھی مبذول ہو جاتی۔ اس کو ذکر نہ کر کے بتا دیا۔ کہ تمہاری تمام تر توجہ **لاتقدموا** کے فرمان پر مرکوز (قربان) ہونی چاہیئے۔

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ مجددی مظہری پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ: آداب شیخ کی بجا آوری میں کوتاہی حرام ہے کیونکہ یہ (روحانی) ترقیات میں رکاوٹ بن جاتی ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''**یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ**'' (پارہ 26 سورۂ حجرات، آیت 2) ترجمہ: اے مسلمانو! اپنی آواز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ اپنی بات کو اتنی بلند آواز سے کہو جیسی تم آپس میں کرتے ہو۔ اس سے ڈرو کہ اس بے ادبی کے اثر سے تمہارے نیک کام اکارت نہ ہو جائیں اور تم کو اس کی خبر بھی نہ ہونے پائے۔ اب چونکہ پیر نائب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے لہٰذا وہی آداب اس کے ساتھ بھی ملحوظ رکھے چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اسی لئے فرض ہے کہ وہ خدا عزوجل تک پہنچانے والا ہے اور اس کی محبت خدا عزوجل کی محبت کا ذریعہ ہے اور اس کی معیت (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا) اللہ عزوجل کی معیت کا سبب ہے اسی طرح پیر کی محبت بھی فرض ہے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ تک اور اس کی محبت تک پہنچانے والا ہے

(ارشاد الطالبین، ص، 50)

حضرت شیخ المشائخ ابو عبد الرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدبختی کی تین علامتیں ہیں:

1 کسی انسان کو علم عطا کیا گیا ہو مگر عمل سے محروم رکھا گیا ہو۔

2 اگر عمل عطا کیا گیا ہو تو اخلاص سے محروم ہو۔

3 اور کسی کو صالحین کی صحبت نصیب ہو مگر وہ ان کا احترام نہیں کرتا۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 163)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا! کہ انسان کو سب سے بہتر کونسی نعمت عطاء فرمائی گئی ہے؟ آپ (حضرت امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: فطرت عقل عرض کیا گیا اگر یہ نہ ہو تو۔ حُسنِ ادب۔ عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ ہو۔ فرمایا کوئی نیک دوست ہو جس سے یہ مشورہ حاصل کرتا ہے عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ ہو تو۔ طویل خاموشی اختیار کر لے۔ عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ ہو تو۔ فرمایا اس وقت اس کو موت آ جانا چاہئے۔

(عشق مجازی کی تباکاریاں، ص، 42)

حضرت سیدنا جابر بن ثمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ کہ تاجدار مدینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''اگر آدمی اپنے لڑکے کو ادب سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایک صاع کی مقدار میں صدقہ دے''۔ اور فرمایا ایک والد اپنے بیٹے کو ادب سے بہتر تحفہ نہیں دے سکتا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ بیٹے کا والد پر یہ حق ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کی اچھی طرح ادب و تربیت کرے۔

(عوارف المعارف، ص، 297)

فائدہ صوفی: ادب ایک ایسی کنجی ہے جس سے فیض کا دروازہ کھلتا ہے۔ بے ادب نہ شریعت میں مقام حاصل کر سکتا ہے اور نہ طریقت سے فیضیاب ہو سکتا ہے سب سے پہلے ابلیس نے بارگاہ الٰہی میں بے ادبی اور نافرمانی کا مظاہرہ کیا اور مردود ٹھرا۔ ابولہب اور ابوجہل نے بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے ادبی دکھائی تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہلاکت و بربادی ان کا مقدر بن گئی اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کی نافرمانی اور بے ادبی کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اسی طرح مرشد و مربی کا بے ادب اور نافرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض رحمت سے محروم رہ جاتا ہے۔ ہادی برحق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے!'' وہ شخص ہم میں سے نہیں

جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے بزرگوں کا ادب واحترام نہ کیا" (ترمذی شریف)

حضرت غوث یزدانی یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب عارف باللہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا لحاظ نہ رکھے تو سمجھ لو کہ وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 518)

حضرت شیخ المشائخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ نافع ادب کون سا ہے؟ فرمایا: دین کی سمجھ حاصل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا اور بندے کے اوپر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کو پہنچاننا۔ (البیان المشید، ص، 70)

حضرت امام عبد الکریم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء وصوفیہ کی علیٰحدہ علیٰحدہ شرط ہے۔ فقیہ کے لئے جائز ہے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے اور یوں کہے کہ یہ امر کس واسطے ہے۔ مگر صوفی کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ طریقت پر کبھی اعتراض نہ کرے۔ اور ایسا ہو جائے جیسا مردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

چوں گرفتی پیر ہم تسلیم شو	ہمچو موسیٰ زیرِ حکمِ خضر رو

ترجمہ: جب پیر (کا ہاتھ) پکڑا ہے تو اسے تسلیم بھی کر
جس طرح موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے زیر حکم تھے

(مشائخ نقشبندیہ ص 487)

صاحب ہدایہ کے استاد حضرت علامہ امام شمس الآئمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار اپنے شہر سے دوسرے شہر کو جانے لگے تو سب لوگ حاضر ہوئے۔ امام زنجری رحمۃ اللہ علیہ نہیں آئے اپنی بوڑھی ماں کی خدمت کر رہے تھے۔ اس لئے استاد کی زیارت سے محروم رہے۔ جب اس کے بعد ملاقات ہوئی تو استاد نے شکایت کی امام زنجری نے اپنا عذر پیش کیا۔ حضرت حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ماں کی خدمت کو استاد کی ملاقات پر ترجیح دی۔ اس لئے تمہاری عمر بڑھے گی۔ لیکن علم دین کی درس وتدریس نہ کر سکو گے تعلیم المتعلم میں ہے کہ جیسا کہ استاد نے کہا تھا ویسے ہی ہوا علم سینے میں ہی قبر میں لے گئے کسی کو فائدہ نہ پہنچا سکے

(فیض الرحمٰن ترجمہ روح البیان حاشیہ اویسی ص 19 جلد 15 پارہ 16)

حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے آداب کلام کی پابندی فرمائی۔ حضرت سیدنا امام ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے اس قول کو جو قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ترجمہ: اور جب ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکار کر کہا اے پروردگار یہ حقیقت ہے کہ مجھے بہت تکلیف ہے اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اس طرح تشریح و تصریح کی کہ ''حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے اس موقع پر یہ نہیں کہا کہ تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ یہ کہا کہ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے آداب کلام کی پوری پوری پابندی فرمائی۔

(عوارف المعارف ص 462، ترجمہ شمس بریلوی)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ عمل میں ادب کا لحاظ رکھنا قبول عمل کی دلیل ہے حضرت سیدنا سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کا کیا حال تھا وہ اس روایت سے معلوم ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زمین کے مشرق و مغرب کے حصے دکھائے گئے (زمین کے مشارق و مغارب دکھائے گئے) لیکن باری تعالیٰ کے حضور میں پاس ادب کے باعث آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے مشارق و مغرب کو دیکھا۔ (سبحان اللہ کیا ادب)

(عوارف المعارف ص 457، ترجمہ شمس بریلوی)

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس موقعہ پر جب اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے دعوے الوہیت کے بارے میں استفسار فرمایا تو اس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۔ (پارہ 7 سورۃ المائدہ آیت 116)

ترجمہ: اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو الٰہی تجھے اس کا علم ہوتا۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آداب تکلم اور آداب بارگاہِ الٰہی کو ملحوظ رکھا اور یہ نہیں فرمایا میں نے یہ بات نہیں کہی۔ بلکہ یہ کہا اگر میں نے یہ بات کہی کہ تجھے اس کا علم ہوتا۔

(عوارف المعارف ص 462)

حضرت امیر صوفیاء سیدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مرید حد ادب

سے باہر نکل جاتا ہے تو یقیناً وہ اسی طرف لوٹتا ہے جس طرف سے وہ آیا تھا۔ (اپنے ابتدائے حال پر پہنچ جاتا ہے) (اللہ تعالیٰ معاف کرے)۔

(عوارف المعارف ص 463، ترجمہ شمس بریلوی)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ایک جماعت نے جب حقوق آداب پر اس طرح عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان کا حال (ادب) ظاہر کر کے ان کی اس طرح تعریف کی: **اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی** (پارہ 26، سورۃ حجرات، آیت 3) یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کا اللہ تعالیٰ نے (تقویٰ میں) امتحان لے لیا ہے۔

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیز گاری میں آزما کر ایسا کھرا اور خالص کر دیا ہے جیسا سونے کو آگ سے پگھلا کر کندن کر دیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اور دل کو مودب رکھنے کے لئے الفاظ کی شائستگی ضروری ہے اسی طرح مرید کو شیخ کے ساتھ حسنِ ادب برقرار رکھنا چاہئے۔ (الفاظ کی شائستگی کے ساتھ دل سے آداب شیخ کو ملحوظ رکھے)

(عوارف المعارف ص 601، ترجمہ شمس بریلوی)

حضرت شیخ الشیوخ شیخ عمر بن شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر مرید اپنے شیخ سے کوئی دینی یا دنیوی بات کہنا چاہے تو اس بات کے کہنے یا شیخ سے گفتگو کرنے میں عجلت نہ کرے۔ اچانک وہ بات کہنے کے لئے شیخ کے پاس نہ پہنچ جائے بلکہ اس کو شیخ کی حالت کا اندازہ لگانا چاہئے کہ آیا وہ اس وقت اس کی بات سننے کے لئے آمادہ ہے یا نہیں اور اس وقت وہ جواب دینا چاہے گا یا نہیں اور اس وقت اس کو فراغت حاصل ہے یا نہیں۔ مزید فرمایا کہ جس طرح دعا کے لئے اوقات مقرر ہیں اور اس کے لئے مخصوص شرائط اور آداب ہیں اسی طرح شیخ طریقت سے بھی گفتگو کے آداب وطریقے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی خدائی معاملات ہے **لاَنّہٗ مِن معاملته اللّٰه تعالیٰ**) شیخ سے کلام کرنے سے پہلے خداوند تبارک تعالیٰ سے یہ دعا مانگنا چاہئے کہ وہ اس کے پسندیدہ آداب کی توفیق عطا فرمائے۔

(عوارف المعارف ص 607، شمس بریلوی)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ جلال بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توحید ایمان کے لئے ضروری ہے جس میں توحید نہیں اس میں ایمان نہیں۔ ایمان شریعت کے لئے ضروری ہے۔ لہٰذا جہاں شریعت نہیں وہاں نہ ایمان ہے نہ توحید ہے۔ اور شریعت کے لئے ادب ضروری ہے پس جہاں ادب نہیں وہاں نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے نہ توحید ہے۔

(عوارف المعارف ص 297)

حضرت سیدنا برھان حقیقت مرزا مظہر جانجانان رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں شاہ عالم کی حاضری، شاہ عالم شاہی خاندان سے تعلق کی بناء پر انتہائی نازک مزاج تھے۔ ایک بار شاہ عالم ان کے ہاں ملنے آئے دوران ملاقات بادشاہ کو پیاس لگی وہاں ایک صراحی رکھی تھی جس پر کٹورہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کو فرمایا کہ صراحی رکھی ہے پانی پی لیں بادشاہ نے پانی پی کر کٹورہ رکھ دیا لیکن وہ کچھ ٹیڑا رکھا گیا۔ حضرت مرزا مظہر جانجانان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سر میں درد پڑ گیا کہ کٹورہ رکھنے کی بھی تمیز نہیں بادشاہی کیا کرو گے۔

(فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان حاشیہ اویسی ص 18 جلد 15 پارہ 16)

حضرت سیدنا قطب الارشاد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے: سالک کے لئے ضروری ہے ہر حالت میں ایسی روش پر چلے کہ اگر مقامات اعلیٰ اور احوال رفیع میسر نہ آئیں اور وہ گرے تو دائرہ شریعت میں گرے۔ ہر چیز چھن جائے تو کم از کم شرعی اعمال اس سے نہ چھوٹیں کیونکہ شریعت کے احکام پر عمل چھوڑ دینا مرید کے لئے سب سے بڑا نقصان ہے۔ (اللہ تعالیٰ بچائے)

(کشف المحجوب ص 179)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ادب سے مراد شرعی ادب ہے۔ اور یہ ادب جس کی طرف صوفیہ نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد شرعی ادب ہے (کہ رفتار و گفتار، اعمال و احوال و اخلاق سب کے سب شریعت کے موافق ہوں) تم شریعت کے پابند ہو جاؤ، پھر حاسد جو کچھ بھی تمہارے اوپر جھوٹی تہمت لگائے لگانے دو اور جو اس کے جی میں آئے کہنے دو۔ (البیان المشید، ص، 56)

حضرت شیخ المشائخ شیخ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ "نفس بے ادبی کا عادی ہے مگر بندۂ حق کو ادب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا نفس اپنی روش کے مطابق مخالفت کے میدان میں دوڑتا ہے اور بندۂ خدا عزوجل اپنی کوشش سے اسے حسن ادب کی طرف لوٹاتا ہے۔ اور جدوجہد نہیں کرتا وہ نفس کو مطلق العنان بناتا ہے۔ اوور اس کی نگرانی سے غافل ہے۔ بہر حال جو اس کی مدد کرے وہ اس کا شریک ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ ابو علی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ "بندۂ حق اپنی اطاعت کے ذریعے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اور اپنی اطاعت میں ادب اختیار کر کے خدا عزوجل تک پہنچتا ہے۔

حضرت سیدنا زبدۃ السالکین شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں ادب اختیار کرو۔ اگر کسی نے ظاہری طور پر بے ادبی کی تو اسے ظاہری طریقے پر سزا مل جائے گی۔ اور اگر کسی نے باطنی طور پر بے ادبی کی تو اسے باطنی سزا دی جائے گی۔

(عوارف المعارف، ص، 297)

حضرت قطب العارفین ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ "عارف کا ادب ہر ادب سے بالاتر ہے۔ کیوں کہ اس کی نیکی خود اس کے قلب کو ادب سکھاتی ہے۔

(عوارف المعارف، ص، 302)

بعض مریدوں پر اپنے شیخ کا اس قدر ادب اور رعب طاری رہتا ہے۔ کہ وہ شیخ کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ خود میری (شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ) یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ مجھے بخار آیا۔ اس موقع پر جب میرے چچا اور شیخ محترم ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ گھر میں داخل ہوئے تو میرا تمام جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس وقت میں بھی پسینہ لانا چاہتا تھا۔ کہ بخار ہلکا ہو جائے چنانچہ شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے داخل ہونے پر یہ بات حاصل ہو گئی۔ اور آپ کی آمد کی برکت سے مجھے شفا ہو گئی۔

(عوارف المعارف، ص، 411)

حضرت شیخ المشائخ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "اکابر اور بڑے بڑے اولیاء

کرام کا ادب کرنا انسان کو اعلیٰ مراتب تک پہنچانا اور آخرت کی بھلائی عطا کرتا ہے۔

لہٰذا ایک طالب حقیقت کا فرض ہے کہ شیخ کے ساتھ باادب رہ کر اپنے ظاہر و باطن کی اچھی تعمیر کرے۔ شیخ ابو منصور مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ آپ (شیخ المشائخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں کب تک رہے۔ کہا۔ میں ان کی صحبت میں نہیں رہا بلکہ میں نے ان کی خدمت کی تھی۔ کیوں کہ صحبت کا اطلاق روحانی بھائیوں اور ساتھیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر مشائخ کی خدمت کی جاتی ہے۔

(عوارف المعارف، ص، 414)

حضرت شیخ المشائخ شیخ ابراہیم بن شعبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہم حضرت شیخ المشائخ ابو عبداللہ المغربی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ ہم سب کے سب نوجوان تھے۔ آپ ہمیں جنگل بیابانوں میں لے جایا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک بوڑھے شخص بھی جایا کرتے تھے۔ جن کا نام حسن تھا۔ وہ آپ کے ساتھ ستر برس تک رہے۔ جب کبھی ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تھی۔ جس سے شیخ کا مزاج برہم ہوتا تھا۔ تو ہم اس بوڑھے شخص کے ذریعے شیخ سے سفارش کراتے تھے۔ اور وہ خوش ہو جاتے تھے۔ (عوارف المعارف، ص، 417)

صاحب عوارف المعارف (شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا) آداب مریدین کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ مرید اپنے روحانی واقعات اور کشف پر شیخ سے رجوع کئے بغیر اعتماد نہ کرے کیوں کہ شیخ کا علم اس سے زیادہ وسیع ہے اور اس کا دروازہ خدا عزوجل کی طرف زیادہ کشادہ ہے۔ اگر مرید پر خدا عزوجل کی جانب سے روحانی واردات نازل ہوں تو شیخ اس کی موافقت کرے گا اور اسے جاری رکھے گا۔ کیوں کہ خدا عزوجل کی جانب کی کسی چیز میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شک وشبہ ہو۔ تو شیخ کے ذریعے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ اسی طریقے سے مرید کو روحانی واردات اور کشف کے بارے میں صحیح علم حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ روحانی واقعہ کے سلسلے میں مرید کے اندر کوئی نفسانی ارادہ پوشید ہو اور وہ پوشیدہ ارادہ روحانی واقعہ میں خلط ملط ہو جائے خواہ ایسا واقعہ خواب میں پیش آئے یا بیداری میں۔ تاہم یہ ایک عجیب وغریب راز ہے۔ کہ مرید اس پوشیدہ نفسانی جذبے کی خود بخود بیخ کنی نہیں کر سکتا اس لیے جب وہ

شیخ محترم سے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ تو وہ مرید کی پوشیدہ نفسانی خواہش کو بھی معلوم کر لیتا ہے اگر اس کا تعلق حق تعالیٰ سے ہوگا۔ تو شیخ کے ذریعے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔ اور اگر اس واقعہ کا پوشیدہ نفسانی خواہش سے تعلق ہوگا تو اس کا ازالہ ہوکر مرید کا باطن صاف ہو جائے گا اس کا بوجھ شیخ اٹھا لے گا۔ کیونکہ اس کی روحانی حالت مستحکم ہے اور نہ صرف بارگاہ الٰہی میں اس کی باریابی صحیح ہے بلکہ معرفت خداوندی میں اسے کمال حاصل ہے۔ (واقعہ حالات کلام کرنے کا طریقہ)۔

(عوارف المعارف، ص، 417)

لٰہذا شیخ سے کلام کرنے سے پہلے اسے خداعزوجل سے دعا مانگنی چاہئیے کہ وہ اسے اپنے پسندیدہ ادب کی توفیق دے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے بھی حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس طرح ہدایت فرمائی ہے۔

(عوارف المعارف، ص، 417)

حضرت شیخ المشائخ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''جو ادب میں سستی کرتا ہے۔ اسے یہ سزا ملتی ہے کہ وہ سنتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور جو سنتوں میں غفلت کرتا ہے وہ خداعزوجل کی معرفت سے محرومی کی سزا پاتا ہے''۔

حضرت غوث صمدانی ابو علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ''بے ادبی نکالے جانے کا باعث بنتی ہے جو محفل کے فرش پر بے ادبی کرتا ہے۔ اسے دروازے کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ اور جو دروازے پر بے ادبی کرتا ہے۔ اسے جانوروں کی طرح سزا ملتی ہے''۔

(عوارف المعارف، ص، 298)

حضرت شیخ المشائخ ممشاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید کے آداب میں سے ہے کہ وہ اپنے شیخ کا احترام کرے۔ بھائیوں کی خدمت کرے۔ اسباب دنیا سے نکل آئے اور اپنی ذات میں آداب شریعت کو محفوظ رکھے۔

(رسالۂ قشیریہ، ص، 176)

حضرت خواجۂ خواجگان زبدۃ الواصلین معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں

کے ہمراہ بیٹھے سلوک کی باتیں کر رہے تھے جب آپ دائیں طرف دیکھتے اٹھ کھڑے ہوتے کئی مرتبہ آپ نے ایسا کیا ہمراہی حیراں ہوئے کہ آپ کس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ جب سب لوگ چلے گئے تو ایک واقف حال بیٹھا رہا اس کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا میں اس طرف اپنے پیر کی قبر تصور میں دیکھ کر تعظیم کیلئے ایسا کرتا تھا۔

حضرت خواجہ خواجگان زبدۃ الواصلین معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ مرید کو اپنے پیر کی موجود گی اور غیر موجودگی میں یکساں خدمت کرنی چاہیئے پیر کے مرنے کے بعد بھی مرید پر لازم آتا ہے کہ خدمت بجالائے۔

(ہشت بہشت، ص، 146)

بعض شیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو اپنے شیوخ رحمۃ اللہ علیہ کے احکام وتادیب سے متادب یعنی تربیت یافتہ نہ ہوتو وہ کتاب وسنت سے بھی متادب نہیں ہوسکتا۔

(آداب المریدین، ص، 53)

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ المشائخ ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا! تم نے اپنے اصحاب کو سلاطین کا ادب سکھایا ہے؟ تو انھوں نے کہا نہیں ابوالقاسم (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت تھی) اگر ظاہر میں حسن ادب ہوتو وہ باطن کے حسن ادب کا عنوان ہوتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے حسن ادب عقل کا ترجمان ہے ادب کی نگہداشت صوفیہ کے درمیان دوسری باتوں پر مقدم ہے۔ دیکھئے کس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ادب کی مدح سرائی کی ہے اور ان کے علو مرتبہ کو بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے ''جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کے امتحان تقویٰ کے لیے کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے''۔ حضرت شیخ المشائخ ابوعبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھ سے حضرت شیخ المشائخ رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! اے بیٹے اپنے عمل کو نمک اور ادب کو آٹا بناؤ'' (یعنی عمل سے زیادہ ادب کا لحاظ رکھنا چاہیئے)

(آداب المریدین، ص، 31)

کہا گیا کہ تصوف سراسر ادب ہے ہر حالت کے لیے ادب ہے اور ہر مقام کے لیے ادب ہے جس نے ادب کا التزام کیا سو وہ بڑے لوگوں کے درجہ پر پہنچا اور جو اس سے محروم رہا وہ خدا تعالیٰ سے دور رہا۔ اگر چہ اپنے آپ کو (خدا عزوجل سے) نزدیک خیال کرتا ہو اور (بے ادب) مردود ہوا اگر چہ اپنے آپ کو مقبول سمجھتا ہو۔

کہا گیا کہ جو شخص ادب سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔ نیز کہا گیا ہے کہ جس شخص نے بروقت ادب کو ملحوظ نہیں رکھا تو اس کا وقت مقت (غضب خداوندی) ہے۔ نیز کہا گیا ہے نفس کا ادب یہ کہ تم اپنے نفس کو بھلائی سکھاؤ اور اس پر اس کو آمادہ کرو اور برائی سے آگاہ کرو اور اس سے روکو اور باز رکھو۔ نیز کہا گیا ادب فقراء کی مسند اور مالداروں کی زینت ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ لوگ ادب میں تین طبقات پر منقسم ہیں۔ اہل دنیا' اہل دین اور اہل دین میں خصوصیت والے۔ اہل دنیا زیادہ تر ادب فصاحت اور بلاغت اور علوم اور بادشاہوں کی تاریخ اور عرب کے اشعار کو یاد رکھنا ہے۔ اہل دین کا ادب علوم کو جمع کرنا اور نفس کی ریاضت اور اعضاء کی تادیب اور طبیعت کی تہذیب اور ارادہ کی حفاظت اور شہوت کا ترک کرنا اور شبہات سے بچنا اور بھلائی کی طرف متوجہ ہونا۔

اہل دین میں اہل خصوصیت کا ادب قلوب کی حفاظت (خطرات و وساوس سے) اور اسرار کی مراعات ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا کرنا۔ مرید باہم عمل کی وجہ سے ایک دوسرے سے فضیلت رکھتے ہیں اور متوسط ادب سے اور عارف (منتہی) ہمت کی وجہ سے۔ کہا گیا ہے ہمت وہ ہے جو تجھ کو اعلیٰ امور کی طلب پر ابھارے اور انسان کی قسمت اس کی ہمت ہے

(آداب المریدین، ص، 32)

حضرت شیخ المشائخ ابوبکر کنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تصوف تمام تر ہی اخلاق کا نام ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اس کا تصوف زیادہ اچھا ہوگا۔

صوفیوں کے اخلاق میں حلم' تواضع' نصیحت' شفقت' برداشت' موافقت' احسان' مدارات' ایثار' خدمت' الفت' بشاشت' فتوت' (مردانگی) کرم' بذل جاہ' مروت' تلطف' طلاقت' سکون'

وقار، مسلمانوں کے لیے اور جو اس پر زیادتی کرے اس کے لیے دعا کرنا، ان کی تعریف کرنا، اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا اور اپنے نفس کو چھوٹا سمجھنا، بھائیوں کی توقیر کرنا اور مشائخ عظام کی تعظیم کرنا اور چھوٹوں بڑوں پر ترحم، جو کچھ کسی کو دے اگرچہ بہت ہو اس کو کم سمجھنا اور جو کچھ کسی سے لے اگرچہ وہ کم ہو اس کو بہت جاننا یہ سب باتیں داخل ہیں۔

(آداب المریدین، ص، 34، 35)

اس بارے میں کہ مرید ابتدائی حالت میں کن آداب کو ملحوظ رکھے غفلت سے بیدار ہونے کے بعد مرید پر سب سے پہلے لازم یہ ہے کے اپنے زمانے کے شیخ کا قصد کرے جس کی دینداری پر بھروسہ کیا جا سکے اور نصیحت اور امانت میں مشہور و معروف ہو اور سلوک کے راستہ سے واقف ہو۔ اگر ایسا شیخ مل جائے تو مرید کو چاہئے اپنے آپ کو اسکے حوالے کر دے اور اس کی خدمت میں مشغول ہو جائے اور اسکی مخالفت کو ترک کرے اور اپنی حالت کو سچائی پر مبنی رکھے۔

(آداب المریدین، ص، 46)

کہا گیا ہے کہ سچے مرید کی علامت یہ ہے کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کرے نہ کہ مرشد سے دلیل حجت طلب کرے اور طبیب کے معالجہ پر صبر کو ترک کر دے۔ بعض مشائخ عظام نے کہا ہے کہ جب تم مرید کو دیکھو کہ وہ اپنی شہوات پر جما ہوا ہے اور خواہشات نفسانی کا جویا ہے تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے۔

(آداب المریدین، ص، 53)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے وضو فرما رہے تھے اور وہیں ایک شخص بلندی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا۔ لیکن آپ کو دیکھ کر تعظیماً نیچے آ گیا پھر اس کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے محض اس تعظیم کی وجہ سے جو میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وضو کرتے وقت کی تھی مغفرت فرما دی۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 161)

حضرت شیخ المشائخ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شہوت قلب مشاہدہ ہے اور شہوت

نفس دنیاوی عیش ودوام ہے فرمایا چونکہ فطرت نفس بے ادبی پر قائم ہے اس لئے نفس کو ہر لمحہ مودب رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور خواہش نفس اور عبادت کے صلہ کی تمنا بندے کو خداﷻ کا دشمن بنا دیتی ہیں۔ فرمایا کہ صالحین جیسا ادب رکھنے والا بساط کرامت حاصل کرتا ہے اور صدیقین جیسا ادب رکھنے والا بساط انس سے سرفراز ہوتا ہے لیکن بے ادب ہمیشہ حرماں نصیب رہتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص، 267)

امام اہلسنّت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریری فرماتے ہیں:

کردم از عقل سوالے کہ بگہ ایمان چیست

عقل در گوش دلم کہ ایمان ادب ست

ترجمہ: میں نے عقل سے یہ سوال کیا کہ تو یہ بتا کہ ایمان کیا ہے،

عقل نے میرے دل کے کانوں میں کہا کہ ایمان ادب کا نام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مع تخریج ج 23، ص 393، مطبوعہ گجرات)

حضرت مقبول یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ادب کے متعلق ایک مکتوب نمبر 292 ج 1 بنام شیخ عبدالحمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: جاننا چاہیئے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں ہیں یا تو وہ مرید ہیں یا مراد ہیں اگر مراد ہیں تو انھیں مبارک ہو کیونکہ (کارکنان قضا وقدر) ان کو انجذاب ومحبت کی راہ سے کشاں کشاں لے جائیں گے اور مطلب اعلیٰ پر پہنچا دیں گے اور ہر ادب جو بھی درکار ہوگا وہ توسط سے یا بلا توسط ان کو سکھا دیں گے اور اگر کوئی لغزش واقع ہوگئی تو جلد ان کو آگاہ کر دیا جائے گا اور اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور اگر ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی تو بغیر کسی کوشش کے ان کو اس دولت (مرشد کامل) کی طرف رہنمائی فرما دیں گے مختصر یہ کہ عنایت ازلی جل سلطانہ ان بزرگوں کے حال کی متکفل ہوتی ہے (حق تعالیٰ کسی ذریعے سے) سبب اور بلا سبب ان کے کام کی کفایت فرماتا ہے ''اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ'' (اللہ تعالیٰ اپنے لئے منتخب کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے) (سورۃ شوریٰ آیت 13) اور اگر مریدوں میں سے ہیں تو ان کا کام پیر کامل ومکمل

کے توسط کے بغیر دشوار ہے بلکہ (ان کیلئے) ایسا پیر ہونا چاہئیے جو ''دولت جذبہ وسلوک'' سے مشرف کیا گیا ہو اور ''فنا وبقا'' کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہو چکا ہو نیز ''سیر الی اللہ سیر فی اللہ سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کے تمام مرحلوں کو طے کر چکا ہوا گر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور وہ مراد (والے حضرات) کی تربیت کا پروردہ ہے تو وہ (مرشد) کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی اکسیر) کی مانند ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا ہے مردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ شریف پر وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کے التفات لطیف سے مربوط ہے اگر اس قسم کا صاحب دولت شیخ میسر نہ ہو تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے اس سے بھی ناقصوں کی تربیت ہو جاتی ہے اور اس کے توسط سے فنا وبقا کی دولت تک پہنچ جاتے ہیں۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود	ورنہ بس عالی ست پیش خاک تود
عرش سے نیچے ہے بیشک آسماں	پھر بھی اونچا ہے زمین سے وہ مکاں

اگر خداوند سلطانہ کی عنایت سے کسی طالب کو ایسے پیر کامل ومکمل کی طرف رہنمائی نصیب ہو جائے تو اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور پورے طور پر اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے اور اس کی مرضیات میں اپنی سعادت سمجھے اور اس کی خلاف مرضیات کو اپنی شقاوت وبدنصیبی جانے خلاصہ یہ کہ اپنی خواہش اس کی رضا کے تابع کر دے حدیث نبوی ﷺ میں ہے ''لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعاً لِّمَا جِئْتُ بِہٖ '' (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہش کو اس امر کے تابع نہ کر دے جس کو میں لایا ہوں) جاننا چاہئیے کہ صحبت (شیخ) کے آداب کی رعایت اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ (سلسلہ عالیہ نقشبندیہ) کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے اور (آداب کی رعایت کے بغیر) صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور اس کی مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا (اس لئے) بعض ضروری آداب وشرائط لکھے جاتے ہیں گوش ہوش سے سننے چاہئیں جان لیں کہ طالب کو چاہئیے کہ اپنے ''چہرۂ دل'' کو تمام اطراف وجوانب سے ہٹا کر اپنے مرشد (گرامی) کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں رہتے ہوئے

اس کی اجازت کے بغیر نوافل واذکار میں بھی مشغول نہ ہواور نہ ہی اس کے حضور میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف التفات کرے اور پوری طرح اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے حتیٰ کہ جب تک وہ حکم نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہواور اس کی خدمت میں رہتے ہوئے نماز فرض (واجب) وسنت کے علاوہ کچھ ادا نہ کرے سلطان ایں وقت (جہانگیر) کا واقعہ منقول ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اسی اثناء میں اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر پڑی اور وہ اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا اسی حال میں تھا کہ اچانک بادشاہ کی نظر وزیر پر پڑ گئی کہ وہ اس کے غیر (یعنی اپنے کپڑے) کی طرف متوجہ ہے تو بادشاہ نے نہایت عتاب آمیز لہجہ میں کہا کہ ''میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا وزیر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے'' سوچنا چاہئیے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل (مثلاً بادشاہ) کیلئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل (مثلاً پیر ومرشد) کیلئے ان آداب کی کامل درجہ رعایت نہایت ہی ضروری ہوگی لہٰذا جہاں تک ممکن ہو سکے ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں یا سایہ پر پڑے اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ پر وضو نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے حضور میں پانی نہ پیئے کھانا نہ کھائے اور نہ کسی سے گفتگو کرے بلکہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ بھی نہ ہواور پیر کی غیبت (غیر موجودگی) میں جہاں پیر رہتا ہے اس جگہ کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور نہ اس کی طرف تھوکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اس کو صواب (درست) جانے اگر چہ بظاہر درست معلوم نہ ہو وہ جو کچھ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے لہٰذا اس صورت میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اگر چہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن ''خطائے الہامی'' خطائے اجتہادی'' کے مانند ہے اس پر ملامت واعتراض جائز نہیں اور نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر سے محبت پیدا ہو چکی ہے اس لئے جو کچھ محبوب (پیر) سے صادر ہوتا ہے محبّ (مرید) کی نظر میں محبوب دکھائی دیتا ہے لہٰذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے کھانے پینے پہننے

سونے اور طاعت کرنے کے ہر چھوٹے بڑے کاموں میں پیر کی اقتدا کرنی چاہیئے نماز کو بھی اسی کی طرز پر ادا کرنا چاہیئے اور فقہ کو بھی اسی کے عمل سے اخذ کرنا چاہیئے۔

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است	از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

ترجمہ: جو شخص ہو نگار کے گھر سب ہے اس کے پاس باغ اور لالہ زار کی حاجت نہیں اسے

اور اس (پیر) کی حرکات و سکنات پر کسی قسم کے اعتراض کو دخل نہ دے اگر چہ وہ اعتراض رائی کے دانے کی برابر ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ بد بخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ (مشائخ) کا عیب میں ہے (عیب دیکھنے والا) اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے اور اپنے پیر سے خوارق وکرامات طلب نہ کرے اگر چہ وہ طلب خطرات (قلبی) اور وساوس کے طریق پر ہوں کیا آپ نے سنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہے (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا) معجزہ طلب کرنے والے کافر اور منکر لوگ ہوتے ہیں:

معجزات از بہر قہر دشمن است	بوئے جنسیت پئے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات	بوئے جنسیت کند جذب صفات

ترجمہ: معجزہ ہے عجز دشمن کے لئے اپنے اپنایت سے ہیں اپنے بنے

موجب ایماں نہیں ہیں معجزات بلکہ اپنایت سے ہے جذب صفات

اگر دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا ہو تو اس کو بلا توقف (پیر کی خدمت میں) عرض کر دے (پھر بھی) اگر حل نہ ہو تو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب و نقص منسوب نہ کرے اور جو واقعہ بھی ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کر دے اور صواب وخطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشفوں پر ہرگز بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس دار فانی میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور خطا صواب کے ساتھ ملی جلی ہوئی ہے اور بے ضروریات اور بلا اجازت اس سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے منافی ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ

کرے اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے اور ظاہر و باطن میں جو فیض و فتوح اس کو پہنچے اس کو اپنے پیر ہی کے ذریعے سمجھے اور اگر واقعہ میں دیکھے کہ فیض دوسرے مشائخ (پیروں) سے پہنچا ہے اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے اور یہ سمجھے کہ چونکہ پیر تمام کمالات کے وفیوض کا جامع ہے اس لئے پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوئی ہے مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے ابتلا و آزمائش کی وجہ سے مرید نے اسے دوسرے شیخ کی طرف سے خیال کیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے یہ بڑا بھاری مغالطہ (غلطی) ہے حق سبحانہ وتعالیٰ اس لغزش سے محفوظ رکھے اور حضور پرنور آقائے دوجہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

غرض ''اَلطَّرِیْقُ کُلُّهٗ اَدَب'' (طریقت سراپا ادب ہے) مثل مشہور ہے کوئی بے ادب خدا عزوجل تک نہیں پہنچا اور اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو عاجز جانے اور ان کو کما حقہ ادا نہ کر سکے اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے تو قابل معافی ہے لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار ضروری ہے اور اگر اعاذنا اللہ سبحانہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نہ بود	دیدن روئے نبی سود نہ بود
جس کی قسمت میں نہ وہ بہبودی	دید پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے بے سودی

ہاں اگر کوئی مرید اپنے پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ پر پہنچ جائے اور اس پر الہام و فراست کا طریقہ کھل جائے اور پیر بھی اس کو تسلیم کر لے اور اس کے کمال کی گواہی دے تو اس مرید کیلئے جائز ہے کہ وہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر کے خلاف کرے اور اپنے الہام کے تقاضے پر عمل کرے اگرچہ پیر کے نزدیک اس کے خلاف ہی متحقق ہو چکا ہو کیونکہ وہ مرید اس وقت پیر کی تقلید کے حلقہ سے باہر نکل آیا ہے اور اس کے حق میں تقلید کرنا خطا ہے کیا تم نہیں

دیکھتے کہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بعض اجتہادی امور اور غیر منزلہ احکام میں حضور پرنور آقائے دو جہان مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف کیا ہے اور بعض اوقات صواب اور صحیح ہونا ان اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ارباب علم سے پوشیدہ نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال پر پہنچنے کے بعد مرید کو پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے اور سوء ادب سے مبرا ہے بلکہ اس جگہ پر تو یہی ادب ہے ورنہ اصحاب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ جو کمال ادب میں مؤدب تھے سوائے تقلید امر کے کوئی کام نہ کرتے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مرتبہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد حضرت امام المسلمین نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنا خطا ہے بلکہ اپنی رائے کی متابعت صواب ہے نہ کہ حضرت امام المسلمین نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے "میں حضرت امام المسلمین نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے تک جھگڑتا رہا" آپ نے سنا ہوگا کہ "ایک صنعت کی بہت سے افکار کے ملنے سے تکمیل ہوتی ہے" اگر (فن اور علم) ایک ہی فکر پر قائم رہتے تو ان میں کوئی اضافہ نہ ہوتا وہ علم نحو جو حضرت امام سیبویہ کے زمانے میں تھا آج (نحویوں کی) مختلف آراء اور بہت سے نظائر کے ملنے سے ہزار گنا زیادہ کامل ہو چکا ہے لیکن چونکہ اس کی بنا (حضرت امام سیبویہ) نے رکھی ہے اس لئے فضیلت اسی کیلئے ہے (یعنی) فضیلت متقدمین کیلئے ہے لیکن کمال ان (متاخرین) کیلئے "مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَایُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ" (میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

تتمہ: بعض مریدوں کے شبہ دور کرنے کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ "اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ" (شیخ زندگی بھی دے سکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے) (یعنی احیا اور اماتت مقام شیخی کے لوازمات میں سے ہے لیکن اس "احیا" سے مراد احیائے روحی ہے نہ کہ جسمی اور اسی طرح "اماتت" سے مراد بھی روحانی

موت ہے نہ جسمانی اور حیات وموت سے مراد فنا و بقا ہے جو مقام ولایت وکمال کو پہنچاتا ہے اور شیخ مقتدا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اذن سے ان دونوں امر کا کفیل وضامن ہے لہٰذا شیخ کیلئے اس احیا اور اماتت کے بغیر چارا نہیں ہے "یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ" کے معنی "یُبْقِیْ وَیُفْنِیْ" ہیں (یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا) جسمانی احیاء اماتت کو منصب شیخی سے کوئی سروکار نہیں ہے شیخ مقتدا کہربا (مقناطیس) کی طرح ہے جس کو اس سے مناسبت ہوگی وہ خس وخاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اپنا حصہ اس کے ذریعے حاصل کر لیتا ہے خوارق وکرامات مریدوں کے جذبہ کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ باطنی مریدین تو معنوی طور پر مناسبت سے اس کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں۔ اور جو شخص ان بزرگوں سے نسبت نہیں رکھتا وہ ان کے کمالات کی دولت سے بھی محروم رہتا ہے اگرچہ وہ ہزار معجزے اور خوارق وکرامات دیکھے ابوجہل اور ابولہب کا حال اس معنی اور مطلب کے لئے شاہد ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفار کے حق میں فرمایا ہے "وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰی اِذَا جَآؤُکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ" (پارہ 7، سورۂ انعام، آیت 25) (یہ لوگ خواہ کتنی ہی نشانیاں اور معجزات دیکھ لیں تو بھی ایمان نہ لائیں گے حتی کہ جب وہ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑا کریں گے اور کافر لوگ کہیں گے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں)۔ (والسلام)

حضرت عالی امام ربانی غوث یزدانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب نمبر 313ج1 میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کے اعتراضات کے جواب میں جو پیر ومرشد پر نظر آتے۔ جاننا چاہیئے کہ اس جماعت کا انکار زہر قاتل ہے اور ان بزرگوں کے اقوال وافعال پر اعتراض کرنا افعی سانپ کا زہر ہے جو ابدی موت کو پہنچا دیتا ہے اور دائمی طور پر ہلاک کر دیتا ہے خاص طور پر جبکہ یہ انکار اور اعتراض اپنے پیر پر کیا جائے اور پیر کی ایذا کا سبب بنتا ہو اس جماعت کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے اور ان پر اعتراض کرنے والا ہمیشہ بے بہرہ اور نقصان میں رہنے والا ہے جب تک پیر کی تمام حرکات وسکنات مرید کی نظر میں

مستحسن اور زیبا نظر نہ آئیں پیر کے کمالات سے بے بہرہ رہتا ہے اگر کچھ کمال حاصل بھی کر لے تو وہ استدراج ہے کہ اس کا انجام خرابی و رسوائی ہے مرید اپنے پیر کی کمال محبت واخلاص کے باوجود اگر اپنے آپ میں بال برابر بھی پیر پر اعتراض کی گنجائش پائے تو اس کو اپنی خرابی کے علاوہ کچھ نہیں سمجھنا چاہئیے لہٰذا (ایسا مرید اپنے) پیر کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے اگر بالفرض مرید کو پیر کے افعال میں سے کسی فعل پر شبہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہو تو چاہئیے کہ اس طرح اسکو دریافت کرے کہ اعتراض کی آمیزش سے پاک اور انکار کے گمان سے مبرا ہو کیونکہ اس دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اگر اتفاقاً پیر سے کوئی امر خلاف شریعت صادر ہو جائے تو مرید کو چاہئیے کہ اس امر میں پیر کی تقلید نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کو حسن وظن کے ساتھ نیک وجہ پر محمول کرے اور اس امر کی صحت ودرستی کی وجہ تلاش کرتا رہے اور اگر صحت کی وجہ ظاہر نہ ہو تو چاہئیے کہ اس امتحان کے دور کرنے میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے ملتجی ہو اور گریہ وزاری کے ساتھ پیر کی سلامتی کی درخواست کرے اور اگر مرید کو پیر کے حق میں کسی امر مباح کے ارتکاب میں شبہ پیدا ہو جائے تو اس شبہ کا کچھ اعتبار نہ کرے کیونکہ مالک الامور جل سلطانہ نے مباح کام کے بجالانے میں منع نہیں فرمایا اور اعتراض نہیں کیا تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنی طرف سے اعتراض شروع کر دے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض جگہ اَولیٰ کام کے بجالانے سے اس کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہے کہ "اِنَ اللّٰہَ کَمَا یُحِبُّ اَنْ یُّوْتیٰ بِالْعَزِیْمَۃِ یُحِبُّ اَنْ یُّوْتیٰ بِالرُّخْصَۃِ" (بیشک اللہ تعالیٰ جس طرح عزیمت کا بجالانا پسند کرتا ہے اسی طرح رخصت پر عمل کرنا بھی پسند کرتا ہے)۔

حضرت عالی امام ربانی مجدد اعظم الشیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبدأ و معاد منہا نمبر 38 میں تحریر فرمایا کہ علم کی فضیلت، معلوم کے شرف اور رتبہ کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے معلوم جس قدر اشرف ہوگا اس کا علم بھی اسی قدر بلند تر ہوگا لہٰذا علم باطن جس کے ساتھ حضرات صوفیہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم) امتیاز رکھتے ہیں علم ظاہر سے افضل ہوگا جو علمائے ظواہر کا حصہ

ہے بالکل اسی طرح جیسا کہ علم ظاہر کو علم حجامت اور خیاطت (بال بنانے اور کپڑا بننے کے علم) پر فضیلت ہوتی ہے لہٰذا پیر کے آداب کی رعایت کہ جس سے علم باطن کو حاصل کرتے ہیں اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گنا زیادہ ہوگی جس سے کہ علم ظاہر کا استفادہ کرتے ہیں اور اسی طرح علم ظاہر کے استاد کے آداب کی رعایت اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گناہ زیادہ ہے جس سے بال بنانا اور کپڑا بُننا سیکھتے ہیں اور یہی تفاوت علم ظاہری کی تمام اصناف میں جاری ہے چنانچہ علم کلام اور فقہ کا استاد علم نحو وصرف کے استاد سے زیادہ اولیٰ اور زیادہ مقدم ہے اور نحو وصرف کا استاد علوم فلسفہ کے استاد سے زیادہ اولیٰ ہے اس لئے کہ علوم فلسفہ معتبرہ میں داخل نہیں ہیں اس کے اکثر مسائل بے سود اور لاحاصل ہیں اور بہت کم مسائل ہیں جنہیں انھوں نے کتب اسلامیہ سے اخذ کیا ہے اور ان میں تصرفات کر ڈالے ہیں وہ بھی جہل مرکب سے خالی نہیں ہیں کیونکہ اس مقام میں عقل کیلئے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے نبوت کا انداز عقل نظری کے انداز سے بالکل الگ چیز ہے۔

جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے اوپر ہوتے ہیں بلکہ پیر کے حقوق کو دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے حضرت سبحانہ وتعالیٰ کے انعامات اور اس کے رسول علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰات والتسلیمات کے احسانات کے بعد پیر کے حقوق کا درجہ ہے بلکہ سب کے پیر حقیقی تو خود رسول (احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ) ہی ہیں اگرچہ ظاہری پیدائش والدین سے ہوتی ہے مگر معنوی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے ولادت صوری کی حیات تو چند روزہ ہے مگر ولادت معنوی کیلئے حیات ابدی ہے پیر ہی تو ہے جو اپنے قلب وروح سے معنوی گندگیوں کی صفائی کرتا ہے اور اس کے اندرونی حصوں کو پاک وصاف کرتا ہے ان توجہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آلائشوں کی تطہیر (پاک کرنے) میں ایک گونہ تلوّث (آلودگی) خود صاحب توجہ تک سرایت کر جاتا ہے اور اسے ایک عرصے تک مکدر (گدلا) رکھتا ہے پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے لوگ خدائے عزوجل تک پہنچتے ہیں جو تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں سے بلند تر چیز

ہے پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو اپنی ذات کے اعتبار سے خبیث واقع ہوا ہے تزکیہ حاصل کر لیتا اور پاک وصاف ہو جاتا ہے اور امارگی سے اطمینان کے مقام تک پہنچتا ہے اور جبلی (طبعی) کفر سے اسلام حقیقی تک رسائی پاتا ہے۔ ع:

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

جو اس کی شرح کروں بے حساب ہو جائے

لہٰذا اگر پیر کسی مرید کو قبول کر لے تو اسے یہ اپنی سعادت سمجھنی چاہیئے اور اگر وہ کسی مرید کو رد کر دے تو اسے اپنی بدبختی شمار کرنی چاہیئے ہم اس چیز سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں حق سبحانہ کی رضا کو پیر کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے جب تک مرید اپنے آپ کو پیر کی رضا مندیوں میں گم نہ کر دے حق سبحانہ کی رضا مندیوں تک نہیں پہنچ سکتا مرید کی سب سے بڑی آفت پیر کو آزار دینے میں ہے ہر لغزش جو اس کے بعد ہو اس کا تدارک کر لینا ممکن ہے لیکن آزار پیر کا تدارک کسی چیز سے بھی نہیں ہو سکتا آزار پیر مرید کیلئے شقاوت اور بدبختی کی بنیاد ہے اس سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ اعتقادات اسلامیہ میں بڑا خلل اور احکام شرعیہ کی بجا آوری میں بڑا فتور اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے احوال اور وجدانیات جن کا تعلق باطن سے ہوتا ہے ان کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اگر باوجود پیر کی آزار رسانی کے احوال کا کوئی اثر باقی رہ جائے تو اسے استدراج (اور مہلت) میں سے شمار کرنا چاہیئے۔ کہ آخر میں وہ لامحالہ خرابی ہی لائے گا اور سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ نہیں دے گا۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

حضرت سیدنا قطب الارشاد شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے مبدأ و معاد منہا نمبر 51 میں تحریر فرمایا۔ صوفیہ کے طریق سے بلکہ ملت اسلام سے بڑا حصہ اسی شخص کیلئے ہے جس میں تقلید کی فطرت اور پیروی کی عادت سب سے زیادہ ہے یہاں تو کام کا دارومدار صرف تقلید پر اور اس مقام میں معاملے کا انحصار محض پیروی پر ہے انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی تقلید بلند ترین درجوں تک پہنچا دیتی ہے اور اصفیا کی پیروی بڑی بڑی معراجوں تک لیجاتی ہے حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں چونکہ یہ فطرت سب سے زیادہ پائی جاتی

تھی تو بے توقف تصدیق نبوت کی سعادت میں انھوں نے سبقت فرمائی اور صدیقوں کے رئیس بنے اور ابوجہل لعین چونکہ تقلید اور پیروی کی استعداد سب سے کم تر رکھتا تھا لہٰذا سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہوسکا اور ملعونوں کا پیشوا بنا۔

مرید جس کمال کو بھی حاصل کرتا ہے وہ اپنے پیر کی تقلید ہی سے حاصل کرتا ہے پیر کی غلطی بھی مرید کے صواب (درست) سے بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنین سیدُنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے سہو ونسیان کی آرزو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: ''یلیتنی کنت سھو محمد ''یعنی اے کاش میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سہو بن جاتا اور (تاجدار مدینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ ''سین بلال عند الله شین '' بلال (رضی اللہ عنہ) کا سین خدائے تعالیٰ کے نزدیک شین ہے چونکہ مؤذّنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ عجمی (حبشی) تھے اس لئے وہ اذان میں سین مہملہ کے ساتھ اسھد کہا کرتے تھے۔ اور خدائے عزوجل وعلا کے نزدیک ان کا اسھد کہنا اشھد ہی تھا لہٰذا مؤذّنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی یہ غلطی دوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔

بر اشھد تو خندہ زند اسھد بلال

اشہد پہ تیرے ہنستا ہے اسھد بلال کا

میں (حضرت مقبول یزدانی قیوم اول مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ بعض دعائیں جو مشائخ سے منقول ہیں اور اتفاقاً ان مشائخ نے ان میں سے بعض دعاؤں میں کوئی غلطی کردی ہے اور اسے محرّف کرکے (بگاڑ کر) پڑھ دیا ہے تو اگر ان کے پیروکار، ان دعاؤں کو اسی تحریف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے ساتھ ان کے مشائخ نے پڑھ دیا تھا، تو وہ دعائیں تاثیر بخشتی ہیں اور اگر انھیں درست کرکے پڑھتے ہیں تو وہ تاثیر سے خالی رہ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی عظمت وحرمت کے طفیل ثابت قدم رکھے۔

درراہ خدا جملہ ادب باید بود	تا جاں باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند	گم باید کرد و خشک لب باید بود

ترجمہ: اللہ کے راستے میں ادب لازم ہے جب تک ہے دم میں دم طلب لازم ہے
دریا دریا اگر پلا دیں تم کو پیاسے ہی رہو خشکی لب لازم ہے
(زبدۃ المقامات، ص، 54)

مقامِ شیخ طریقت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائل دریافت کرتا ہے پیر و مرشد کا کیا حق ہے مرید کے روپیہ واسباب میں کتنا مرشد کو دے اور کتنا مرید اپنے خرچ میں لائے۔ وہ بات تحریر فرمائی جائے جس سبب سے پیر کے حق سے چھوٹے، تا کہ قیامت میں مواخذہ نہ ہو، اور اگر پیر و مرشد کی حکم عدولی کرے، اور جیسا کہ مرید کو حکم ہوا اس پر عمل نہ کرے، ایسے مرید کیلئے کیا حکم ہے اور قیامت میں مواخذہ ہوگا؟ بیّنو اتو جروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے)۔

الجواب: پیر واجبی پیر ہو، چاروں شرائط کا جامع ہو، وہ حضور سیّد المرسلین ﷺ کا نائب ہے۔ اس کے حقوق حضور ﷺ کے حقوق کے پرتو ہیں جس سے پورے طور پر عہدہ برا ہونا محال ہے، مگر اتنا فرض و لازم ہے کہ اپنی حدِ قدرت تک ان کے ادا کرنے میں عمر بھر ساعی رہے۔ پیر کی جو تقصیر رہے گی اللہ ﷻ و رسول اللہ ﷺ معاف فرماتے ہیں پیر صادق کہ ان کا نائب ہے یہ بھی معاف کرے گا کہ یہ تو ان کی رحمت کے ساتھ ہے۔ آئمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ مرشد کے حق باپ کے حق سے زائد ہیں اور فرمایا ہے کہ باپ مٹی کے جسم کا باپ ہے اور پیر روح کا باپ ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی کام اس خلافِ مرضی کرنا مرید کو جائز نہیں اس کے سامنے ہنسنا منع ہے، اس کے بغیر اجازت بات کرنا منع ہے، اسکی مجلس میں دوسرے کی طرف متوجہ ہونا منع ہے، اس کی غیبت میں اس کے بیٹھنے کی جگہ پر بیٹھنا منع ہے،

اس کی اولاد کی تعظیم فرض ہے اگر چہ بے جا حال پر ہوں، اس کے کپڑوں کی تعظیم فرض ہے، اس کے بچھونے کی تعظیم فرض ہے، اس کی چوکھٹ کی تعظیم فرض ہے، اس سے اپنا کوئی حال چھپانے کی اجازت نہیں، اپنے جان و مال کو اسی کا سمجھے۔

پیر کو نہ چاہئے کہ بلاضرورتِ شرعی مریدوں کو مالی تکلیف دے، انہیں جائز نہیں کہ اگر اسے حاجت میں دیکھیں تو اس سے اپنا مال دریغ رکھیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کی ملک اور بندۂ بے دام سمجھے، اس کے احکام کو جہاں تک بلاتاویل صریح خلافِ حکم خدا نہ ہوں حکم خدا و رسول جانے۔ وبالله التوفیق، والله تعالیٰ اعلم (اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ خوب جانتا ہے)۔

(فتاویٰ رضویہ ماتخریج جلد 22)

حضرت عالی امام طریقت و شریعت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مبدأ و معاد منہا نمبر 46 پر تحریر فرماتے ہیں جاننا چاہئے کہ مرید کا اپنے پیر کے افضل اور اکمل ہونے کے متعلق اعتقاد محبت کے ثمرات اور اس مناسبت کے نتائج میں سے ہوتا ہے جو افادہ (فائدہ پہنچانے) استفادہ (فائدہ حاصل کرنے) کا سبب بنتی ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ آدمی اپنے پیر کو ان حضرات پر فضیلت نہ دے جن کی بزرگی اور عظمت شریعت میں مقرر ہو چکی ہے کیونکہ یہ چیز محبت میں افراط کا باعث ہو جاتی ہے اور یہ بات مذموم ہے فرقۂ شیعہ کی خرابی اہل بیت کے ساتھ اسی افراط محبت کی وجہ سے ہے اور نصاریٰ نے بھی اسی افراط محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا عزوجل کا بیٹا بنا دیا ہے اور اس کی وجہ سے ابدی خسارہ میں پڑ گئے ہیں لیکن اگر ان حضرات کے علاوہ (جن کی فضیلت شریعت سے ثابت ہے) دوسرے لوگوں پر (اپنے شیخ کو) فضیلت دے تو یہ جائز ہے بلکہ طریقت میں واجب ہے اور یہ فضیلت دینا کچھ مرید کے اپنے اختیار سے نہیں ہوتا بلکہ اگر مرید صاحب استعداد ہے تو بے اختیار اس میں یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کے وسیلے سے پیر کے کمالات کا اکتساب کرتا ہے اگر یہ فضیلت دینا خود مرید کے اپنے اختیار سے ہو اور وہ تکلف کے ساتھ اس اعتقاد کو پیدا کرے تو یہ جائز نہیں ہے

اور نہ کوئی نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔

مجلس میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مکتوب میں یہ بات لکھی ہے مرشد برحق (حضرت شیخ المشائخ شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا شیخ احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کون ہے اس آدمی نے جواب دیا کہ شیخ احمد سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ) (حضرت شیخ المشائخ شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا میری مجلس سے چلے جاؤ میرے روبرو میرے پیر (حضرت غوث یزدانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کی اس درجہ بے ادبی کرتے ہو الغرض اس آدمی کو مجلس سے نکال دیا گیا۔ (آج کل ہم لوگ بھی اپنے مشائخ کا ادب کرتے ہیں سوچنے کا مقام ہے)۔

(فیض نقشبند، درالمعارف)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشازلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تصوف کے حقائق صفحہ نمبر 69 پر تحریر فرماتے ہیں کہ دورنگی سے اجتناب کریں۔ مرید کے لئے ضروری ہے کہ اپنے شیخ (طریقت) کے علاوہ کسی اور شیخ (پیر) کی طرف نہ دیکھے تا کہ اس کا دل دو شیوخ میں پراگندہ نہ ہو اس کی مثال یوں ہے جیسے مریض بیک وقت دو طبیبوں (دو ڈاکٹروں) سے علاج کرائے ایسا کرنے سے وہ بجائے شفاء (صحت یابی) کے (زیادہ) پریشانی کا شکار ہو جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ بچائے)۔ آمین

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہمارے دوستوں کو مکمل مؤدب بنائیں۔
مؤدب رکھیں، ادب میں زندگی دیں ادب میں موت دیں، بے ادبی سے محفوظ رکھیں
بطفیل امام ربانی مجدد الف ثانی اور حضرت مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم
(آمین یارب العلمین)

فَعَلِیْنَا التَّعْظِیْمُ وَعَلَیْھِمُ الْکَرَاھَۃُ

ترجمہ: کیونکہ ہمارے ذمہ ان کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو اپنی تعظیم سے نفرت لازم ہے

چودہواں باب

اہل علم، مرشدین اور والدین کی تعظیم و تکریم اور ان کے ہاتھ چومنے قیام کرنے کا بیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اما بعد تصوف کے حقائق صفحہ نمبر 112 پر زبدۃ الاولیاء شیخ عبدالقادر عیسیٰ شازلی رحمۃ اللہ علیہ نے حلقہ ذکر کہ بعد کے آداب میں لکھا کہ شیخ (طریقت) سے مذاکرہ دعا وسلام اور پیر بھائیوں سے مصافا اور دست بوسی (یعنی ہاتھ چومنا) حاشیہ میں مترجم نے دست بوسی (یعنی ہاتھ چومنا) کے بارے میں لکھا کہ ہاتھ چومنے کے بارے میں لوگ کثرت سے سوال کرتے ہیں خاص طور پر اس دور میں جبکہ خواہشات (نفسانی) اور اپنی رائے کی پیروی بے حد بڑھ گئی ہے اور خالص علمی تحقیقات کمزور پڑ گئی ہیں، ضروری ہے کہ اس موضوع پر احادیث (نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افعال اور علماء (وصوفیاء) کے اقوال سے اس بات کی وضاحت کی جائے کہ علماء صالحین اور والدین کے ہاتھوں پر بوسہ دینا نہ صرف شرعاً جائز ہے۔ بلکہ اہل تقویٰ اور اہلِ فضل کے احترام میں ایسا کرنا اسلامی آداب کا مظہر ہے۔

حضرت صفوان بن عسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو یہودی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وہ نو (۹) نشانیاں دریافت کیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں خبر دی۔ پھر انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک اور پائے مبارک پر بوسہ دیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ عزوجل کے نبی ہیں۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت سیدنا زارع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بنو قیس کے وفد کے ہمراہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے اپنی سواریاں باندھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک اور قدم مبارک کے بوسے لیے پھر ہمارے وفد کا سردار منذر الاشج رضی اللہ عنہ آیا اور

اس نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک کو تھاما پھر اسے بوسہ دیا۔ (بیہقی شریف)

حضرت سیدنا امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابولبابہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول ہوئی تو ان تمام نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس کو بوسہ دیا۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کسی کی نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے تو آپ (حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) کو سواری کیلئے خچر پیش کیا گیا۔ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس خچر کی رکاب تھام لی حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی! یہ آپ (حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ) کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں حکم ہے کہ علماء (کرام) اور بزرگوں کا اسی طرح احترام کریں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو چوم کر فرمایا ہمیں بھی حکم ہوا ہے کہ اہل بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اسی طرح تعظیم کریں۔ (طبرانی، بیہقی)

حضرت سیدنا امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری (شریف) میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن زرین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اپنا دستِ مبارک ہمارے سامنے نکالا جو کہ بڑا اور سخت تھا، تو ہم نے احترام سے کھڑے ہو کر ان کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔

حضرت سیدنا امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری (شریف) میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور قدم کو بوسہ دیا۔

حضرت سیدنا ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرتسیدنا ابن ابو اوفہ رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے اپنا وہ ہاتھ دو جس سے تم نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیعت کی پھر میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے تو وہاں حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سرداروں سے ملاقات ہوئی۔ حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چومنے کا اِرادہ کیا تو حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے قدم چومنے چاہے تو حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ترک کیا تب حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اپنے ارادے سے باز آئے۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت سیدنا علامہ محمد سفارینی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آداب کبریٰ میں ہے کہ دینداری، تعظیم اور تکریم کی بناء پر گلے ملنا، ہاتھ چومنا اور سر چومنا جائز ہے۔

حافظ ابن جوزی ''مناقب اصحاب الحدیث'' میں فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ شیخ کی تکریم کو اپنائے اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دے۔

حضرت سیدنا شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جب سفر سے) واپس آئے تو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا استقبال کیا اور ان کو چمٹا لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوما۔ (رواہ ابوداؤد، والبیہقی فی شعب الایمان مرسلاً لیکن شرح السنۃ میں بیاضی کی روایت سے حدیث متصل آئی ہے)۔

(تفسیر مظہری، ج3، ص137)

حضرت سیدنا رکا کا ابو الفقر لسبتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں، فرماتے ہیں میں چھوٹا تھا جمعہ کے دن باپ مجھ کو پیروں کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے تا کہ وہ میرے سر پر ہاتھ پھیریں۔

(نفحات الانس ص369)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ سفیان بن عینہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیدنا غوث صمدانی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا شیخ المشائخ حسین بن علی جعفی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

ہدایہ شریف کی شرح میں حضرت سیدنا علامہ ابو معالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کسی عالم یا سید کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے مگر دولت مندوں کا ان کی دولت کے سبب ہاتھ چومنا جائز نہیں۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ جو اُمراء (امیروں، مالداروں) کی، ان کی دولت کے سبب تعظیم کرے، اس کا دوتہائی دین تباہ ہو جاتا ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ موتہ سے واپسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک کو بوسے دیئے۔

حضرت سیدنا وازع بن عامر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جو وازع العبدی کے لقب سے مشہور ہیں ان سے مروی ہے کہ ہم آئے تو ہم سے کہا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پیر پکڑ لئے اور چومنے لگے۔

(الادب المفرد، ص، 253)

حضرت سیدنا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا زارع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا زارع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم مدینہ پہنچے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترنے لگے چنانچہ ہم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

(مشکوۃ المصابیح، ص، 394)

یہاں تک کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہاتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ اقدس سے مَس ہوتے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کے ہاتھ چومتے اور ان کیلئے احتراماً قیام فرماتے تھے۔

(الادب المفرد للبخاری، ص، 253) (سلوک وتصوف کا عملی دستور، ص 40)

علماء اور مشائخ کے اقوال

حنفی علماء: حضرت سیدنا علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں کہ پرہیز گار اور عالم کے ہاتھ کو بطور تبرک چومنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض علماء کے مطابق سنت ہے۔

حضرت سیدنا شرنبلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اور پرہیز گار کے ہاتھوں کو چومنا سنت اور مستحب ہے۔ مراقی الفلاح پر علامہ طحاوی کے حاشیہ میں ہے کہ عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ کو چومنا جائز ہے۔

مالکی علماء: حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیاوی عظمت و بڑائی کی وجہ سے کسی کا ہاتھ چومنا جائز نہیں مگر دینی علم اور شرافت کی بناء پر ہاتھ چومنا جائز ہے۔ (شرح بخاری)

شافعی علماء: حضرت شیخ الاسلام محی الدین ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد و صلاح، علم و شرافت یا کسی اور دینی خوبی کی بناء پر ہاتھ چومنا مستحب ہے۔ دولت اور دنیاوی مرتبہ کی بناء پر ہاتھ چومنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (شرح بخاری)

حنبلی علماء: حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دینی فضیلت کی بناء پر ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چومنے کا اِرادہ کیا۔ دنیا کی وجہ سے چومنا ناجائز ہے۔

(تصوف کے حقائق حاشیہ ص 114)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا "ہاتھ پر بوسہ دینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

دین کی وجہ سے ہو تو کچھ حرج نہیں اور فرمایا کہ حضرت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا تھا اور اگر بطریق دنیا ہو تو پھر درست نہیں۔ یعنی جس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو اس کے باعث ہاتھ پر بوسہ دینا جائز نہیں۔

حضرت شیخ المشائخ علی بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت شیخ المشائخ سفیان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا "امام عادل کے ہاتھ پر بوسہ دینے میں کچھ حرج نہیں اور دنیا کے معاملہ پر ہاتھ پر بوسہ شدید مکروہ ہے۔"

(قوت القلوب، ج2، ص950)

فتوحات میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ لوگ تیمن اور تبرک کی وجہ سے حضرت شیخ المشائخ شیخ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہاتھ ملاتے تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے نفس میں اس کا کچھ اثر پاتے ہو۔ کہا حجر اسود اپنے اندر کچھ اثر پاتا ہے۔ کہ جس کو بہترین میں سے نکال دے۔ باوجودیکہ اس کو انبیاء اور رسول علیہم السلام اور اولیاء کرام بوسہ دیتے رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ کہا بس میں بھی وہی حجر اسود ہوں۔ میرا بھی وہی حکم ہے۔

(نفحات الانس، ص، 559)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ جو شخص تعظیماً مشائخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے گناہ سے اس طرح پاک کر دیتا ہے۔ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

(ہشت بہشت، ص، 407)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درویش اور مشائخ ایک دوسرے کا ہاتھ اس واسطے چومتے ہیں۔ کہ شاید کسی مغفور کا ہاتھ، ہاتھ میں آجائے کہ جس کی برکت سے بخشے جائیں۔

(ہشت بہشت، ص، 407)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے۔

(ہشت بہشت، ص، 408)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا جو کچھ میں نے دنیا میں کیا تھا۔ سب کچھ مجھے دکھایا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ اتنے میں حکم ہوا کہ اس نے فلاں روز دمشق کی جامع مسجد میں خواجہ (خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ جس کی برکت سے اسے معاف کیا جاتا ہے۔

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کئی گنہگار صرف ہاتھ چومنے کی وجہ سے بخشے جائیں گے اور دوزخ سے نجات پائیں گے۔

(ہشت بہشت، ص، 408)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا یوسف حجاج سے وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ تیری کیا حالت ہے؟ کہا ہلاکت کے مقام میں ہوں۔ لیکن امید ہے کہ بخشا جاؤں گا۔ پوچھا کس نیکی کی وجہ سے تجھے امید ہے؟ کہا کہتے ہیں کہ فلاں مجلس میں تو نے خواجہ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کو عزت سے بوسہ دیا تھا۔ تجھے ہم اس کام کے عوض بخش دیں گے۔

(ہشت بہشت، ص، 408)

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آثار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بزرگ یا شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیگا۔ وہ ضرور بخشا جائے گا۔ اس واسطے کہ مشائخ کا ہاتھ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دست مبارک ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ گویا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دست مبارک پکڑتا ہے۔

حضرت قطب الاقطاب خواجہ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اے درویش! مہتر حضرت داؤد علیہ السلام جب مسند حکومت پر بیٹھے اور عدل و انصاف کیلئے لوگ آتے تو

آپ علیہ السلام مظلوموں کی دادرسی کرتے اور بنی اسرائیل کا جو بزرگ آتا۔ خود مسند سے اٹھ کر اس کا ہاتھ چومتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے کہ اے پروردگار! ان کے ہاتھ کو برکت تو عنایت کی ہے اب اپنی پناہ بھی مرحمت فرما پس اے درویش! اگر چہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم تھے پھر بھی اپنے بارے میں خیر و برکت طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی برکت سے ہمیں بخش۔

(ہشت بہشت، ص، 409)

علماء، مشائخ صالحین اور والدین کے لیے کھڑے ہونے کا حکم

اہل فضل کیلئے کھڑے ہونا جائز اور اسلامی آداب میں سے ہے۔ فقیہ محمد شربینی رحمۃ اللہ علیہ **المغنی المحتاج** میں فرماتے ہیں کہ اہل فضل اور اہل شرافت کیلئے کھڑے ہونا سنت ہے بشرطیکہ یہ ریاکاری اور بڑائی کے لئے نہ ہو بلکہ علم، تقویٰ اور شرافت کے سبب ہو۔

حضرت شیخ السلام محی الدین ابو ذکریا بن شرالنووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر "**رسالتہ الترخیص بالقیام لذوی الفضل**" تحریر کیا ہے جس میں بہت سی حدیثیں جمع فرمائی ہیں، (کسی کو شوق ہو تو پڑھو عربی زبان میں)

ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

ابوداؤد میں ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی والد آئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے اپنی چادر کا ایک حصہ پھیلایا اور انھیں اس پر بٹھایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کا دوسرا حصہ دراز فرمایا اور انھیں اس پر بٹھایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رضاعی بھائی آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کیلئے کھڑے ہو گئے اور اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل فتح مکہ کے روز یمن کی طرف فرار ہوا، اس کی بیوی اسے مسلمان کر کے واپس مکہ لوٹا لائی جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو اس کی طرف یکدم کھڑے ہو گئے اور اس پر چادر ڈال دی۔

حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ جب حبشہ میں تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کیلئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''معلوم نہیں کہ فتح خیبر کی خوشی بڑی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد کی''

حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت سیدنا زید بن حارث رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے حجرے میں تھے حضرت سیدنا زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے دستک دی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کیلئے کھڑے ہو گئے اسے گلے لگایا اور بوسہ دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے درمیان سے جانے کیلئے کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور جب تک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آتے، ہم دیکھتے رہتے۔

حضرت فقیہ محقق علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں کہ ''وہبانیہ'' میں ہے کہ آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا مستحب ہے۔ مسجد میں بیٹھا ہوا شخص بھی اگر کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جائے، تب بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ شرعی طور پر تعظیم کا مستحق ہو۔ اسی طرح قرآن پڑھنے والے کا، آنے والے کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا جائز ہے۔ دوسروں کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا مکروہ نہیں بلکہ مکروہ یہ ہے کہ اپنے لئے دوسروں کے کھڑے ہونے کو پسند کرے۔ ابن وھبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہونا چاہیئے کیونکہ اس کو چھوڑنے سے لوگوں میں عداوت، حسد اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔

ابو داؤد میں حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر قلعے سے اتر آئے تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا، جب وہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حاضرین سے فرمایا '' قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ'' یعنی اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

(تصوف کے حقائق حاشیہ، ص 115)

حضرت سیدنا امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر کوئی اپنے ساتھی کو یا سیدی کہہ

کر پکارے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ بہتر اور صاحبِ فضل ہو، فاسق وفاجر کو یا سیدی کہنا منع ہے عادل حاکم کے لئے اور طلباء کا، استاد کیلئے قیام کرنا مستحب ہے، کراہت کی اور صورتیں ہیں، اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو یہ پسند کرے کہ لوگ اس کیلئے کھڑے ہوں، وہ اپنا ٹھکانا جہنم کیلئے تیار کرے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تکبر و بڑائی کے سبب لوگوں کو حکم دیں یا ان پر لازم ٹھہرائیں۔

(تصوف کے حقائق حاشیہ، ص115)

حضرت سیدنا امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ہر مسلمان سے سلام علیک اور مصافحہ میں پیش قدمی کیا کرو۔ حدیث مبارکہ میں آیا کہ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو رحمتِ خداوندی کے ستر حصوں میں سے انہتر (69) حصے تو اس کو ملتے ہیں جس نے مصافحہ میں ابتداء کی ہے اور ایک حصہ دوسرے کو ملتا ہے۔

(تبلیغ دین ،ص،73)

حضرت سیدنا امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا کہ اہل فضل (علماء حق ومشائخ عظام) کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کریں اگرچہ ان کو ہمارا کھڑا ہونا ناگوار ہو "فعلینا التعظیم وعلیھم الکراھۃ" کیونکہ ہمارے ذمہ ان کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو اپنی تعظیم سے نفرت لازم ہے۔ یہ کھڑا ہونا ہر حال میں مستحب ہے خواہ وہ عالم (یا، شیخ) اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ بشرطیکہ قیام میں دینی مصلحت ہو۔ جو عدم قیام پر راجح ہو خوب سمجھ لو۔

(ہم سے عہد لیا گیا، ص، 474)

حکایت: حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا جب حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام، حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کھڑے نہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونے کو گراں سمجھتے ہوں۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہیں پیدا کروں گا۔

(احیاء العلوم، ج،2،ص، 377)

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب کبھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے مصافحہ ضرور کیا۔ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلانے کو میرے گھر کسی کو بھیجا۔ میں گھر پر موجود نہ تھا مگر آ کر مجھے اطلاع ملی میں فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخت پر تشریف فرما تھے مجھے چمٹا لیا اور یہ معانقہ بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ تھا۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت سیدنا عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باہم مصافحہ کرو کینہ دور ہوگا۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو آپس میں محبت ہوگی اور دشمنی جاتی رہے گی۔ (رواہ مالک مرسلا)

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دو مسلمان جب باہم مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے درمیان جو گناہ ہوتا ہے جھڑ جاتا ہے باقی نہیں رہتا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(تفسیر مظہری ج3 ص187 سے 188)

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسلمان اپنے (مسلمان) بھائی سے (سلام کے وقت) ملتا ہے اور اپنے ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہے تو سلام کرنے سے ان دونوں کے گناہ اس طرح سے جھڑتے ہیں جس طرح سے تیز آندھی کے اس خشک درخت سے پتے جھڑتے ہیں اگرچہ ان دونوں کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں۔ (طبرانی)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب دو مسلمان آپس میں ملتے اور باہمی مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا احوال پوچھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان ایک سو نعمتیں نازل کرتے ہیں ننانوے رحمتیں آپس میں ایک دوسرے سے خندہ پیشانی، عمدہ اور نیک طریقہ حال پوچھنے پر ملتی ہے۔

(رحمت کے خزانے، ص، 533)

مسئلہ: سلام کی تکمیل مصافحہ اور معانقہ ہے۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

تمہارے باہم سلام کا تکملہ مصافحہ ہے۔ رواہ احمد والترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ۔

(تفسیر مظہری ج 3 ص 187)

اب ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صوفیائے کرام، علمائے کرام۔ اہل فضل کے ہاتھ چومنا قیام کرنا اور مصافحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین یارب العٰلمین)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اٰفۃُ السَّمَاحِ اِلْمَنُّ

ترجمہ: احسان جتانا جود وکرم کے لئے آفت ہے

حضرت سیدنا

مولانا عبدالرحمن جامی

نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کے بہ نعمت کے شود دل گرم — چوں زمنت کنند دم سردے

غیر باد خزاں منّت نیست — آفت روضۂ جوانمردے

ترجمہ:

کسی پر گر کرو احساں نہ لو بھولے سے نام اس کا

سخاوت کا یہ ہے سود اور لینا ہے حرام اس کا

عَلَیْکُمْ بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّہَا سِیمَاءُ الْمَلَائِکَۃِ وَاَرْخُوْا لَہَا خَلْفَ ظُہُوْرِکُمْ

(کنزالعمال ج8 ص18)

پندرہواں باب
عمامہ شریف
کا بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

حضرت سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عمامہ (شریف) کی ابتداء سب سے پہلے اپنے سر پر عمامہ شریف باندھنے والے ہمارے آقا و مولا سیدنا آدم علیہ السلام تھے کہ جب جنت سے دنیا میں تشریف لائے تو جبریل امین علیہ السلام نے باندھا تھا دوسرے شخص حضرت سیدنا ذوالقرنین علیہ السلام تھے جب ان کے سر پر قرن نکل آئے تھے تو ان کو چھپانے کیلئے عمامہ (شریف) باندھا۔

(مسائل عمامہ، ص، 19)

تفسیر خازن و مدارک میں اس آیت مبارکہ کے ذیل لکھا ہے۔ ''فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ'' (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 248) اس میں تمہارے رب عزوجل کی طرف سے سکینہ ہے۔ اور آل موسیٰ علیہ السلام و آل ہارون علیہ السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں۔ مفسرین کرام اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وہ تبرکات حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا عصا مصلّٰی اور حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کا عصا اور عمامہ تھا۔

(مسائل عمامہ، ص، 20)

حضرت سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میری امت فطرت اسلامی پر قائم رہے گی جب تک کہ وہ ٹوپیوں پر عمامیں باندھیں گے۔

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم پر پگڑی لازمی ہے اس لئے کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور پگڑی کا شملہ اپنی پیٹھوں کے پیچھے لٹکاؤ۔

(کنز العمال، ج، 8، ص، 18، بحوالہ مقیاس خلافت، ص، 57)

قضاعی شہاب میں سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضٰی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ عمامہ (شریف) عرب کے تاج ہیں۔

مسند الفردوس میں حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامے چھوڑیں گے تو اپنی عزت اتروا دیں گے۔

ابن عدی حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامہ (شریف) باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

حضرت سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

حضرت سیدنا ابو عبد اللہ محمد بن وضاح رضی اللہ عنہ فصل لباس العمائم میں حضرت سیدنا خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا۔

حضرت سیدنا ابو بکر ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ مصنف اور ابو داؤد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ (شریف) باندھتے ہیں۔ بیشک عمامہ کفر وایمان کے درمیان فرق ہے۔

حضرت علامہ مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں مشرکین عرب کا پگڑی پہننا معلوم ہے معنی یہ ہوا کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر پہنتے ہیں۔ اور پگڑیاں وہ ٹوپیوں کے بغیر پہنتے ہیں۔

(فضائل عمامہ اویسی، ص، 21)

معجم کبیر طبرانی میں مذکور ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ سیاہ

کپڑے کا اور چار انگلیوں کے برابر ان کے پیچھے کی جانب سے اس کا شملہ رکھا اور فرمایا کہ اس طرح عمامہ باندھ۔

(عمامہ شریف سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص، 57،)

حضرت علامہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی۔

(فضائل عمامہ اویسی، ص، 24)

حضرت سیدنا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سفید لباس پہننا افضل ہے چنانچہ ہمارے علماء کرام و مشائخ عظام سفید لباس ہی پہنتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔

(شمائل ترمذی، ص 161)

جمع الوسائل میں مذکور ہے۔ اور جان لے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے جو پگڑی تھی اس کو السحاب کے نام سے موسوم کیا گیا تھا اور ٹوپی کے اوپر اس کو باندھا کرتے تھے۔

(بحوالہ شمائل ترمذی، ص، 163)

شمائل ترمذی میں مذکور ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آقائے دو جہاں حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض رحلت میں، میں حاضر خدمت شریف ہوا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر عمامہ زرد تھا۔

حضرت سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام کپڑے زعفران سے رنگتے حتیٰ کہ عمامہ بھی۔

(طبقات ابن سعد، ج، 1، ص، 452۔ مقیاس خلافت، ص، 77)

حضرت سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر اور عمامہ دونوں زعفران سے رنگے ہوئے تھے۔

(طبقات ابن سعد، ج، 1، ص، 452۔ بحوالہ مقیاس خلافت، ص، 76)

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (پارہ 4، سورۂ آل عمران، آیت 125)

ترجمہ: مدد کریگا تمہاری رب عزوجل تمہارا پانچ ہزار فرشتوں سے جونشان والے ہیں۔

شیخ التفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نعیمی میں فرماتے ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر میں فرشتے سیاہ پگڑیوں (دستار) اور جنگ احد میں سرخ پگڑیوں میں دیکھے گئے۔

حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء علامہ اسمٰعیل حقی البرسوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو فرمایا کہ اس دن ملائکہ کے سروں پر سفید پگڑیاں تھیں۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹوپی پر عمامہ (شریف) باندھتے اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ (شریف) باندھتے تھے اور یہ مروی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر عمامہ (شریف) کے صرف ٹوپی سر پر رکھی ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ صرف ٹوپی رکھنا کفار کی علامت ہے اور خلاف سنت ہے کیونکہ حدیث رکانہ (رضی اللہ عنہ) میں بھی صرف ٹوپی کو علامت کفار فرمایا ہے۔

(مرقات، ص، 427، ج، 4، باب اللباس)

حضرت سیدنا سالم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نقل کیا کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مطلق سنت کا لفظ بولتے ہیں تو وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیتے ہیں۔

(مسائل عمامہ، ص 23)

حضرت سیدنا مقاتل بن حباب نبطی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی جس میں ہے۔ کہ نبی امی علیہ السلام صاحب جمل۔ مدرعہ اور صاحب عمامہ کی تصدیق کرو۔ (الحدیث)

اس سے صاحب عمامہ کی وجہ تسمیہ بھی ماخوذ ہوتی ہیں نیز یہ بھی اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ علیہ السلام ظاہر ہونگے تو عمامہ استعمال کریں گے۔

(مسائل عمامہ، ص، 19)

صاحب تفسیر عزیزی فرماتے ہیں۔عمامہ شریف سنت ہے۔

حضرت فقیہ بے بدل علامہ اجل ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں فرماتے ہیں اصلاً مروی نہ ہوا کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا۔ کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔ پھر آگے پگڑی باندھنے کی فضیلت کی احادیث مبارکہ میں لکھ کر فرماتے ہیں۔ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ ٹوپی ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے۔اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے۔اور کیوں کر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے۔

(شمائل ترمذی، ص، 162)

فتح الباری میں مذکور ہے۔ارشاد ہے عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔

عینی میں مذکور ہے۔کسی نے جناب حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا پگڑی باندھنا سنت ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں سنت ہے مزید فرمایا عمامہ باندھا کرو کہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے۔

(بحوالہ شمائل ترمذی، ص، 161، 162 بحوالہ عینی شرح بخاری باب لباس، ص، 232، ج، 10)

شمائل ترمذی میں محدث جلیل امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خوب جان لے کہ پگڑی کا پہننا سنت ہے۔اور اس کی فضیلت میں کافی احادیث (مبارکہ) وارد ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ احادیث (مبارکہ) میں وارد ہے۔ کہ پگڑی کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر (70) رکعت نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(بحوالہ شمائل ترمذی، ص، 161)

فقیہ جلیل مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ دیلمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

حضرت سیدنا علامہ الیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پگڑی کا باندھنا سنت ہے۔خصوصاً نماز کیلئے اور خوبصورتی کے ارادے سے۔اس بارے میں بہت سی احادیث (مبارکہ) آئی ہیں۔

(بحوالہ شمائل ترمذی، ص، 161)

حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ باندھنا سنت ہے خصوصاً نماز میں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔

(بحوالہ اسلامی اخلاق وآداب، ص، 72)

حضرت علامہ مولانا یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو اس وقت تک کسی شہر کا حاکم مقرر نہیں فرماتے تھے جب تک اس کے (سر پر) عمامہ نہیں بندھوا دیتے تھے۔

(بحوالہ شمائل ترمذی، ص، 163)

مظاہر حق جلد اول، صفحہ، 470 پر تحریر فرماتے ہیں کہا حضرت علامہ مولانا طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عمامہ (شریف) باندھنا سنت ہے۔

مکتوبات صدی صفحہ، 557 میں مذکور ہے۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں سر پر پگڑی باندھنا سنت ہے۔ چاہئے کہ اس کا شملہ سر کے پیچھے گردن پر لٹکائے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم، صفحہ، 397، ج، 1، میں لکھتے ہیں نماز جمعہ میں عمامہ مستحب ہے۔ پہلے حضرت سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ شریف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ، 146، میں ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔ عمامہ باندھنا سنت، مستحب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری،) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں سنت ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ دعامہ میں تحریر فرماتے ہیں عمامہ

(شریف) اسلام کا شعار ہے اور عمامہ (شریف) مسلمانوں کی سنت ہے۔

(دعامہ ص 16، 36، مسائل عمامہ ص 22)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ'' (پارہ 8، سورۃ الاعراف، آیت 31)

اور حضرت سیدنا قدوۃ الاولیاء علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے نماز کیلئے ایک مخصوص لباس تیار کروایا تھا۔ وہ لباس یہ تھا۔

(1) قمیص

(2) عمامہ

(3) چادر

(4) شلوار

(البراھین التامۃ لا ثبات سینیۃ العمامۃ، ص، 4، 5)

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی صاحب تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن ابی عاصم رضی اللہ عنہ نے کتاب الجہاد میں اپنے اسناد سے ذکر کیا کہ ایک آدمی حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور کہا اے ابا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کیا عمامہ سنت ہے؟ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہاں عمامہ سنت ہے۔

(البراھین التامۃ لا ثبات سینیۃ العمامۃ، ص، 14)

چنانچہ سیدنا علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ بحر الرائق، صفحہ، 34، جلد، 3 میں لکھتے ہیں بیشک وہ فعل سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔

(شامی، ص 439، ج 1)

عمامہ (شریف) پہننا سنت مؤکدہ ہے۔ لہٰذا قدرت (طاقت) واستطاعت کے باوجود بلا عمامہ (شریف) نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(مسائل عمامہ، ص 27)

حضرت سیدنا علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ تیسر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں مسلمان

ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامے باندھتے ہیں۔ تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے۔ تو عمامہ سنت ہے۔ اور جو فعل حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مواظبہ کا خلاف یقیناً مکروہ ہے۔

(فضائل عمامہ اویسی، ص 18)

صاحب شرح شمائل باجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عمامہ (شریف) سنت مؤکدہ محفوظہ ہے۔ جسے صلحاء نے ترک نہیں کیا۔

(مسائل عمامہ، ص، 22)

قاضی حبیب اللہ صاحب موضع پرمولی ضلع صوابی نے ایک فتویٰ جاری کیا تھا اس میں یہ تحریر کیا ہے کہ نماز بلا عمامہ مکروہ ہے اور بلا عمامہ (نماز) باجماعت پڑھنا اشد مکروہ ہے اور عمامہ سنت مؤکدہ ہے اس فتویٰ پر صوبہ سرحد کے چونسٹھ علماء کرام کے دستخط موجود ہیں۔

(ہدایت السالکین، ص، 163)

ریاض الفتاویٰ، ج، 3، ص، 249 میں مذکور ہے مفتی سید ریاض الحسن جیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ بلا شبہ عمامہ حضور اقدس ﷺ کی سنت متواترہ لازمہ دائمہ ہے اور بلا شبہ صرف ٹوپی کا دائمی استعمال خلاف سنت و واضع کفار ہے۔ یونہی عمامہ بے کلاہ کما ورد فی الاحادیث لہٰذا بعض علماء اعلام کے کلام میں حضور پاک ﷺ سے استعمال کلاہ بے عمامہ کا انکار واقع ہوا۔

اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد (3) ص، 76 سے 80 تک (19) احادیث (مبارکہ) اور کئی فقہاء کی کتابوں سے عبارات نقل کی ہیں۔ اور ارشاد فرماتے ہیں عمامہ مدنی تاجدار ﷺ کی سنت متواترہ ہے۔ جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے۔ پھر تین سطر آگے چل کر فرماتے ہیں۔ تو عمامہ (شریف) سنت لازمہ دائمہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا

(شمائل ترمذی، ص، 162)

(اشعۃ اللمعات، ج، 5، حاشیہ، ص، 597، شرف قادری نقشبندی)

نماز میں سر پر پگڑی باندھنے کی حدیثیں ایسی ہیں کہ جن میں شک صرف ضدی کرے گا یا جاہل۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنۃ مواظبہ (دائمی) کا خلاف یقیناً مکروہ ہے چنانچہ بحرالرائق، ص، 34، ج3، میں ہے۔ ''وصله ان السنة اذا كانت مؤكدة قربة لا يبعد ان يكون تركها مكروها كراهة تحريم''

(ننگے سر نماز، ص، 6 اویسی)

حضرت علامہ مولانا فیض احمد اویسی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔ ایسے ہی عمامہ شریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی ادا ہے۔ کہ کبھی سفر و حضر میں یہاں تک کہ نیند کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر مبارک ننگا نہ ہوا۔

(ننگے سر نماز، ص 23)

نتیجہ علامہ اویسی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ اس قاعدہ پر عمامہ شریف حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی سنت ہے نماز غیر نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس طرح ثابت ہے۔ ہاں جواز کیلئے کبھی ہوا تو وہ سنت نہ ہوگی اور مسلمان کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہئیے نہ کہ اس کے خلاف۔

(ننگے سر نماز، ص، 11)

عمامہ (پگڑی) باندھنا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت متواترہ ہے۔ جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے اور اس میں کسی مذہب والے کو اختلاف بھی نہیں ہے۔

(فضائل عمامہ، ص، 5 اویسی)

جب دلائل سے اپنی جگہ ثابت ہے۔ کہ پگڑی (عمامہ شریف) پہننا سنت اور وہ بھی لازمہ دائمہ کہ کبھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے اس کے خلاف ننگے سر یا ٹوپی یا رومال وغیرہ ثابت نہیں۔

(فضائل عمامہ، ص، 6 اویسی)

حضرت سیدنا اُستاد کبیر محدث جلیل امام شرف الدین عبدالمؤمن بن خلف دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ بعض روایات جو پایہ ثبوت کو نہ پہنچیں ہوں مگر

کوئی پڑھنے والا ثواب کی اُمید پر اس روایت پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُمید ہے کہ اس کو وہ ثواب اور اجر ضرور عطا فرمائے گا۔

(رحمت کے خزانے، ص 64)

حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی صاحب کی تحقیق حدیث ضعیف کہنا ان کا ایسا حربہ ہے کہ عوام کو بہت جلد دوم تزویر پھنسا لیتے ہیں۔ لیکن کب تک بالآخر یوم الحساب میں قابو آئیں گے۔ کچھ یہی ان کا رویہ بھی یہی ہے۔ مانا کہ عمامہ (شریف) کی نماز کے متعلق کچھ روایات ضعیف سہی لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائمی طور پر تو عامل رہے۔ پھر اس محبوب سیرت کا انکار کیوں۔

(ننگے سر نماز، ص، 12)

پیش لفظ میں فقیر محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔ آج کل ننگے سر نماز پڑھنے کی ہے۔ کہ ادھر تو پگڑی باندھنے کی سنت ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی یہاں تک کہ علماء و مشائخ تک پگڑی جیسی مقدس سنت کو خیر باد فرما کر انگریزی اور ہندوی وضع کی ٹوپیاں سر پر رکھ چھوڑی ہیں۔ ادھر مغربیت کے مسحور حضرات پگڑی کی مذاقیں اڑاتے ہیں۔

(ننگے سر نماز، ص، 2)

حرف آخر فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ اس طویل بحث سے میرا مقصد یہی ہے کہ علماء کرام ومشائخ عظام اور عوام اہل اسلام جواز کے چکر میں پھنسنے کے بجائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر سنت پر عملی اقدام فرمانا چاہیئے بلکہ اپنے حلقۂ احباب کو سختی سے اس کا کاربند بنانا اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھیں تا کہ کل قیامت میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب ہو۔

(ننگے سر نماز، ص، 24)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اس سے ہے۔

(ابوداؤد و مشکوٰۃ شریف، ص، 329)

مسئلہ عمامہ باندھے تو اس کا شملہ پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکالے شملہ کتنا ہونا چاہیئے اس میں اختلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔

(عالمگیری اسلامی اخلاق وآداب، ص،72)

مسئلہ عمامہ کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اسے اتار کر زمین پر پھینک نہ دے بلکہ جس طرح لپیٹا ہے۔ اسی طرح ادھیڑا جائے۔

(عالمگیری اسلامی اخلاق وآداب، ص،72)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا عمامہ سات ہاتھ کا اور بڑا عمامہ بارہ بارہ ہاتھ کا تھا۔ بس اسی سنت کے مطابق عمامہ رکھے اس سے زیادہ بڑا نہ رکھے۔

(اسلامی اخلاق وآداب، ص،72)

حدیث شریف میں مذکور ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیٹھ کر عمامہ (شریف) باندھے یا کھڑے ہو کر پاجامہ پہنے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بلا میں مبتلا کرے گا جس کا دفعیہ نہ ہو سکے گا اور اگر معذور ہو تو جائز ہے۔

شملہ مبارکہ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت ہوتا ہے اور کبھی کبھی دائیں ہاتھ کی طرف اور بائیں طرف شملہ رکھنا غیر مسنون اور بدعت ہے۔ اور شملہ کی کم از کم لمبائی چار انگل ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ یا پیٹھ سے زیادہ لمبا کرنا غیر مسنون ہے۔

معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو اکثر اوقات سیاہ، سبز لباس میں مشہور نہ کرے یہ مکروہ ہے۔ اور ممنوع ہے۔

حضرت سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ سیاہ (کالا) رنگ کو کیوں استعمال نہیں کرتے تو اُنھوں نے فرمایا اس لیے کہ اس میں دولہن کو نہیں آراستہ کیا جاتا اور مُحرم اس میں تلبیہ نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں میت کو کفن دیا جاتا ہے۔

(شمائل ترمذی، ص165)

استاد العلماء پیر طریقت حضرت مفتی غلام سرور قادری صاحب نے لکھا کہ صرف

سفید عمامہ سنت ہے۔ پھر لکھتے ہیں اور کسی بھی رنگ کا جائز مگر سبز رنگ کا نہ ہو۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریفوں کے لئے سبز پگڑی کی کوئی بنیاد نہیں یہ سبز پگڑی کی بدعت بادشاہ شبعان بن حسن کے حکم سے ۷۷۳ھ میں نکالی گئی ہے۔

(الفتاوىٰ الحديثه ،ص168) مفتی صاحب نے اور بھی بہت سی دلیلیں دیں ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یعنی جس شخص نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔

(فضائل عمامہ اویسی ،ص،26)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت کوئی نیا کپڑا پہنتے اس کا نام لیتے مثلاً پگڑی یا قمیص یا چادر پھر فرماتے اے اللہ تیرے لئے تعریف ہے۔ تو نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا میں اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کیلئے یہ بنایا گیا ہے اور اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں جس کیلئے بنایا گیا ہے۔

(روایت کیا ترمذی وابوداؤد مشکوٰۃ شریف ،ص،328)

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

(پارہ 21 سورۂ لقمان آیت 21)

ترجمہ: اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا فخر کرتا ہے

سولواں باب

تہبند (شلوار) ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

حضرت امام علامہ محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے ٹخنوں سے نیچے شلوار (تہبند) لٹکانا گناہ کبیرہ (حرام) ثابت کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (پارہ 21 سورۂ لقمان آیت 21)

ترجمہ: اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا فخر کرتا ہے۔

(کبیرہ گناہ اور ان کا علاج)

حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اترانے کی غرض سے اپنی ازار کو کھینچتا چلے تو قیامت کے دن اللہ پاک اس کی طرف نظر نہ کرے گا۔

دوسری حدیث شریف: مومن کی ازار اس کی پنڈلیوں کے نصف تک ہوتی ہے۔ اور ٹخنوں کے مابین جو کچھ ہو اس پر مضائقہ نہیں اور جو اس سے نیچی ہے وہ آگ میں ہے۔ (حجۃ البالغہ، ص، 607)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ایک آدمی ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جا پھر وضو کر تو وہ شخص گیا اس نے دوبارہ وضو کیا پھر واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جا پھر وضو کر تو اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وضو کا ارشاد فرمایا پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ازار لٹکا کر نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

(کبیرہ گناہ اور ان کا علاج 419) (ابوداؤد شریف، ج،2،ص،210 مقیاس خلافت،ص،67)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تہبند گھسٹنے (لٹکانے) والے کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(کنز العمال، ج،8،ص،19۔ مقیاس خلافت،ص،68)(کبیرہ گناہ اور ان کا علاج 418)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا کچھ کپڑا ازار کا ٹخنوں سے تجاوز کرے تو وہ دوزخی ہے۔

(کنز العمال، ج،8،ص،19۔ مقیاس خلافت،ص،68)

حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منافق کی علامت اپنے پاجامے کو لمبا کرنا ہے تو جس شخص نے اپنے پاجامے کو لمبا کیا حتیٰ کہ قدموں کے نیچے گھسٹتا ہے تو اس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور جس شخص نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی تو اس کیلئے دوزخ ہے۔

(کنز العمال، جلد،8،ص، 21۔ مقیاس خلافت،ص،69)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضرت سیدنا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹخنوں سے نیچے جو پاجامہ یا تہمت ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔

(بخاری شریف، جلد،2،ص، 861۔ مقیاس خلافت،ص،69)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہ دیکھے گا جس نے تکبر سے اپنا کپڑا زمین پر کھینچا۔

(مسلم شریف، ج،2،ص،194۔ مقیاس خلافت،ص،69)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبریل (امین) علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم سے آزاد کردہ لوگ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر ہوتے ہیں۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ نہ تو مشرک کی طرف نظر رحمت کرتے ہیں۔ نہ دشمنی کرنے والے کی طرف۔ نہ قاطع رحم (رشتہ داری ختم کرنے والوں) کی طرف۔ نہ (تہبند، شلوار وغیرہ کو) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے کی طرف اور نہ والدین کے نافرمان کی طرف، اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے کی طرف۔

(بیہقی باسنادہ رحمت کے خزانے،ص،304)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک شخص تکبر کرتے ہوئے اپنی چادر گھسیٹ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں چلا جا رہا ہے۔

(بخاری، مشکوٰۃ، ج،2،ص،324)(کبیرہ گناہ اوران کا علاج418)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹخنے کے نیچے ازار سے جو ہے، وہ آگ میں ہے۔

(بخاری، مشکوٰۃ، ج،2،ص،324)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرماتے تھے مومن کے تہبند باندھنے کی پسندیدہ حالت آدھی پنڈلیوں تک ہے اور آدھی پنڈلی سے لیکر ٹخنے تک کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ اگر اس سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا اور تکبر کے طور پر جو شخص اپنی چادر دراز کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف، مشکوٰۃ شریف، ج،2،ص،327)

حضرت سیدنا سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کپڑے کی درازی تہبند کرتے اور پگڑی میں ہے جس نے تکبر کے طور پر ان میں درازی کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(ابوداؤد شریف ابن ماجہ شریف، مشکوٰۃ شریف، ج،2،ص،327)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف دیکھے گا بھی نہیں جس نے ازار تکبر اپنا تہبند گھسیٹ کر چلے۔

(بخاری ومسلم۔ ریاض الصالحین، ص،456، ج،1)

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین طرح کے لوگ ایسے ہیں۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف توجہ (نہ) فرمائے

گا نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ہی انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے؟ حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ لوگ تو تباہ و برباد ہو گئے کون ہیں وہ لوگ یا رسول ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا

(1) تکبر سے کپڑا لٹکانے والا (2) احسان جتلانے والا اور

(3) جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔ اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ ازار کو لٹکانے والا۔

(مسلم شریف) ریاض الصالحین، ص، 456، جلد، 1)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کی مزید ہدایت چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر و کم تر نہ سمجھنا اور اپنے (ہر مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی اور مسکراتے چہرہ سے ملاقات کرنا۔ کیونکہ یہ بھی نیکی ہے۔ اور اپنا تہبند نصف پنڈلی تک اونچا رکھنا اگر یہ اچھا نہ لگے تو پھر ٹخنوں تک کرلو اور دیکھو تہبند گھسیٹنے کی حد تک نہ لٹکانا کہ یہ متکبروں کا طریقہ ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم کو کوئی گالی دے۔ یا کسی عیب کا جو تم میں موجود ہو طعنہ دے تو تم اس کے عیبوں کا جو تمہارے علم میں ہوں الزام و طعنہ نہ دینا۔

(ترمذی شریف) ریاض الصالحین، ص، 457، ج، 1)

حضرت سیدنا محارب بن دثار حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سے فرماتے سنا جس نے تکبر کی وجہ سے کپڑا کھینچا قیامت کو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ روای کہتا ہے میں محارب بن دثار سے استفسار کیا کہ چادر کی تخصیص کی؟ انھوں نے فرمایا چادر (تہہ بند) قمیض وغیرہ سے تخصیص نہیں فرمائی مطلق کپڑے کا ذکر کیا۔

(بخاری شریف، ج 2، ص 861)

حضرت سیدنا ابو حیری جابر بن سلیم نے فرمایا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مختلف وصیتیں کرتے ہوئے فرمایا تہہ بند کو لٹکانے سے بچ کہ یہ تکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

(ابوداؤد شریف، ج 2، ص 210)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ

کے پاس سے گذرا اور اس وقت میرا تہبند (حد سے زیادہ) لٹکا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنا تہبند اونچا کرلو! چنانچہ میں نے اسے کچھ اونچا کرلیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اور اونچا اٹھاؤ میں نے اٹھالیا۔ اس کے بعد میں ہمیشہ تہبند اونچا ہی باندھتا رہا کسی نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کتنا اونچا؟ تو فرمایا نصف پنڈلی تک۔

(مسلم شریف) ریاض الصالحین، ص، 461، ج، 1)

حضرت سیدنا امام حافظ علامہ شمس الدین الذھبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں ایک حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ ایک آدمی ایک خوبصورت لباس پہنے چل رہا تھا اپنے آپ میں فخر محسوس کررہا تھا۔ بالوں میں کنگھی کئے ہوئے تھا اور اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا کہ اچانک اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور قیامت کے دن تک اس میں دھنستا رہے گا۔

(کبیرہ گناہ اور ان کا علاج ص 418)

امام حافظ علامہ شمس الدین الذھبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے نتیجے میں لکھتے ہیں کہ یہ وعید اور دھمکی صرف تہبند سے مخصوص نہیں بلکہ سلوار، کپڑا، جبہ قباء اور اچکن نما کوئی بھی کپڑا تکبر سے ٹخنوں سے نیچے کیا جائے گا وہ ان تمام احادیث کی زد میں ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائے)

(کبیرہ گناہ اور ان کا علاج ص 419)

حضرت سیدنا اشعث رضی اللہ عنہ بن سلیم اپنی پھوپھی اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں چل رہا تھا کہ پیچھے سے ایک شخص نے مجھ سے کہا ازار اوپر کرلو اس طرح تقویٰ زیادہ اور بقاء زیادہ ہے اور ایک روایت میں انقی ہے طہارت و نفاست زیادہ ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور اقدس ﷺ تھے میں نے معذرت کی کے یہ کام کاج کے کپڑے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے میرا طریقہ پسند نہیں۔

(شمائل ترمذی ص 8)

مصنف امام عبدالرزاق نے صفحہ 83 جلد 11 میں لکھا کہ بنی اسد کے ایک شخص سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا اگر تجھ میں دو چیزیں نہ ہوں تو تو بہت

ہی اچھا انسان لگے عرض کیا ایک بھی مجھے کافی ہے فرمایا؟ تہبند لٹکانا ہے اور سر کے بال کانوں سے نیچے تک لمبے ہیں عرض کیا بخدا عزوجل آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کی تہبند ٹخنوں سے نیچے ہے تو فرمایا بھتیجے تہبند کو اوپر کرلے کہ اس میں زیادہ تقویٰ ہے اور زیادہ نفاست ہے، راوی کہتا ہے کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تعجب آتا ہے کہ حق کہنے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ (جزع الاسبال، ص8)

مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ 29 جلد 6 میں لکھتے ہیں کہ خرشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قینچی منگا کر اس شخص کی تہبند کو جو ٹخنوں سے دراز تھی پکڑ کر کاٹ دی راوی کہتا ہے جتنا حصہ کاٹا گیا تھا وہ آج بھی میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

حضرت سیدنا ردیف کمالات شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ بخاری صفحہ 861 جلد 2 پر فرمایا مرد کو جائز نہیں کہ اس کا کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو اور نہ اس کو یہ کہنا جائز ہے کہ میں تکبر کی نیت سے نیچے نہیں رکھتا کیونکہ الفاظ کے اعتبار سے نہی اس پر مشتمل ہے جہاں لفظ نہی شامل ہو وہاں اس کی تعلیل بیان کرنا دعوی بلا دلیل ہے۔ بلکہ دامن کا لمبا کرنا تکبر پر دلیل ہے۔

جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس نے اپنا کپڑا نیچے لٹکایا اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا تو ابو بکر (سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) پوچھنے لگے اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرا پیٹ بڑا ہونے کی وجہ سے میرا ازار ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے البتہ میں اس کا خیال کرتا رہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں جو یہ کام تکبر سے کرتے ہیں۔ (کبیرہ گناہ اور ان کا علاج ص 419)

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ عزوجل ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما اور عمل کی توفیق عطا فرما اور اس میں اخلاص عطا فرما آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ

(پارہ 12 سورۂ ہود آیت 120)

یعنی ہم پیغمبروں (علیہم السلام) کے قصے اور اخبار تم کو سناتے ہیں۔ اور ان کے حالات سے تم کو واقف کرتے ہیں۔ تاکہ تمہارے دل میں ثابت قدمی اور تقویت پیدا ہو۔

ستروں باب

تذکرۂ صالحین

یعنی صلحاء کرام کے حالات

کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

زرقانی شرح مواہب جلد۳۔ص۳۰ا شرح شفا للقاری جلدا۔ص۱۴۲ قال الخفاجی قال السیوطی رواہ عنہ ابن جریر وابن ابی حاتم نسیم الریاض جلدا۔ص۱۴۲ رواہ ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ درمنثور سیوطی جلد۔۴۔ص۵۸ (حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہیں) ''محض ذکر حضور (حبیب خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور ذکر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ کیونکہ صالحین کے ذکر پاک کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور بوقت نزول رحمت دلوں کو اطمینان اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ''یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاں میرا ذکر ہوتا ہے تیرا ذکر (بھی) میرے ساتھ ہوتا ہے جس نے میرا ذکر کیا اور تمہارا ذکر نہ کیا تو جنت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انبیاء علیہم السلام اور رسولوں علیہم السلام کا ذکر کرنا ان کے فضائل بیان کرنا ان کی تعریف کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ نیکوں کا (اللہ کے ولیوں کا) ذکر کرنا (ان کے فضائل وحالات بیان کرنا ان کی تعریف کرنا) گناہوں کا کفارہ ہے۔ یعنی ولیوں کے ذکر سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

(مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ص، 27)

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ قبلہ درویشاں مولوی عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں گروہ صوفیہ کے سردار ابوالقاسم جنید بن محمد بن صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مشائخ کی حکایتیں خدا عزوجل کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے یعنی دلوں کیلئے ان سے پوچھا گیا کہ ان حکایت کا مریدوں کو کیا فائدہ ہے جواب فرمایا۔ کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ'' (پارہ 12 سورۂ ھود آیت 120)

یعنی ہم پیغمبروں (علیہم السلام) کے قصے اور اخبار تم کو سناتے ہیں۔ اور ان کے حالات سے تم کو واقف کرتے ہیں۔ تاکہ تمہارے دل میں ثابت قدمی اور تقویت پیدا ہو۔ اور جب تم کو تکلیف اور رنج پیش آئے۔ اور اس کا غلبہ ہو تو ان کے اخبار و حالات سنو اور سوچو پھر جان لوگے کہ جب اس قسم کے رنج و تکلیف ان کو پہنچے ہیں۔ اور اس میں وہ صبر اور بردباری کو کام میں لائے ہیں۔ اس سے تمہارے دل کو تقویت اور صبر و عزم بڑھ جائے گا اسی طرح بزرگوں کی باتوں اور پیروں کی حکایت اور ان کے حالات سے مریدوں کے دل کو تربیت ہوتی ہے۔ اور قوت و پختگی اعتقاد بڑھتی ہے۔ خدا کی طرف سے ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔ اور بلا (مصیبت) اور امتحان اور ناکامی میں اس کے پاؤں درویشی پر جم جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مردان خدا عزوجل کا عزم اور ان کی خصلت حاصل کرتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ دوستان خدا عزوجل کی باتوں سے ان کی دوستی پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کی دوستی سے ایک نسبت قرابت متحقق ہوتی ہے۔

چنانچہ کہتے ہیں۔ ''المودة احدی القرابتین'' (دوستی بھی ایک قسم کی قرابت ہے۔

اور یہ بھی کہتے ہیں۔ ''لاقرابة اقرب من المودة ولابعد العبدمن العداوة''

یعنی کوئی قرابت دوستی سے بڑھ کر نہیں۔ اور کوئی دوری عداوت سے بڑھ کر نہیں

اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے۔

القوم اخوان صدق بینهم نسب	عن المودة لم یعدل به سبب

یہ قوم ایسے سچے بھائی ہیں۔ ان میں دوستی کی ایسی نسب ہے کہ جس کے برابر کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا۔ کہ ایک شخص کسی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ لیکن ان کے عمل تک نہیں پوچھتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور ایک دوسری صحبت میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن ایک بندہ اپنے اعمال کی افلاس کی وجہ سے ناامید ہوگا تو اس وقت حق سبحانہ تعالیٰ کہے گا۔ کہ کیا تو فلاں دانا کو کہ جو فلاں محلہ میں رہتا تھا جانتا تھا اور فلاں سے مراد عارف ہے۔ وہ کہے گا۔ کہ ہاں میں پہنچانتا تھا۔ حق

تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ جا تجھ کو اس کی وجہ سے بخش دیتا ہوں ۔ پھر جب صرف کسی بزرگ کا پہنچاننا نجات کا سبب ہوسکتا ہے۔ تو ان کی دوستی اور ان کی سی عادت اختیار کرنا۔ اور نیکی میں ان کے پیچھے چلنا بطریق اولیٰ نجات کا باعث ہوگا۔

(نفحات الانس، ص، 33، 34)

شیخ المشائخ خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے عارف کلام مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مشائخ (اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم) کے کلام کا سننا توفیق (زیادتی۔شوق) کا موجب قلب کی رقت ونرمی کا سبب مَاسِوَ اللہ سے نفرت دلانے کا باعث اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ (عارف نامہ، ص، 12)

حضرت سیدنا خادم مجدد الف ثانی خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نسمات القدس صفحہ نمبر 28 پر تحریر فرماتے ہیں کہ

بار کردند ہمرہاں بقطار	بار ما نیست ما چہ بار کنیم
بر بلندی رویم و بنشینم	اشتر مرد ماں شمار کنیم

(ترجمہ تشریح) ’’ساتھیوں نے بوجھ دے کر لا د دیا ہے۔ مگر ہمارا اتنا یارا کہاں کہ بوجھ اٹھاسکیں۔ ہم بلندی پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے اونٹ شمار کرتے ہیں۔

کیا اچھا ہو کہ ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کی منقبت بیان کرتے کرتے ان کی محبت میں سرگرداں رہتے اور انکے جھنڈوں کے سایہ تلے ہم خاک سے اٹھیں۔

پروانۂ آں شوم کہ پروانۂ اوست

(جوان پر پروانہ وار نثار ہو۔ میں اس کا پروانہ ہو جاؤں)

احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اس دعا کی تعلیم دی (اے اللہ عزوجل مجھے اپنی محبت عنایت فرما جو تجھ سے محبت کرے اس کی محبت عنایت فرما اور جو عمل تیری محبت سے قریب کرے اس عمل کی محبت عنایت فرما) اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں (جو تجھ سے محبت کرے اس کی محبت عنایت فرما) کا لفظ درمیان میں واقع ہوا ہے اس میں اشارہ ہے۔ کہ بزرگوں

(رحمتہ اللہ علیہم) کی یہ ایک محبت دو دوسری محبتوں کا ذریعہ بنتی ہے۔ خدا عزوجل کی محبت کا بھی اور نیک عمل کی محبت کا بھی عظیم بزرگ حضرت شیخ المشائخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن اپنے مریدوں سے فرمایا کہ کل روز قیامت جب تم سے تمہارے بارے میں پوچھا جائے تو ہرگز جواب دینے کی کوشش نہ کرنا مریدوں نے عرض کیا۔

پھر ہم کیا کہیں آپ (حضرت شیخ المشائخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا تم یہ کہنا کہ ہم تو دنیا میں بہت ہی کمتر وحقیر تھے۔ البتہ ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کا دامن پکڑا تھا یہ ہمارا حال زیادہ بہتر جانتے ہیں جب تم معاملہ ہم پر چھوڑ دو گے تو تم انشاء اللہ بخیر وخوبی عہدہ براہو گا

حضرت شیخ المشائخ شیخ ابوعلی شبولی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ خود کو ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کیساتھ رکھ ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) اور انکے ساتھ نشست و برخاست کرنے والوں سے فیض حاصل کر، تاکہ کل قیامت کے دن جب تجھ سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔ تو کہہ سکے کہ میں ان کے ساتھ نشست و برخاست کرنے والا اور ان کا دوست ہوں اور جب تو ان بزرگوں کی باتیں سنے تو اگرچہ تیری سمجھ میں نہ آئیں اپنی گردن جھکالیا کر، تاکہ کل قیامت کے دن کہہ سکے کہ میں ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کی باتیں سن کر گردن جھکانے والا تھا اگرچہ تو حقیقی مجرم ہی ہو اس سبب سے اللہ تعالیٰ سے تیری رہائی ہوجائے (اللہ پاک ہمیں اور تمام بھائیوں کو ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کی محبت واتباع نصیب کرے باطفیل اکابر رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)۔

(نسیمات القدس، ص، 30)

شیخ المشائخ شیخ مجدّ دالدّین بغدادی شہید رحمۃ اللہ علیہ دعا کرتے تھے۔ کہ یا الٰہی تیرا کام کسی سبب کا محتاج نہیں ہے بلکہ فضل وعنایت سے ہے مجھے ان لوگوں میں سے بنا، یا ان لوگوں کو دیکھنے والوں میں سے بنا کیونکہ مجھے دوسری قسم یعنی اسباب کا محتاج بننے والوں کی طاقت وہمت نہیں ہے۔

گر نیم مرغان رہ را ہیچکس	ذکر ایشاں کردہ ام اینم نہ بس
گر نیم زیشاں از ایشاں گفتہ ام	خوش دلم لیکن قصہ از جان گفتہ ام

ترجمہ: اگر میں مردان یا مرغان راہ یعنی راہ ہدایت یافتہ اور راہ دکھانے والوں کے مقابلہ میں

کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہوں۔ لیکن اب ان کا ناکافی ذکر کیا ہے۔ اگر چہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں لیکن ان بزرگوں (رحمتہ اللہ علیہم) کا ذکر کیا۔ میں اس بات پر دل سے خوش ہوں کہ میں نے روحانی نفوس کا قصہ بیان کیا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ امام ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جب اس گروہ (اولیاء اللہ) کے لوگ پردہ فرما جائیں یعنی فوت ہو جائیں تو ہم سلامت رہنے کیلئے کیا کریں آپ (حضرت شیخ المشائخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ان کے کلمات (ان کے حالات سنو اور پڑھو) سے کچھ ہر روز پڑھا کریں۔

ایک صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی ان کی باتیں پڑھے تا کہ میں سنوں یا میں پڑھوں اور وہ سنیں اگر جنت میں ان کی باتیں نہ ہوں تو میرا جنت سے کیا کام ان نفوس پاک (اولیاء اللہ) کے وجد و حال و کیفیت سے جذب فیض حاصل کر سکتے ہیں۔

(رسالہ قدسیہ، ص، 11)

حضرت شیخ المشائخ خواجہ محمد امین مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات احمد یہ ملفوظات معصومیہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ سیدنا حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جب تک کچھ حصہ قرآن پاک کا کچھ حصہ اپنے پیروں کی حکایتوں کا نہ پڑھ لیا جائے۔ تب تک ایمان سلامت ہی نہیں رہ سکتا۔ (سلامتی ایمان کے لیے مکتوبات امام ربانی نفحات الانس ،تذکرۃ الاولیاء کا مطالعہ ضرور کیا کریں)۔

حضرت شیخ المشائخ خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب افسانوں میں سے عمدہ افسانے صوفیوں کے افسانے ہیں اسلئے کہ ان کی باتوں کے سبب تجھے ان سے نسبت حاصل ہوگی۔ اور یہی نسبت نجات کا موجب ہوگی۔

حضرت خواجہ خواجگان غوث صمدانی محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ رسالہ محبوبہ میں لکھتے ہیں کہ مشائخ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ تو اس بات کی کوشش کر کہ اپنے دل کی جگہ دوستان حق کے دل میں بنائے۔ اور اگر یہ بات میسر نہ ہو سکے۔ تو دوستان خدا عزوجل کی دوستی کو

اپنے دل میں جگہ دے۔ کیونکہ جب اس کے دوستوں کی دوستی کا مقام تیرے دل میں ہوگا۔ تو دل کے فراش خانہ کو حرص وہوا سے پاک کردے گا۔ اور محبت حقیقی کا بادشاہ جب مقام دیکھے گا تو نزول فرمائے گا۔ اور اگر تو خدا عزوجل کے دوستوں کے دلوں میں اپنا مقام بنائے گا تو چونکہ وہاں پر ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ (360) نظر رحمت ہوتی ہے۔ اگر وہاں تجھے دیکھ لیا جائے گا۔ تو انشاء اللہ تیرے دونوں جہاں کے کام سنور جائیں گے۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ تو مشائخ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی باتیں سنے اور ان پر اعتقاد کرے۔ اور ان سے محبت کرے۔ کیونکہ دوستان حق کی باتوں کی دوستی اور دوستان حق کی دوستی باہمی ایک نسبت پیدا کرتی ہے۔ جس سے پھر حق تعالیٰ سے نسبت پیدا ہوتی ہے۔ جس کے سبب انسان ولی اللہ ہو جاتا ہے۔

ایک عارف سے لوگوں نے پوچھا: کہ جب ہم بزرگوں جیسے کام نہیں کر سکتے تو پھر ان کی کتابیں پڑھنے سے کیا فائدہ، اس نے کہا بہت فائدہ ہے، اگر جاہل ہے تو عالم ہو جائے گا اور عالم ہے، تو عارف ہو جائے گا۔ اور اگر دور ہے تو نزدیک ہو جائے گا۔ علم کتاب سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اقوال واحوال سلوک سے۔ اور اس گروہ کی حکایات (تذکرہ) سننے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ جب ان کے اقوال، افعال اور احوال اپنے آپ میں نہ پائے گا۔ تو اس کے دل سے تکبر اور غرور دور ہو جائیں گے۔ اور ان کی پیروی کر کے ان میں کا ہو جائے گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ پیغمبر خدا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ولی کی کرامت اس کی سچائی پر دلالت کرتی ہے۔ اور زمانہ نبوت کے بعد نبوت اور اس کی ولایت دونوں کی تصدیق کرتی ہے۔ پس جو شخص اولیاء اللہ کی کرامات کا منکر ہے۔ وہ گویا ایک طرح سے انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کا منکر ہے۔ سوا سے اس کی گمراہی ہی کافی ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ولی کے کسی مقام یا عارف (باللہ) کے کسی حال کا منکر ہو۔ تو اس کی اچھی سے اچھی حالت یقین کی کمزوری اور بری حالت، کفر، نفاق اور کینہ ہے۔ اس کا

عذاب بدنصیبی اور نقصان ہے۔

حضرت قدوۃ الاولیاء شیخ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرماتے وقت یہ نصیحت کی اول تو پیروں کی باتیں سنو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم نام ضرور یاد رکھو۔ تاکہ اسی سے تم بہرہ یاب ہو (یعنی فیض یاب ہو جاؤ)

حضرت آفتاب ولایت شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے بھائی (فلاں نے) جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے روگردان ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان اولیاء اللہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حق میں طعن و تشنیع کرتی ہے۔ اور ولی اس کی نظر میں حقیر معلوم ہوتا ہے۔

(سفینۃ الاولیاء ص22)

حضرت شیخ المشائخ احمد اعرابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں صوفیوں کی تعریف اس واسطے نہیں کرتا۔ کہ مجھے ان کی احتیاج ہے۔ بلکہ محض اس شوق اور حال کی وجہ سے جو مجھے ہے۔ اور عرفان، قرب اور شوق کے سبب سے جو انھیں حاصل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیا کہوں اور کیا لکھوں۔ اگر سو (100) کتابیں بھی ان کی تعریف میں لکھوں تو تھوڑی ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افسوس کسی شخص نے اولیاء اللہ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی قدر نہ کی اور نہ کرے گا۔ مطلب یہ کہ ہر ایک نادان اس زمانے میں صوفیوں کے احوال کے مشاہدہ اور ان کے افعال و اقوال کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے حق میں ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں۔ اور ان کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ان کے اقوال و افعال کا انکار پیغمبر خدا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزوں کا انکار ہے۔

حضرت شیخ کبیر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مدعیوں کی اچھی طرح تعظیم کرو! کیونکہ وہ وجود کو محقق کرتے ہیں اور ان کے ہاتھ چومنے چاہئیں۔ کیونکہ اگر ان کی ہمت بلندی ہوتی تو کسی اور چیز کا دعویٰ کرتے۔

حضرت شیخ فرید عصر ابوبکر جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ تم پر لازم ہے۔ کہ ایسے شخص سے محبت رکھو۔ جو حق تعالیٰ سے رکھتا ہے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ان کے علوم، معارف، کلمات

اور نقلیات سے صحبت رکھو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے۔ تو ان کی محبت اختیار کرو۔ تا کہ ان کی محبت کی برکت سے تم رفتہ رفتہ حق تعالیٰ تک پہنچ جاؤ۔

حضرت شیخ المشائخ شہباز لامکانی مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ان کوتاہ اندیشوں کا بزرگوں کی کرامات اور ان کے احوال سے انکار کرنا اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ خود ان اسرار سے واقف نہیں ہوتے۔ اور احوال کا نشان تک ان میں نہیں پایا جاتا یہ نفی تو اس واسطے کرتے ہیں کہ عوام کے روبرو رسوا نہ ہوں۔ لیکن انھیں یہ معلوم نہیں۔ کہ خواص کے نزدیک ان کی سخت رسوائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت کرے۔ پاک لوگوں کے کام کا اندازہ اپنی حالت سے نہ کر۔ خواہ لکھنے میں کیسا ہی آسان ہو۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ صمدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جس میں تو کوئی نیک صفت دیکھے اس سے جدا نہ ہو کیونکہ تو جلدی ہی اس کی برکت سے کچھ حاصل کرے گا۔

حضرت شیخ المشائخ ابوالعباس عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تجھے ان کی دوستی کا موقعہ نہ ملے۔ تو ان کے دوستوں سے دوستی پیدا کر۔ کیونکہ ان کے دوستوں کی دوستی گویا انھیں کی دوستی ہے۔

اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں اے ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) تم جانتے ہو کہ اسلام کا کونسا کڑا مضبوط ہے کہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں میں نے یہ کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ خدا عزوجل کیلئے دوستی اور دشمنی اسی کیلئے۔''

یہ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ الانصاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی ہے کہ ہر بڑے بوڑھے کی بات یاد رکھو۔ اور اگر یاد نہ رکھ سکو تو اس کا نام یاد رکھو۔ تم کو اس سے فائدہ ہوگا۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس میں پہلا نشان یہ ہے۔ کہ مشائخ کی باتیں سن کر خوش ہو جائے اور دل سے ان کا میلان ہو۔ اور انکار نہ کرے۔ اور جب اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے دوستوں میں سے کسی کو دکھائے۔ اور تو اس کو قبول نہ کرے بلکہ حقیر سمجھے تو یہ گناہ ان سب گناہوں سے بدتر ہے۔ کہ جن کو تو خود کرے۔ کیونکہ یہ تیری محرومی اور حجاب کی دلیل ہے۔ ''نعوذ باللہ من الخذلان'' ہم رسوائی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور اگر

تیری نظر میں غلطی ہو جائے اور جس کو تو نے بنظر قبول دیکھا ہے۔ وہ فی الواقع ویسا بزرگ نہیں ہے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ تیری نیت تو درست ہے "واللہ للمستعان وعلیہ التکلان"، یعنی اللہ سے مدد طلب کی ہے اور اسی پر توکل ہے۔

(نفحات الانس، ص، 34، 35)

حضرت سیدنا قطب الارشاد محمد بن محمد بن عمران شبویہ عرف ابوعلی شبوی مروزی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح بخاری شریف یاد تھی اور درس بھی دیا کرتے تھے ایک دن ابوعلی شبوی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے دیکھا کہنے لگے اے شیخ رحمۃ اللہ علیہ تم کہاں جاتے ہو کہا فلاں خانقاہ شریف میں جاتا ہوں کیونکہ وہاں پر درویش ہیں دیکھنا ہے کہ دن میں ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں آسمان سے درویشوں پر برسا کرتیں ہیں خصوصاً قیلولہ کے وقت اب میں ابوعلی شبوی رحمۃ اللہ علیہ جاتا ہوں کہ وہاں جا کر سوؤں کے یہ رحمت مجھ پر بھی برسے بزرگوں نے کہا ہے اپنے آپ کو ان میں سے شمار کر ان میں سے اور ان کے دوستوں سے ظاہر کر اگرچہ تو جانے کے کیسے ہو رسوا ہے۔

مصرع

عاشق نمائی خویشتن ار چہ چنیں نہٗ

ترجمہ: اپنے کو عاشق ظاہر کر اگرچہ عاشق نہ ہو

تاکہ کل کو یہ کہہ کہ میں ان کے سر ہلانے والوں میں سے ہوں وہ کہیں گے کہ آ تیرا حق ہے

شاید کہ اس سبب سے چھوٹ جائے۔

با عاشقاں نشیں و ہمہ عاشقی گزیں	باہر کہ نیست عاشق باؤ مشو قرین

ترجمہ:

عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور تمام زندگی عاشقی میں گزار دے

جو عاشق نہیں انکے ساتھ نہ بیٹھ

(نفحات الانس، ص، 325)

شیخ الاسلام (ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری الہروی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ مشائخ کا

دیدار اس گروہ کی نسبت ہے۔ اس قوم کا بڑا مرتبہ یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ فلاں پیر کو دیکھا ہے۔فلاں شیخ کی صحبت کی تھی۔آپ فرماتے ہیں کہ مشائخ کے دیدار کو غنیمت سمجھنا چاہیئے کیونکہ پیروں کا دیدار اگر ہاتھ سے جاتا رہے۔تو اس کو پھر نہیں پا سکتے۔

(نفحات الانس، ص،366)

حضرت سیدنا عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اقوال صوفیاء پر عمل پیرا ہونے سے نور حاصل ہوتا ہے لیکن بے عمل لوگوں پر ان کے اقوال کا کوئی اثر نہیں اور فرمایا خادم بن کر اولیاء کرام کی تعظیم کرنی لازمی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص 261)

حضرت سیدنا شیخ المشائخ شیخ علی بن بندار حسین الصوفی الصیرفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں شیخ ابو عبداللہ نے آپ سے کہا کہ آگے چلو۔ابوالحسن نے فرمایا آگے کیوں جاؤں شیخ ابو عبداللہ نے فرمایا تم نے حضرت سیدنا امام الصوفیاء جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔اور میں نے نہیں دیکھا۔یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ مشائخ کا دیدار کرنا بڑی نسبت ہے اور اس گروہ مشائخ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا درجہ عطا کیا ہے۔ کیونکہ یہ روایت در روایت ہوتا چلا آیا ہے کہ اس نے فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اور فلاں شیخ کی صحبت اٹھائی ہے۔

(سفینۃ الاولیاء ص196)

حضرت شیخ المشائخ سیدنا محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے قبل دعا فرمائی کہ اے خدا عزوجل! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں تیری نافرمانی کرتے وقت فرماں برداروں سے محبت رکھتا تھا آج تو ان کی دوستی کو میرے گناہوں کا کفارہ کردے۔

اس پاک طینت گروہ کی صحبت اور ان تک رسائی سعادت و برکت سمجھنا چاہئے اور جہاں کہیں بھی یہ لوگ موجود ہوں ان کی صحبت سے استفادہ (فائدہ) حاصل کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ المشائخ ابو عبداللہ سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مفید چیز نیکوں کی صحبت ہے اور افعال و اقوال میں ان کی اتباع و پیروی اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت اور حاضری۔

(سفینۃ الاولیاء ص22)

حضرت سیدنا سراج السالکین حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اولیاء کی باتوں کو تسلیم کرلے اور ان کو حق سمجھے اور ان سے فیض اٹھائے میرا سلام اس کو پہنچا دو۔

(سفینۃ الاولیاء ص23)

حضرت شیخ الشیوخ سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بد نصیبی اور محرومی کی علامتوں میں سے ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت وزیارت سے احتراز کرے اور ان کی باتوں اور نصیحتوں کو قبول نہ کرے بلکہ دل سے ان کا انکار کرے۔

(سفینۃ الاولیاء ص23)

خواجہ خواجگان معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا نیکی کرنے سے زیادہ بہتر ہے اور مفید ہے اسی طرح بُروں کی صحبت میں بیٹھنا گناہ کرنے سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

(سفینۃ الاولیاء ص22)

حضرت قدوۃ الاولیاء ابوعبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ درویش مخلوق خدا عزوجل کی رحمت الٰہی ہیں ان کی برکت سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

فرمانِ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ یہ گروہِ اولیاء دنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں۔

حضرت شیخ المشائخ سیدنا شیخ ابوالحسن غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ جہاں کے مالک ہیں آسمان سے بارش اور رحمت ان کے قدموں کی برکت سے نازل ہوتی ہے اور ان ہی کے صفائی قلب اور اخلاص عمل کی بدولت زمین سے نباتات اُگتی ہیں۔

(سفینۃ الاولیاء ص24)

حضرت سیدنا امام طریقہ خواجہ خواجگان بہاء الدین عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ سیدنا خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ باوجود کمالات صوری ومعنوی (ظاہری وباطنی) کے حضرات خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے رسالوں (کتب) کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کے کلمات قدسیہ کا ہمیشہ ساتھ رکھنا اور ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے شیخ

الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ ہر ایک پیر کا کوئی کلام یاد کرلو۔ اگر ایسا نہ کرسکو تو ان کا نام یاد رکھو تا کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

آنی تو کہ از نام تو مے بارد عشق	وز نامہ و پیغام تو مے بارد عشق
عاشق گردد ہر کہ او بکویت گزرد	آرے در و بام تو مے بارد عشق

حضرت سیدنا بادشاہ ولایت مولوی عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ مفلسی و بدکرداری کے سبب سے ناامید ہو جائے گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ کہے گا اے میرے بندے کیا تو فلاں محلّہ میں فلاں دانشمند یا فلاں عارف کو پہچانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ کو اس کے طفیل بخش دیا۔ جب محض شناخت ولی وسیلہ نجات ہو تو اولیاء اللہ کی دوستی و محبت اور ان کی سیرت کا اتباع بطریق اولیٰ ہوگا۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اس شخص کی نسبت کیا فرماتے ہیں جس نے ایک قوم کو دوست رکھا مگر ان کی ملاقات سے مشرف نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ یعنی قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اولیاء اللہ وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ جہاں ان کا ذکر ہوتا ہے وہاں تَنْزِلُ رَحْمَۃَ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ. رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے ان ہی کے قدموں کی برکت سے آسمان سے مینہ برستا ہے اور زمین سے نباتات اگتی ہیں۔

تاجدار ولایت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ شرح آداب المریدین صفحہ نمبر 111 پر لکھا ہے کہ حدیث شریف میں ہے درویشوں کے ساتھ بہت زیادہ دوستی کرو ان کی قربت اختیار کرو ان کے ساتھ احسان کرو ان کی خدمت کرو یہ سب اس لئے کہ وہ صاحبِ دولت ہیں لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس کون سی دولت ہے؟ ارشاد (عالی) ہوا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ان درویشوں کو خداوند رب العزت کا حکم ہوگا کہ دیکھو ان کو جنہوں نے تمہیں ایک روٹی کا ٹکڑا دیا ہے یا ایک گلاس پانی پلایا ہے یا کوئی

کپڑا پہنایا ہے ان لوگوں کا ہاتھ پکڑو اور بہشت میں لے جاؤ۔ (سبحان اللہ)

از عمل خویش ندارم امید	بر کرم تست مرا اعتماد

مجھے اپنے اعمال سے کوئی توقع اور امید نجات نہیں ہے

تو میں صرف تیرے کرم پر اعتماد و بھروسہ رکھتا ہوں۔

(سفینۃ الاولیاء ص25)

ہجوم نفس و ہوا کز سپاہ شیطانند	چو زور بر دل مرد خدا پرست آرد
بجز جنود حکایات رہنمایاں را	چہ تاب آنکہ براں رہزناں شکست آرد

حکایات مشائخ کا کمترین فائدہ یہ ہے کہ جب مطالعہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ میرے افعال و اقوال و احوال ان بزرگوں جیسے نہیں تو دید قصور اس پر غالب آ جاتی ہے اور وہ عجب و ریا و استحسان سے بچ جاتا ہے۔

مرید صادق کو چاہئے کہ مناجات کے وقت حضور قلبی اور نہایت عاجزی سے اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو نام بنام یاد کرے اور ہر ایک کو ظاہری و باطنی مشکل میں اپنا شفیع بنائے اور ان کے وسیلہ واسطہ سے دعا مانگے تا کہ جلدی قبول ہو جائے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص15)

حضرت شیخ المشائخ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لائق فرزند وہ ہے جو کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے تو ہوش کے کانوں سے سنے اس پر پہرہ دے اور اسے بجالائے۔

حضرت شیخ المشائخ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لائق فرزند وہ ہے کہ جو کچھ پیر کی زبان سے سنے اپنے شجرہ میں لکھ لے خود استفادہ کرے اور خلقت کو بھی اس سے محروم نہ رکھے تا کہ قیامت کو شرمسار نہ ہو۔

(ہشت بہشت، ص، 55)

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز ادا کرتے۔ تو اوراد سے فارغ ہو کر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی حکایات بیان کرتے اور فرماتے جو شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی حکایات بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ دوزخ اس پر

حرام کر دیتا ہے۔ اور اس کا حشر قیامت کے دن انھیں کے ساتھ ہوگا۔ انھیں کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوگا۔

(ہشت بہشت، ص، 627)

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمھیں چاہیئے کہ ہمیشہ طاعت وعبادت میں مشغول رہو نیز اوراد اور دعاؤں کو پڑھنے میں محنت کرو۔ تمھیں مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے میں مشغول رہنا چاہیئے اور بیکار نہ رہو۔

(ہشت بہشت، ص، 718)

حضرت شیخ المشائخ ابوالحسین بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا۔ کہ لوگوں کو زہد اور ترک دنیا کی طرف بلاتے ہو۔ اور خود عمدہ عمدہ کپڑے پہنتے ہو۔ اور عمدہ کھانے کھاتے ہو۔ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے کہا۔ جب تیرا حال خدا کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ چاہیئے ۔تو نرم کپڑے اور عمدہ کھانا نقصان نہیں دیتا۔

(نفحات الانس، ص، 259)

حضرت شیخ المشائخ محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ رات کو نوافل پڑھتے تھے مگر ان کی والدہ ان کو پاؤں دبانے کے لیے بلاتیں تو صبح تک پاؤں دباتے اور اس کو نماز سے افضل سمجھتے اور ایسا ہی بزرگوں نے مرید کے لئے پیر کے حق میں بیان کیا ہے (یعنی اگر پیر (مرید) کو اپنی خدمت کے لیے بلائے۔ تو نفل عبادت کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

(احوال الصادقین، ص، 143)

ایک عابد (اللہ کے ولی کو) پانی پلانے سے جنت مل گئی

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو شخص صحراء میں چل رہے تھے ان میں سے ایک عابد (اللہ کا ولی) تھا دوسرا گناہ گار بدی کو چھپانے والا عابد کو ایسی پیاس غالب آئی کہ وہ (بے ہوش ہوکر) گر گیا اور اس کا ساتھی (گناہ گار) اس کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا (گناہ گار) اگر یہ نیک

بندہ (اللہ کا ولی) پیاس سے مر گیا جب کہ میرے پاس پانی بھی موجود ہے میں کبھی بھی اللہ (عزوجل) کی طرف سے خیر حاصل نہیں کر سکوں گا۔ لیکن اگر میں اس کو اپنا پانی پلادوں تو یقیناً میں بھی مر جاؤں گا مگر اس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور پانی پلانے کا پکا ارادہ کر لیا پھر اپنے پانی سے کچھ تو اس پر چھڑکا اور باقی اس کو پلا دیا اور بے ہوش کھڑا ہو گیا پھر اس نے صحراء کو عبور کیا اس گناہ گار کو (قیامت کے دن) حساب کیلئے کھڑا کیا جائیگا اور دوزخ میں داخل کرنے کا حکم دیا جائیگا جب اس کو فرشتے لے کر جا رہے ہوں گے تو اس کی اس عابد پر نگاہ پڑے گی وہ (پکار کر) کہے گا اے فلاں (عابد اللہ کے ولی) کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے عابد (اللہ کا ولی) پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں وہی شخص ہوں جس نے صحراء میں اپنی بجائے آپ کو ترجیح دی تھی تو عابد کہے گا ہاں میں تمہیں پہچان گیا ہوں پھر وہ فرشتوں سے کہے گا ٹھہر جاؤ تو وہ ٹھہر جائیں گی پھر یہ حاضر ہو کر (اللہ تعالیٰ کے سامنے) کھڑا ہو گا۔ اللہ رب العزت سے عرض کرے گا۔ یارب عزوجل آپ اس کے احسان کو جانتے ہیں اس نے اپنی بجائے کس طرح سے مجھ پر ایثار کیا تھا۔ یارب عزوجل یہ مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرمائینگے یہ آپ کا ہے چنانچہ وہ عابد (اللہ کا دوست) واپس آ کر اس (گناہ گار ساتھی) بھائی کو ہاتھ سے پکڑ کر اس کو جنت میں لے جائیگا۔

(الطبرانی، البیہقی بحوالہ رحمت کے خزانے، ص، 249)

زاہد پرہیز گار آدمی کو پانی پلانا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جنتیوں میں سے ایک شخص دوزخیوں کو جھانک کر دیکھے گا تو اس کو دوزخ میں سے ایک شخص پکار کر کہے گا کہ فلاں (زاہد پرہیز گار شخص) کیا تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہے گا نہیں اللہ عزوجل کی قسم میں تمہیں نہیں پہچان سکا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں وہ شخص ہوں کہ ایک مرتبہ دنیا میں آپ میرے پاس سے گذرے تھے اور پانی کا ایک گلاس طلب کیا تھا اور میں نے آپ کو پانی پلایا تھا وہ کہے گا میں پہچان گیا تو دوزخی کہے گا پھر اس احسان کے بدلے میں آپ پروردگار کے پاس میرے لئے سفارش کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (اس نیک آدمی سے) اس دوزخی کا حال پوچھیں گے تو وہ عرض کرے گا میں نے جب دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دوزخیوں میں سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا اللہ ﷻ کی قسم میں تو آپ کو نہیں پہچانتا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں وہ شخص ہوں کہ آپ دنیا میں (میرے پاس سے) گذرے تھے اور پانی کا ایک گلاس طلب کیا تھا اور میں نے آپ کو پانی پلایا تھا اس لئے آپ رب ﷻ کے سامنے میرے لئے سفارش کرے لہٰذا آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول فرمائیں گے اور اس کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔

(بیہقی وابن ماجہ بحوالہ رحمت کے خزانے، ص،250 تا 251)

مشائخ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں: کہ ہمارے طریقہ کی نسبت مرتے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ جس قدر اس دنیا سے روگردانی کی جاتی ہے اسی قدر وہ نسبت زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

ان نقلیات سے غرض یہ ہے تا کہ مطالعہ کرنے والوں کو اس کے ملاحظہ سے اس گروہ کا یقین ہو جائے۔ اور اس گروہ کی ہزلیات جو سالکوں کے احوال کی نفی کرتا ہے۔ ان پر اثر نہ کریں اور ان لوگوں کے وسوسوں کی مصیبت سے محفوظ رہیں۔ اے پروردگار! ہمیں ہمارے نفسوں کے شر اور ہمارے برے اعمال کے وبال سے بچا۔

سالک کو چاہیئے کہ اس بڑی نعمت یعنی صحبت اہل اللہ کی قدر کو پہچانے اگر ایسی صحبت میسر آجائے تو چند لمحات گوش دل (دل کے کان) کو اہل اللہ کی باتیں سننے کیلئے وقف کردے اور اس کی اللہ تبارک وتعالیٰ سے توفیق طلب کرے تا کہ اس کو اسی صحبت میں تقویت وتربیت حاصل ہو۔

اُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِي صَالِحاً

میں صالحین سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ میں صالح نہیں شاید کہ (ایک دن) اللہ تعالیٰ مجھے بھی صالح بنادے

آمین یارب العلمین بجاہ النبی الامین

این کتاب ماخوذ

از

کتب مذکوره

این کتاب ماخوذ
از
کتب مذکورہ

1	احکام القرآن تصنیف لطیف علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا عبد القیوم صاحب ناشر: شریعہ اکیڈمی اسلام آباد
2	تفسیر نبوی تصنیف لطیف حضرت علامہ محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور
3	تفسیر احمدیہ تصنیف لطیف مفسر قرآن ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مفتی محمد شرف الدین ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
4	تفسیر یعقوب چرخی تصنیف لطیف عمدۃ المفسرین محمد یعقوب بن عثمان محمود بن محمد الغزنوی ثم الچرخی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ محمد انور حبیب ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
5	ضیاء القرآن تصنیف لطیف حضرت علامہ مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

6	کمالین اردو شرح جلالین شریفین مفسر قرآن علامہ جلال الدین محلی و مفسر جلیل علامہ جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) ترجمہ: مولانا محمد نعیم ناشر: مکتبہ شرکت علمیہ ملتان
7	تفسیر حسینی الموسوم بہ تفسیر سعیدی تصنیف لطیف مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولوی سید عبدالرحمٰن بخاری رحمۃ اللہ علیہ ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
8	تفسیر روح البیان تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ شیخ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
9	معارف القرآن تصنیف مفتی محمد شفیع صاحب ناشر: ادارہ المعارف کراچی
10	تفسیر مظہری تصنیف لطیف حضرت شیخ علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولانا سید عبدالدائم الجلالی ناشر: دارالاشاعت کراچی
11	کنز الایمان تفسیر نور العرفان اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: ضیاء القرآن کراچی، لاہور
12	ریاض الصالحین تصنیف لطیف امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی ناشر: دارالاشاعت کراچی

رياض الصالحين تصنيف لطيف امام محی الدين ابی زكريا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی ناشر: فرید بک سٹال لاہور	13
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف تصنیف لطیف عارف باللہ نقشبندی قادری حضرت علامہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: فرید بک سٹال 38 اردو بازار لاہور نمبر 2 پاکستان	14
انوار غوثیہ شرح شمائل نبویہ المعروف شمائل ترمذی تصنیف لطیف، محدث جلیل امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ وتشریح سید امیر شاہ قادری گیلانی ناشر: ادارہ تصنیفات امام احمد رضا خان کراچی	15
فتاویٰ رضویہ حضرت علامہ مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: جامعہ نظامیہ لاہور	16
ریاض الفتاویٰ تصنیف لطیف حضرت علامہ مفتی سید ریاض الحسن جیلانی قادری ناشر: انجمن انوار القادریہ جمشید روڈ نمبر 3 کراچی	17
قوت القلوب تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: محمد منظور الوجیدی، ناشر: شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی	18

19	**عوارف المعارف** تصنیف لطیف حضرت شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حافظ سید رشید احمد ارشد ایم اے ناشر: غلام علی اینڈ سنز لاہور، کراچی، حیدر آباد
20	**عوارف المعارف** تصنیف لطیف حضرت شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شمس بریلوی ناشر: پروگیسو بکس لاہور
21	**رسالہ قشیریہ** تصنیف لطیف حضرت امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
22	**تنبیہ الغافلین** تصنیف لطیف شیخ النصر بن محمد بن ابراہیم ابو اللیث السمر قندی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا عبد المجید انور ناشر: مکتبہ حقانیہ ملتان
23	**تعرف** تصنیف لطیف حضرت امام ابوبکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلابازی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب ناشر تصوف فاؤنڈیشن لاہور
24	**ذم الھویٰ، عشق مجازی کی تباکاریاں** تصنیف، حضرت عبد الرحمٰن ابو الفرج امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا امداد اللہ انور ناشر: دار المعارف ملتان
25	**صد میدان** تصنیف لطیف حضرت شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حافظ محمد افضل فقیر ناشر: تصوف فاؤنڈیشن

26	نفحات الانس تصنیف لطیف حضرت مقبول یزدانی مولانا نورالدین محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی الاحراری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا سید احمد علی چشتی نظامی ناشر: اللہ والے کی قومی دکان لاہور
27	رسالہ قدسیہ تصنیف لطیف حضرت شیخ الشیوخ سیدنا خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: پروفیسر علی نواز جتوئی ناشر: مرکزی تحقیقات فارسی ایران و پاکستان راولپنڈی
28	کشف المحجوب تصنیف لطیف حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ فضل الدین گوہر ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
29	کشف المحجوب تصنیف لطیف حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: پروفیسر محمد عبدالمجید یزدانی ایم اے ناشر: قرآن لمیٹڈ لاہور
30	کشف المحجوب تصنیف لطیف حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: محمد حسین گوجرانوالہ ناشر: محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی
31	رسالہ محبوب العارفین تصنیف لطیف حضرت شمس العارفین عزیزاں علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ قدیر محمد قریشی اکبرآبادی ناشر: المصطفیٰ اکادمی حیدرآباد

32	الفتح الربانی تصنیف لطیف غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مفتی محمد ابراہیم بدایونی قادری صاحب ناشر: فرید بک اسٹال کراچی
33	مکتوبات صدی تصنیف لطیف حضرت شہباز طریقت شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: سید شاہ نجم الدین احمد فردوسی ناشر: سعید ایچ ایم کمپنی کراچی
34	زبدۃ المقامات تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ غلام مصطفیٰ خاں حیدر آباد ناشر: مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ
35	مکتوبات شریف تصنیف لطیف: حضرت امام ربانی الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا نازوار حسین شاہ ناشر: ادارہ مجددیہ کراچی
36	مکتوبات شریف تصنیف لطیف: حضرت امام ربانی الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: سعید احمد نقشبندی ناشر: مدینہ پبلی کیشنز کراچی
37	مکتوبات شریف تصنیف لطیف: حضرت امام ربانی الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: قاضی عالم الدین صاحب ناشر: ادارہ اسلامیات لاہور

38	مکتوبات شرح ابوالبیان تصنیف لطیف: حضرت امام ربانی الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: محمد سعید احمد مجددی　ناشر: تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
39	مکتوبات شریف تصنیف لطیف: حضرت امام ربانی الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا محمد ہدایت علی جے پوری　ناشر: سعید کمپنی کراچی
40	مبدأ و معاد تصنیف لطیف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا زوار حسین شاہ نقشبندی　ناشر: ادارہ مجددیہ کراچی
41	احیاء العلوم تصنیف لطیف حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب　ناشر: شبیر برادرز لاہور
42	آئینہ تصوف تصنیف پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی صاحب ناشر: تصوف فاؤنڈیشن لاہور
43	برکات روحانی طبقات امام شعرانی تصنیف، حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب　ناشر: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور

44	تذکرۃ الاولیاء تصنیف لطیف حضرت شیخ الشیوخ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ناشر: نذیر سنز پبلشرز لاہور
45	ہم سے عہد لیا گیا یعنی الدر المنضود تصنیف لطیف حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا ظفر احمد عثمانی ناشر: ادارہ اسلامیات کراچی، لاہور
46	تبلیغ دین، کتاب اربعین کے تین بابوں کا ترجمہ تصنیف لطیف: حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ناشر: ادارہ المعارف کراچی
47	آداب المریدین تصنیف لطیف حضرت شیخ الشیوخ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا محمد عبدالباسط ناشر: تصوف فاؤنڈیشن لاہور
48	حضرات القدس تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ کاشف حقائق علامہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ناشر مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ
49	ہشت بہشت تصنیف لطیف: یہ تصانیف خواجگان چشت کے آٹھ مشائخ کی ہے ترجمہ: عنصر صابری ناشر: پروگریسو بکس لاہور

50	مکتوبات معصومیہ تصنیف لطیف: حضرت قیوم ثانی عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا نازوار حسین شاہ نقشبندی ناشر: ادارہ مجددیہ کراچی
51	اخبار الاخیار تصنیف لطیف: حضرت علامہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: محمد منیر رضا قادری ناشر: شبیر برادرز لاہور
52	مکتوبات مظہری تصنیف: حضرت شیخ الشیوخ مرزا مظہر جان جاناں نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: خلیق انجم ایم اے ناشر: مکتبہ برہان اردو بازار دہلی
53	خزینۃ الاصفیاء تصنیف لطیف حضرت علامہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور
54	مقامات مظہری تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ محمد اقبال مجددی ناشر: اردو سائنس بورڈ لاہور
55	مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصنیف لطیف شیخ الحدیث علامہ محمد منظور احمد فیضی صاحب ناشر: مکتبہ محمدیہ احمد شرقیہ ضلع بہاولپور

56	عارف نامہ تصنیف لطیف حضرت شیخ الشیوخ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ ناشر: غلام مصطفیٰ خاں حیدر آباد
57	نسیمات القدس تصنیف لطیف: شیخ المشائخ خواجہ محمد کشمی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: سید محبوب حسن واسطی کراچی ناشر: مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ
58	مقامات احمدیہ ملفوظات معصومیہ تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ خواجہ محمد امین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: اللہ والے کی قومی دکان لاہور
59	المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح رحمت کے خزانے تصنیف لطیف، محدث جلیل امام شرف الدین عبدالمؤمن بن خلف ومیاطی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولانا امداداللہ انور ناشر: دار المعارف ملتان شریف
60	انوار قدسیہ تصنیف لطیف حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: عثمان پبلیکیشنز لاہور
61	انوار قدسیہ تصنیف لطیف حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا ظفر احمد عثمانی ناشر: ادارہ اسلامیات کراچی

62	**کتاب حیات باقی** تصنیف لطیف مولانا محمد صادق کابلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا سید محمد تاجر دہلوی لاہور — ناشر: اللہ والے کی قومی دوکان لاہور
63	**فقہ و تصوف** تصنیف لطیف مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری — ناشر: الممتاز پبلی کیشنز لاہور
64	**معارف لدنیہ** تصنیف لطیف امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا سید زوار حسین صاحب — ناشر: ادارہ مجددیہ کراچی
65	**معمولات مظہریہ** تصنیف لطیف حضرت نعیم اللہ بہڑ اپچی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: قدیر محمد قریشی اکبر آبادی
66	**حسنات الحرمین** تصنیف لطیف حضرت خواجہ قیوم ثانی محمد معصوم احمدی رحمۃ اللہ علیہ فارسی ترجمہ: محمد شاکرین علامہ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ — اردو ترجمہ: محمد اقبال مجددی ناشر: مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمد سعیدیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
67	**روضۃ القیومیہ (۴ جلد)** تصنیف لطیف حضرت خواجہ محمد احسان مجددی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: مکتب نبویہ لاہور

68	ذکر خیر ارشادات خواجہ محبوب عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ناشر: فاروق پریس سہارپور
69	سردلبراں تصنیف حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: محفل ذوقیہ کراچی
70	سندھ کے صوفیائے نقشبند تصنیف لطیف ڈاکٹر ابوالخیر زبیر رحمۃ اللہ علیہ ناشر: رکن اسلام پبلی کیشنز حیدر آباد
71	جمال ذکر الٰہی تصنیف لطیف مولانا سید غلام دستگیر نقشبندی مجددی ناسر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
72	مشائخ نقشبند تصنیف لطیف علامہ محمد نور بخش توکلی ایم اے ناشر: فضل نور اکیڈمی گجرات
73	جواہر مجددیہ تصنیف خواجہ احمد حسین صاحب ناشر: ملک اچنین الدین تاجر کتب لاہور
74	مقیاس خلافت تصنیف لطیف ابوعبدالوہاب مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: خادم محمد عمر است دار المقیاس اچھرہ لاہور.

75	**فیض نقشبند در المعارف** تصنیف حضرت شیخ المشائخ شاہ رؤوف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری ناشر: نوری کتب خانہ لاہور
76	**ارشاد الطالبین** تصنیف حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا غلام محمد ناشر: مکتبہ اسحاقیہ کراچی
77	**ارشاد الطالبین** تصنیف حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: پیر مولانا محمد عابد حسین سیفی ناشر: مکتبہ شیرازی محمدی سیفی (مکتبہ زاویہ لاہور)
78	**فیض الکریم** تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ حافظ عبدالکریم حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: اللہ والے کی قومی دکان لاہور
79	**ہدایت الطالبین و مرقاۃ السالکین** تصنیف لطیف: حضرت علامہ پیر طریقت ابوسعید فاروقی نقشبندی مجددی ترجمہ: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ناشر: ادارہ مجددیہ کراچی
80	**ہدایت الطالبین و مرقاۃ السالکین** تصنیف لطیف: حضرت علامہ پیر طریقت ابوسعید فاروقی نقشبندی مجددی ترجمہ: مولانا نور احمد صاحب ناشر: ادارہ فیوضات مجددیہ

81	**خزینہ معرفت** تصنیف لطیف صوفی محمد ابراہیم قصوری ناشر: پروگریسو بکس لاہور
82	**سیرت مجدد الف ثانی** تصنیف لطیف: مولانا زوار حسین شاہ نقشبندی ناشر: ادارہ مجددیہ کراچی
83	**لوائح** تصنیف لطیف حضرت شیخ الشیوخ مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی احراری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا سید فیض الحسن فیضی ناشر: تصوف فاؤنڈیشن لاہور
84	**ہدایت الانسان الی سبیل العرفان** تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: اللہ والے کی قومی دکان
85	**رحمت رحیمیہ** تصنیف لطیف، حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں حیدر آباد ناشر: اخوان مصطفائی
86	**تصوف کے حقائق** تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شیخ الحدیث مفتی محمد یوسف شاہ بندیالوی ناشر: مکتبہ رضویہ کراچی احمد حسن قادری
87	**تصوف کے حقائق** تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: محمد اکرم الازہری ناشر: زاویہ

88	**ہدایت السالکین** تصنیف لطیف مولانا ضیاء اللہ ارشادت حضرت مبارک مدظلہ العالی ناشر: کرم پبلی کیشنز لاہور
89	**کتاب اللمع فی التصوف** تصنیف لطیف شیخ الشیوخ شیخ ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: علامہ سید اسرار بخاری ناشر: تصوف فاؤنڈیشن
90	**تجلیات امام ربانی** تصنیف علامہ محمد عبدالحکیم خان اختر مظہری شاہجہان پوری ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور
91	**سلوک اور تصوف کا عملی دستور** تصنیف ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ناشر: منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
92	**احوال الصادقین** تصنیف لطیف حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا حبیب الرحمٰن کیرانوی ناشر: کتب خانہ مجیدیہ ملتان
93	**البیان المشید ترجمہ البرہان المؤید** تصنیف لطیف حضرت شیخ المشائخ ابوالعباس محی الدین سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: مولانا ظفر احمد عثمانی ناشر: ادارہ اسلامیات لاہور کراچی
94	**حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے ناقدین** تصنیف لطیف حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی فاضل ازہر ناشر: پروگریسو بکس لاہور

95	عقیدہ ختم نبوت اور مجدد الف ثانی تصنیف لطیف پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد ناشر: گنبد خضرا پبلی کیشنز لاہور
96	مجدد ہزار دوم تصنیف لطیف ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی مدظلہ ناشر: معارف مجدد الف ثانی کراچی
97	جمال ذکر الٰہی تصنیف لطیف علامہ سید غلام دستگیر نقشبندی مجددی ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
98	ذکر کی اہمیت تصنیف لطیف: پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ناشر: منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
99	ذکر الرحمٰن تصنیف لطیف حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن گبول صاحب ناشر: طاہری پبلیکیشن حیدر آباد
100	رسالہ ذکر حقیقی تصنیف لطیف: محمد شہزاد ملک سیفی مجددی ناشر مسجد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لاہور
101	حضور قلب تصنیف پیر عبد اللطیف نقشبندی ناشر: جنگ پبلشرز لاہور

102	الحجۃ التامۃ فی اثبات العمامہ تصنیف لطیف حضرت علامہ مولانا شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مولوی احمد الدین سیفی توگیروی ناشر: ادارہ سیفیہ مرکزی جامع مسجد تالاب والی باغبانپور لاہور
103	عمامہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصنیف لطیف فقیہ جلیل وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ ناشر: ادارہ سیفیہ مرکزی جامع مسجد تالاب والی باغبان پور لاہور
104	امداد السلوک، اثبات الوجد، انوار اولیاء از: نثار الحق سیفی ناشر: تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر کراچی
105	غیر مقلدین کے ننگے سر نماز تصنیف لطیف، شیخ القرآن علامہ مولانا فیض احمد اویسی ناشر: مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور پاکستان
106	فضائل عمامہ تصنیف لطیف حضرت علامہ مولانا ابوصالح فیض احمد اویسی صاحب ناشر: ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی
107	البراہین التامۃ لاثبات سنیۃ العمامۃ تصنیف لطیف مولانا محمد انور سیفی ناشر: السیف الصارم پبلشرز لاہور

108	تحفۃ الزائرین تصنیف ابو سراج محمد طفیل احمد ناشر: خطیب دربار حضرت سید عبداللہ صحابی باباٹھٹھہ شریف
109	فضائل ذکر تبلیغ نصاب تصنیف علامہ محمد ذکریہ سچہان پور ناشر: عتیق اکیڈمی ملتان

فہرست

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبُّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

ترجمہ: کوئی تم میں سے ایماندار نہیں ہوسکتا۔ حتی کہ وہ چیز جو وہ اپنے لئے پسند رکھتا ہو وہی اپنے بھائی کیلئے پسند رکھے

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ہر کسے را لقب مکن مومن	گرچہ از سعی جان وتن کاہد
تانخواہد برادر خود را	آنچہ از بہر خویشتن خواہد

ترجمہ: مسلمانو! اسی صورت میں ہو تم اہل ایماں سے

کہ جو الفت ہے اپنے نفس سے ہو اپنے اخواں سے

حدیث شریف

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

ترجمہ: مسلم وہی ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

مسلم آنکس بود بقول رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	گرچہ عامی بود وگر عالم
کہ بہر جا بود مسلمانے	باشد از قول وفعل او سالم

ترجمہ:

ترا قول اور فعل ایذا نہ دیتا ہو جو مسلم کو

تو اے مسلم پہنچ جاتا ہے تو اسلام کی لم کو

حدیث نبوی ﷺ

تَہَادُوْا تَحَابُّوْا

ترجمہ: باہمی تحفہ تحائف بھیج کر محبت بڑھاؤ

دوستی مغز و پوست دشمنی است	تا کے از مغز سوئے پوست دوید
بہدایا کنید داد و ستد	تا بہم زاں وسیلہ دوست شوید

ترجمہ: محبت ہدیہ و سوغات دیکر بڑھ ہی جاتی ہے

جو سیلاب آئے ندی میں تو آخر چڑھ ہی جاتی ہے

حدیث نبوی ﷺ

کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ

ترجمہ: انسان کے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ ہر ایک سنی بات بیان کر دے

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مرد را بس ہمیں گنہ کے قدم	از مقراماں نہد بیروں
ہر کہ آید درون روزن گوش	از مر زباں دہد بیروں

ترجمہ:

زباں سے کان کی گر پردہ داری ہو نہیں سکتی
بڑی اس سے کوئی لغزش تمھاری ہو نہیں سکتی

چھٹا باب
تصوف فرض عین کا بیان

ساتواں باب
ذکر حقیقی (یعنی ذکر قلبی) کا بیان

آٹھواں باب
فضائل نقشبندیہ کا بیان

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

طُوْبیٰ لِمَنْ شَغَلَه عَیْبُه عَنْ عُیُوْبِ النَّاسِ

ترجمہ: اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اپنا عیب لوگوں کے عیوب سے روک دے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اے خوش آنکو بعیب بینئی خویش	پیشوائے ہنرواں گردد
عیب او پیش دیدۂ دل او	پردۂ عیب دیگراں گردد

ترجمہ:

مبارک وہ ہیں جو عیب اپنے رکھتے ہیں نگاہوں میں
نظر جنکی نہیں الجھی ہے غیروں کے گناہوں میں

گیارہواں باب
پیر طریقت کا بیان

بارہواں باب
مریدین کی اصلاح کا بیان

پندرھواں باب
عمامہ شریف کا بیان

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ لَا یَرْحَمُهُ اللّٰهُ

ترجمہ: جو آدمیوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا

سترواں باب
تذکرہ صالحین (یعنی صلحاء کرام کے حالات) کا بیان

انشاء اللہ عنقریب
اشاعت

تذکرہ
نقشبندی مجددی مشائخ
(رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم)

اہل سلوک کے لئے مشائخ عظام کے مطالعے کے لئے

جامع اور مفصل کتاب

----تالیف----

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت نثار الحق نقشبندی سیفی مجددی مدظلہ العالی

----ناشر----

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

انشاء اللہ عنقریب اشاعت

مکتوبات معصومیہ

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور
جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی مکتوبات
بہترین تحقیقی ترجمہ کے ساتھ

----تالیف----

پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت نثار الحق نقشبندی سیفی مجددی مدظلہ العالی

----ناشر----

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

انشاءاللہ عنقریب اشاعت

قرآنی آیات، احادیث نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل اور بزرگان دین رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال و افعال سے پیش کی گئی ایک مستند کتاب نبی کریم ﷺ سے عشق و محبت رکھنے والوں کیلئے ایک انمول تحفہ

---- تالیف ----

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت نثار الحق نقشبندی سیفی مجددی مدظلہ العالی

---- ناشر ----

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

انشاء اللہ عنقریب اشاعت

حضرت امام اعظم امام مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

(بہترین تحقیقی ترجمہ کے ساتھ)

----تالیف----

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت نثار الحق نقشبندی سیفی مجددی مدظلہ العالی

----ناشر----

تبلیغ صوفیاء دعوت الی الخیر

پیر طریقت رہبر شریعت
حضرتِ نثار الحق نقشبندی سیفی مجددی
مدظلہ العالی
کی تالیف کردہ کتب و رسائل
ایک انمول ہیرا
انوار اولیاء
راہ نجات
اثبات الوجد
نثار الحق سیفی
آداب سالکین
نثار الحق سیفی